سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
دیوتا
اکیسواں حصّہ
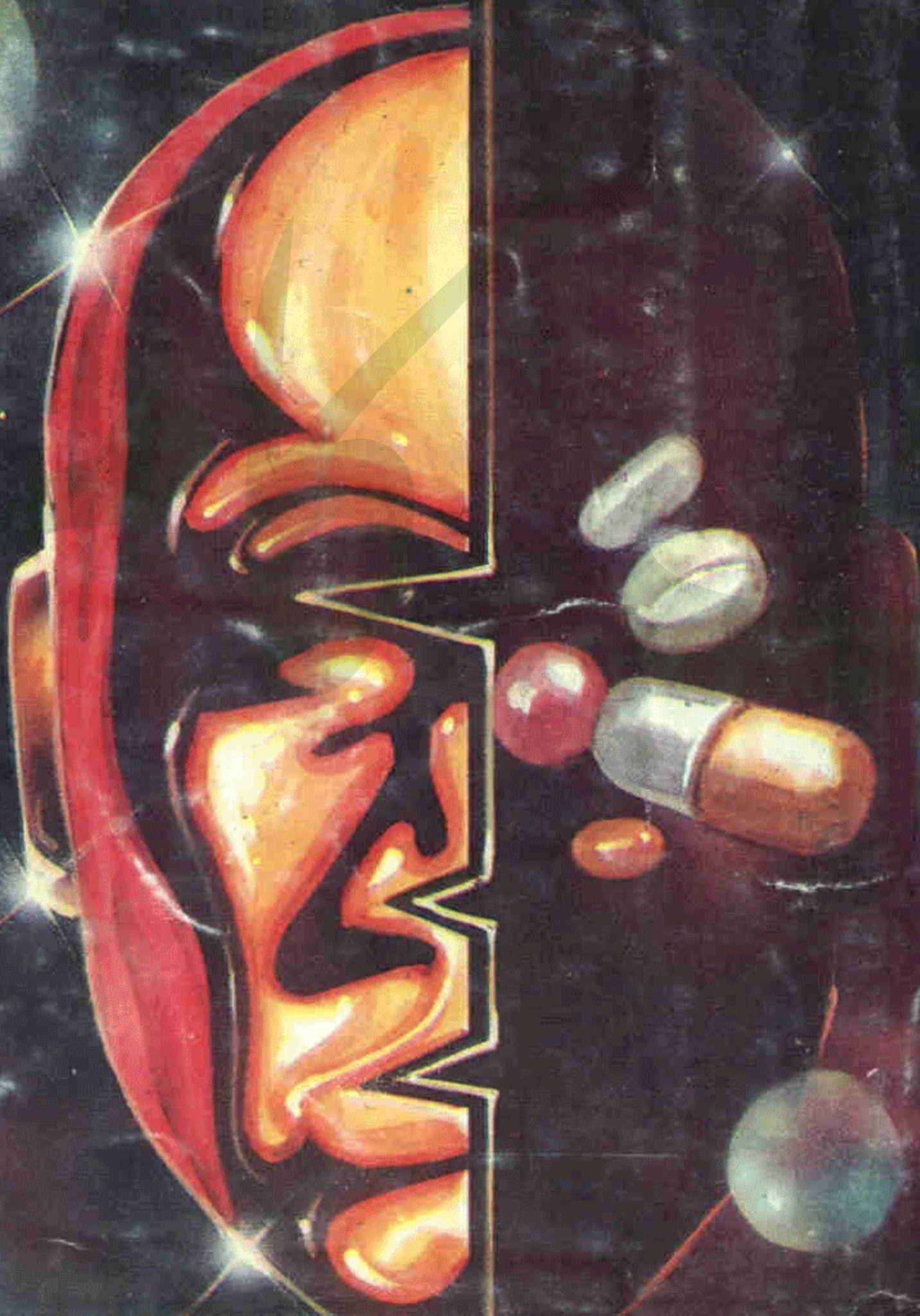
ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اُس شورہ پُشت، شوریدہ سر کا احوال ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

وہ صبح دس بجے تل ابیب سے روانہ ہوئے۔ پہلے نینسی کار ڈرائیو کر رہی تھی پھر تل ابیب سے نکل آنے کے بعد ایک جگہ گاڑی روک کر بولی "میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ تمھارے پاس ہوں اور تم سے دور بھی ہوں۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی ہوں تو تم ہی تم دکھائی دیتے ہو۔"

انھوں نے اپنی جگہ بدل دی۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر کہا "میں تمھارے جذبات کو سمجھتا ہوں مگر کیا کروں، کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ ویسے جلد یا بہ دیر ہمیں میاں بیوی بن کر رہنے کا کوئی راستہ اختیار کرنا ہی ہوگا۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔ تل ابیب سے یروشلم کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ آرام سے ڈرائیو کرتے ہوئے دو یا ڈھائی گھنٹے میں وہاں پہنچ سکتے تھے۔ پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا، نینسی چُپ چاپ بیٹھی ونڈ اسکرین کے پار یوں تک رہی تھی جیسے کسی نے سحر پھونک دیا ہو، وہ پتھر کی ہو گئی ہو اور بس ایک ہی طرف دیکھنا جانتی ہو۔ اوپر سے وہ بالکل ساکت تھی، خاموش تھی مگر اندر آندھیاں چل رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی "اس طرح کیسے گزر ہوگی؟"

پارس نے کہا "ہم بیس میل کا فاصلہ طے کر چکے ہیں لیکن اس طرح خاموش ہیں جیسے ایک دوسرے کے پاس موجود ہی نہ ہوں۔"

وہ بولی "موجود رہ کر بھی کیا کر سکتے ہیں؟"

"اپنے خیالات کو کسی دوسری طرف لگاؤ۔"

"میں کوشش کرتی ہوں لیکن جب تک تمھیں نہیں پاؤں گی، اس وقت تک کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوں گی۔"

"ابھی کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ڈارلن! آخر یہ مسلمان بھی تو انسان ہی ہوتے ہیں؟"

"بے شک انسان ہوتے ہیں۔"

"اور ہم یہودی بھی انسان ہیں لیکن انسان عرب کا لباس بھی پہنتا ہے، یورپ کا بھی پہنتا ہے اور دوسرے ممالک کا لباس پسند آئے تو وہ بھی پہن لیتا ہے۔ جب وہ مختلف ملکوں اور قوموں کا لباس پہن سکتا ہے تو کیا وہ دو مذہب اختیار نہیں کر سکتا؟"

"کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"تم مسٹر فرہاد کے مطالبے کے مطابق اسلام قبول کر لو لیکن ہمیں اپنی سوسائٹی میں زندہ رہنا ہے۔ یہاں ہماری عزت ہے، وقار ہے، رعب ہے، دبدبہ ہے۔ سب جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اگر کسی کو پتا چلا کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے تو ہم نظروں سے گر جائیں گے۔ ہم سے جو اولاد ہوگی، اسے بھی یہاں کی سوسائٹی میں نفرت سے دیکھا جائے گا۔ بولو، کیا یہ ممکن ہے کہ تم چُپ چاپ مسلمان بن جاؤ اور ہمارے لوگوں کو خبر نہ ہو اور فرہاد صاحب کو بھی اعتراض نہ ہو؟"

"نینسی! فرہاد صاحب کو اعتراض ہو یا نہ ہو، میں ایک سچا اور کھرا انسان ہوں۔ نہ میں اپنے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہوں اور نہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہتا ہوں کہ نعوذ باللہ خدا کو دھوکا دے رہا ہوں۔ اگر میں اسلام قبول کروں گا تو پھر سچا مسلمان بن کر رہوں گا۔ دوغلی زندگی نہ مجھے پسند ہے اور نہ میں تمھیں اس کا مشورہ دوں گا۔ پلیز، تم مجھے ایسا مشورہ نہ دو۔"

"اگر تم سچے مسلمان بن جاؤ گے تو کیا مجھے یہودی سمجھ کر نفرت نہیں کرو گے؟"

"نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ میں کوشش کروں گا کہ تم بھی اسلام قبول کرلو۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو۔ فرہاد صاحب نے ایک سے لیے شرط لگائی ہے اور تم مجھ پہ بھی یہ شرط عائد کررہے ہو۔"

"یہ سمجھنے اور عقل سے تسلیم کرنے کی بات ہے۔ کیا تم ایک یہودی ہو کر مسلمان کو برداشت کرنے کا دل رکھتی ہو؟"

"میں مجبوراً ایسا سوچ رہی ہوں۔"

"پھر تم ہی سوچو۔ میں سچا مسلمان بن جاؤں گا تو ایک یہودی لڑکی کو کیسے برداشت کروں گا۔ میں تو یہی چاہوں گا کہ تم بھی میری ہم مذہب ہوجاؤ۔"

"ہم اس معاملے میں جتنی باتیں کرتے ہیں اتنی ہی الجھنیں بڑھتی جاتی ہیں۔ ایک سیدھی اور صاف بات بتادو، کیا تم مسلمان بننا چاہتے ہو؟"

"تمہارے لیے مجھے یہ منظور ہے۔ اب یہی سوال میں کررہا ہوں صاف اور سیدھا سا جواب دے دو۔"

اس نے ایک گہری سانس لی، سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالیا۔ آنکھیں بند کیں پھر آہستگی سے بولی "مجھے منظور ہے۔ میں صرف ایک رعایت چاہتی ہوں تم سے۔"

"اگر فرہاد صاحب میرے دماغ میں آئیں گے تو میں ضرور ان سے بات کروں گا۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ ہم اسلام قبول کرلیں لیکن یہ بات ظاہر نہ کریں۔ رفتہ رفتہ وقت اور حالات دیکھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیں گے۔"

"میرا خیال ہے، فرہاد صاحب اس بات کو قبول کرلیں گے۔ بائی دا وے تم آنکھیں بند کرکے اس بات کو تسلیم کررہی ہو۔ یوں لگتا ہے جیسے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ابھی تو ابتدا ہے، دل ادھر مائل نہیں ہورہا ہے۔ رفتہ رفتہ ہوجائے گا۔"

"ذرا اپنے دل کو ٹٹول کر جواب دو، کیا تم مجبور ہوکر ایسا کررہی ہو؟"

"میں مجبور ہوکر ایسا کررہی ہوں، پھر دل کہتا ہے، محبت میں بڑی طاقت ہے۔ یہ محبت انسان کا لباس بدل دیتی ہے، مزاج بدل دیتی ہے، حلیہ بدل دیتی ہے، مذہب بھی بدل دیتی ہے۔ میں تمہاری محبت میں اس جہاں کو چھوڑ کر اُس جہان تک جاسکتی ہوں تو کیا اس مذہب کو چھوڑ کر اُس مذہب میں نہیں جاسکتی؟"

وہ نئے یروشلم میں داخل ہوگئے۔ اس نئے یروشلم کے درمیان وہ پرانا یروشلم آباد ہے جہاں مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے تاریخی اور مذہبی مقدس مقامات ہیں۔ پرانا یروشلم اونچی چہار دیواری کے اندر ہے جس میں داخل ہونے کے سات دروازے ہیں۔ وہ جافہ گیٹ کے قریب یامین موشے کی پہاڑی پر آئے۔ اس پہاڑی پر کنگ ڈیوڈ نامی سب سے مہنگا فائیو اسٹار ہوٹل ہے۔ ان کے نانا نے پہلے ہی اس ہوٹل میں ان کے لیے پورا ایک سوئٹ ریزرو کروالیا تھا۔

وہ اپنا سامان لے کر ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئے۔ نینسی تھکے ہوئے انداز میں بستر پر گر پڑی۔ کہنے لگی "پھر تم نے کیا سوچا؟"

پارس نے سوچنے کے انداز میں سر جھکالیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بالکونی تک آگیا، وہاں سے دور تک یروشلم دکھائی دیتا تھا۔ وہ دور تک نظریں دوڑا رہا تھا لیکن دماغ میں جذبے چیخ رہے تھے۔ ساتھ ہی اس کے اندر ایمان کہہ رہا تھا، وہ نینسی کو دھوکا دے کر اسلام قبول کروانا چاہتا ہے جبکہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے ایک لڑکی اس کی ضرورت مند ہے۔ وہ ہر حال میں اسے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ اس کی ضرورت سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنے مذہب کی طرف لانا چاہتا ہے۔ ایمان اور انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ کھل کر سب کچھ کہہ دے۔ اپنی اصلیت بتا دے کہ وہ پیدا ہوتے وقت بھی مسلمان تھا، آج بھی مسلمان ہے اور آخری سانس تک مسلمان رہے گا۔ دوبارہ اسلام قبول کرنے کا ڈراما پلے نہیں کرے گا۔ اگر نینسی کو منظور ہے تو اس کے مذہب کی طرف آئے، ورنہ واپس چلی جائے۔ واپسی کے راستے میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

وہ بستر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی کے قریب آئی پھر کھلے ہوئے دروازے سے ٹیک لگاکر بولی "کیا اب بھی کوئی الجھن رہ گئی ہے؟"

"میں حق اور انصاف کی بات سوچ رہا ہوں۔ ایک مسلمان کسی یہودی لڑکی کی آبرو رکھنے کے سلسلے میں کس حد تک قربانیاں دے سکتا ہے اور کہاں تک خود کو خطرات میں ڈال سکتا ہے۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو۔ کس مسلمان اور کس یہودی لڑکی کی بات کررہے ہو؟"

"اگر میں تم سے کہوں کہ میں یہودی نہیں، مسلمان ہوں۔ پیدائشی مسلمان ہوں اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گا، تو کیا تم یقین کروگی؟"

"کیوں مذاق کررہے ہو۔ جب سے شادی ہوئی ہے، میں مسکرانا بھول گئی ہوں۔ تمہارا کوئی مذاق میرے چہرے پر ہنسی نہیں لائے گا۔"

"میں مذاق نہیں کررہا ہوں، سچ کہہ رہا ہوں۔ میں ڈان مورس

نہیں ہوں۔"
"کیوں فضول باتیں کر کے مجھے پریشان کرتے ہو۔ اگر تم ڈان مورس نہیں ہو تو میں نینسی نہیں ہوں۔ یہ ہوٹل نہیں ہے، کوئی کھنڈر ہے۔"
"پلیز، مان لو کہ میں یہودی نہیں ہوں۔"
"چلو، مان لیتی ہوں، ویسے بھی ہم اسلام قبول کرنے جا رہے ہیں۔ تمہارے یہودی ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"بہت فرق پڑتا ہے۔ اگر میں اس راز پر سے پردہ نہ اٹھاؤں اور تمہیں اسلام قبول کراؤں تو یہ میرے مذہبی احکامات کے خلاف ہوگا۔ ہم کسی سے جھوٹ بول کر، کسی کو فریب دے کر اپنے مذہب کی طرف نہیں لا سکتے اور نہ ہی میں تمہیں اس طرح لانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یہودی ڈان مورس نہیں ہوں، ایک مسلمان ہوں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس۔"
وہ ذرا سہمے ہوئے انداز میں پیچھے چلی گئی۔ حیرانی اور بے یقینی سے اس کا منہ تکنے لگی پھر بولی: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر تم فرہاد علی تیمور کے بیٹے ہوتے تو وہ تمہارے دماغ میں آکر زلزلے پیدا نہ کرتے۔"
"میرے پاپا نے میرے دماغ میں کوئی زلزلہ پیدا نہیں کیا بلکہ کبھی میرے دماغ میں نہیں آئے۔ میں نے تم سے، نانا سے اور ساری دُنیا سے جھوٹ کہا تھا۔"
"تم نے کیوں جھوٹ کہا؟"
"صرف یہ سوچ کر کہ میں مسلمان ہوں، تم ایک یہودی ہو، بہت حیا والی ہو۔ اگر میں تمہیں دھوکا دے کر تم سے ازدواجی رشتہ قائم کروں گا تو یہ میرے ایمان کے خلاف ہوگا اور جب ایک دن تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔"
"ڈان! فار گاڈ سیک اتنا بھیانک مذاق نہ کرو۔ تم سر سے پاؤں تک ڈان مورس ہو۔ نانا تمہیں پہچانتے ہیں۔ تمہاری ایک ایک عادت، تمہارا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بالکل ڈان مورس جیسا ہے تو پھر تم پارس کیسے ہو سکتے ہو؟"
پارس بالکونی سے چلتا ہوا کمرے کے اندر آیا پھر بولا۔ "ذرا توجہ سے سنو۔ میں تمہیں مختصر حالات بتا رہا ہوں۔"
پھر وہ بتانے لگا کہ اصل ڈان مورس کے ساتھ اس کے چچا ٹام مورس اور سام مورس کس طرح ظلم کرتے تھے اور کس طرح اس کی جائیداد ہتھیا لینا چاہتے تھے۔ ڈان مورس بہت ہی بزدل اور بچکانا ذہن رکھنے والا جوان ہے۔ روما نامی ایک نرس اسے دل و جان سے چاہتی ہے اور اسے دل و جان سے اپنا لینا چاہتی ہے۔ ایسے میں پارس نے مداخلت کی۔ روما اور ڈان مورس کو پیرس بھیج دیا۔ وہاں ایک ادارے میں ڈان مورس کا نفسیاتی علاج ہو رہا ہے۔ ادھر پارس، ڈان مورس کا روپ اختیار کر کے ٹام مورس وغیرہ کے ساتھ تل ابیب آ گیا اور یہاں آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتا ہے۔
نینسی سکتے کے عالم میں دروازے سے ٹیک لگائے سن رہی تھی۔ پارس اپنی رُوداد سنا رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ وہ... ڈان مورس نہیں، پارس ہے پھر وہ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا: "اگر میں مجرم ہوں تو جاؤ اپنے قانون کے محافظوں کو آواز دو اور مجھے گرفتار کرا دو۔ اگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے تو اس بھلائی کے صلے میں تمہاری محبت اور تمہارا اعتماد چاہتا ہوں۔ ایک بھرپور محبت کرنے والی عورت کا اعتماد۔"
اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ سکتے کے عالم سے نکلی، پھر بولی: "تم نے مجھے کیوں بتایا، مجھے سچ کیوں بتایا۔ کیا میں نے پوچھا تھا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ سچ کیسا زہر ہوتا ہے؟"
"میں اتنا جانتا ہوں کہ سچ کا زہر آدمی کو کندن بنا دیتا ہے۔"
وہ ایک دم سے بپھر کر بولی: "میں کندن نہیں بننا چاہتی تھی۔ کتنا اچھا ہوتا، تم میرے لیے صرف ڈان مورس رہتے، میرے یہودی شوہر۔ پھر ایک دن جب تم مجھے چھوڑ کر چلے جاتے تو میں اپنے نصیبوں کو روتی۔ مجھے کبھی نہ معلوم ہوتا کہ ایک مسلمان میری تنہائیوں میں آیا تھا اور فرہاد جیسے دشمن کا بیٹا پارس تھا جو پوری یہودی قوم سے اور ہمارے پورے ملک سے نفرت کرتا ہے اور اسے کسی وقت بھی تباہ کر دینا چاہتا ہے۔"
"اگر ہم باپ بیٹے اس ملک کو تباہ کرنا چاہتے یا اس ملک کو مٹا دینا چاہتے تو ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن ہم خدائی دعویٰ نہیں کرتے۔ ہم خدا کے بندے ہیں اور اپنی حد میں رہتے ہیں۔"
"باتیں نہ بناؤ۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں، اپنے بزرگوں سے سُن چکی ہوں کہ تم لوگ ایک عرصے سے یہاں تباہیاں پھیلاتے رہے ہو۔ ہمارے اہم آدمیوں کو ہلاک کرتے رہے ہو۔ تم لوگ انسان نہیں درندے ہو۔ چلے جاؤ، میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ میں تمہاری صورت دیکھتی رہوں گی تو مجھے غصہ آتا رہے گا۔"
"میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں لیکن جانے سے

پہلے اتنا کہنا چاہتا ہوں، اگر ہم درندے ہیں، اگر ہم تباہیاں پھیلاتے ہیں اور تمہاری پوری قوم کو مٹا دینا چاہتے ہیں تو تمہارے سمجھنے کے لیے چھوٹی سی مثال کافی ہے۔ تم الزام دیتی ہو کہ ہم تمہاری پوری قوم کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے والے یہودی قوم کی ایک بیٹی کی آبرو رکھ سکتے ہیں؟"
وہ فوراً ہی اس سے منہ پھیر کر تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آ گیا۔ اب پتا نہیں کیا ہونے والا تھا۔ ویسے وہ نفرت کا اظہار کر چکی تھی، صاف طور پر کہہ چکی تھی، وہ ڈان مورس بن کر اور یہودی شوہر بن کر دھوکا دیتا رہتا تو اسے یہ دھوکا قبول ہوتا۔ ضمیر کی کمان سے نکلا ہوا سچ کا تیر دل میں ترازو ہو کر تڑپا رہا تھا۔
وہ دونوں الگ الگ کمرے میں تھے۔ نینسی اسی طرح دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اندر سے ٹوٹ رہی تھی، بکھر رہی تھی۔ رہ رہ کر پارس پر غصہ آ رہا تھا اور وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی، یہ جو کچھ بھی ہوا، ایک خواب تھا، جو کچھ بھی سنا، فریبِ سماعت تھا۔
پھر اس نے سوچا: "میں خود اپنے جذبات کے ہاتھوں کھیل رہی ہوں۔ اگر ان جذبات کو کسی طرح کچل دوں تو پھر پارس کی کیا اہمیت رہے گی؟ کچھ نہیں۔ ایک مسلمان کی بھلا اہمیت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ کیا میں اسے اپنی زندگی میں، اپنے دل و دماغ میں گھسنے سے روک نہیں سکتی؟"
دل نے کہا: "نہیں روک سکتی، اس کی ایک ایک بات، ایک ایک ادا دل کو دھڑکاتی ہے۔ اس کی سچائی مجھے مار رہی ہے۔ وہ مجھے دل و جان سے چاہتا ہے، میری عزت کرتا ہے۔ اسی لیے اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں کہا، مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میں اس کے لیے دشمن قوم کی بیٹی ہوں۔ اس کے باوجود میری عزت رکھ لی۔ کیا یہ اس کی بے غرض اور سچی محبت کا ثبوت نہیں ہے؟ ہاں یہی وجہ ہے کہ میں اس کے لیے تڑپ رہی ہوں، اس کے لیے مر رہی ہوں۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔"
وہ دن کے ساڑھے بارہ بجے ہوٹل میں آئے تھے۔ ایک بجے تک پارس نے اپنے راز کا انکشاف کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے۔ ایک کمرے میں وہ تھا، دوسرے کمرے میں یہ کشمکش میں مبتلا تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟
دوپہر گزر گئی۔ سہ پہر کا وقت بھی گزر گیا۔ پھر شام آئی اور وہ بھی جانے لگی۔ اندھیرا پھیلنے لگا۔ پارس کے کمرے میں روشنی تھی اور اس کے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ ایک بجے سے اسی طرح فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔
پھر وہ آہستگی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے اس دروازے تک پہنچ گئی۔ کمرے میں روشنی تھی۔ وہ سر اٹھا کر اپنے محبوب ڈان مورس کو دیکھ سکتی تھی لیکن وہ سر نہیں اٹھا رہی تھی، نظریں نہیں ملا رہی تھی۔
اسے پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: "نینسی! بہت وقت پڑا ہے۔ اطمینان سے فیصلہ کرو۔ جذبات میں بہنا چھوڑ دو۔ میرے پاس آنے کا فیصلہ کرو تو یہ عہد کر لو کہ بعد میں نہیں پچھتاؤ گی۔"
نینسی نے آہستہ آہستہ نظریں اٹھا کر دیکھا پھر اسے دیکھتے ہی چونک گئی۔ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہو گئی۔ حیرانی سے بولی: "تم کون ہو؟"
اس کے سامنے ڈان مورس نہیں تھا، کوئی اجنبی جوان تھا۔ اس جوان کے چہرے پر جگہ جگہ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا: "میں پارس ہوں۔ میں نے ڈان مورس کو اپنی ذات سے نوچ کر الگ کر دیا ہے تاکہ تم فیصلہ کر کے آؤ تو مجھے ڈان سمجھ کر نہیں، پارس سمجھ کر آؤ۔"
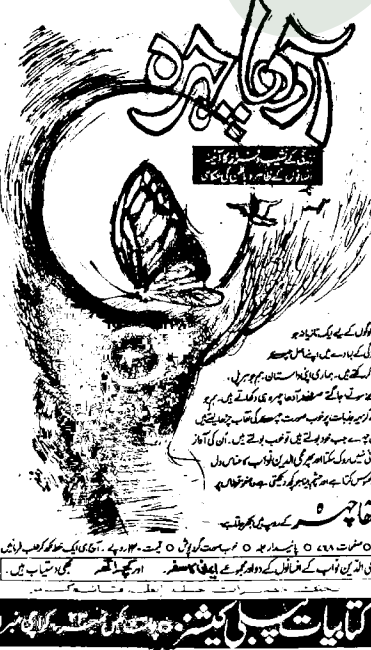
ڈاکٹر بنارڈ شیفرڈ نے اس کے چہرے پہ پلاسٹک سرجری کی تھی اور ساتھ ہی اسے یہ سکھاتا رہا تھا کہ کس طرح اس سرجری کے اہم حصوں کو اپنے ہاتھوں سے ہٹایا جاسکتا ہے اور خود کو اصلی روپ میں لایا جاسکتا ہے۔ پلاسٹک کے جن ریشوں کو چہرے سے ہٹایا گیا تھا، وہاں میڈیکیٹڈ پٹیاں چپکائی گئی تھیں تاکہ دوا کے اثر سے چہرے پر کوئی بدنما داغ نہ رہے۔

نینسی کے دل پر ایک گھونسا سا لگا تھا۔ اس کا ڈان مورس اس سے چھن گیا تھا۔ ہوٹل کے اس کمرے سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا تھا۔ اب ایک اجنبی جوان تھا۔ وہ سچا اور کھرا تھا۔ ڈان مورس کے روپ میں اسے نظروں کا فریب نہیں دینا چاہتا تھا۔

وہ جھنجلا کر بولی "یہ تم نے کیا کیا۔ کہاں ہے میرا ڈان؟"

"نینسی! کسی ڈان مورس نے تمھیں کبھی نہیں چاہا، تمھیں کبھی نہیں دیکھا۔ جو تمھاری عزت کرتا ہے، جو تم سے محبت کرتا ہے، وہ اجنبی تمھارے سامنے موجود ہے۔ اب اسے اجنبی ہی سمجھتی رہو یا اپنا چاہنے والا جواب تک تمھارے ساتھ تھا مگر تم اس کے ساتھ نہیں تھیں۔"

وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "تمھیں مجھ سے محبت کرنے کے لیے، مجھ سے رشتہ جوڑنے کے لیے ہر پہلو پر نظر رکھنا ہوگی۔ تمھیں اپنا مذہب چھوڑنا ہوگا، اپنی سوسائٹی چھوڑنا ہوگی۔ بے انتہا دولت کو ٹھکرانا ہوگا اور ڈان مورس کے عارضی چہرے کو بھلا کر پارس کے اس چہرے سے محبت کرنا ہوگی۔ یہ سب کچھ منظور ہے تو میرے کمرے میں قدم رکھو، نامنظور ہے تو میں چلا جاؤں گا پھر تم کبھی میری صورت نہیں دیکھو گی۔"

وہ چپ ہوا، یہ بھی چپ رہی۔ کمرے میں تھوڑی دیر تک گہری خاموشی چھائی رہی۔ وہ کٹی ہوئی پتنگ تھی اور کٹی ہوئی پتنگ خود فیصلہ نہیں کرتی، اسے کس سمت جانا ہے اور کس کے ہاتھوں میں پہنچنا ہے۔ وہ درمیانی دروازے میں کھڑے کھڑے ذرا سی ڈگمگائی پھر کمرے میں آگئی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی، محسوس کر رہی تھی، سمجھ رہی تھی اور کسی آخری فیصلے تک پہنچ رہی تھی۔ آخر وہ تڑپ کر بولی "مجھے چھپالو۔ اپنے وجود میں چھپالو تاکہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے، میرا مذہب مجھے پکار نہ سکے، میرے لوگ مجھے ڈھونڈ نہ سکیں۔ میں چھپ جانا چاہتی ہوں، گم ہو جانا چاہتی ہوں۔ میری پیدائش سے لے کر آج تک کے لمحوں کو مٹا دو۔ بالکل مٹا دو اور مجھے نئی بنا دو۔"

پارس نے اسے محبت سے سمیٹ کر کہا "تم مجھ پر بھروسا کرکے آئی ہو۔ میں تمھاری دنیا، تمھاری زندگی اور تمھارا مزاج بدل دوں گا۔ جاؤ اپنا ایک لباس نکال کر لاؤ، غسل کرو، پاک صاف ہو جاؤ۔ میں تمھیں اپنی زندگی میں لانے سے پہلے اپنے مذہب میں لانا چاہتا ہوں۔"

وہ سر جھکا کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لباس لے کر آئی پھر باتھ روم میں جاکر غسل کرنے لگی۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پارس کو بلایا۔ وہ باتھ روم میں آیا پھر اسے وضو کرنے کا طریقہ بتانے لگا۔ وہ اس طریقے پر عمل کرنے لگی پھر وہ باتھ روم سے باہر آگئے۔

پارس نے کمرے میں آکر قالین پر ایک صاف ستھرا کپڑا بچھایا پھر اس کے ساتھ دوزانو ہوکر بیٹھ گیا اور اسے کلمۂ طیب پڑھانے لگا۔ وہ پڑھ رہی تھی اور اس کی ہدایت کے مطابق عہد کر رہی تھی کہ آج سے وہ سچے دل سے مسلمان ہے اور اپنی زندگی پارس کے لیے اور پارس کے خدا اور رسولؐ کے لیے وقف کر رہی ہے۔

پھر پارس نے سمجھایا "تم نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد تمھیں سجدۂ شکر ادا کرنا چاہیے آؤ میں شکرانے کی نماز ادا کر رہا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ نماز پڑھتی جاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرتی جاؤ۔"

وہ نمازِ شکرانہ ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک اسی طرح دوزانو بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ایک دوسرے کو پالینے کا یقین کرتے رہے پھر وہاں سے اٹھ کر بالکونی میں آگئے۔ پارس نے کہا "اب تم دل ہی دل میں سوچو کہ جو کچھ بھی ہوا، جو نئی زندگی تم نے میرے ساتھ شروع کی ہے، وہ کہاں تک مناسب ہے اور تم کہاں تک میرے ساتھ چل سکو گی؟"

وہ قریب آئی، اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "جب عورت فیصلہ کرلیتی ہے تو پھر پچھتانا بھول جاتی ہے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

پارس نے اسے دونوں بانوؤں سے تھام لیا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ شادی کے دو دن اور دو راتوں کے بعد انھیں آسودگی اور اطمینان حاصل ہوا تھا۔ وہ کمرے میں آگئے۔

رات کے دس بجے پارس آدم قد آئینے کے سامنے بیٹھا ہوا اپنے چہرے پر سے ایک ایک پٹی اتار رہا تھا۔ نینسی بستر پر نڈھال سی لیٹی ہوئی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے جیسے جیسے پٹیاں اتر رہی تھیں، اس کی خوبروئی نمایاں ہوتی

جارہی تھی۔ اگر وہ خوبرو نہ بھی ہوتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ جب عورت تن من دھن سے کسی کی ہو جاتی ہے تو پھر صورت نہیں دیکھتی۔ اب تو ڈان مورس کی صورت بھی پرائی لگ رہی تھی۔ بس ایک ہی چہرہ تھا جو آئینے سے جھانک رہا تھا اور دل میں اتر رہا تھا۔

وہ ایک گھنٹے بعد اپنی کار میں بیٹھے یروشلم کی شاہراہوں اور گلیوں سے گزر رہے تھے۔ اس شہر کا حسن دیکھ رہے تھے۔ کئی ریستوران کے قریب سے گزرنے کے بعد وہ بولی "ہم پرانے یروشلم چلیں گے۔ وہ ایک تاریخی شہر ہے۔ وہاں روایتی کھانے ملتے ہیں جو بہت لذیذ ہوتے ہیں۔ تمھیں پسند آئیں گے۔"

انھوں نے جافہ گیٹ کے پاس آکر گاڑی روک دی پھر پیدل چلتے ہوئے پرانے یروشلم میں داخل ہوئے۔ وہاں لوگوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ عورتوں اور مردوں نے قدیم طرز کے لباس پہنے ہوئے تھے اور ریستوران بھی قدیم طرز کے تھے۔ انھوں نے ایک جگہ بیٹھ کر خوب سیر ہوکر کھایا پھر پارس نے کہا "جب ہم بیت المقدس تک آگئے ہیں تو ہمیں دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیے۔ آؤ ہم مسجدِ عمرؓ بن خطاب کے صحن میں نماز ادا کریں گے۔"

"نہیں پارس، تم نے وعدہ کیا تھا، ہم آہستہ آہستہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں گے۔ یہاں میرے اور میرے ناما کے بہت سے شناسا ہو سکتے ہیں۔ تم چونکہ ڈان مورس کے روپ میں نہیں ہو اس لیے تمھیں کوئی نہیں پہچانے گا۔ تم مسجد میں جاسکتے ہو لیکن میں نہیں جاسکتی۔ اپنے وعدے کے مطابق رفتہ رفتہ خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے بعد مسجد میں قدم رکھوں گی..."

"میں اس مجبوری کو سمجھتا ہوں۔ کوئی بات نہیں، تم کار میں جاکر بیٹھو، میں تھوڑی دیر میں آجاؤں گا۔"

پارس مسجد کی طرف جانے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو جلدی سے پلٹ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی جیوز کوارٹرز کی طرف آئی۔ مختلف گلیوں سے گزرتی ہوئی سینا گوج کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ اپنے دل پر بہت بڑا بوجھ محسوس کر رہی تھی۔ سر جھکا کر عبادت گاہ میں داخل ہوگئی۔ ایک گوشے میں پہنچ کر فرش پر دوزانو ہوکر دیوار سے سر ٹیک کر رونے لگی پھر زیرِ لب کہنے لگی "اے ربِ موسیٰ! اے ربِ عظیم! مجھے معاف کردے۔ میں اس مسلمان کو بہت چاہتی ہوں۔ اتنا چاہتی ہوں کہ اس کے بغیر جینے کا تصور نہیں کرسکتی۔ یہ میرے اندھے جذبات سہی لیکن میں مذہب کے معاملے میں اندھی نہیں ہوں۔ میں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا، صرف اپنے چاہنے والے کی دلجوئی کی ہے۔ ہماری دنیا میں ایسا ہوتا ہے۔ میاں بیوی کے مذاہب الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ساری عمر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں۔ اولادیں پیدا کرتے ہیں اور سوسائٹی میں کوئی ان پر انگلی نہیں اٹھاتا۔ میں بھی اسی طرح زندگی گزاروں گی۔ میں پیدائشی طور پر یہودی ہوں اور مرتے دم تک یہودی رہوں گی۔ اے ربِ موسیٰ! اے ربِ عظیم! مجھے معاف کردے۔"

اپنی غلطیوں پر اعتراف کرنے اور دعا مانگنے کے بعد اسے محسوس ہوا جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا ہے۔ وہ آنسو پونچھتی ہوئی عبادت گاہ سے باہر آئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی جافہ گیٹ کے باہر اپنی کار کے پاس پہنچ گئی۔ پارس بھی ٹھیک اسی وقت وہاں آیا تھا۔ اس نے پوچھا "تم کہاں گئی تھیں؟"

اس نے گھبرا کر دیکھا پھر اپنی گھبراہٹ پر قابو پاکر مسکراتے ہوئے بولی "بہت دنوں بعد ادھر آئی ہوں۔ اس لیے کار میں ایک جگہ بیٹھنے کے بجائے ٹہل رہی تھی۔ یہ ارضِ مقدس ہے۔ اس زمین کے کسی بھی حصے میں قدم رکھتے جاؤ اور دعا مانگتے جاؤ تو دعا قبول ہوتی ہے اور غلطیوں کی معافی ملتی ہے۔ میں نے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی ہے اور اپنے دلی سکون کے لیے دعا مانگی ہے اور میں سمجھتی ہوں، دعا قبول ہوچکی ہے اور میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں۔"

وہ اپنے مطلب کی بات کر رہی تھی لیکن پارس اس کے دل میں اور دماغ میں اتر کر معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ وہ ہوٹل واپس آگئے اور کمرے میں بند ہوگئے۔ نینسی بہت خوش تھی۔ اسے زندگی کی ایسی مسرتیں مل رہی تھیں جنھیں وہ کبھی دولت سے نہیں خرید سکتی تھی۔

وہ رات گزر گئی، دوسرا دن آیا۔ وہ خوب ہنستے بولتے ہوئے وقت گزار رہے تھے۔ گفتگو کے دوران ایک آدھ بار نینسی نے پوچھا "اگر میں یہودی رہتی تو کیا فرق پڑتا؟"

"کیا تمھارا ارادہ ڈگمگا رہا ہے؟"

وہ جلدی سے بولی: "یہ بات نہیں ہے۔ اب تو میں نے تمھارا مذہب قبول کر لیا ہے لیکن میں سوال کر رہی ہوں، اس کا جواب دو۔"

"ہم غیر مذہب کی عورت سے شادی نہیں کر سکتے۔"

"یہ تو کہنے کی باتیں ہیں۔ ہماری موجودہ دُنیا میں ایسی ہزاروں مثالیں ملیں گی کہ مسلمان دوسرے مذاہب کی عورتوں سے شادی کرتے ہیں، ان سے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں اور کوئی ان پر انگلی نہیں اٹھاتا۔"

"وہ نام کے مسلمان ہوتے ہیں۔"

وہ جواب سُن کر مایوس ہو جاتی تھی۔ سوچنے لگتی تھی کس طرح اسے سمجھائے۔ ان دونوں کو اپنے اپنے دین پر قائم رہنا چاہیے۔ ایک بار اس نے کہا: "اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ کل صبح تم نے سمندر کے ساحل پر کس طرح اس کانٹے دشمن کو زہریلی سوئی چبھوئی تھی۔ آخر تم کیوں ان بے چارے یہودیوں سے انتقام لے رہے ہو۔ مانا کہ تمھاری ماں کے ساتھ زیادتی ہوئی مگر تم نے اور تمھارے ماں باپ نے اچھی طرح انتقام لیا ہے اب یہ انتقام کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے۔"

"تم میرے یہودی دشمن کی حمایت میں بول رہی ہو۔ میں بُرا نہیں مانوں گا کیونکہ بچپن سے یہودی رہی ہو۔ اس کا اثر ابھی قائم رہے گا۔ تمھاری ہمدردیاں ان کے ساتھ رہیں گی۔"

"ایسا نہ سوچو۔ یہ سوچو کہ میں انسانی ہمدردی کے تحت کہہ رہی ہوں۔"

"اگر تم انسانی ہمدردی کے تحت کہہ رہی ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنا تیسرا چیلنج پورا کرنے کے بعد پھر کسی سے انتقام نہیں لوں گا۔"

"یعنی تم اس کی ایک ٹانگ ضرور کاٹو گے؟"

"ہاں، میں جو کہہ دیتا ہوں اسے ضرور کرتا ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا بات ہے۔ تم پریشان کیوں ہو رہی ہو؟"

"میں نہیں چاہتی، یہ سلسلہ دراز ہو۔ کیا اپنا تیسرا چیلنج پورا کرنے کے بعد تم یہ ملک چھوڑ دو گے؟ یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"تم ایسے پوچھ رہی ہو جیسے میں تنہا جاؤں گا اور تم میرے ساتھ نہیں رہو گی۔"

"میں اربوں ڈالر کے کاروبار کو اور نانا کو اس بڑھاپے میں چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔ تم اگر جاؤ گے تو وقتی جدائی ہوگی۔ جب چاہو گے میرے پاس آ جایا کرو گے۔ تم اپنی جگہ اپنے طلا پسند زندگی گزارو گے۔ میں اپنی جگہ اپنے طور پر زندگی گزاروں گی۔"

"یعنی تم کبھی یہ اعلان نہیں کرو گی کہ تم نے اسلام قبول کیا ہے، تم مسلمان ہو گئی ہو اور ایک مسلمان کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہی ہو؟"

وہ ٹالنے کے لیے بولی: "کیا بحث لے بیٹھے ہو۔ ہم اس موضوع پر پھر کبھی باتیں کر سکتے ہیں۔ کوئی دوسری بات کرو۔"

وہ شام تک مختلف مقامات پر تفریح کے لیے جاتے رہے۔ پارس سوچتا رہا، میں نے نیکی کر کے کیا کھویا کیا پایا؟ میں تو اس لڑکی کی عزت رکھنا چاہتا تھا۔ آج بھی چاہتا ہوں، یہ عزت و آبرو کے ساتھ میری شریکِ حیات رہے۔ اگر یہ اندر سے ابھی تک یہودی ہے تو اس کا مطلب ہے، یہ خود گناہ کی مرتکب ہو رہی ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

پھر دوسرا خیال اس کے دماغ میں آتا تھا: یہودیت اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ اسے اپنے لوگوں سے زیادہ ہمدردی ہے۔ اگر ایک واردات کے بعد دوسری واردات ہوئی یا کسی اور طرح کوئی اور یہودی ہلاک ہوا۔ مجاہدوں نے اسے گولی مار دی تو نینسی یہی الزام دے گی کہ میں انتقام لے رہا ہوں۔ وہ کب تک اس بات کو برداشت کرے گی۔ اس کا یہودی خون جوش مارے گا۔ وہ کسی موقع پر مجھے قانونی گرفت میں لا سکتی ہے۔

"نینسی! میں نے ڈان مورس کا میک اَپ اتار دیا ہے۔ یہاں سے تل ابیب تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ لوگ تم سے پوچھیں گے، ڈان مورس کہاں ہے تو کیا جواب دو گی؟"

"میں باتیں بنا سکتی ہوں۔ نانا سے اور اپنے دور و قریب کے رشتے داروں سے کہہ سکتی ہوں کہ فرہاد صاحب نے تمھیں ٹریپ کیا ہے اور کہیں غائب کر دیا ہے۔ ہم سب تمھیں تلاش کرتے رہیں گے۔ تم جہاں روپوش رہو گے وہاں میں چُپ چاپ آ کر تم سے ملتی رہوں گی۔ تم اپنا تیسرا چیلنج پورا کر لو تو یہاں سے فوراً چلے جانا۔ وہاں سے اصل ڈان مورس کو یہاں بھیج دینا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دینا کہ وہ صرف ظاہری شوہر بن کر رہے۔ درپردہ میں تمھاری بیوی بن کر رہوں گی۔"

"جب وہ یہودی ڈان مورس تمھارے خاندان میں آئے گا تو تمھیں اعلان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور تم ایک مسلمان کی بیوی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی: "یہی تو میں چاہتی ہوں۔ کیا ضرورت ہے اعلان کرنے کی۔ میں نے دل سے تمھیں قبول کیا ہے، تمھارے مذہب کو قبول کیا ہے، تمھاری ہر چیز کو قبول کیا ہے۔ تمھیں دُنیا والوں سے کیا لینا ہے؟"

پارس نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا: "مرد خود کو بہت ذہین، بہت چالاک سمجھتا ہے۔ لیکن عورت کے چکر میں آ جاتا ہے۔"

وہ ہوٹل پہنچ گئے۔ جب سے وہ اپنے اصلی روپ میں آیا تھا، وہ دونوں ہوٹل میں ایک ساتھ نہیں جاتے تھے اور نہ ہی ایک ساتھ باہر آتے تھے کیونکہ نینسی، ہوٹل کے ریکارڈ کے مطابق ڈان مورس کے ساتھ آئی تھی۔ لہٰذا وہ پہلے ہوٹل میں گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد پارس داخل ہوا۔ لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچا پھر اپنے سوئٹ کے پاس جاتے جاتے ٹھٹک گیا۔ ہوٹل کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کھلے دروازے پر ماریہ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس کے اندر زہریلا رشتہ جوش مارنے لگا۔ ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس کے باوجود دونوں کی آنکھوں میں زہریلی کشش تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی جانب کھنچے آ رہے تھے۔

وہ قریب آ گئے۔ پارس نے حیرانی سے پوچھا: "ماریہ! تم... تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

اس نے پارس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر اُلٹے قدموں چلتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے دروازے تک پہنچی پھر بولی: "مجھے تمھارے پاپا نے بتایا کہ تم یہاں ہو۔"

وہ تعجب سے بولا: "پاپا نے؟ نہیں، میں نہیں مانتا۔ یہ کوئی اور چکر ہے۔"

وہ اس کے ساتھ اندر آئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "میں دنیا کے چکر کو نہیں سمجھتی اور نہ ہی سمجھنا چاہتی ہوں۔ لوگ مجھے ناگن کہتے ہیں۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میں اپنے ناگ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ میں تم سے بے وفائی کی شکایت بھی نہیں کروں گی میں تو صرف محبت کرنا جانتی ہوں اور جو میری محبت کو چھین لینے کی کوشش کرے اسے ڈس لینا جانتی ہوں۔ میں نے اس چھیننے والی حسین بلا کو دیکھ لیا ہے۔"

"ماریہ! تم اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔"

"کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین اور دل نشین ہے۔ کیا وہ...؟"

وہ بات کاٹ کر بولا: "نہیں ماریہ! دُنیا کی حسین ترین لڑکیاں بھی تم سے زیادہ پُرکشش نہیں ہو سکتیں۔ میں نینسی کو بھی تم سے کم تر نہیں کہوں گا کیونکہ وہ میری شریکِ حیات ہے۔"

"میں اسے تمھاری حیات سے کاٹ کر رکھ دوں گی۔"

"تمھارا یہ ارادہ میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہے۔"

"کیا تمھیں مجھ سے ملنے کی خوشی نہیں ہے؟ اس کی آنے والی موت کا افسوس ہے۔"

"یہ تو میں سمجھتا ہوں کہ تم فطرتاً ڈس لو گی۔ کسی کو میرے قریب برداشت نہیں کرو گی لیکن سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تمھیں میرے قریب کس نے پہنچایا ہے؟"

"کہہ تو چکی ہوں، تمھارے پاپا نے۔"

"میرا خیال ہے، پاپا کو میری یہاں موجودگی کا علم نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو وہ تمھیں میرے قریب نہیں آنے دیں گے۔ کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ تمھارا زہر پھر مجھے نقصان پہنچائے۔"

"تمھارے پاپا ایسا نہیں سمجھتے، میں ثابت کر سکتی ہوں کہ وہ میرا اور تمھارا ملاپ چاہتے ہیں۔"

"کیسے ثابت کر سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "ارے وہ تو میرے دماغ میں موجود ہیں۔ پاپا! آپ ذرا..." وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتی رہی پھر بولی: "وہ... وہ تو چلے گئے ابھی میرے دماغ میں تھے۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "میرے پاپا کبھی میدان چھوڑ کر نہیں جاتے جب کہ وہ تمھارے دماغ سے نکل بھاگا ہے۔ تم افریقہ کے جنگل سے مہذب انسانوں کی دُنیا میں آئی ہو۔ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہوگا کہ ہماری مہذب دُنیا کے انسان جنگلی درندوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ تمھارے دماغ میں میرے پاپا نہیں، ہمارا ایک دشمن آتا ہے اور دشمن صرف دشمنی کے لیے آتا ہے۔"

وہ خلا میں تکتے ہوئے پکارنے لگی: "تم کون ہو؟ کہاں ہو؟ پھر میرے دماغ میں آؤ۔"

"اگر اسے آنا ہوتا تو وہ ابھی نہ جاتا۔ اس کا ایک مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس نے تمھارے ذریعے مجھے پہچان لیا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ میں اب تک نینسی کے ساتھ رہتا آیا ہوں۔"

پارس سوچنے لگا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے پہچاننے کے بعد اور کیا کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ اسے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ڈان مورس نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ نینسی ویسے تو یہودی ہے لیکن پارس کو ایک مسلمان کی حیثیت سے قبول کر رہی ہے۔ وہ نینسی کے دماغ میں پہنچ کر اصلی ڈان مورس کے متعلق معلوم کرے گا۔ وہ جہاں بھی پارس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے جائے گی، دانیال کو اس جگہ کا علم ہو جائے گا۔

اب بھی اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا، پارس ہوٹل میں ماریہ کے پاس ہے۔ وہ اسے قتل کرانے کے لیے غنڈوں کو یا گرفتار کرانے کے لیے قانون کے محافظوں کو وہاں پہنچا سکتا ہے۔

اس نے ماریہ کے بازو کو پکڑ کر کہا: "تمھاری وجہ سے میرے لیے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ اس دشمن کے آلۂ کار کسی لمحے بھی مجھ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ مجھے یہاں سے ابھی جانا ہوگا۔ میں بعد میں تم سے"

وہ بات کاٹ کر بولی: "میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔ اب تمھیں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

"ہوش کی باتیں کرو۔ وہ تمھارے ذریعے پھر مجھ تک پہنچ جائے گا۔"

"میں آئندہ کبھی اسے اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ مجھے ڈیڈی نے بتایا ہے، سانس روکنے سے دماغ میں آنے والا واپس چلا جاتا ہے۔"

وہ مجبور ہو کر بولا: "اچھی بات ہے۔ فوراً لباس تبدیل کرو۔"

"یہ لباس بہت اچھا ہے۔"

"بحث نہ کرو۔ ابھی وہ تمھارے دماغ میں تھا۔ اسے معلوم ہے تم نے کس رنگ کا اور کس ڈیزائن کا لباس پہنا ہوا ہے۔ اس کے آلۂ کار اس لباس کے ذریعے تمھیں پہچانیں گے اور تمھارے ذریعے مجھے۔"

اس نے اٹیچی سے ایک لباس نکالا پھر اسے لے کر باتھ روم میں گئی۔ پارس فوراً ہی کمرے سے نکلا پھر دوڑتا ہوا لفٹ میں پہنچا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ ہوٹل کے باہر ایک ٹیکسی لی۔ ڈرائیور سے کہا: "مجھے کسی سستے سے ہوٹل میں پہنچا دو۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ اسے ماریہ کو چھوڑنے کا افسوس تھا۔ دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا لیکن وہ دماغ سے کام لے رہا تھا۔ ماں باپ کی نگرانی میں ماریہ کی صحت اچھی ہو گئی تھی۔ وہ عام لڑکیوں سے مختلف تھی۔ اس کا حسن و شباب طلسماتی تھا۔ دیکھنے والے سحر زدہ ہو جاتے تھے۔ تلاش کرنے والے اسے آسانی سے ڈھونڈ کر پارس تک پہنچ سکتے تھے۔

ٹیکسی والے نے ایک سستے سے ہوٹل تک پہنچا دیا۔ اس نے ایک کمرا وہاں حاصل کیا پھر فون کے ذریعے نینسی سے رابطہ قائم کیا۔ نینسی نے پوچھا: "تم کہاں ہو؟"

"میں خود کو چھپانے کی کوشش میں ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میری اصلیت معلوم کر چکا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس وقت تمھارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہو۔ اس لیے میں اپنا موجودہ پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"اوہ گاڈ! تم کہتے ہو، وہ میرے دماغ میں ہو سکتا ہے۔ تم نے تجسس میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں بے چینی محسوس کر رہی ہوں۔ پتا نہیں، وہ میرے اندر رہ کر کیسی کیسی باتیں معلوم کر رہا ہوگا۔ پارس! ایسے وقت مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ مجھے اپنے پاس بلا لو۔"

"تم ذہین ہو۔ ذہانت کی باتیں کرو۔ میں تمھیں نہیں بلا سکتا۔ ہم جب بھی ملیں گے، وہ ہماری ملاقات کی جگہ معلوم کر لے گا۔"

"کیا ہم کبھی نہیں مل سکیں گے؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں جلد ہی ملاقات کی تدبیر کروں گا۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پھر چونک کر بولی: "کون ہو تم؟"

پارس نے پوچھا: "کیا یہ بات مجھ سے کہہ رہی ہو؟"

"نہیں پارس! میرے کمرے میں ایک نوجوان لڑکی گھس آئی ہے۔"

اسے فون کے ذریعے ماریہ کی آواز سنائی دی: "میری شکایت نہ کرو۔ پارس مجھے چاہتا ہے۔ وہ میرا ہے، صرف میرا۔ میں اس کے پاس جانے والی کسی عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تمھاری زندگی کی بھی چند سانسیں رہ گئی ہیں۔"

پارس نے کہا: "نینسی! وہ لڑکی زہریلی ہے۔ اس کے دانتوں سے بچ کر رہنا۔ اس سے کہو، میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ پھر ریسیور رکھ کر ذرا دور ہو جاؤ اور اس سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتی رہو۔"

نینسی اسے سہمی ہوئی دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک طرف ریسیور رکھ کر کہا: "پارس تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

وہ غصے سے بولی: "میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ اس سے پوچھو، وہ مجھے دھوکا دے کر کیوں چلا گیا؟"

نینسی نے ریسیور اٹھا کر کہا: "پارس! یہ غصے میں ہے۔ تم اسے دھوکا دے کر گئے ہو۔ یہ تم سے بات کرنا نہیں چاہتی۔"

"اسے سمجھاؤ، اچانک غنڈے مجھ پر حملہ کرنے آ گئے تھے۔ میں جان بچا کر نکل آیا ہوں۔ کہیں پناہ لینے کے بعد اسے بلاؤں گا۔"

وہ بولی: "میرے آنے سے تمھارے لیے خطرہ ہے۔ کیا اس زہریلی لڑکی کے ذریعے وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے پاس نہیں پہنچے گا؟"

"نینسی! وہ زہریلی اور حساس ہے۔ سوچ کی لہروں کو دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہے۔ اس کے ذریعے کوئی دشمن مجھے تلاش نہیں کر سکے گا۔"

نینسی نے ماریہ کو سمجھایا کہ پارس نے اسے دھوکا نہیں دیا ہے۔ وہ غنڈوں سے جان بچانے کے لیے کہیں چھپ رہا ہے۔ ماریہ نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نینسی ذرا فاصلے پر رہ کر اسے ریسیور دیتے ہی اور دور چلی گئی۔ ماریہ نے پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ بولا: "بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر تمھیں دھوکا دینا ہوتا تو نینسی کو ساتھ لے کر وہاں سے جاتا۔ میں موقع پاتے ہی تمھیں اپنے پاس بلاؤں گا۔"

"ابھی بتاؤ، کہاں ہو؟ میں آ رہی ہوں۔"

"کیا تم عقل سے کام نہیں لو گی؟ غنڈے کہیں چھپ کر تمھاری بھی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تم آؤ گی تو وہ بھی تمھارے پیچھے چلے آئیں گے۔"

"اگر تم نے مجھے نہ بلایا تو میں تمھیں کہاں ڈھونڈتی پھروں گی۔ فار گاڈ سیک، پارس! میں ایک طویل انتظار کے بعد تمھارے پاس آئی ہوں۔ تم نہیں ملو گے تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔ پھر ایسے وقت جو بھی آئے گا، میں اسے ڈس لیا کروں گی۔"

"پلیز ماریہ! نارمل رہنے کی کوشش کرو۔ میں تم سے ضرور ملوں گا مگر چند روز تک صبر و تحمل سے انتظار کرتی رہنا۔ کوئی غلط قدم نہ اٹھانا۔ ریسیور نینسی کو دو اور اس کمرے سے چلی جاؤ۔"

"میرے جانے کے بعد تم اس عورت سے پیار و محبت کی باتیں کرو گے۔ اس سے جو کہنا ہے، میرے سامنے کہو۔"

"اچھی بات ہے، میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ فون بند کر رہا ہوں۔ تم نینسی کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر فوراً کمرے سے چلی جاؤ۔"

پارس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ماریہ نے دو چار بار ہیلو ہیلو کہا۔ پھر اس نے ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا۔ نینسی کو گھور کر دیکھنے لگی۔ نینسی نے محسوس کیا، ماریہ کی آنکھیں اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اس نے فوراً ہی نظریں چرا لیں۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ماریہ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے غرا کر کہا: "وہ تم سے فون پر باتیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے کمرے سے باہر جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ تم نے اسے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ میں اس کے لیے پیرس گئی پھر لندن میں انتظار کرتی رہی۔ اب معلوم ہوا، تم نے میری طرف سے اس کا دل پھیر دیا ہے۔"

نینسی اس سے کتراتے ہوئے بند دروازے کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن ماریہ اس طرح گھیر رہی تھی کہ دروازے تک پہنچنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ایک میز پر دودھ سے بھرا ہوا گلاس رکھا ہوا تھا۔ ماریہ نے گلاس اٹھا کر دو چار گھونٹ پیے پھر اسے میز پر رکھتے ہوئے بولی: "اگر تم اس گلاس کا دودھ پی لو گی تو میں تمھارے قریب نہیں آؤں گی۔ چپ چاپ کمرے سے چلی جاؤں گی۔"

نینسی نے گلاس کی طرف دیکھا۔ دودھ کی سفیدی ہلکے سبز رنگ میں بدل گئی تھی۔ کوئی موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا تھا کہ دودھ زہریلا ہو گیا ہے۔ وہ پریشان ہو کر بولی: "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔ میں قانونی طور پر پارس کی شریکِ حیات ہوں۔ اگر تم اسے چاہتی ہو اور مجھے برداشت نہیں کرتی ہو تو پارس سے کہو، وہ مجھے چھوڑ دے۔ میں کبھی اسے نہیں چھوڑوں گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ماریہ دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی۔ نینسی اچھل کر دوسری طرف چلی گئی۔ وہاں سے دروازے کی سمت دوڑنے لگی۔ اس سے اور دروازے سے صرف دو قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ ماریہ اچھل کر سامنے آ گئی جیسے سانپ پھن اٹھا کر ڈسنے کے لیے منہ مارتا ہے، ویسے وہ بھی منہ مارنا چاہتی تھی۔ نینسی نے ایک ہاتھ سے ٹھوڑی کے نیچے اس کے گلے کو دبوچ لیا۔ وہ اس کے منہ کو اپنے سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ سپیرے ٹھیک اسی طرح سانپ کو گردن سے پکڑتے ہیں۔

ماریہ نے ایک ہاتھ سے اس کے گریبان کو اور دوسرے ہاتھ سے اس کے ریشمی بالوں کو جکڑ لیا تھا۔ دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ ماریہ اسے اپنی طرف کھینچنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے جسمانی قوت سے کام لے رہی تھی۔ اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کرنے کے لیے کہہ رہی تھی: "مجھے دیکھو، میری آنکھوں میں دیکھو، تمھیں دیکھنا ہی پڑے گا۔"

نینسی نے سمجھ لیا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں نہ دیکھ کر اور اس کے دانتوں سے خود کو بچا کر ہی زندہ رہ سکتی تھی۔ وہ ایسے وقت چیخیں مار کر ہوٹل والوں کو بلا سکتی تھی لیکن اس طرح بات بڑھ جاتی۔ ماریہ گرفتار ہونے کے بعد پارس کا ذکر کرتی پھر یہ بھید کھل جاتا کہ یہودیوں کا دشمن پارس اسی ہوٹل میں تھا اور وہ ایک مسلمان کے ساتھ یہاں راتیں گزارتی تھی۔

دوسری طرف پارس نے دس منٹ تک انتظار کیا۔ اسے یقین تھا، ماریہ چلی گئی ہوگی۔ اس نے پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف فون کے انگیج ہونے کی ٹون سنائی دے رہی تھی۔ اس نے دو منٹ کے بعد پھر فون کیا۔ اُدھر ماریہ نے ریسیور کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا تھا۔ پارس نے جتنی بار فون کیا، وہی انگیج کی ٹون سنائی دی۔ اس نے ہوٹل کا دوسرا نمبر ڈائل کیا۔ آپریٹر سے کہا: "میں ڈان مورس ہوں، اپنی وائف سے فون پر بات کرنا چاہتا ہوں لیکن فون انگیج مل رہا ہے۔ آپ جلدی معلوم کر کے بتائیں، کیا میری وائف اس فون پر کسی سے گفتگو کر رہی ہے؟"

آپریٹر نے ہولڈ آن کرنے کو کہا۔ پارس پریشان ہو رہا تھا۔ فون پر رابطہ قائم نہ ہونے سے وہ ماریہ پر شبہ کر رہا تھا۔ آپریٹر کی آواز آئی: "جناب! اس فون پر بات نہیں ہو رہی ہے۔ شاید ریسیور ہٹا کر رکھ دیا گیا ہے۔"

"پلیز، منیجر سے بات کراؤ۔"

منیجر سے رابطہ قائم ہوا تو پارس نے کہا: "دو سو بیس نمبر کے

سوئٹ میں میری واقف کو کوئی خطرہ پیش آرہا ہے۔ پلیز ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آپ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچیں۔“

منیجر نے یقین دلایا کہ وہ ابھی جا رہے ہیں۔ اُدھر ماریہ نے ایک جھٹکے سے اپنی گردن چھڑالی۔ نینسی نے اسکول کے زمانے میں جوڈو کراٹے سیکھے تھے۔ اگرچہ اس کی پریکٹس نہیں رہی تھی۔ تاہم اس نے ایک داؤ آزمایا۔ تیزی سے پلٹ کر ماریہ کو وائیں کولہے پر رکھ کر دوسری طرف پھینک دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ سینٹر ٹیبل پر آکر گری پھر وہاں سے فرش پر پہنچ گئی۔

نینسی نے کہا۔ ”میں شور مچا کر لوگوں کو مدد کے لیے بلا سکتی ہوں۔ اگر تمھیں پارس سے محبت ہے تو ذرا سوچو۔ یہاں مجھ پر زہریلا حملہ کرنے کے الزام میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ ہمارے جھگڑے میں پولیس والوں کے سامنے پارس کا نام ضرور آئے گا۔ یہاں کی پولیس اور فوج کے جوانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ پارس کو دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔ کیا تم میرے ساتھ اپنے محبوب کو بھی مارنا چاہتی ہو؟“

وہ فرش پر سے جھنجلا کر اُٹھی پھر بولی۔ ”میرے محبوب کو مجھ سے نہ موت چھین سکتی ہے، نہ تم چھین سکتی ہو۔ تم نے لڑنے کے داؤ پیچ سیکھے ہیں۔ میں قسم کھاتی ہوں، پارس کی حفاظت کے لیے اور تم جیسی حسین بلاؤں سے نمٹنے کے لیے میں بھی فائٹنگ کے طور طریقے سیکھوں گی لیکن یہ نہ سمجھو کہ میں تمھیں چھوڑ دوں گی۔“

”یعنی تم پارس کو پولیس والوں کی نظروں میں لانا چاہتی ہو؟“

وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی پھر رُک گئی۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ منیجر کہہ رہا تھا۔ ”مادام! دروازہ کھولیے۔ ہمیں فون پر اطلاع ملی ہے کہ آپ کو کسی قسم کا خطرہ پیش آرہا ہے۔“

ماریہ نے غصے سے کہا۔ ”پارس تمھیں آنا چاہتا ہے کہ فون کے ذریعے تمھاری مدد کے لیے آدمی بھیج رہا ہے۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

نینسی نے ایک گلدان اُٹھا کر کہا۔ ”تم جس کے لیے مارنا چاہتی ہو، میں اس کے لیے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔“

دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ منیجر دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ نینسی نے کہا۔ ”میں کھولنے جا رہی ہوں۔ تم نے حملہ کیا تو سر توڑ دوں گی۔“

وہ محتاط انداز میں ماریہ کی جانب دیکھتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھول دیا۔ منیجر ہوٹل کے چار ملازموں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔ ”مادام! آپ خیریت سے ہیں؟“

نینسی نے ماریہ کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ ”شکریہ، میں خیریت سے ہوں۔“

”آپ کے شوہر نے تشویش ظاہر کی تھی۔ بائی دی وے، یہ لڑکی کون ہے؟“

”یہ آپ کے ہوٹل میں قیام کر رہی ہے۔ مجھ سے دوستی کرنے آئی ہے۔ ارے ہاں، میں تو تمھارا نام پوچھنا بھول گئی کیا نام ہے تمھارا؟“

ماریہ نے سمجھ لیا تھا، وہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں نینسی کو اپنے راستے سے نہیں ہٹا سکے گی۔ پارس کو روپوش رکھنے کی خاطر فی الحال غصہ تھوکنا ہوگا۔ وہ بڑی مشکل سے غصے پر قابو پاتے ہوئے بولی۔ ”میرا نام ماریہ ہے۔“

نینسی نے منیجر سے کہا۔ ”ابھی ماریہ نے آکر مجھے اطلاع دی ہے کہ کچھ نامعلوم غنڈے قسم کے لوگ میرے دروازے کی طرف آئے تھے۔ اس اطلاع سے پہلے بھی میں خطرہ محسوس کرتی رہی ہوں۔ پلیز، آپ میری حفاظت کے لیے دو آدمی یہاں چھوڑ دیں۔ ہوٹل کا بل بھیج دیں، میں ادا کر کے چلی جاؤں گی۔“

پھر وہ ماریہ سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔ ”مجھے خوشی ہے کہ تم نے خطرے سے مجھے آگاہ کیا۔ تمھارا بہت بہت شکریہ۔ میں روانگی کی تیاری کر رہی ہوں، تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔“

وہ مجبوراً اس سے مصافحہ کر کے اس کمرے سے باہر چلی گئی۔

نینسی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ منیجر نے اس کے پاس دو ملازموں کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ پارس نے پوچھا۔ ”تم خیریت سے ہو؟“

”ہاں، تمھاری محبت اور توجہ نے مجھے بچا لیا، ورنہ وہ ناگن مجھے ڈس لیتی۔“ نینسی نے ماریہ کے متعلق بتایا پھر کہا۔ ”میں تل ابیب میں تمھارے فون کا انتظار کروں گی۔ وعدہ کرو، صبح و شام مجھ سے رابطہ رکھو گے؟“

”اب تمھاری فون کالز چیک کی جائیں گی۔ میں فیکٹری کے ایک گاہک کی حیثیت سے آواز بدل کر بات کروں گا۔ ابھی تمھارے دماغ میں ڈینی وانیال ہو سکتا ہے۔ میں بعد میں مخصوص کوڈ ورڈز مقرر کروں گا۔“

”میں نے ماریہ کو سمجھایا ہے۔ تم بھی سمجھاؤ تاکہ وہ بعد میں میرا پیچھا نہ کرے۔“

”میں اسے سمجھاؤں گا۔ تم ابھی گرینڈ پاپا سے فون پر بات کرو اور انھیں بتاؤ کہ مسٹر فرہاد نے تمھارے ڈان موریس کو اغوا کر لیا ہے، تم تنہا تل ابیب آرہی ہو۔“

”پارس! تمھیں چھوڑ کر جاتے ہوئے دل ڈوب رہا ہے۔ میں

تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ تم کسی طرح چھپ کر میرے پاس آؤ گے نا؟“

”ضرور آؤں گا۔“

رابطہ ختم ہو گیا۔ پارس فون کے پاس بیٹھا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر ریسیور اٹھا کر ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ آپریٹر سے کہا۔ ”میں کمرا نمبر دو سو بارہ میں ماریہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“ چند سیکنڈ کے بعد آپریٹر نے کہا۔ ”کمرے میں گھنٹی بج رہی ہے مگر کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا ہے۔“

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ سوچنے لگا۔ کیا وہ کمرے سے باہر چلی گئی ہے، لیکن وہ کہاں جا سکتی ہے؟ اس نے پھر نینسی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ اپنے سامان کے ساتھ کمرے سے نکل رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر رُک گئی۔ ریسیور اٹھایا تو پارس کی آواز سن کر خوش ہو گئی کہنے لگی۔ ”تم بار بار یاد کرتے ہو تو مجھے فخر بھی ہوتا ہے اور خوشی بھی ہوتی ہے۔“

”جب تک تم تل ابیب خیریت سے نہیں پہنچو گی، مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ ابھی میں ماریہ سے فون پر بات کرنا چاہتا تھا، وہ کمرے میں نہیں ہے۔ وہ ہوٹل سے باہر کہیں تمھیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔“

”میں محتاط رہوں گی۔ میرے گرینڈ پاپا بڑے اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ میں یہاں سے پولیس اسٹیشن جاؤں گی۔ وہاں سے دو سپاہیوں کو اپنے ساتھ تل ابیب لے جاؤں گی۔“

”پھر تو میں مطمئن رہوں گا۔ تین گھنٹے بعد تم تل ابیب میں اپنے بیڈ روم کے اندر رہنا۔ میں تمھارے پرسنل فون پر بات کروں گا۔“

پارس نے اس سے رابطہ ختم کر کے پھر ماریہ تک پہنچنا چاہا۔ اس کا خیال تھا، شاید وہ باتھ روم میں تھی، اب کمرے میں آگئی ہوگی۔ آپریٹر نے کہا۔ ”جناب! پھر اسی طرح گھنٹی بج رہی ہے، کوئی اٹینڈ کرنے والا نہیں ہے۔“

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ ماریہ کہاں جا سکتی ہے؟ وہ دو عورتوں کے درمیان الجھ کر رہ گیا تھا جبکہ اور کئی طرح کی احتیاطی تدابیر ضروری تھیں۔ اپنے اصلی روپ میں آنے کے بعد اسے عارضی میک اپ کرنا تھا کیونکہ اس کا اصلی چہرہ وہاں کی انٹیلی جنس، پولیس اور فوج والے سب ہی پہچانتے تھے۔ ریڈی میڈ میک اپ خریدنے کے لیے بازار جانا بھی ضروری تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتا رہا پھر اس فیصلے پر پہنچا کہ نینسی، سپاہیوں کے پاس جا رہی ہے۔ خطرے کی بات نہیں ہے۔ اسے بازار جا کر ضروری سامان خریدنا چاہیے۔ اس نے کمرے کی ایک لائٹ آف کی، دوسری آن نے رہنے دی پھر باہر جانے کے لیے جیسے ہی دروازہ کھولا، وہ بلائے ناگہانی کی طرح سامنے نظر آئی۔ وہ حیرانی سے بولا۔ ”تم! تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟“

ماریہ مسکراتے ہوئے، اس کے پاس سے گزرتی ہوئی کمرے میں آئی پھر بولی۔ ”بعض حالات میں دوست سے بہتر دشمن ہوتا ہے۔ دوست ساتھ چھوڑ دیتا ہے، دشمن منزل تک پہنچا دیتا ہے۔“

”دشمن اپنے فائدے کے لیے تمھیں مجھ تک پہنچا رہا ہے۔“

”میں نہیں جانتی کسے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں اپنا فائدہ دیکھ رہی ہوں۔ اگر چاہتے ہو کہ میں اسے دماغ میں جگہ نہ دوں تو مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرو۔“

”میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، اس نے میرا موجودہ پتا کیسے معلوم کیا؟“

ماریہ کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ ”میں ڈینی وانیال بول رہا ہوں۔ تم جس ہوٹل سے نکل کر آئے ہو، میں وہاں کے ایک ملازم کو ٹریپ کر کے تمھارا تعاقب کرتا رہا۔ یروشلم میں چند سفاک قاتل ہیں۔ میں انھیں بھی یہاں پہنچا سکتا ہوں لیکن میں جلد باز نہیں ہوں۔ تمھیں سوچنے سمجھنے اور اپنا بچاؤ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔“

پارس نے کہا۔ ”اپنے گھر کا ایک فرد بھی کمزور ہو تو دشمن اس کے ذریعے چاروں طرف جال بچھا دیتے ہیں۔ ماریہ کی دیوانگی نے تمھیں یہ موقع دیا ہے۔ تم نے دور دور تک جال بچھایا ہوگا۔ اس ہوٹل کے باہر نہ جانے تمھارے کتنے جاسوس میری تاک میں ہوں گے۔“

”تم اپنے طور پر ایسا سوچ سکتے ہو کیونکہ ان حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں دو دن سے تمھارے پیچھے ہوں۔ پہلے یقین کرنا چاہتا تھا کہ ڈان موریس ہی پارس ہے۔ اس کے لیے میں نے ماریہ کو تمھارے پاس پہنچایا ہے۔ میں اتنی دیر میں ایسے زبردست انتظامات کر سکتا تھا کہ فرہاد صاحب اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میرا کوئی بھی آلۂ کار ابھی، اسی لمحے کہیں سے چھپ کر فائرنگ کے ذریعے تمھیں زخمی کر سکتا ہے اور مجھے تمھارے دماغ میں پہنچا سکتا ہے لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔“

”تو پھر یہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟“

”میں تمھاری حسرت پوری کرنا چاہتا ہوں۔ تم اور تمھارے والدین ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں تمھیں ڈھونڈنے کی زحمت نہیں دوں گا۔ خود تمھارے

سامنے آؤں گا۔ بولو آجاؤں ؟"

پارس نے ماریہ کو دیکھا پھر کہا "تم اس کے دماغ میں ہو۔ پتا نہیں، میرے رُوبرُو آنے میں کتنی دیر لگاؤ گے۔ بہر حال جب چاہو آجاؤ، میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

اس نے ماریہ کے ذریعے قہقہہ لگایا پھر کہا "یہ دیکھو، میں اس کے دماغ سے اُدھر گیا اور اِدھر تمہارے رُوبرُو آگیا۔"

بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا۔ پارس کے سامنے ایک قد آور ادھیڑ عمر شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا اور ریوالور کا رُخ پارس کی طرف تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "میدان میرے ہاتھ ہے۔ صرف ایک گولی چلے گی اور قصہ تمام ہو جائے گا لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جلد باز نہیں ہوں تمہیں سوچنے سمجھنے اور اپنا بچاؤ کرنے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

واقعی میدان اس کے ہاتھ تھا۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ ماریہ تڑپ کر پارس کے سامنے آئی پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پارس! تمہاری بات دیر سے سمجھ میں آئی ہے دشمن پھر دشمن ہوتا ہے اس کے سہارے منزل تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ مجھ سے بڑی نادانی ہوئی لیکن میں تمہیں مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ پہلی گولی میری طرف آئے گی۔ میرے جسم کی دیوار گرنے تک اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ لو۔"

ڈینی دانیال نے مسکراتے ہوئے ریوالور کے سیفٹی کیچ کو ہٹایا۔ اس کی انگلی ٹرائیگر پر تیار تھی۔

پارس نے موت کو سامنے دیکھ کر آسانی سے زندگی کو رخصت کرنا نہیں سیکھا تھا۔ وہ ریوالور کے سامنے رومانہ اور پومی کی بازی گری کے کرتب دکھا کر بچاؤ کر سکتا تھا۔ پومی نے دونوں بھائیوں کو جمناسٹک کی تھکا دینے والی مشقیں کرائی تھیں وہ ڈینی دانیال کے ریوالور کے سامنے یہی تماشے دکھانے والا تھا ایسے ہی وقت ماریہ آکر اس سے لپٹ گئی تھی۔ اپنی دانست میں محبوب کے لیے ڈھال بن گئی تھی اور یہ محبت اور قربانی کا جذبہ پارس کو مہنگا پڑ رہا تھا۔

وہ ماریہ کے چہرے پر جھک کر سرگوشی میں بولا "پلیز میرے پاس سے فوراً ہٹ جاؤ۔ دور چلی جاؤ۔ میں ایسے ہتھیاروں سے بچنے کے طریقے جانتا ہوں۔"

وہ اور زیادہ کمبل بن گئی۔ انکار میں سر ہلا کر بولی "میں نہیں ہٹوں گی۔ اس دشمن کو میں لائی ہوں، یہ میری لاش پر سے گزر کر ہی تمہارے پاس پہنچے گا۔ مجھے سزا پانے دو، میں نے بہت بڑی نادانی کی ہے۔"

"تم اب بھی نادانی کر رہی ہو۔ پلیز میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے زور سے دھکا دیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑاتی ہوئی گئی۔

ڈینی دانیال نے اس کے گرنے سے پہلے ہی ایک ہاتھ سے اسے سنبھال لیا پھر کہا "پارس! ہم جانتے ہیں، تم دونوں بھائیوں کو زبردست ٹریننگ دی گئی ہے۔ میں تمہارے بچپنے سے پہلے ہی مانتا ہوں کہ میرے ریوالور کی گولیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی لیکن ماریہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ؟"

اس نے ماریہ کو دانیال کی گرفت میں دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا "تمہیں جو کرنا ہے، کر گزرو۔ میں اپنی جگہ تیار ہوں۔"

ڈینی دانیال نے ٹرائیگر سے انگلی ہٹا کر کہا "یہ دیکھو میں نے ٹرائیگر سے انگلی ہٹا دی اور سیفٹی کیچ کو پھر اسی جگہ لا رہا ہوں۔ یہ ریوالور لاک ہو چکا ہے اب گولی نہیں چلے گی۔"

واقعی اس نے ریوالور کو لاک کر دیا پھر کہا "اسے کیچ کرو۔"

اس نے ریوالور کو پارس کی طرف اچھالا۔ پارس نے اسے کیچ کیا، اس کے چیمبر کو دیکھا۔ اس میں چھ گولیاں موجود تھیں پھر اس نے دشمن کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا ؟"

وہ ہنستا ہوا ایک طرف گیا پھر ایک کرسی پر آرام سے بیٹھ کر بولا "میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں۔ جب میرے اور مقابل کے مُہرے پٹنے لگتے ہیں تو میں غور کرتا ہوں 'یہ کیسے پٹ گئے ؟ کیوں پٹ گئے ؟"

پارس نے کہا "بات مختصر کرو۔"

وہ بولا "کسی بات کو مختلف مثالوں سے اور دوسرے حوالوں سے سمجھنا چاہیے۔ میں اسی طرح سمجھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا کہ فرہاد صاحب سے دشمنی کرنے والا حرام موت مرتا ہے۔ ہم نے تمہارے باپ کے مقابلے میں بڑے بڑے شہ زوروں اور غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والوں کا غرور خاک میں ملتے دیکھا ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "میں کافی وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ اسرائیل میں اتنی طاقت حاصل کر چکا ہوں کہ کسی دن بھی موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ سکتا ہوں لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد میں نے دل میں عہد کیا تھا کہ ساری دُنیا سے ٹکرا جاؤں گا لیکن تمہارے باپ سے اور تمہارے خاندان کے کسی فرد سے چھیڑ نہیں کروں گا، بلکہ اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے تم لوگوں کا اعتماد حاصل کروں گا۔"

وہ کرسی سے اُٹھ کر بولا "اگر آج مجھے اعتماد حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی ہے تو تمہارے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور ہے۔ مجھے دشمن سمجھ کر گولی مار دو۔ تم لوگوں کے منصوبے کے مطابق اس دُنیا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کم ہو جائے گا۔"

پارس نے ریوالور کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا "واقعی، تم جب چاہتے، جہاں چاہتے، چھُپ کر گولی مار سکتے تھے تم پر میرے قتل کا الزام عائد نہ ہوتا مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ میرا اور میرے والدین کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے تم نے زبردست ڈراما پلے کیا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا، تم ہمارا اعتماد کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو ؟"

"میں ابھی کہہ چکا ہوں، دوسروں کی طرح حرام موت مرنا نہیں چاہتا۔ یہ زندگی ایک ہی بار ملتی ہے اور میں طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر دانیال! میں نے تمہارے سامنے بھرا ہوا ریوالور پھینک دیا، اس کا مطلب ہے، آج سے ہمارے خاندان کا کوئی فرد تمہارا جانی دشمن نہیں ہوگا۔ اس کے لیے صرف ایک شرط ہے، تمہارا کوئی عمل ہمارے خلاف نہ ہو۔"

"میں اپنے عمل سے ثابت کر دوں گا کہ تم لوگوں کا وفادار دوست ہوں۔"

"دوستی کا لفظ یہودیوں کی زبان پر آکر گالی بن جاتا ہے میرے والدین نے بارہا تمہاری قوم سے دوستی کی کوششیں کی اور ہر بار ناکام رہے۔ میں نے شیبا ممی کی موت کے بعد عہد کیا تھا کہ تم لوگ جلتی ہوئی آگ کے شعلوں سے گزر کر بھی یقین دلانا چاہو گے تو میں اپنی ماں کی دشمن قوم پر اعتماد نہیں کروں گا۔ ہم تمہارے اچھے عمل کے جواب میں اچھا عمل پیش کریں گے جیسا کہ ابھی میں کر رہا ہوں۔ تم نے میری جان نہیں لی، میں نے بھی بھرا ہوا ریوالور پھینک دیا..... آج سے ہمارے خاندان کا ہر فرد تمہارے بُرے وقت میں کام آئے گا لیکن ہم میں سے کوئی تم پر اعتماد نہیں کرے گا اور نہ ہی کبھی دوستی کرے گا۔"

"پارس! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی۔ کیا تمہاری شیبا ممی یہودی نہیں تھیں ؟ وہ تمہارے باپ سے سچی محبت کرتی تھیں اور ہمیشہ اپنی قوم سے دور رہ کر تم لوگوں کا ساتھ دیتی تھیں۔"

"میری ممی لاکھوں میں ایک تھیں اور لاکھوں یہودیوں میں سے کسی ایک اچھے اور سچے دوست کو پہچاننا بہت مشکل ہے۔"

"وقت کے ساتھ ساتھ پہچان ہو جاتی ہے۔ ابتدا میں تم لوگوں نے شیبا پر مکمل اعتماد نہیں کیا تھا۔ اس نے خود ہی اپنے حسنِ عمل سے اعتماد حاصل کیا تھا اور یہی میں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، جب وہ وقت آئے گا تو ہم تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

"میں آج ہی سے بلکہ اسی لمحے سے تمہارے کام آؤں گا۔ تم نے اپنی ممی کے..... گناہ گار کی ایک آنکھ پھوڑ دی، اس کا ایک ہاتھ کٹوا دیا۔ تمہاری قسم کے مطابق ایک ٹانگ باقی رہ گئی ہے۔ اس کے لیے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارا راستہ آسان بناؤں..."

پارس نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر کہا "تم بھول رہے ہو، میرے والدین، میرے انکل آر مراد، میری بیوی جوجو سب ہی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں لیکن میں کسی کا تعاون حاصل نہیں کرتا۔ تم کوئی دوسری بات کرو۔"

پھر اس نے فرانسیسی زبان میں پوچھا "کیا تم یہ زبان جانتے ہو ؟"

ڈینی دانیال نے اسی زبان میں جواب دیا "ہاں، میں جانتا ہوں، فرمایئے کوئی حکم ؟"

"میں حکم دینے والا حاکم نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں، تم نے ہمارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے جو غلط کام کیا ہے اُسے درست کر لو۔ ماریہ ابھی اس قابل نہیں ہے کہ ہماری دُنیا کو پوری طرح سمجھ سکے۔ یہ اپنے والدین کے سائے میں بہت کچھ سیکھ رہی تھی۔ ارے ہاں، میں یہ پوچھنا بھول گیا، کیا یہ تنہا یہاں آئی ہے ؟"

"اس کے والدین بھی آئے ہیں۔"

پارس نے کہا "ابھی یہ میرے ساتھ رہے گی۔ تم اس کے والدین کو کل صبح یہاں بھیج دینا۔ وہ اسے سمجھا منا کر واپس لے جائیں گے۔"

"یہ کام کل صبح ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے آپ اپنا اصلی چہرہ چھُپانا چاہیں گے۔"

ماریہ تھوڑی دیر تک دونوں کو باری باری دیکھتی رہی پھر بولی "تم لوگ شاید فرانسیسی زبان بول رہے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ کیا مجھ سے کچھ چھُپا رہے ہو ؟"

پارس نے کہا "تم تو میری اپنی ہو۔ بھلا تم سے کیا چھُپایا جا سکتا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، مسٹر دانیال فرانسیسی جانتے ہیں یا نہیں ؟"

دانیال نے کہا "ماریہ کو الجھن ہو رہی ہے۔ لہٰذا اب ہم اپنی زبان بول رہے ہیں۔"

وہ خوش ہو گئی۔ دانیال نے پوچھا "تم عارضی میک اپ چاہتے ہو یا پائیدار ؟"

"اس کا فیصلہ صبح ہو گا۔ ماریہ تھک گئی ہے۔ شاید آرام کرے گی۔"

دانیال نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "اچھا میں چلتا ہوں۔"

پارس نے کہا: "آؤ، میں تمھیں باہر تک چھوڑ کر آتا ہوں۔"

ماریہ نے کہا: "میں تمھیں اکیلے نہیں جانے دوں گی، میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا: "تمھیں ڈر ہے کہ میں تمھیں چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔ بھئی! میں اس دروازے کے باہر تک جاؤں گا۔ تم یہاں سے مجھے دیکھ سکتی ہو۔"

دانیال نے ہنستے ہوئے کہا: "تم مجھے باہر تک چھوڑنے کا تکلف نہ کرو۔ ماریہ کے ساتھ رہو۔"

پارس باہر جا کر ایک ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔ جب اس کا موقع نہ ملا تو اس نے دانیال سے مصافحہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا: "تھوڑی دیر بعد میرے دماغ میں ضرور آنا۔"

وہ بولا: "ضرور آؤں گا، یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔"

ماریہ نے آنکھیں جھکا کر کہا: "پھر وہی اجنبی زبان بول رہے ہو۔"

پارس نے کہا: "سوری، میں بچپن سے پیرس میں رہا ہوں۔ کبھی کبھی بے اختیار یہ زبان بولنے لگتا ہوں۔ اب نہیں بولوں گا۔"

دانیال چلا گیا۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اُسے یقین تھا کہ وعدے کے مطابق دانیال دماغ میں ضرور آئے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ کچھ دیر بعد ڈینی دانیال نے اس کے دماغ میں آ کر کہا: "سانس نہ روکنا، میں دانیال ہوں۔"

پارس نے کہا: "میں ڈان مورس کے میک اپ میں نینسی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم پلاسٹک سرجری کرانا چاہتے ہو؟"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی، میں عارضی میک اپ میں جاؤں گا تو کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اصل خطرہ تمھاری طرف سے تھا جواب نہیں رہا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم اس حد تک اعتماد کر رہے ہو۔ کل میک اپ کا سامان پہنچ جائے گا۔"

"کیا تم میری آواز بنا کر بول سکتے ہو؟"

"جی ہاں، میں نے آواز بدلنے کی مشق کی ہے۔"

"تم پارس بن کر نینسی سے فون پر بات کرو۔ اسے بتاؤ کہ میں ڈان مورس کے میک اپ میں کل دوپہر یا شام تک اس کے پاس آؤں گا۔ وہ اپنے نانا سے کہہ دے کہ فرہاد صاحب ڈان مورس کو اغوا کرنے کے بعد رہا کر رہے ہیں۔"

"میں ابھی فون پر بات کروں گا اور آپ کو نینسی کی خیریت سے آگاہ کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے ماریہ سے کہا: "تم مہذب انسانوں کی دُنیا میں آ کر اپنے اندر کیا کمی محسوس کرتی ہو؟"

"میں تمھارے اندر محبت اور وفا کی کمی محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں اپنی نہیں، تمھاری بات پوچھ رہا ہوں۔"

"میں بھی یہی پوچھ رہی ہوں، مجھ میں کس بات کی کمی ہے کہ تم نینسی کے دیوانے بن گئے ہو؟"

"وہ میری شریکِ حیات ہے۔"

"میں کیوں نہیں ہوں؟"

"میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تمھیں بہت سے علم و ہنر سیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہاں قدم قدم پر میرے دشمن ہیں۔ وہ تمھیں ٹریپ کریں گے، جیسا کہ ابھی دانیال نے کیا تھا۔"

وہ جلدی سے بولی: "ہاں، جیسے وہ نینسی بھی کر رہی ہے۔ مجھے لڑنے کا فن آتا تو آج وہ مجھ سے بچ کر نہ جاتی۔"

"میں تمھیں سمجھاتا کچھ اور ہوں، تم سمجھتی کچھ اور ہو۔ آخر نینسی کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟"

"میں کسی عورت کو تمھارے قریب برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تم اس دُنیا کی تہذیب، قاعدے قانون، رسم و رواج اور قانونی فیصلوں کو تسلیم کرنا نہیں جانتی ہو۔ تمھیں یہ سب کچھ جاننے اور سیکھنے کی ضرورت ہے۔ قانونی طور پر نینسی میری شریکِ حیات ہے۔ تمھیں اسے تسلیم کرنا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں، تم اپنے والدین کے سائے میں رہ کر زیادہ سے زیادہ علم و ہنر حاصل کرو۔ جب تم دشمنوں سے بچاؤ کے طریقے سیکھ لوگی، میاں بیوی کے رشتے کو سمجھنے لگوگی اور نینسی سے انتقام لینے کا خیال دل سے نکال دوگی تو میں تمھارے ساتھ زندگی گزاروں گا۔"

"میں تمھیں چھوڑ کر والدین کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ میں تمھارے ساتھ رہنے کے لیے نینسی کو برداشت کر لوں گی، اسے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "بات صرف نینسی کی نہیں ہے، میری باتوں کو سمجھو۔ تمھیں زیادہ سے زیادہ علم و ہنر سیکھنا چاہیے۔"

"میں تمھارے ساتھ رہ کر سیکھ لوں گی۔"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ سونے جاگنے، کھانے اور پینے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ بہت کچھ سیکھنے کے لیے کوئی مخصوص ٹھکانا، وقت کی پابندی، توجہ اور لگن کی ضرورت"

"میں کچھ نہیں سیکھوں گی۔ میں صرف تمھیں چاہتی ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"تو پھر صاف صاف سُن لو، یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ میں دشمنوں کو موقع نہیں دوں گا کہ وہ تمھیں بار بار ٹریپ کر کے مجھے کمزور بناتے رہیں۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ دل ٹوٹ رہا تھا۔ وہ ٹوٹی ہوئی آواز میں بولی: "کیا تمھاری دُنیا میں محبت کا یہی صلہ ملتا ہے؟"

"یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے۔ میں تمھاری سلامتی اور محبت کے لیے تمھیں چھوڑ دوں گا۔ دور رہ کر تمھارے لیے تڑپتا رہوں گا۔ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔"

رات گزرنے لگی۔ صبح ہونے لگی۔ پارس نے کہا: "تمھیں سمجھاتے سمجھاتے صبح ہوگئی۔ خُدا کے لیے میری بات مان لو۔ محبت سے رخصت ہو جاؤ۔ جب تم مرجانہ اور پومی آنٹی کی طرح ناقابلِ شکست بن کر ملوگی تو میں تمھیں خود سے جُدا نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ پارس کے بائیں ہاتھ کو چوم رہی تھی۔ اس نے ہتھیلی کی پشت کو بھی پیار کیا پھر اچانک ہی اپنے دانت وہاں پیوست کر دیے۔ پارس کے مُنہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ کوئی اور ہوتا تو چیخ مار کر گرتا اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا مگر ماریہ کے زہر سے اس کی آشنائی تھی۔ وہ زہر تیز نشے کی طرح دل و دماغ پر چھا جاتا تھا۔ ساری دُنیا مستی میں جھومتی اور گھومتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ پیرس میں ڈاکٹروں نے اسے زہر سے نجات دلانے کی کوششیں کی تھیں۔ وہ بڑی حد تک کامیاب رہے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ باقی ماندہ زہر رفتہ رفتہ جسم سے خارج ہو جائے گا لیکن ماریہ پھر اس کی زندگی میں آگئی تھی اور بڑے پیار سے زہر کی سوغات پیش کر رہی تھی۔

وہ نشے میں جھومتے ہوئے بولا: "آہ، تم کہاں گم ہو گئی تھیں۔ یہ نشیلی محبت تم نے کہاں چھپا رکھی تھی؟ میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب مجھے چھوڑ کر کبھی نہ جانا۔"

وہ اسے بستر پر آرام سے لٹاتے ہوئے بولی: "اب تو میں جاؤں گی اور چھپ چھپ کر اپنا زہر تمھیں پہنچاتی رہوں گی۔ پھر تم سچ مچ میرے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ تم دُنیا کی ساری مصروفیات چھوڑ کر اور محبت کے سارے رشتے توڑ کر مجھے تلاش کرو گے۔ اب تک تم آگے آگے تھے، میں پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ آج کے بعد میں آگے رہوں گی، تم پیچھے پیچھے آؤ گے۔"

پارس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔ وہ اس کے پاس سے اُٹھتے ہوئے بولی: "سو جاؤ میرے محبوب! سو جاؤ۔ آج سے تمھاری نیند اور تمھاری بیداری سب میرے لیے ہوگی۔"

وہ اُلٹے قدموں چلتی ہوئی دروازے تک آئی پھر دروازہ کھول کر چلی گئی۔

○

ہمارے بچوں کے ساتھ ایک دن یہ ہونا ہی تھا۔ ہم نے دونوں پارس کو فولاد اور ناقابلِ شکست بنایا تھا۔ وہ اپنی ذہانت اور صلاحیتوں سے کامیابیاں حاصل کرتے جا رہے تھے لیکن تقدیر کا مزاج ہمیشہ یکساں نہیں رہتا۔ خوش قسمتی اور بدقسمتی کا چکر تو چلتا ہی رہتا ہے۔

بدقسمتی سے پارس ودم دشمنوں کے چکر میں آگیا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے لارنس ڈی کوزا نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی تھی اور یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ ڈمی نہیں بلکہ اصلی پارس ودم ہے۔

بحری جہاز کے کیبن میں پارس زخمی پڑا ہوا تھا۔ میں نے جس آلۂ کار کے ذریعے لارنس ڈی کوزا پر گولی چلائی تھی، اس کے دماغ میں مجھے جگہ مل گئی تھی لیکن اس کی سوچ پڑھ کر مایوسی ہوئی تھی، وہ اصلی لارنس ڈی کوزا نہیں تھا۔ اصل دشمن اب بھی کہیں چھپا بیٹھا تھا۔

میں نے پارس ودم کے پاس آ کر کہا: "تم ہماری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے لارنس ڈی کوزا ابھی تمھارے دماغ میں موجود ہے اور تمھاری اصلیت معلوم کر چکا ہے۔"

"ہاں، یہ بُرا ہوا لیکن ڈی کوزا کے لیے بھی اچھا نہیں ہوا۔ ابھی آپ نے کسی آلۂ کار کے ذریعے اسے زخمی کیا ہے۔ آپ نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی ہوگی۔"

"بیٹے! وہ لارنس ڈی کوزا کا ڈمی ہے۔ اصلی شکار ابھی ہاتھ نہیں آیا۔"

"یعنی میں جال میں پھنس گیا ہوں۔"

"ہاں، دشمن جانتے ہیں کہ تم ہماری جان ہو۔ وہ تمھیں قیدی بنا کر مجھے بلیک میل کریں گے اور ہم سے اپنی اہم شرائط منوائیں گے۔"

"پاپا! کیا آپ میری خاطر کمزور پڑ جائیں گے؟"

"میں حالات کے مطابق عمل کروں گا لیکن تمھاری ماں کو سمجھانا مشکل ہے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ماما کو میرے حالات نہ بتائیں۔ وہ مجھے دشمن کی قید میں دیکھ کر ان کی اُلٹی سیدھی شرطیں مان لیں گی۔"

"میں ابھی تمھاری ماما کے پاس جا کر کہوں گا، تم بہ دستور سانس روک لیتے ہو۔ ہمیں تمھارے دماغ میں جگہ نہیں ملتی ہے۔ وہ پہلے بھی بارہا کوششیں کر چکی ہیں۔ لہٰذا میری بات کو سچ مان لیں گی۔"

"آپ ابھی جا کر انھیں یہی بات کہہ دیں، ایسا نہ ہو کہ وہ یہاں پہنچ جائیں۔"

میں بیٹے کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا، وہاں ہماری توقع کے خلاف کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا تھا لیکن رسونتی کو مطمئن بیٹے سے

دور رکھنا بھی ضروری تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا؟ میرا بیٹا خیریت سے ہے نا؟"

میں نے کہا۔ "میں خیریت کیسے معلوم کروں، وہ سانس روک لیتا ہے۔"

وہ بولی۔ "لیکن ابھی جناب شیخ صاحب نے کہا تھا، تم پارس کے پاس جاسکتے ہو۔ تمہیں اس کا سراغ مل جائے گا۔"

"انھوں نے درست کہا تھا۔ مجھے اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک بحری جہاز میں ہے۔ میں اور معلومات کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ جہاز میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ تم اپنی جگہ اطمینان سے رہو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

میں ایسا کہتے وقت اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اس کی دوسری سوچ کہہ رہی تھی۔ "یہ جھوٹ ہے، سراسر جھوٹ ہے میرا بچہ کسی مصیبت میں ہے۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "رسونتی! یہ کیا سوچ رہی ہو کیا تم سمجھتی ہو، میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتی لیکن یہ سوچ آپ ہی آپ دماغ میں آرہی ہے۔"

"میرا خیال ہے، میں تمہارے دماغ میں ہوں۔ تمہارے دماغ کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان کو تمہارے پاس آکر بہکانے کا موقع مل رہا ہے۔ ایسا کرو، میں جاتا ہوں، تم سانس روک لو، پھر کسی کو دماغ میں نہ آنے دو۔"

رسونتی کی دوسری سوچ نے کہا۔ "سانس روکنے سے پہلے عقل سے کام لینا چاہیے۔ بیٹے کے دماغ کی طرف پرواز کرنے میں حرج ہی کیا ہے! جگہ نہیں ملے گی تو واپس آجاؤں گی۔"

وہ مجھ سے بولی۔ "فرہاد! یہ سوچ زبردستی میرے دماغ میں آرہی ہے۔"

"میں تم سے کہہ رہا ہوں، سانس روک لو پھر کوئی زبردستی تمہارے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میں استنبول کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں تھا۔ اس شہر میں آکر ٹام مورس کی بیوی تھیلما کو ایک چکر میں ڈالا تھا۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کے لیے آنے والی تھی۔

میں نے ریسیور اٹھا کر منیجر سے رابطہ قائم کیا پھر اس سے کہا۔ "کوئی بھی مجھ سے ملنے آئے تو پلیز کہہ دیں 'میں کمرے میں موجود نہیں ہوں۔ شاید دو گھنٹے بعد مجھ سے ملاقات ہوسکتی ہے۔'"

منیجر نے میری یہ ہدایت نوٹ کرلی۔ میں اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں رسونتی ناراض ہوکر کہہ رہی تھی۔ "شاباش بیٹے! میں نے اسی دن کے لیے تمہیں پیدا کیا تھا کہ تم باپ سے مل کر مجھے دھوکا دو اور مجھے اپنے پاس آنے سے روک دو۔ ماں اتنی بُری ہے تو صاف کہہ دو، میں دل پر پتھر رکھ لوں گی۔ ممتا کو کچل ڈالوں گی یا مر جاؤں گی۔ تمہیں ہمیشہ کے لیے ماں سے نجات مل جائے گی۔"

پارس نے کہا۔ "ماما! آپ تو میری جان ہیں، میری زندگی ہیں اگر ایک طرف تمام دنیا کی حکمرانی ملے اور دوسری طرف آپ ہوں۔ تو میں دُنیاوی اقتدار کو ٹھکرا کر آپ کی آغوش میں آجاؤں گا۔ آپ مجھے اور پاپا کو غلط نہ سمجھیں۔ ہم آپ کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ کو موجودہ حالات سے بے خبر رکھنے کے لیے سوچ رہے تھے۔"

"میں تمہارے اندر رہ کر محسوس کر رہی ہوں، گولی کے زخم سے ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں اور تم برداشت کر رہے ہو۔"

"تکلیف کوئی سی بھی ہو، برداشت کرنا ہی ہوتا ہے۔"

"مگر یہ لوگ تمہیں تنہا چھوڑ کر کہاں گئے ہیں؟ تمہارا باقاعدہ علاج کیوں نہیں کرا رہے ہیں؟"

"ماما! مرہم پٹی ہوچکی ہے۔ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے انھوں نے صحیح مرہم لگایا ہے اور انجکشن بھی دیا ہے۔ رفتہ رفتہ آرام آجائے گا۔"

"میں اس گولی مارنے والے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

میں نے کہا۔ "تم یہی سب کروگی۔ چلو اچھا ہے، بات کو آگے بڑھانا چاہیے۔ میرے دماغ میں آؤ۔ میں تمہیں گولی ملنے والے ڈی کوزا کی ڈمی کے پاس پہنچاؤں گا۔"

وہ بیٹے سے بولی۔ "میں ابھی آتی ہوں، تم پریشان نہ ہونا۔"

میں نے کہا۔ "ہاں بیٹے! پریشان نہ ہونا۔ زور زور سے نہ رونا۔ انگوٹھا چوستے رہو، ابھی تمہاری ماں آرہی ہے۔"

وہ میرے پاس آکر بولی۔ "کیوں میرا مذاق اُڑاتے ہو۔ کیا مائیں اپنے بچوں کو دُکھ مصیبت میں تسلیاں نہیں دیتی ہیں؟"

"بے شک! بچے خواہ کتنے ہی شہ زور اور ناقابلِ شکست ہوں، مائیں انھیں نادان اور کمزور ہی سمجھتی ہیں۔"

میں لارنس ڈی کوزا کی ڈمی کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی بھی مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ میں نے کہا۔ "تمہارا باس لارنس ڈی کوزا ہم سے براہِ راست گفتگو نہیں کرے گا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ ہم سے خوف زدہ ہے۔ ہم اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

وہ بولا۔ "میرا باس کمزور نہیں ہے۔ تم اپنے بیٹے کی خیر مناؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ بستر سے اچھل کر فرش پر گرا پھر تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔ "ذلیل کمینے! تم نے میرے بیٹے کو گولی مارنے کی جرأت کی۔ اب اسی جرأت اور مردانگی سے یہ سزا برداشت کرسکتے ہو تو کرو، ورنہ مر جاؤ۔"

اس نے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ زور زور سے چیخنے لگا۔ فرش پر ادھر سے اُدھر لوٹنے لگا۔ کتنے ہی مسلح ماتحت اس کے اطراف جمع ہوگئے تھے۔ کچھ اسے سنبھال رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ وہ کس تکلیف میں مبتلا ہے؟

وہ شدید تکلیف کے باعث کچھ سننے اور بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ہر چیز دُھندلا گئی تھی۔ وہ اندھوں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ آس پاس دیکھ رہا تھا اور گڑگڑا کر کہہ رہا تھا۔ "مجھے بچاؤ باس! مجھے دشمنوں کے دماغی حملوں سے بچاؤ۔ میں شہ زور ہوں، ہزار طرح کی جسمانی تکالیف برداشت کرسکتا ہوں لیکن دماغ میں پیدا ہونے والے زلزلے کو برداشت نہیں کرسکتا۔"

اس کا باس لارنس ڈی کوزا خاموش تھا۔ ایک مسلح ماتحت نے کہا۔ "فرہاد اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہے۔ میں وارننگ دیتا ہوں، اگر اب اسے تکلیف پہنچے گی تو میں پارس کو گولی مار دوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پاس کھڑے ہوئے مسلح شخص سے پوچھا۔ "خاموش کیوں ہو؟ تم بھی بولو۔ باس کی جان بچانے کے لیے تم لوگ کچھ نہیں کروگے!"

کتنے ہی مسلح افراد نے کہنا شروع کیا۔ "ہم اس جہاز میں باس کی حفاظت کے لیے آئے ہیں۔ اگر باس کو نقصان پہنچے گا تو ہم پارس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

میں نے اور رسونتی نے دو دو افراد کے لب و لہجے کو سمجھا۔ پھر میں نے ایک کے ذریعے اسٹین گن کا برسٹ مارا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ کتنے ہی لوگوں کی چیخیں ابھریں پھر فنا ہوگئیں۔ بہت سے افراد کہیں پناہ لینے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ رسونتی کے آلۂ کار نے اپنی اسٹین گن سے انھیں بھون کر رکھ دیا۔ تیسرا آلۂ کار میری مرضی کے مطابق اس کیبن کے دروازے پر کھڑا ہوگیا جہاں پارس آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "تم لوگوں نے فرہاد کو چیلنج کیا تھا۔ اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آرہا ہے۔ میں وارننگ دیتا ہوں، اگر کوئی پارس کی طرف آئے گا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

سب پر سکتہ طاری ہوگیا۔ وہ اپنے سامنے جہاز کے عرشے پر پندرہ لاشیں دیکھ رہے تھے۔ اور خود لاشوں میں تبدیل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ رسونتی کے آلۂ کار نے کہا... "لارنس ڈی کوزا! تم اپنی ڈمی کے دماغ میں ہو تو سن لو۔ پارس کے سلسلے میں تم سے یا تمہارے سُپر ماسٹر سے اسی وقت بات ہو سکتی ہے، جب اس ڈمی کو گولی ماردی جائے۔ رسونتی یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ اس کے بیٹے کو کوئی میلی آنکھ سے دیکھے۔ کجا یہ کہ اس احمق نے اسے گولی مار کر زخمی کرنے کی نادانی کی ہے۔ آؤ ڈی کوزا اور اسے موت کی سزا دو۔"

اس ڈمی کو ہم مار سکتے تھے لیکن دشمن کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ پارس کتنا اہم ہے۔ اُسے ہاتھ لگانے والے کو ہم اس کے ہی آدمیوں سے موت کی سزا دیتے ہیں۔ جہاز کے عرشے پر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر ایک مسلح شخص نے اپنی اسٹین گن شانے سے لٹکائی، ہولسٹر سے ریوالور نکالا پھر آہستہ آہستہ ڈمی کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈمی نے سہم کر فرش پر بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے کھسکتے ہوئے کہا۔ "نہیں، باس نہیں، تم مجھے بچا سکتے ہو۔ یہ ہمارا ماتحت ہے۔ فرہاد اس کے اندر ہے۔ یہ مجبور ہوکر مجھے مارنے آرہا ہے، مجھے بچالو باس!"

ریوالور والا اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا پھر بولا۔ "میں فرہاد کا آلۂ کار نہیں ہوں۔ لارنس ڈی کوزا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مادام رسونتی کی سنائی ہوئی سزا کی تکمیل کروں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور سے نشانہ لیا پھر اسے گولی مار دی۔ اس کے بعد چاروں طرف گھوم کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لارنس ڈی کوزا کا حکم ہے، کوئی پارس کو نقصان پہنچانے کا خیال تک دماغ میں نہ لائے ورنہ دماغ میں زلزلہ پیدا ہوجائے گا۔ جہاز کے ڈاکٹر سے درخواست ہے' وہ پوری توجہ سے پارس کو اٹینڈ کرتا رہے۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا خاص خیال رکھا جائے۔"

اس نے پھر ایک بار چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد صاحب! پتا نہیں، آپ ہم میں سے کس کے دماغ میں ہیں۔ لارنس ڈی کوزا کا پیغام ہے کہ پارس کا معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ لہٰذا آپ سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔"

رسونتی اپنے زخمی بیٹے کے پاس چلی گئی۔ میں نے نائب سُپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "خوش آمدید مسٹر فرہاد! میرے سامنے رکھے ہوئے کمپیوٹر کے ذریعے سُپر ماسٹر سے گفتگو ہوگی۔ میں کمپیوٹر کی تحریر پڑھ رہا ہوں، آپ سنتے رہیں۔"

وہ پڑھنے لگا۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر سُپر ماسٹر کے الفاظ نمایاں ہو رہے تھے۔ گویا وہ کمپیوٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا...

"مسٹر فرہاد! میں نیا سپر ماسٹر تم سے مخاطب ہوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں تمہارے بیٹے کو قیدی بنا کر پہلی بار تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ پارس کے سلسلے میں کوئی بات شروع ہونے سے پہلے یہ سمجھانا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانے گھسے پٹے انداز میں ہماری اہم تنصیبات کو تباہ کرنے اور ہماری ٹاپ سیکرٹ باتیں ہمارے دشمنوں تک پہنچانے کی دھمکی نہ دینا۔ ہم نے اپنے بچاؤ کی ایسی تدبیریں کی ہیں جن کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکو گے۔"

اسکرین کا ایک پیراگراف مٹ گیا، دوسرے پیراگراف کی تحریر نمایاں ہوئی "مسٹر فرہاد! یقیناً تم اپنے بیٹے کی رہائی چاہتے ہو۔ ہم اسے رہا کر دیں گے لیکن ہماری ایک چھوٹی سی شرط ہے۔ تم ہم سے یہ معاہدہ کرو گے کہ آج کے بعد تم اور تمہارے تمام ساتھی اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد میں سے کبھی کوئی ہمارے ملک کی سرزمین پر قدم نہیں رکھے گا اور نہ ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر کسی مقصد کے لیے اسے یہاں بھیجا جائے گا۔"

پیراگراف بدل گیا۔ اسکرین کہہ رہا تھا "یہ بہت ہی چھوٹی سی اور معمولی سی شرط ہے۔ اگر تم یا تمہارے ساتھی یہاں نہیں آئیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم لوگوں کی تفریح کے لیے اور تخریب کاری کے لیے دُنیا میں بہت سے ملک ہیں۔ ہم تحریری معاہدہ تیار کر رہے ہیں۔ تم سوچ کر جواب دو۔ جواب دینے کے لیے جتنی مہلت چاہو مل سکتی ہے۔"

اسکرین سادہ ہو گیا۔ میں نے نائب سے کہا "مجھے مہلت نہیں چاہیے۔ میں ابھی جواب دینے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ موجودہ سپر ماسٹر کو صرف اس لیے عہدہ دیا گیا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کے نقشے کی پوری طرح حفاظت کرے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس نقشے کے مطابق ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کی جا رہی ہے جس کی حفاظت کے لیے ہی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ مجھے، میرے ساتھیوں کو اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والوں کو امریکا میں داخل ہونے سے روک دیا جائے۔"

نائب کمپیوٹر کے ذریعے میرے الفاظ سپر ماسٹر تک پہنچا رہا تھا۔ میں نے کہا "میں جواب دینے سے پہلے پوچھنا چاہتا ہوں، اگر میں یہ معاہدہ نہ کروں تو پارس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

اسکرین پر سپر ماسٹر کا جواب موصول ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم پارس پر ایسی درندگی سے ظلم کرتے رہیں گے کہ رسونتی کی مامتا دن رات تڑپتی رہے گی۔ یا تو ماں کا کلیجا پھٹ جائے گا یا پھر وہ تمہاری مخالفت میں ہم سے معاہدہ کر لے گی۔"

کم بخت بڑی شاطرانہ چالیں چل رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں قہقہہ لگانا چاہتا ہوں لیکن یہ قہقہہ تمہیں کمپیوٹر کے ذریعے سنائی نہیں دے گا۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے، میں پلک جھپکتے ہی رسونتی کی ممتا کا رُخ بدل سکتا ہوں۔ میرے پاس اس بات کا ٹھوس ثبوت موجود ہے کہ پارس دوم ہمارا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ رسونتی نے اسے جنم نہیں دیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ایک نئی چال چل رہے ہو۔"

"یہ تمہارے لیے نئی چال ہے۔ درحقیقت میں ایسے کئی زبردست نسخے اپنے پاس رکھتا ہوں اور جب انھیں پیش کرتا ہوں تو وہ دشمنوں کے لیے نئی چال ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں رسونتی کو بھی راز دار نہیں بناتا کیونکہ وہ پیٹ کی ہلکی ہے۔ اگر میں اس کے سامنے یہ ثبوت پیش کر دیتا کہ اس نے پارس اوّل کو جنم دیا ہے تو وہ پارس دوم سے امتیازی سلوک کرتی اور یہ بات نامناسب ہوتی۔ موجودہ حالات میں تم نے رسونتی کو بہکانا چاہا تو میں مجبور ہو کر برسوں کا راز فاش کر دوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ معاہدے سے انکار کرو گے اور پارس دوم کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے؟"

"ہاں، ایسا کرتے وقت مجھے بہت افسوس ہوگا۔ ہم نے پارس دوم کو ہمیشہ ماں باپ کا پیار دیا ہے۔ اسے اپنے پارس اوّل کے برابر درجہ دیا ہے، اس کے باوجود وہ ہمارا بیٹا نہیں ہے۔ میں نے انسانیت کو پیشِ نظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پارس دوم کو قربان کر دیا جائے۔ ٹیلی پیتھی کے شیطان پیدا کرنے والی مشین کو اور اس کے نقشے کو تباہ کر کے ہم دُنیا والوں کو تمہاری شرپسندیوں سے محفوظ رکھیں گے۔"

"اچھی طرح سوچ لو، ہم پارس دوم کو گولی مار دیں گے۔"

"میں نے سوچ لیا ہے۔ اب تمہارے سوچنے کی باری ہے کہ اسے اذیتیں دے کر مار ڈالنے کے بعد کیا ہوگا؟"

میری یہ بات دھماکا بن گئی۔ اسکرین تھوڑی دیر تک سادہ رہا۔ وہ سوچ رہا ہوگا کہ جواب کیا دیا جائے۔ میں نے کہا۔ "تم مجھے جواب دینے کی مہلت دینا چاہتے تھے، اب میں تمہیں مہلت دے رہا ہوں۔ تمہارا دعویٰ ہے، تم نے اپنے ملک اور قوم کے لیے بڑے سخت حفاظتی اقدامات کیے ہیں۔ میں صرف ایک گھنٹے کے اندر تمام حفاظتی انتظامات کو درہم برہم کر دوں گا۔"

"نہیں، تم ایسا نہیں کرو گے کیونکہ ہم نے پارس دوم کو ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔"

"تو پھر کب نقصان پہنچا رہے ہو؟"

"فی الحال پارس ہمارا قیدی نہیں، مہمانِ خاص ہوگا۔ ہم کسی نتیجے پر پہنچنے تک اسے نہایت آرام سے رکھیں گے۔"

"میں صرف بارہ گھنٹے تک اس کی رہائی کا انتظار کروں گا۔"

"بارہ نہیں، چوبیس گھنٹے۔ ہم اتنی دیر میں کوئی دوستانہ معاہدہ کرنے کی صورت پیدا کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں چوبیس گھنٹے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں واپس اپنے بیٹے پارس دوم کے پاس آ گیا۔ میں اسے اپنا بیٹا کہہ رہا ہوں کیونکہ رسونتی نے اسے جنم دیا ہے یا نہیں؟ اس بات کے ہاں یا نہ ہونے کا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے سپر ماسٹر کو چکمے میں ڈالنے کے لیے محض باتیں بنائی تھیں۔ خُدا کی قدرت کو سمجھنا محال ہے۔ مجھے دونوں بیٹوں سے بے انتہا محبت ہے۔ مجھے آج تک اپنے پرائے کا ذرّہ برابر خیال نہیں آیا۔ دونوں ہی میرے سگے ہیں۔ میرے رب نے چاہا تو یہ کبھی ثابت نہیں ہوگا کہ ان میں سے کوئی پرایا ہے۔

رسونتی وہاں موجود تھی۔ بڑی منتوں مرادوں کے بعد بیٹے کے دماغ میں جگہ ملی تھی۔ وہ وہاں سے جانے والی نہیں تھی۔ میں نے اسے سپر ماسٹر سے ہونے والی باتیں بتائیں۔ صرف یہ بات چھپائی کہ میں نے پارس دوم کو لاوارث کہا ہے۔ اس نے پوچھا "کیا وہ چوبیس گھنٹے بعد میرے بیٹے کو رہا کر دیں گے؟"

"ضرور کریں گے۔ تم ذرا صبر سے کام لو۔"

ایسا کہتے وقت میں رسونتی کے دماغ میں تھا۔ وہاں پھر وہی دوسری سوچ کہہ رہی تھی "پارس دوم میرا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے لاوارث ہونے کا ثبوت فرہاد کے پاس ہے۔ وہ مجھ سے حقیقت چھپا رہا ہے۔"

میں نے کہا "رسونتی! وہ شیطان پھر تمہاری سوچ میں بہکانے آیا ہے۔"

دوسری سوچ نے کہا "یہ شیطانی سوچ نہیں ہے۔ میں خود بھی یہ سوچ رہی ہوں کہ فرہاد نے سپر ماسٹر کی شرط قبول نہ کی تو پارس دوم کو گولی مار دی جائے گی، اگر اس سے پہلے فرہاد اپنے دعوے کے مطابق یہ ثابت کر دے کہ رسونتی نے یعنی میں نے پارس دوم کو جنم نہیں دیا ہے، وہ لاوارث ہے تو سپر ماسٹر خواہ مخواہ ایک لاوارث کو ہلاک کر کے فرہاد کو انتقامی کارروائی پر مجبور نہیں کرے گا۔"

رسونتی نے کہا "یہ میری اپنی سوچ نہیں ہے، میں مانتی ہوں، شیطان بہکاتا ہے۔ تم بھی یہ مان لو کہ وہ بہکانے کے دوران سچ باتیں کہتا ہے۔ تم تھوڑی دیر پہلے مجھ سے جھوٹ کہہ رہے تھے کہ بیٹے کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ شیطان نے سچ کہا تھا کہ جگہ مل سکتی ہے۔"

"رسونتی! وہ بات اور تھی۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ اگر سپر ماسٹر پارس دوم کے لاوارث ہونے کا ثبوت طلب کرے گا تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟"

"ایک گھنٹا گزرنے دو پھر جو سچ ہے وہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔"

"یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان رہے گی، مجھے بتاؤ سچ کیا ہے؟"

میں نے سخت لہجے میں کہا "کبھی تو صبر و تحمل سے رہا کرو۔ کیوں فضول باتوں میں میرا وقت برباد کرتی ہو۔ جاؤ بیٹے کے پاس رہو۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر بری، بحری اور فضائی فوج کے سربراہوں کے پاس باری باری گیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا، سپر ماسٹر نے کس طرح نئے حفاظتی انتظامات کیے ہیں؟ پتا چلا وہ جھوٹے دعوے کر رہا تھا۔ کسی بھی ملک کی حکمران پارٹی کے ممبران اور فوج کے اعلیٰ افسران رُوپوش رہ کر حکومت نہیں کر سکتے۔ اور فوج کو مستعد نہیں رکھ سکتے۔ انھیں فوجی جوانوں کے سامنے آنا پڑتا ہے۔ سپر ماسٹر ان کی حفاظت کے لیے کوئی غیر معمولی انتظامات نہیں کر سکتا تھا۔ میں ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے ان کے چہروں اور آنکھوں میں جھانکتا تھا، ان کی آوازیں سنتا تھا۔ اسی طرح وہاں کے فوجی ڈاکٹروں، انجینیروں اور گوشہ نشین رہنے والے سائنسدانوں کو اپنے حکمرانوں سے رابطہ رکھنا پڑتا تھا۔ ایسے وقت وہ ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں آ جاتے تھے۔

رسونتی نے میرے پاس آ کر کہا "فرہاد! جلدی آؤ پارس بے ہوش ہو گیا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھا۔ میں نے رسونتی سے پوچھا "کیا تم اس کے دماغ میں نہیں تھیں؟"

وہ بولی "نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا، نماز پڑھنے کے بعد بیٹے کے پاس جاؤں گی۔ میں نے اس کے لیے گڑگڑا کر دعائیں مانگی ہیں۔ جانے کیوں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی آزمائشوں

سے گزار رہا ہے؟"

میں نے سپر ماسٹر کے نائب کو مخاطب کیا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو بے ہوش کیوں رکھا جا رہا ہے؟"

اس نے کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرایا۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "پارس کو ایک خفیہ اڈے میں پہنچایا جا رہا ہے۔ اگر اسے بے ہوش نہ رکھا جاتا تو تم لوگ اس کے ذریعے خفیہ اڈے تک پہنچ جاتے۔"

"کیا اس طرح تم پارس کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہو؟"

"بالکل نہیں، محض احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جا رہا ہے۔ تم نے ہمیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی ہے اور ہم نے وعدہ کیا ہے، وہ ہمارا قیدی نہیں، خاص مہمان بن کر آئے گا۔ ہم اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دیں گے۔"

رسونتی میرے دماغ میں آ گئی تھی اور یہ باتیں معلوم کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "چوبیس گھنٹے کی مہلت کیا ضروری ہے؟ کیا ابھی پارس کی رہائی کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا؟"

"میں نے سپر ماسٹر پر دباؤ نہیں ڈالا ہے، یہ ظاہر کر رہا ہوں کہ مجھے پارس دوم کی رہائی سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ وہ میرے بچے کو مار ڈالیں گے۔"

"تم ابھی سن چکی ہو۔ وہ اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آنے دیں گے۔ ذرا خاموش رہو، مجھے بات کرنے دو۔"

میں نے نائب کے ذریعے کہا۔ "سپر ماسٹر! میں ایک گھنٹے کے اندر تمام حکمرانوں، فوجی افسروں اور گوشہ نشین سائنسدانوں کے دماغوں سے گزر کر آ گیا ہوں۔ میں وہ گھسی پٹی دھمکی نہیں دوں گا۔ جو دھمکی تھیں اور تمہارے حکمرانوں کو یاد ہے اسے دُہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں چوبیس گھنٹے گزرنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ دیٹس آل۔"

میری بات ختم ہونے پر رسونتی نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ دھمکی دے کر تم نے اچھا کیا۔ اب وہ میرے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"تم تھوڑے تھوڑے وقفے سے پارس کے پاس جاتی رہو۔ کوئی تشویش کی بات ہو تو مجھے بلا لینا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک موجودہ حالات پر غور کرتا رہا۔ ہر پہلو سے غور کرنے کے بعد یہی یقین ہو رہا تھا کہ وہ پارس دوم کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ میں اِدھر سے مطمئن ہو کر تھیلما کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے شوہر ٹام مورس کے ساتھ ہوٹل کے ویٹنگ ہال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے استنبول آ کر ایک نجومی کی حیثیت سے تھیلما کو بتایا تھا کہ وہ کھوئی ہوئی دولت حاصل کر سکتی ہے۔ اس کی جوان بیٹی سمارتھا اسی دولت کے چکر میں مر گئی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ تھیلما کو بیٹی کی موت کے بعد دولت سے زیادہ دلچسپی نہیں رہی ہے تو میں نے اس کے اندر ایک نئی دلچسپی پیدا کی۔ وہ عمر کے حساب سے جوانی اور بڑھاپے کے درمیان تھی۔ ایسے دور میں عورت کو جوانی کے رخصت ہونے کا بہت صدمہ ہوتا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتایا کہ وہ دوبارہ جوان ہو رہی ہے۔

تھیلما مجھ سے رخصت ہونے کے بعد بار بار آئینہ دیکھتی رہی تھی، میری ایسی عقیدت مند ہو گئی تھی کہ ہمیشہ مجھے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ میں اسی مقصد کے لیے اسے خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس کے ہی خاندان کا ایک ممبر بن کر اسرائیل پہنچنا چاہتا تھا۔ تھیلما نے کہا تھا، وہ اپنے شوہر ٹام مورس کے ساتھ مجھ سے ملنے ہوٹل آئے گی اور اب وہ ایک گھنٹے سے وہاں بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے ٹام مورس کے خیالات پڑھے۔ وہ تھیلما سے اپنا بینک بیلنس چھپاتا تھا اور اس کی لاعلمی میں ایک جوان عورت سے عشق کر رہا تھا۔ میں کمرے سے نکلا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا پھر ویٹنگ ہال میں داخل ہوا۔ تھیلما بار بار دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے نظر ملتے ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ خوشی کے مارے تقریباً چیختے ہوئے بولی۔

"آپ آ گئے۔ تھینکس گاڈ! میں تو مایوس ہو رہی تھی۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے میرے پاس آئی۔ اگر میں اجازت دیتا اور سامنے شوہر نہ ہوتا تو شاید وہ مجھ سے لپٹ جاتی۔ پھر بھی وہ میرا ایک بازو تھام کر چپک سی گئی۔ اپنے شوہر سے بولی۔ "ٹام! یہی مسٹر اینڈرسن ہیں۔"

ٹام مورس مجھے دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا جیسے برسوں کی گمشدہ چیز ملنے پر تھوڑی دیر تک اس کے ملنے کا یقین نہیں آتا۔ اسی طرح وہ مجھے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آ رہا تھا پھر اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "اونیل مورس! یہ تم ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں، میں ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ دس برس کے بعد بھی تم بچھڑے ہوئے بھائی کو پہچان گئے ہو۔"

اس نے مجھے گلے سے لگا لیا۔ تھیلما حیرت او مسرت سے کہہ رہی تھی۔ "اوہ، مسٹر اینڈرسن! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم ٹام کے بھائی ہو، ہمارے خاندان کے ایک فرد ہو۔ ہمیں فخر کرنا چاہیے کہ ہمارے خاندان میں تمہارے جیسا باکمال شخص بھی ہے۔"

ٹام نے مجھ سے الگ ہو کر کہا۔ "اسے اینڈرسن نہیں، اونیل کہو۔ یہ بچپن ہی سے زبردست بہروپیا ہے۔ علم نجوم سے تو اسے عشق ہو گیا تھا۔ جب تم نے کسی اینڈرسن نامی نجومی کا ذکر کیا تو مجھے اونیل بہت یاد آ رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے، آج میں نے یاد کیا اور آج ہی یہ مجھے مل گیا۔"

تھیلما بولی۔ "اس کا مطلب ہے' اونیل کو ڈھونڈ نکالنے کا سہرا میرے سر ہے۔"

وہ خوشی سے اور چہکنا چاہتی تھی، میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے الگ کر دیا۔ ٹام نے پوچھا۔ "تم اچانک گھر چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟ اور یہ تم نے نام کیوں بدل لیا ہے؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نام نہ بدلتا تو تم لوگ مجھے ڈھونڈ نکالتے اور میں ڈیڈی کے سائے میں رہنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے علم نجوم اور قیافہ شناسی سے جتنی دلچسپی تھی، اتنی ہی ڈیڈی کو نفرت تھی۔ وہ مجھے گھر سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے تھے، میں ایک دن خود ہی نکل گیا۔"

"مگر تم دس برس تک کہاں رہے ہو؟"

"میں دُنیا کے ہر اس ملک میں گیا جہاں کسی ماہرِ نجومی کا نام سنائی دیا۔ میں نے بڑے بڑے عالموں کی خدمت کی ہے۔ علم نجوم، علم الاعداد اور قیافہ شناسی جیسے علوم سے تعلق رکھنے والی کوئی کتاب نہیں چھوڑی اور نہ ہی کسی عالم سے محروم رہا۔ میری برسوں کی محنت رنگ لائی ہے۔ میں نے اس علم میں کمال حاصل کیا ہے۔"

تھیلما نے پوچھا۔ "کیا ساری باتیں یہیں ہو جائیں گی؟"

میں نے کہا۔ "میرے کمرے میں چلو۔"

وہ بولی۔ "جی نہیں، اب تم ایک منٹ بھی ہوٹل میں نہیں رہو گے۔ ہماری کوٹھی میں رہو گے جو اب تمہاری بھی ہے۔"

وہ میرے سامان کے ساتھ مجھے اپنی کوٹھی میں لے گئے۔ تھیلما نے اپنے بیڈ روم کے ساتھ والا کمرا میرے لیے مخصوص کیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ مجھے ہمیشہ ساتھ رکھنے کی آرزو پوری ہو رہی تھی۔ وہاں سام مورس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "برادر اونیل! کبھی فرصت ملے تو میرے ہاتھ کی لکیریں بھی دیکھو۔ میں اب تک کنوارا ہوں۔ میری قسمت میں عورت اور دولت ہے یا نہیں؟"

اس کا ہاتھ مصافحہ کے دوران میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے کہا۔ "تمہارا ہاتھ ملائم اور بھدا ہے جیسے مینڈک ہوتا ہے۔"

میری بات پر سب ہنسنے لگے۔ میں نے کہا۔ "میں انسانی جسم کے ایک ایک عضو کو چھو کر اور دیکھ کر اس کے مزاج اور عادات کے متعلق صحیح بتا سکتا ہوں۔ یہ سام کا مینڈک جیسا بھدا ہاتھ بتاتا ہے کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس میں دولت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جس طرح مینڈک تالاب یا دریا کے کنارے کم پانی میں رہتا ہے، گہرائی میں نہیں جاتا۔ اسی طرح سام محنت و مشقت کی گہرائی سے کتراتا ہے۔ اسے ایک ہی جگہ جو کھانے پینے کو ملے' اسی پر گزارا کر لیتا ہے۔"

سام نے ناگواری سے کہا۔ "بہنے دو برادر اونیل! تم نے تھیلما یا ٹام سے سُن لیا ہو گا کہ میں کوئی کام نہیں کرتا۔ ٹام کے گھر میں کھاتا پیتا اور یہیں زندگی گزارتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میرے علم کو چیلنج نہ کرو۔ میں تمہارے متعلق ایسی باتیں بھی بتا سکتا ہوں جو تھیلما اور ٹام کے علم میں نہیں ہیں بلکہ تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔"

وہ بولا۔ "میں اپنے بھائی ٹام کو باپ کے برابر سمجھتا ہوں۔ اس سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔ میں سمجھ گیا تم سڑک چھاپ نجومی ہو۔"

میں مسکرا کر اس کے ہاتھ کو ٹٹولنے لگا۔ تھیلما نے غصے سے کہا۔ "سام! تم اونیل کی انسلٹ کر رہے ہو، فوراً اس سے معافی مانگو۔"

میں نے کہا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے مجھے سڑک چھاپ کہا ہے' لہٰذا میں اپنے حاصل کردہ علوم کا کمال ضرور دکھاؤں گا۔ میں نے اتنی دیر میں اس کے ہاتھ اور چہرے کی ساخت دیکھی ہے، ہاتھ کی لکیریں مجھے دور ہی سے اپنی ہسٹری سنا دیتی ہیں۔ یہ خود نہیں کماتا ہے لیکن دوسروں کی کمائی میں ہیر پھیر کر کے اچھی خاصی رقم حاصل کر لیتا ہے۔"

سام نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میں کتنا ایماندار اور وفادار ہوں' یہ بھائی ٹام اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"لیکن بھائی ٹام شاید یہ نہیں جانتے کہ تمہارا کوئی بینک بیلنس بھی ہے۔ میں اپنے علم سے اندازہ کر سکتا ہوں۔ بینک میں پچاس ہزار ڈالر سے زیادہ رقم ہے۔"

وہ ایک دم سے گھبرا گیا پھر غصے سے چیختے ہوئے بولا۔ "یہ سراسر جھوٹ ہے، مجھ پر الزام ہے۔ بھائی ٹام' مجھے جیب خرچ کے لیے جو رقم دیتے ہیں' میں اسے جمع کرتا ہوں۔ میرے اکاؤنٹ میں شاید تین یا ساڑھے تین ہزار ڈالر ہیں۔ اونیل! تم برسوں بعد آ کر ہم دونوں بھائیوں میں نااتفاقی پیدا کر رہے ہو۔"

ٹام نے کہا۔ "اونیل! میں ٹام کو بچپن سے جانتا ہوں۔ تم اس کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہو جسے میں کبھی مان نہیں سکتا۔"

"مان جاؤ گے۔ سام کا اکاؤنٹ نمبر لو اور اس بینک منیجر سے فون پر درخواست کرو کہ سام کے اکاؤنٹ میں جتنی رقم ہے اسے معلوم کرنا ضروری ہے۔"

ٹام نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا: "دو بج رہے ہیں۔ رقموں کی وصولی اور ادائی کا حساب شام تک جاری رہتا ہے۔ فون کر کے پوچھنے میں کیا حرج ہے۔"

سام دل ہی دل میں مطمئن تھا کیونکہ کاؤنٹر بند ہونے کے بعد کسی بھی بینک کا منیجر فون پر تو کیا رُوبرُو بھی کسی کے اکاؤنٹ کی رقم نہیں بتاتا۔ سام نے سوچا، آج یہ راز نہیں کھلے گا۔ کل صبح وہ بینک جا کر بڑی رقم نکلوائے گا تاکہ اکاؤنٹ میں صرف تین ہزار ڈالر رہ جائیں اور اونیل کا علم جھوٹا پڑ جائے۔

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر کہا: "بھائی ٹام! میں ابھی بینک منیجر سے رابطہ قائم کر رہا ہوں، تم بھی قریب آ کر اس کا جواب سُن لو۔"

ٹام اس کے قریب چلا گیا۔ عقیلما پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ دل ہی دل میں دُعا مانگ رہی تھی کہ میرا علم سچا ثابت ہو۔ اُدھر رابطہ قائم ہوتے ہی سام نے بینک منیجر سے اپنا تعارف کرایا۔ اپنا نام اور اکاؤنٹ نمبر بتایا پھر کہا: "مجھے ایک معاملے میں ابھی اپنی رقم کا حساب کرنا ہے۔ کیا آپ زحمت فرما کر بتا سکتے ہیں کہ میرے اکاؤنٹ میں کُل کتنی رقم ہے؟"

منیجر نے ناگواری سے کہا: "جناب! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ذرا گھڑی دیکھیں، بینک بند ہو چکا ہے۔ ہم اپنے حساب کتاب میں مصروف ہیں۔۔۔"

منیجر کا پہلا جملہ سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کہنے والا تھا کہ کل صبح آ کر اپنے اکاؤنٹ کی رقم معلوم کر لیں لیکن میں نے ایسا کہنے نہیں دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا۔ "لیکن ہم حساب کتاب میں مصروف ہیں تو کیا ہوا؟ جناب سام صاحب! آپ کو کون نہیں جانتا۔ مجھے تو آپ کی رقم زبانی یاد ہے۔ آپ کے اکاؤنٹ میں باون ہزار تین سو ڈالر ہیں۔"

ٹام مورس بھی ریسیور سے کان لگائے کھڑا تھا۔ یہ سنتے ہی اس نے حیرانی سے چونک کر سام کو دیکھا۔ سام کے ہاتھ سے گھبراہٹ میں ریسیور چھوٹ گیا۔ عقیلما نے آگے بڑھ کر پوچھا: "کیا ہوا؟"

ٹام نے غصّے سے سام کو دیکھتے ہوئے کہا: "یہ آستین کا سانپ ہے۔ اونیل کا علم درست ہے۔ اس کمینے کے اکاؤنٹ میں باون ہزار تین سو ڈالر ہیں۔ اب پتا چلا کہ ہمارے گھریلو اخراجات اتنے زیادہ کیوں ہیں۔ دراصل میں اس پر بھروسا کرتا رہا ہوں اور یہ اخراجات میں سے رقم چُراتا رہا۔"

عقیلما اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی: "ٹام! کیا تم بھول گئے؟ دو برس پہلے ہمارے ہاں ڈاکا پڑا تھا۔ پچیس ہزار نقد اور کچھ زیورات چوری ہوئے تھے۔ میں یقین سے کہتی ہوں، اس رات اسی نے نیند کی دوا ہمیں پلائی ہو گی۔ ہم گہری نیند میں رہے، یہ دیکھ نہ سکے کہ ڈاکا ڈالنے والا گھر ہی کا آدمی ہے۔"

سام اپنے بھائی ٹام کے قدموں میں گر کر معافی مانگنا چاہتا تھا۔ ٹام نے اسے ایک ٹھوکر مار کر کہا: "نکل جاؤ میرے گھر سے، لیکن اس سے پہلے پچاس ہزار کا چیک سائن کر دو۔ ورنہ جس چابک سے ڈان مورس کی کھال ادھیڑتا تھا اسی سے تمھاری پٹائی کروں گا۔"

سام فوراً ہی اپنے کمرے میں گیا۔ وہاں سے چیک بُک لا کر پچاس ہزار کی رقم لکھی پھر دستخط کر کے ٹام کو دیا۔ میں نے کہا: "میں برسوں بعد گھر واپس آیا ہوں۔ اس خوشی میں سام کو معاف کر دو۔ میری آمد پر ایک بھائی گھر سے جائے، یہ مناسب نہیں ہے۔"

"یہ ہمارے ساتھ رہے گا تو پھر نقصان پہنچائے گا۔"

میں نے کہا: "اب تو میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ میرا علم بتا دیا کرے گا کہ کون کس کے ساتھ فریب کر رہا ہے اور کس طرح جھوٹ بول رہا ہے۔"

ٹام نے چور نظروں سے اپنی بیوی عقیلما کو دیکھا پھر مجھے ایک طرف لے جا کر رازداری سے بولا: "تم نے بڑے خطرناک علوم حاصل کیے ہیں۔ فار گاڈ سیک! میرے ہاتھ کی لکیریں کبھی نہ دیکھنا۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "میرا علم ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے کا محتاج نہیں ہے۔ میں آنکھوں کو اور چہروں کو پڑھتا ہوں اور نبض پر ہاتھ رکھ کر بہت کچھ بتا دیتا ہوں۔ ہوٹل میں تم سے مصافحہ کیا، وہاں سے تمھاری باتیں سنتا آ رہا ہوں۔ جس طرح آدمی اپنے انداز گفتگو سے پکڑا جاتا ہے اسی طرح زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اس کی فطرت اور عادات کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ میں نے تمھارے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا: "کک۔۔ کیا معلوم کیا ہے؟"

"گھبراتے کیوں ہو۔ اگر عقیلما کو بتانا ہوتا تو جس طرح سام کو بے نقاب کیا ہے اسی طرح سب کے سامنے کہہ دیتا کہ تمھارا بینک بیلنس ڈیڑھ لاکھ سے اوپر ہے۔ اور یہ بات عقیلما نہیں جانتی ہے۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے تک رہا تھا۔ میں نے کہا: "میرا تمھارا خون کا رشتہ ہے۔ عقیلما ہماری کوئی سگی نہیں ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بتاؤں گا کہ ایک جوان عورت سے تمھارا چکر چل رہا ہے۔"

وہ جلدی سے خوشامدانہ انداز میں میرے بازو کو تھام کر بولا: "بس کرو، بائی گاڈ! تم بہت خطرناک ہو۔ یہاں آتے ہی ہمارا کچا چٹھا معلوم کر لیا ہے۔"

عقیلما نے دور سے مخاطب کیا: "یہ تم دونوں کیا کھُسر پھُسر کر رہے ہو۔ یہ آؤٹ آف ایٹی کیٹ ہے۔"

وہ بولتے ہوئے قریب آئی۔ ٹام نے بات بناتے ہوئے کہا: "میں اونیل سے سام کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ اب تم پوچھو گی، میں کیا باتیں کر رہا ہوں۔ بھئی سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ اس گھر کو کسی سے فائدہ پہنچے یا نقصان پہنچے ہم نہیں جانتے۔ آج سے اس گھر کا مالک اور مختار اونیل ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

وہ خوشی سے دونوں ہتھیلیوں کو تالی بجانے کے انداز میں جوڑ کر بولی: "او ٹام! تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اونیل نے پیش گوئی کی تھی کہ ہمیں کھوئی ہوئی دولت حاصل ہو گی۔ دیکھ لو، یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اونیل کے یہاں قدم رکھتے ہی ہمیں پچاس ہزار ڈالر مل گئے ہیں۔۔۔"

وہ خوش ہو رہے تھے۔ میری تعریفیں کر رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا پھر میں نے پارس دوم کی خبر لی۔ مجھے اس کے دماغ میں ملی گئی لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا، اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ وہ کوما میں تھا۔

میں نے فوراً ہی نائب کو مخاطب کیا۔ غصّے سے کہا: "سپُر ماسٹر سے بات کراؤ۔ میرے بیٹے کو کوما میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

ایک منٹ کے اندر ہی سپُر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا: "بے ہوشی عارضی ہوتی ہے۔ پارس کے ہوش میں آتے ہی تم اس کے دماغ میں پہنچ جاتے اس لیے اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو، کوما سے نکلنے کے بعد وہ پہلے کی طرح نارمل ہو گا۔ میں نے وعدہ کیا ہے، اس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئے گی۔ اب یقین دلاتا ہوں کہ اسے دماغی طور پر بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"چوبیس گھنٹے میں سے چار گھنٹے گزر گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے، تم اپنے ملک کو دُنیا کے نقشے سے مٹتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہو گے۔"

میں اسے دھمکی دے کر چلا آیا۔ بہت دنوں بعد سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے پارس دوم کے حالات بتائے پھر اس سے پوچھا: "تمھارا کیا خیال ہے، انھوں نے پارس کو کوما میں کیوں رکھا ہے؟"

وہ بولی: "سپُر ماسٹر درست کہہ رہا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کے دماغ میں نہیں پہنچنے دے گا۔ وہ نہیں چاہتا، ہم میں سے کوئی چوبیس گھنٹے سے پہلے اسے قید سے نکال کر لے جائے۔"

میں نے کہا: "اصل نکتے پر غور کرو، اس نے چوبیس گھنٹے کی مہلت کیوں مانگی ہے؟"

"پہلا خیال یہی آتا ہے کہ ان کے پاس ایک اور ٹرانسفارمر مشین ہے جس کے ذریعے وہ پارس کی تمام صلاحیتوں کو کسی دوسرے جوان میں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مشین کے ذریعے اس کی بہترین صلاحیتوں کو ختم بھی کر سکتے ہیں۔ جب وہ ہمیں واپس ملے گا تو ذہنی اور جسمانی طور پر نارمل ہو گا لیکن صلاحیتوں سے خالی ہو گا۔"

"ہوں، یہ تشویش کی بات ہے۔ ہم ثابت نہیں کر سکیں گے کہ سپُر ماسٹر نے ایسا کیا ہے کیونکہ دُنیا والوں کی نظروں میں آخری ٹرانسفارمر مشین بھی تباہ ہو چکی ہے۔"

"کچھ بھی ہو، ہمیں مقررہ وقت تک انتظار کرنا ہو گا۔۔۔ سپُر ماسٹر اور وہاں کے حکمران اپنے ملک کی تباہی نہیں چاہیں گے لہٰذا پارس زندہ و سلامت واپس آئے گا۔"

"میں چاہتا ہوں، تم وہاں چلی جاؤ۔ جب وہ واپس ملے تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔"

"فرہاد! اوّل تو اس کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ دوم یہ کہ تم اور رسونتی خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس پہنچتے رہتے ہو۔ پارس اوّل کی فکر کون کرتا ہے۔ اس کے لیے تو ایک میں ہی رہ گئی ہوں۔"

"سونیا! ہمیں الزام نہ دو۔ ہمارے دونوں بیٹے ضدی اور خود سر ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لینا چاہتے۔ ہمیں اپنے دماغوں میں آنے نہیں دیتے۔ بڑی مشکل سے ہمیں پارس دوم تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ پارس اوّل کے متعلق اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ وہ کسی ارب پتی ہل اونر کی فیملی میں ہے۔ اس فیملی کے کچھ افراد استنبول میں ہیں۔ میں ان کے درمیان پہنچ گیا ہوں۔ بہت جلد ان کے ساتھ اسرائیل پہنچوں گا۔"

"تم سے پہلے میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"وہی جو تم سن رہے ہو۔ میں تل ابیب میں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو تاڑ لیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ پیرس سے تل ابیب پہنچا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہاں پہنچ گئی ہوں۔"

"اس شخص کے متعلق کچھ بتاؤ؟"

وہ کسی بنگلے کے ایک بیڈ روم میں تھی۔ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھ کر اس کے متعلق بتانے لگی۔

اصل ڈان مورس پیرس میں تھا۔ پارس نے اس کے روپ میں اسرائیل جانے کے لیے اسے پیرس کے ایک اعلیٰ پولیس افسر کی نگرانی میں چھوڑا تھا۔ اتفاق سے ڈان مورس بھی جوجو کی طرح بچگانہ ذہن رکھتا تھا۔ نفسیات کے ماہرین نے پارس کو یقین دلایا تھا کہ اس کے اندر سے خوف اور بزدلی رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور بچگانہ پن بھی جاتا رہے گا۔ اس مقصد کے لیے ایک جوان نرس روما کو اس کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ یقین تھا کہ جلد ہی اس بچے پر جوانی کا جادو چل پڑے گا۔

سونیا نے پارس کو سمجھایا تھا۔ "اپنی شیبا ممی کا انتقام لینے تنہا نہ جاؤ۔"

اس نے پوچھا۔ "مما کیا آپ بھی مجھے بچہ سمجھتی ہیں اور مجھے بزدل بنا کر رکھنا چاہتی ہیں۔"

"بیٹے! تم بڑے بڑے آزمائشی مراحل سے گزرتے رہو، میں کبھی نہیں روکوں گی لیکن تم ماں کا انتقام لینے کے لیے کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے ہو۔ آدمی جوش اور جذبات میں آ کر کوئی نہ کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، معمول کے مطابق نارمل رہوں گا اور یوگا کی مشقیں جاری رکھوں گا۔ یوگا کا عمل ہمارے اندر صبر اور استقلال پیدا کرتا ہے۔"

سونیا نے اسے جانے کی اجازت دی مگر وہ مطمئن نہیں تھی۔ اس نے سوچا جلد ہی تل ابیب جائے گی اور دور ہی دور سے بیٹے کی نگرانی کرتی رہے گی۔ اس نے باباصاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے رابطہ قائم کیا جو یہودی بن کر تل ابیب کے ایک بہت بڑے اسپتال میں ڈاکٹر کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا۔ "تم اپنی وائف کو سیر و تفریح کی غرض سے پیرس بھیج دو اور اسے تاکید کر دو کہ باباصاحب کے ادارے میں جا کر رہے۔ میں اس کی جگہ تمہارے پاس آؤں گی۔"

ڈاکٹر نے اس منصوبے پر عمل کیا۔ اس کی وائف رومیلا باباصاحب کے ادارے میں پہنچ گئی۔ سونیا کو تل ابیب جانے کی جلدی نہیں تھی۔ اسے معلوم تھا، پارس ابھی ڈان مورس کے روپ میں تل ابیب گیا ہے۔ وہاں تمام مورس کی فیملی میں کچھ روز رہنے کے بعد اسرائیل جائے گا۔ ویسے وہ رومیلا کے روپ میں تیار تھی۔ کسی دن بھی وہاں سے پرواز کر سکتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ شخص اس کی نظروں میں آ گیا۔

ایک روز وہ اخبار دیکھ رہی تھی۔ اخبار کا ایک صفحہ خاص پیرس شہر کی تازہ ترین خبریں شائع کرتا تھا۔ اس صفحے کا عنوان ہوتا تھا: "پیرس میں کہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اس صفحے پر جلی حروف میں یہ خبر شائع ہوئی تھی: "کیسینو ڈی بلانکا میں ایک جواری نے ایک رات میں نوّے لاکھ ڈالر جیت لیے۔" رپورٹر نے لکھا تھا: "جیتنے والے کا نام رالبن رائے ہے۔ کیسینو ڈی بلانکا کے شارپر ساری دنیا میں بدنام ہیں۔ یہ شارپر بڑے بڑے سرمایہ دار جواریوں کی جیبوں سے لاکھوں ڈالر نچوڑ لیتے ہیں۔ پھر انھیں لاکھ دو لاکھ جیت کر جانے کا موقع دیتے ہیں تاکہ وہ آئندہ بھی اس قمار خانے میں آتے رہیں لیکن رالبن رائے پہلا جواری ہے جس نے اپنا ایک ڈالر بھی کیسینو میں نہیں دیا اور اس کیسینو کو ایک رات میں نوّے لاکھ ڈالر کا نقصان پہنچا کر چلا گیا۔"

رالبن رائے نے اپنے ایک بیان میں شاطر جواریوں کو چیلنج کیا تھا اور کہا تھا: "اس دنیا میں کوئی اس کی ٹکر کا کھیلنے والا نہیں ہے لہٰذا آئندہ وہ کسی قمار خانے میں نہیں جائے گا۔"

سونیا ایسے شخص کو دیکھنا چاہتی تھی۔ یہ بات حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین تھی کہ ایک جواری اپنی جیب سے ایک ڈالر بھی نہ ہارے اور نوّے لاکھ کی کثیر رقم جیت کر لے جائے۔ یہ کمال تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی دکھا سکتا تھا کیونکہ کھیلنے کے دوران بڑے سے بڑا شاطر کھلاڑی بھی ایک آدھ بازی ہارتا ہے۔ بڑی رقم جیت لینا کوئی بہت زیادہ کمال کی بات نہیں ہوتی لیکن اس کے جیتنے کا انداز چونکا دینے والا تھا۔

سونیا نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "ہیلو نادیہ! میں سونیا بول رہی ہوں۔"

نادیہ نے بڑی مسرت سے کہا۔ "ابھی میں تمہیں یاد ہی کر رہی تھی۔ واقعی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

"تم ایک بہت بڑے کیسینو کی مالکہ ہو۔ یقیناً تم نے رالبن رائے کی خبر پڑھی ہو گی۔"

"تم پڑھنے کی بات کرتی ہو، میں نے اس کا چیلنج قبول کیا ہے۔ وہ آج رات میرے قمار خانے میں آ رہا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "میں جانتی تھی تم ایسا کرو گی۔ کیا تم نے

رالبن رائے سے ملاقات کی ہے یا فون پر آج رات کا کھیل طے پایا ہے؟"

"میں نے منیجر سے معاملات طے کیے ہیں۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ میں اسے اپنی آواز نہیں سناؤں گی اور رات کو اپنی آنکھوں پر مصنوعی لینس چڑھا کر جاؤں گی۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں نادیہ کہ تم بہت چالاک اور ہوشیار ہو لیکن تم اس کے سامنے گونگی بہری بن کر کھیلنے بیٹھو گی تو وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گا کہ اس کی ٹیلی پیتھی کا راز کھل سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ ہوشیار ہو جائے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں آج رات نادیہ بن کر اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کروں گی۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں میرے قمار خانے سے ایک ڈالر بھی نہیں لے جا سکے گا۔"

"ہاں، میں اس کی ضمانت دیتی ہوں۔"

"شرمندہ نہ کرو، تمہارا نام ہی ضمانت ہے۔" نادیہ بولی۔

"میں اپنا موجودہ پتا بتا رہی ہوں۔ یہاں چلی آؤ۔ صبح تک رات گزارو۔ میں یہاں سے تمہارے میک اپ میں جاؤں گی۔"

رات گیارہ بجے بازی شروع ہونے والی تھی۔ نادیہ نو بجے اس کے پاس آ گئی۔ دونوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا پھر سونیا نے انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "میں ایک گھنٹے بعد نادیہ کے قمار خانے میں جا رہی ہوں۔ رالبن رائے نامی ایک شخص کے ساتھ صبح تک بازی چلے گی۔ میں چاہتی ہوں، جب وہ قمار خانے سے جائے تو آپ کے جاسوس اس کا پتا ٹھکانا معلوم کریں۔ اسے تعاقب کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ایسے سراغرسانوں کا انتخاب کریں جو یوگا کے ماہر ہوں۔"

"مادام! آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ کیا اس شخص کا تعلق فرانس سے ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک سے یہاں آیا ہے۔ اگر یہاں کا باشندہ ہوتا تو بہت پہلے ہی فرانس کے قمار خانوں میں نام پیدا کر لیتا۔ وہ پچھلی ایک رات سے شیطان کی طرح مشہور ہو چکا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے وعدہ کیا کہ رالبن رائے کے متعلق سونیا کو مکمل معلومات فراہم کی جائیں گی۔ سونیا نے ریسیور رکھا پھر کاٹیج سے نکل کر نادیہ کی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک رات کے لیے رومیلا کا میک اپ اتار دیا تھا۔ وہ نادیہ کے روپ میں اس کے قمار خانے والے دفتر میں پہنچ گئی۔ وہاں کے تمام بدمعاش اور شاطر جواری اسے نادیہ سمجھ کر استقبال کر رہے تھے۔ جب رالبن رائے قمار خانے میں داخل ہوا تو اس کا بھی شاندار استقبال ہوا۔ اس نے سونیا کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مادام نادیہ! مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے قمار خانوں کی دنیا میں تمہارا بڑا نام سنا ہے۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی۔ "تم نے بھی ایک ہی رات میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔"
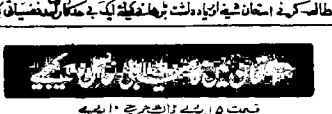
وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اس کا مطلب ہے ہم دو بڑے مل رہے ہیں اور آج رات کی صبح فیصلہ سنائے گی کہ ہم دو میں سے کون بڑا ہے۔"

"بڑی خدا کی ذات ہے۔ میری یہ بات یاد رکھو، جو ہارنا نہیں جانتا، اس جیتنے والے کی جیت محض ایک دھوکا ہوتی ہے۔ صبح معلوم ہو گا کہ تم کس قدر خود فریبی میں مبتلا ہو۔ وسکی پیو گے یا کافی؟"

وہ اپنا تھرماس دکھاتے ہوئے بولا۔ "میں صرف اپنے ہاتھوں کا پکا ہوا کھاتا ہوں اور اپنی پسند کی کافی خود تیار کر کے ساتھ لے آتا ہوں۔ برا نہ ماننا، دشمن تو دور کی بات ہیں، میں دوستوں پر بھی بھروسا نہیں کرتا۔"

"تو پھر چلو، گیارہ بج چکے ہیں۔"

وہ دونوں دفتر سے اٹھ کر قمار خانے کے اس حصے میں آئے جہاں تاش کی بازی ہوا کرتی تھی۔ آج تمام دن یہ چرچا ہوتا رہا تھا کہ نادیہ کے قمار خانے میں رالبن رائے کھیلنے آئے گا۔ اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز موجود تھے۔ فلیش بلب کی روشنیاں بجلیوں کی طرح چمک چمک کر بجھ رہی تھیں۔ رپورٹر طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ دونوں نے مختصر سے جوابات کے بعد کہا۔ "پلیز، ہمیں کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ جب تک ہمارا کھیل جاری رہے گا، کوئی غیر ضروری آدمی اس ہال میں داخل نہیں ہو گا۔"

سب لوگوں کو وہاں سے ہٹایا جا رہا تھا۔ نادیہ کا منیجر اخبار والوں سے کہہ رہا تھا۔ "آپ لوگ کیسینو کے کسی بھی حصے میں جا کر بیٹھ جائیں۔ رننگ کمنٹری کا خاص انتظام ہے۔ آپ لوگوں کو ہر بازی کا نتیجہ فوراً سنایا جائے گا۔"

وہ ہال خالی ہوگیا۔ سونیا اور رالبن رائے ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کمینٹری کرنے والا ان سے کچھ فاصلے پر مائیک کے سامنے تھا۔ تاش کی ایک نئی گڈی کھولی گئی۔ قاعدے کے مطابق جس کے پاس سب سے چھوٹا پتا آتا، اسی کو تاش پھینٹنے اور بانٹنے کا پہلا موقع ملتا تھا۔ جو پتے باز شاطر ہوتے ہیں وہ پھینٹنے اور بانٹنے کا پہلا موقع چاہتے ہیں تاکہ مکاری سے پتے لگانے کا موقع ہاتھ آجائے۔ یہ رالبن رائے کی بدقسمتی تھی کہ سونیا کو پہلا موقع مل گیا۔

وہ بڑی مہارت سے پتے پھینٹنے لگی۔ رالبن رائے نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تمہارے ہاتھ مشین کی طرح چلتے ہیں۔ کتنے عرصے سے کھیل رہی ہو؟"

وہ اسے باتوں میں لگانا چاہتا تھا تاکہ اسے پتوں کا حساب نہ ملے۔ وہ کسی سے کم نہیں تھی۔ مسکرا کر بولی "پندرہ برس کی عمر سے کھیل رہی ہوں۔ اب چالیس برس کی ہوں۔"

وہ دونوں طرف تین تین پتے بانٹنے کے بعد یوں ٹھٹک گئی۔ جیسے کوئی غلطی کر بیٹھی ہو پھر پریشان ہو کر بولی "ذرا دیکھو میں نے تین ہی پتے دیے ہیں نا؟"

وہ مسکرا کر بولا "ہاں، ہم دونوں کے پاس تین تین ہی ہیں یہ رہا میری طرف سے دس ہزار ڈالر کا بورڈ۔"

اس نے دس ہزار کا ایک ٹوکن درمیان میں رکھ دیا۔ سونیا نے گڈی ایک طرف رکھی۔ اس کے برابر دس ہزار کا ٹوکن رکھا۔ وہ بولا "میری عادت ہے، میں پہلی چال پچاس ہزار سے شروع کرتا ہوں۔"

اس نے پچاس ہزار کے پانچ ٹوکن رکھے۔ کمینٹری کرنے والا بول رہا تھا کہ کس طرح دونوں چالیں چل رہے ہیں۔ مادام نادیہ بہت محتاط ہو کر کھیلتی ہیں لیکن رالبن رائے نے مادام کو دس ہزار پھر پچاس ہزار ڈالر بڑھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ یعنی پہلی ہی چال میں ان کے درمیان میز پر ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر آچکے ہیں۔

رالبن رائے نے پہلے ہی سونیا کی غلطی کو بھانپ لیا تھا پھر یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے دوسری چال میں ایک لاکھ ڈالر رکھے۔ سونیا نے چونک کر دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا "میں کیسینو ڈی بلان کا سے نوے لاکھ ڈالر لے گیا تھا۔ یہاں سے دگنی رقم لے جاؤں گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بڑی بڑی چالیں چلتا رہوں۔"

سونیا نے ایک لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھ دیے۔ وہ دو لاکھ رکھتے ہوئے بولا "بہتر ہے اپنے پتے دیکھ لو۔ میں ایک دو چالوں تک اپنے پتے نہیں دیکھتا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں پتے دیکھوں گی اور کھیل جاری رکھوں گی تو مجھے چار لاکھ دینے ہوں گے۔"

"ہاں، یہ تو کھیل کا اصول ہے۔"

وہ دو لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھتے ہوئے بولی "میں پتے دیکھ کر دگنی رقم نہیں دوں گی۔"

وہ پانچ لاکھ رکھتے ہوئے بولا "میں اپنے مقابل کو مجبور کر دیتا ہوں۔"

اسی لمحے سونیا نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ جب پارس پانچ برس کا تھا اور استنبول میں ایک بزرگ کی دعائیں سونیا کو ملی تھیں تب سے وہ اپنے اندر روحانی قوتوں کو محسوس کرتی تھی۔

اسے ایسی روحانی قوت حاصل ہوئی تھی کہ وہ اپنے خفیہ خیالات چھپا لیتی تو کوئی خیال خوانی کرنے والا ان خیالات تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ رالبن رائے نے اس کے دماغ میں آتے ہی اس کی سوچ میں پتے اٹھا کر اسے دیکھنے پر مجبور کیا۔ اس نے بہ ظاہر مجبور ہو کر پتے اٹھائے اور اپنی سوچ میں بولی۔

"نہلا، دہلا اور غلام..."

اس نے پتے میز پر اوندھے رکھ دیے چونکہ یہ جیتنے والے پتے تھے اس لیے اس نے میز پر دس لاکھ ڈالر رکھ دیے۔ حقیقتاً اس کے پاس اکا، دگی اور تگی کے سب سے بڑے رنگ پتے تھے۔ اس نے خیال خوانی کرنے والے کو گمراہ کر دیا تھا۔ رالبن رائے کو تشویش ہوئی کیونکہ نہلا، دہلا اور غلام معمولی پتے نہیں تھے۔ اس نے اپنے پتے اٹھا کر دیکھے تو خوش ہو گیا۔ اس کے پاس بادشاہ بیگم اور غلام تھے۔ اس کی دانست میں سونیا کبھی جیت نہیں سکتی تھی۔ اس یقین کے ساتھ اس نے پچیس لاکھ کی چال دی۔

اس چال کا مطلب یہ تھا کہ سونیا پچاس لاکھ دے کر شو نہیں کرائے گی۔ میدان چھوڑ دے گی لیکن خلاف توقع اس نے شو نہیں کرایا۔ پچیس کے جواب میں اس نے پچاس لاکھ ڈالر کے ٹوکن میز پر رکھے۔ وہ سوچنے لگا کہیں خیال خوانی میں غلطی تو نہیں ہوئی ہے؟

سونیا نے پھر اسے دماغ میں محسوس کیا۔ اس کے مجبور کرنے پر دوبارہ اپنے پتے اٹھا کر دیکھے پھر اپنی سوچ میں بولی۔

"نہلا، دہلا اور غلام۔"

وہ مطمئن ہو کر مسکراتے ہوئے بولا "مادام نادیہ! مجھے

جیتنا ناممکن ہے۔ اب جو چال چل رہا ہوں، اس کے بعد تم میدان چھوڑ دو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک کروڑ کے ٹوکن میز پر رکھے۔ کمینٹری کرنے والا جوش و خروش سے کہہ رہا تھا "سامعین! میری دانست میں آج تک دنیا کے کسی قمار خانے میں ایسا جوا کسی نے نہیں کھیلا۔ ایک ہی چال میں ایک کروڑ ڈالر داؤ پر لگانا نہ تو بچوں کا کھیل ہے نہ قصے کہانیوں کی بات ہے۔ میرے سامنے جو حساب لکھا ہوا ہے اس کے مطابق مسٹر رالبن رائے کے اب تک ایک کروڑ تینتیس لاکھ اور ساٹھ ہزار ڈالر اور مادام نادیہ کے تریسٹھ لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر میز پر آچکے ہیں۔ اب مادام کو شو کرانے کے لیے دو کروڑ ڈالر ادا کرنا ہوں گے، ورنہ انھیں میدان چھوڑنا ہو گا۔"

قمار خانے کے دوسرے حصوں میں بیٹھے ہوئے لوگ چیخ چیخ کر یہ مشورے دے رہے تھے کہ مادام کو یہ بازی ہار کر دوسری بازی شروع کرنی چاہیے لیکن کمینٹری کرنے والے نے یہ چونکا دینے والی خبر سنائی کہ مادام نادیہ نے اپنے مقابل کے جواب میں ایک کروڑ پچیس لاکھ ڈالر کی چال چلی ہے۔

یہ چال بتا رہی تھی کہ وہ کمزور نہیں ہے اور کھیل جاری رکھے گی۔ رالبن رائے نے پاس رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر قمار خانے کے بینکر سے پوچھا "میرے اکاؤنٹ میں کتنی رقم ہے؟"

بینکر نے جواب دیا "آپ نے دو کروڑ جمع کرائے تھے جس میں سے ڈیڑھ کروڑ کے ٹوکن لیے گئے۔ اب آپ کو صرف پچاس لاکھ کے ٹوکن مل سکتے ہیں۔"

رالبن نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ایک یہودی سرمایہ دار سے کہا "فوراً اٹھو اور دو کروڑ ڈالر لے کر نادیہ کے قمار خانے میں آؤ۔"

سرمایہ دار نے پریشان ہو کر کہا "مسٹر! عقل کی بات کرو۔ آدھی رات ہو چکی ہے۔ کوئی سرمایہ دار اتنی بڑی رقم اپنے گھر میں نہیں رکھتا۔ میں اتنی جلدی رقم کہاں سے لاؤں گا؟"

رالبن نے کہا "نقدی نہ سہی، تمھاری کوٹھی اور کارخانے کے کاغذات ہیں انھیں لے آؤ۔"

"وہ دس کروڑ کے کاغذات ہیں۔ کیا تم مجھے ڈبو دینا چاہتے ہو؟"

"تم جانتے ہو، میرے پاس ٹیلی پیتھی کی طاقت ہے۔ میں تمھیں کل صبح تک دس ارب اور دس کھرب ڈالر دے سکتا ہوں۔ بحث نہ کرو۔ فوراً کاغذات لے آؤ لیکن روانگی سے پہلے میرے فون کا انتظار کرو۔ میں دنیا والوں کو دکھانے کے لیے تم سے قرض کے طور پر وہ کاغذات مانگوں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا نے پوچھا "مسٹر! کس سوچ میں پڑ گئے؟ آگے کھیلنا منظور نہیں ہے تو دو کروڑ پچاس لاکھ دے کر شو کراؤ۔"

"مادام نادیہ! تم یہ بازی مجھ سے کبھی جیت نہیں سکو گی۔ میں یہاں سے تمھیں اچھا سبق سکھا کر جاؤں گا۔ دراصل میرے پاس رقم کی کمی ہے۔ اگر اجازت ہو تو فون کر کے ایک دوست سے رقم منگوا لوں؟"

"ضرور۔ تم ایک نہیں درجنوں دوستوں کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر اسی یہودی سرمایہ دار سے رابطہ قائم کیا۔ سونیا کو سنانے کے لیے کچھ باتیں کیں پھر پوچھا "مادام نادیہ! میرے دوست کے پاس کوٹھی اور کارخانے کے کاغذات ہیں جن کی مالیت دس کروڑ ڈالر ہے۔ کیا اسے قمار خانے کے بینک میں گروی رکھ کر مجھے پانچ کروڑ دیے جا سکتے ہیں؟"

سونیا نے اپنے پاس رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نادیہ کے وکیل سے اس معاملے میں دریافت کیا۔ وکیل نے کہا "میں قمار خانے میں پہنچ رہا ہوں۔ ان سے کہو، دس کروڑ کے کاغذات پر زیادہ سے زیادہ دو کروڑ دیے جا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کوٹھی اور کارخانے کا مالک گروی رکھنے کا ایک کاغذ خود لکھے گا اور دستخط کرے گا۔"

سونیا نے یہ بات رالبن کو بتائی۔ رالبن نے یہودی سرمایہ دار کو کاغذات لانے کے لیے کہا پھر ریسیور رکھ دیا۔ کھیل ایک گھنٹے کے لیے رک گیا۔ میز پر تاش کے پتے، لاکھوں کروڑوں کے ٹوکن اسی طرح پڑے رہے۔ فیصلہ ہونے تک کوئی انھیں ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔

فیصلہ تو بہرحال ہونا ہی تھا۔ ایک گھنٹے کے اندر کاغذات گروی رکھنے کے سلسلے میں قانونی کارروائی ہو گئی۔ رالبن کو دو کروڑ ڈالر کے ٹوکن مل گئے۔ اس نے سونیا کے سامنے دو کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کے ٹوکن رکھ کر کہا "میں ابھی مجبور ہوں۔ فوراً بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا اس لیے شو کرا رہا ہوں، اپنے پتے دکھاؤ۔"

سونیا نے جب تینوں پتے الٹ کر دکھائے تو وہ حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بے اختیار میز پر ہاتھ مار کر بولا "یہ دھوکا ہے۔ تمھارے پاس دوسرے پتے تھے۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ پتے

اُلٹنے سے پہلے دوسرے تھے؟

اس سوال پر اسے ہوش آیا۔ وہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا اور جو معلوم کیا تھا اس کے برعکس نتیجہ نکل چکا ہے۔ کمینٹری کرنے والا کہہ رہا تھا...

"سامعین! مادام نادیہ نے بڑے ہی ڈرامائی انداز میں بازی جیت لی ہے۔ میرے سامنے لکھے ہوئے حساب کے مطابق پچھلی رات نوّے لاکھ ڈالر جیتنے والے مسٹر رالبن رائے یہاں دو گھنٹے تک کھیلتے رہے جس میں سے ایک گھنٹا قانونی کارروائی میں گزر گیا۔ اس طرح وہ صرف ایک گھنٹے میں تین کروڑ تراسی لاکھ اور ساٹھ ہزار ڈالر ہار چکے ہیں۔ اب وہ میز چھوڑ کر اٹھ رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ پہلی بازی ہی ان کے لیے آخری بازی ثابت ہوئی ہے۔ شاید وہ آئندہ کیسینو نادیہ کا رُخ نہیں کریں گے۔"

رالبن رائے تیزی سے چلتا ہوا کمینٹری کرنے والے کے پاس آیا پھر ایک جھٹکے سے مائک اٹھا کر چیختے ہوئے بولا۔ "میں آؤں گا۔ کل بھی یہاں آؤں گا۔ میں رالبن رائے اعلانیہ کہتا ہوں، کل رات ہونے والی بازی میں صرف اس قمار خانے کو ہی نہیں، قمار خانے کی مالکہ نادیہ کو بھی جیت کر لے جاؤں گا۔ کل میں دکھا دوں گا کہ میں کیا ہوں۔"

وہ مائیک کو ایک طرف پھینک کر غصّے سے طنطناتا ہوا چلا گیا۔ سونیا نے منیجر سے کہا۔ "تمام رقم سنبھال کر رکھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔ کیسینو کے ہر ملازم کو انعام دوں گی۔"

وہ کیسینو کے پچھلے دروازے سے نکل کر اپنے کاٹیج پہنچ گئی۔ اس نے نادیہ کو جب یہ بتایا کہ اس نے صرف ایک گھنٹے کی ایک ہی بازی میں رالبن رائے سے تین کروڑ تراسی لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر نچوڑ لیے ہیں تو اس نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا پھر خوش ہو کر بولی۔ "بے شک! یہ کارنامہ تم ہی انجام دے سکتی ہو۔ میری طرف سے فرہاد صاحب کا شکریہ ادا کر دینا۔"

سونیا نے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں نے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا تعاون حاصل نہیں کیا۔"

اس نے نادیہ کو دس کروڑ کے کاغذات گروی رکھوانے والی بات تفصیل سے بتائی پھر کہا۔ "میں ابھی آتے وقت کیسینو کے ملازموں کو انعام دینے کا وعدہ کر آئی ہوں۔ تم انھیں انعام ضرور دینا۔ اب جا سکتی ہو۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے ریسیور اٹھا کر انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کیا۔ افسر نے کہا۔ "رالبن رائے مغربی جرمنی سے آیا ہے۔ سفارت خانے میں اس کے کاغذات کی نقل دیکھی گئی ہے۔ ان کاغذات کے مطابق بھی اس کا نام رالبن رائے ہے اور وہ پیدائشی طور پر مغربی جرمنی کا باشندہ ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "لیکن وہ اپنے چہرے، لہجے اور طور طریقوں سے امریکی معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس کی ٹیلی پیتھی کا علم ثابت کرتا ہے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار ہے اور وہ مشین صرف امریکا میں ہے۔"

افسر نے چونک کر پوچھا۔ "کیا واقعی وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"جی ہاں۔ اپنے سراغرسانوں کو تاکید کر دیں۔ میں اس کی دن رات کی مصروفیات معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پیرس میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔"

"مادام! آپ نے ٹیلی پیتھی کے حوالے سے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ اب اس پر دن رات کڑی نظر رکھی جائے گی..."

وہ بولی۔ "جب تک آپ بہت مجبور نہ ہوں، اس وقت تک اسے نہ چھیڑیں۔ اگر وہ ملک سے باہر جانے لگے تو اسی طیارے میں میرے لیے بھی ایک سیٹ ضرور حاصل کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر نادیہ کا میک اپ اتارا۔ لباس تبدیل کیا پھر سونے کے لیے بستر پر آگئی۔ ایسے ہی وقت اس نے پھر پرائی سوچ کی لہر محسوس کی لیکن کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ چپ چاپ آنکھیں بند کر کے دماغ کو ہدایات دینے لگی کہ وہ صبح چھ بجے تک گہری نیند سوتی رہے۔ اگر اس چار دیواری میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے۔ ایک منٹ کے اندر اس کی آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف رالبن رائے حیران تھا کیونکہ سونیا کے دماغ میں نیند کا سناٹا تھا۔ اگرچہ نیند کی حالت میں بھی سوچ جاری رہتی ہے جو خواب کی صورت میں نظر آتی ہے لیکن جس دماغ میں وہ پہنچا ہوا تھا وہاں نہ سوچ تھی، نہ خواب تھے۔ وہ اپنی سوچ میں بولا۔ "اٹھو۔ آنکھیں کھولو اور اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

رالبن رائے نے دماغ کے سناٹے میں اپنی ہی سوچ کی لہروں کو سنا۔ اگر سونیا سن کر بھی انجان بننا چاہتی تو خیال خوانی کرنے والا اس کی چالاکی کو سمجھ لیتا۔ وہاں تو ایسا لگ رہا تھا جیسے سونیا اور رالبن رائے کے درمیان نیند کا پردہ حائل ہو گیا ہے اور رالبن کی سوچ اس پردے کے پار نہیں پہنچ رہی ہے۔

اس نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا نیا

علم حاصل کیا تھا۔ ابھی اس نے انسانی دماغوں کو مختلف حالات میں سمجھنا اور ان سے کھیلنا نہیں سیکھا تھا۔ اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ سونیا جیسے دماغ بھی ہوتے ہیں جہاں سوچ کی لہریں پہنچتی تو ہیں لیکن وہاں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اگر جبراً معلومات حاصل کرو تو غلط معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً سونیا کے پاس اکا دُگی اور تگی کے پتّے تھے اور اسے دوبار غلط معلومات حاصل ہوئیں کہ مقابلے پر کھیلنے والی کے پاس نہلا، دہلا اور غلام ہیں۔

وہ آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا، اس کے لیے لازمی تھا کہ اس کا دماغ گرفت میں آئے اور وہ گرفت میں نہیں آرہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہوا کو مٹھی میں پکڑنا چاہتا ہو۔ وہ دماغ کے سمندر میں غوطے لگا سکتا تھا لیکن اس کے پانی کو اپنے بازوؤں میں نہیں جکڑ سکتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے چیخ چیخ کر کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں کہ میری سوچ کی لہروں کو سنو اور آنکھیں کھول دو، فوراً اُٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔"

ذرا سی دیر میں احساس ہوا، وہ رات کی تاریکی میں کسی اندھیری، ویران گلی میں کھڑا کُتّے کی طرح بھونک رہا ہے اور صبح تک اسی طرح بھونکتا رہے گا۔ وہ تھک ہار کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا کے دماغ نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتا ہوا سوچتا رہا۔ پھر اس نے موجودہ سُپر ماسٹر کے دماغ پر دستک دی اور اپنے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ "ہیلو ماسٹر! دی کریزی مین از نو مور کریزی۔" (سر پھرا آدمی اب سر پھرا نہیں رہا۔)

رابن رائے کا اصل نام کچھ اور تھا۔ بچپن میں سب اسے کریزی کِڈ کہتے تھے۔ یعنی 'سر پھرا بچہ'، کیونکہ وہ پڑھنے کے بعد فارغ اوقات میں کبھی لکڑی کے تختے سے گھر بناتا تھا۔ کبھی گتّے کی موٹر یا ریل گاڑی بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسکول میں سائنس کا جو سبق پڑھایا جاتا، اس کا عملی تجربہ، سائنسی تجربہ گھر میں کیا کرتا تھا۔ اسی لیے سب اسے خبطی یا سر پھرا کہتے تھے۔

جب وہ اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہو کر سیاست میں حصّہ لینے لگا تو کریزی مین کہلانے لگا۔ وہ خود کو بہت چالاک اور مکّار سیاست دان ثابت کر چکا تھا۔ اس کے باوجود اسے سُپر ماسٹر کا عہدہ نہیں دیا گیا کیونکہ اسے جُوا کھیلنے کا نشہ تھا وہ ہر رات دو چار گھنٹے کسی کیسینو میں ضرور گزارتا تھا۔ جب ہارتا تو شراب پی کر غم غلط کرتا تھا اور جیتنے کی خوشی میں شراب کے ساتھ شباب کی رنگینیوں میں کھو جاتا تھا۔ ایسا شخص حکومت کے رازوں کو اپنے سینے میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا — تاہم اس کی اعلیٰ سیاسی خدمات کے صلے میں اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا اور اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ ملک سے دور رہ کر ملک کی خدمت کرتا رہے۔

ٹیلی پیتھی جاننے والے نئے سُپر ماسٹر کا نام وی وان ایڈگر تھا۔ اب تک مشین کے ذریعے جتنے افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا ان میں سے پہلا سُپر ماسٹر میرے ہاتھوں... مارا گیا تھا۔ دوسرا جیری جیکب، پارس دوم کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ تیسرے خیال خوانی کرنے والے لارنس ڈیکوزا نے پارس دوم کو پھانس کر موجودہ سُپر ماسٹر کی قید میں پہنچا دیا تھا۔ چوتھا خیال خوانی کرنے والا سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر تھا۔ پانچویں کو کریزی مین کہتے تھے۔ چھٹا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈینی دانیال، پارس اوّل کی دوستی اور اعتماد حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔ ساتواں شیطان کہیں روپوش تھا کسی دن وہ بھی ظاہر ہونے والا تھا۔

ان سات شیطانوں میں ڈینی دانیال غدّاری کر رہا تھا۔ اسے سُپر ماسٹر کی ماتحتی منظور نہیں تھی۔ وہ اقتدار چاہتا تھا وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اسے کبھی سُپر ماسٹر کا عہدہ نہیں ملے گا۔ وہ یہودی تھا۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ تھا کہ اسرائیل میں رُوپوش رہے۔ اپنے ہم خیال یہودی سیاست والوں اور فوجی افسروں کی ایک ٹیم بنائے پھر موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ کر اپنی مرضی کے حکمرانوں کو لائے اور ان کی پُشت پر رہ کر منظرِ عام پر آئے بغیر وہاں حکومت کرتا رہے اس مقصد کے لیے خود کو بہت زیادہ مستحکم بنانے کے لیے اور سُپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم سے محفوظ رہنے کے لیے وہ فرہاد علی تیمور کی ٹیم میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

ڈینی دانیال کی رُوپوشی نے موجودہ سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ دُنیا کے کس حصّے میں چھُپا ہوا ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟ یہ معلوم کرنا ضروری تھا۔ سُپر ماسٹر وی وان کا اندازہ تھا کہ وہ بہ حیثیت یہودی اسرائیل میں کہیں ہے یا پھر پیرس میں ہوگا تاکہ سُپر ماسٹر کے خلاف فرہاد علی تیمور سے دوستی کرے اور اپنی سلامتی کو یقینی بنا لے۔

کریزی مین عرف رابن رائے کو اسی لیے پیرس بھیجا گیا تھا۔ سُپر ماسٹر نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ فرہاد، رسونتی اور آرمر کی خیال خوانی سے ٹکرائے بغیر ڈینی دانیال کو تلاش کرے جب وہاں ناکامی ہو تو پھر اسرائیل چلا جائے۔ کریزی مین پچھلے ایک ہفتے سے پیرس میں تھا۔ اس نے کتنے ہی پولیس

اور فوج کے افسران کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی۔ آخر ایک اعلیٰ افسر کے دماغ سے معلوم ہوا کہ ڈان مورس نامی بچگانہ ذہن رکھنے والا ایک بزدل جوان اس کی تحویل میں ہے۔ اس بزدل جوان کی جگہ پارس اوّل ڈان مورس بن کر استنبول گیا ہے۔

کریزی مین نے سُپر ماسٹر کو یہ اطلاع دی اور کہا۔ "یہ معلوم کیا جائے کہ استنبول میں مورس فیملی کہاں رہتی ہے۔ اس فیملی میں کتنے افراد ہیں اور بہروپیا ڈان مورس اس خاندان میں پہنچ چکا ہے یا نہیں؟"

سُپر ماسٹر نے اپنے وسیع ذرائع استعمال کیے پھر شام تک کریزی مین کو بتایا۔ "استنبول میں جو مورس فیملی ہے اس میں چار افراد ہیں۔ ٹام مورس، سام مورس، ٹام کی بیوی تھیلما اور ان کی بیٹی سمارا تھا۔ پانچواں جوان ڈان مورس ایک دن کے لیے کہیں گھر سے بھاگ گیا پھر واپس آگیا۔ اب وہ پانچوں استنبول میں نہیں ہیں۔ کچھ عرصے کے لیے تل ابیب گئے ہوئے ہیں...!"

ان معلومات کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ پارس، ڈان مورس کے روپ میں مورس فیملی کے ساتھ تل ابیب پہنچ گیا ہے۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "میں تل ابیب میں مورس فیملی پر نظر رکھوں گا۔ تم یہاں مزید دو چار روز ڈینی دانیال کو تلاش کرو۔ وہ مل جائے تو اچھی بات ہے، ورنہ اصلی ڈان مورس کو اغوا کر کے تل ابیب لے جاؤ۔"

کریزی مین نے اس اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میرا ایک کام اتنی رازداری سے کرو کہ تمہارے کسی ساتھی افسر کو بھی اس کا علم نہ ہو۔"

افسر نے کہا۔ "فرہاد صاحب! ہم آپ کے تابعدار ہیں! حکم دیجیے۔"

کریزی مین نے کہا۔ "میں کسی وقت بھی ڈان مورس کو تل ابیب بھیج سکتا ہوں۔ میرا بیٹا ڈان مورس بن کر جس مقصد کے لیے گیا تھا وہ پورا ہو رہا ہے۔ ایک آدھ روز میں اصلی ڈان مورس وہاں جائے گا۔ ہمارا پارس یہاں آئے گا۔ تم بڑی رازداری سے ڈان مورس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کراؤ۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

کریزی مین جب سے پیرس آیا تھا، کسی قمار خانے میں جانے کے لیے ترس رہا تھا۔ سُپر ماسٹر نے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی کیسینو میں جا کر جُوا نہ کھیلے۔ اگر وہ کھیلے گا اور دوسروں کے پتّے معلوم کر کے ان کے دماغوں میں جائے گا تو کوئی حساس دماغ والا اس پر شبہ کرنے لگے گا۔

وہ اپنی خواہش کو مارتا جا رہا تھا۔ شام ہوتے ہی پینا شروع کر دیتا تھا تاکہ نشے میں جُوا کھیلنے کی خواہش کمزور پڑ جائے۔ ایک رات وہ کلب میں گیا۔ خیال تھا کسی حسین عورت کے ساتھ بیٹھ کر پیے گا۔ کلب کے ایک حصّے میں تاش کی بازی ہو رہی تھی۔ وہ دیکھنے بیٹھ گیا۔ اپنی عادت سے مجبور ہو کر تمام کھیلنے والوں کے دماغوں کو پڑھنے لگا کہ کس کے پاس کون سے پتّے ہیں۔

رابن جس کھلاڑی کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ مایوس ہو کر میدان چھوڑنا چاہتا تھا۔ کریزی مین نے آہستگی سے کہا۔ "جیت تمہاری ہوگی۔ میدان ہرگز نہ چھوڑنا۔"

کھلاڑی نے کہا۔ "میرے پاس مزید رقم نہیں ہے۔"

کریزی مین نے اپنی جیب سے پانچ ہزار ڈالر نکال کر دیے کھیل جاری رہا۔ آخر کار وہ کھلاڑی پچیس ہزار ڈالر جیت گیا۔ جیتنے والا کریزی مین کی تعریفیں کرتے ہوئے بولا۔ "تم تو استاد معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں کیسینو ڈی بلان کا یا کیسینو نادیہ میں جا کر کھیلنا چاہیے۔" اس کھلاڑی نے پیرس کے کیسینو کا ایسا نقشہ کھینچا کہ کریزی مین کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ وہ دوسرے دن کیسینو ڈی بلان گیا اور صبح تک نوّے لاکھ ڈالر جیت کر لے آیا۔ شراب، شباب اور تاش کے پتّے زندگی بھر پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اگر آدمی جیت لے تو وہ جیت اسے اور زیادہ کھیلنے پر اکساتی ہے۔ اگر ہار جائے تو اگلی بازی جیت لینے کی خوش فہمی میں وہ کھیلتا چلا جاتا ہے۔

نادیہ کے قمار خانے میں بُری طرح ہارنے کے بعد وہ دوسری رات بھی آ کر کھیلنے والا تھا لیکن وہ سونیا کے دماغ میں پہنچ کر حیران اور پریشان ہو گیا تھا۔ اسے خطرہ محسوس ہو رہا تھا اور وہ یہ بھی سوچ رہا تھا، شاید خطرہ نہ ہو۔ بعض انسانوں کے دماغ ایسے ہوتے ہوں جہاں خیال خوانی کرنے والا پہنچ کر کچھ حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہو۔ یہی سوچ کر اس نے سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر سے رابطہ قائم کیا، اسے بتایا، "نادیہ نامی ایک عورت کا دماغ کچھ غیر معمولی ہے۔ میں اسے اپنی معمولہ بنانے میں ناکام رہا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے پوچھا۔ "کیا وہ سانس روک لیتی ہے؟"

"نہیں، اس کے دماغ میں جگہ ملتی ہے مگر میری سوچ کی لہریں اسے متاثر نہیں کرتیں۔ اس کے چور خیالات بھی سنائی نہیں دیتے۔"

"تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔ میں تمہارے دماغ میں آرہا

ہوں۔ تم اس عورت کے دماغ میں چلو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، یہ معاملہ کیا ہے۔"

سپر ماسٹر، کریزی مین کے ذریعے سونیا کے خوابیدہ دماغ میں پہنچ گیا، اسے بھی وہاں گہرا سناٹا محسوس ہوا۔ سپر ماسٹر کو صرف اپنی ہی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا "نادیرا اُٹھو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم کون ہو، ایسا کون سا عمل جانتی ہو کہ پرائی سوچ کی لہریں تم پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔"

وہ سائنسی ترقی کے دور میں سانس لینے والے 'روحانیت' کے قائل نہیں تھے۔ وہ کبھی یقین نہیں کر سکتے تھے کہ اس عورت کو بابا فرید واسطی مرحوم، جناب شیخ الفارس غلام البرق اور استنبول کے ایک بزرگ کی دُعاؤں نے روحانیت کے کمال تک پہنچایا ہے۔ سپر ماسٹر نے حیران ہو کر کریزی مین سے کہا "میں نے ایسے دماغ کے متعلق نہ کبھی پڑھا، نہ کبھی سُنا۔ میں دُنیا کے نامور ڈاکٹروں اور ماہرینِ نفسیات سے ایسے دماغ کے متعلق سوالات کروں گا۔ ان سے کوئی معقول بات معلوم ہو سکتی ہے۔ بائی دی وے، تم اس عورت تک کیسے پہنچ گئے؟"

اس نے کیسینو والی بات چھپالی۔ اپنے سپر ماسٹر سے کہا "میں نے اسے ایفل ٹاور کے پاس دیکھا تھا۔ یہ بہت حسین ہے۔ اپنی ایک سہیلی سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد رکھا پھر ہوٹل کے کمرے میں آکر اس کے دماغ میں پہنچنے اور متاثر کرنے کی کوشش کی نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "اب پیرس میں وقت ضائع نہ کرو۔ اصلی ڈان مورس کو لے کر تل ابیب جاؤ۔"

کریزی مین نے پوچھا "کیا تم نے خیال خوانی کے ذریعے مورس فیملی میں جگہ بنائی ہے؟"

"مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ میں یہاں پارس ووم کے پیچھے تھا۔ کسی طرح فرہاد کی ایک بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں لارنس ڈی کوزا نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس نے پارس ووم کو میرے پاس پہنچا دیا ہے۔"

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"اس سے بھی بڑی خوشی تب ہو گی جب پارس اوّل ہمارے ہاتھ آئے گا۔ اسی لیے کہتا ہوں، پیرس میں وقت ضائع نہ کرو۔ ڈان مورس کو لے کر تل ابیب پہنچو۔ اگر پارس وہاں ابھی تک ڈان مورس کے روپ میں ہو گا تو ہمارے ہاتھ لگ جائے گا۔"

کریزی مین نے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا۔ "کیا ڈان مورس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار ہو گئے؟"

"جی ہاں، فرہاد صاحب! سب کچھ تیار ہے لیکن وہ اپنی نرس روما کے بغیر کہیں نہیں جائے گا۔ میں نے احتیاطاً روما کے کاغذات بھی تیار رکھے ہیں۔"

"تم نے دانشمندی سے کام لیا ہے۔ ان دونوں کو کل صبح دس بجے والے طیارے سے تل ابیب روانہ کر دو۔"

"کیا وہ دونوں تنہا جائیں گے؟"

"ہاں، میرا ایک آدمی اس طیارے میں ان کی نگرانی کرتا رہے گا۔"

دوسری طرف سونیا اپنے کاٹیج میں آرام سے سو رہی تھی۔ اس نے اپنے دماغ کو چھ بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی تھی لیکن ایک گھنٹا پہلے ہی فون کی گھنٹی نے اسے جگا دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کی آواز سنائی دی "مادام! وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا رابن رائے (کریزی بوائے) کل صبح دس بجے کی فلائٹ سے تل ابیب جا رہا ہے۔"

"میرے لیے رومیلا کی حیثیت سے اسی طیارے میں سیٹ ریزرو کرا دیں۔ اگر واقعی وہ کل جا رہا ہے تو اس کی آپ نگرانی نہ کرائی جائے۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے کسی قسم کا شبہ ہو۔"

"یس مادام! صبح آٹھ بجے سے پہلے آپ کے پاس ٹکٹ اور پاسپورٹ پہنچ جائے گا۔"

سونیا نے ریسیور رکھا..... اُٹھ کر باتھ روم میں گئی پھر واپس آکر الماری سے جوگنگ کا لباس نکالا۔ اسے پہن کر پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی' فون کی گھنٹی نے اسے روک دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

ڈان مورس کی نگرانی کرنے والے افسر نے کہا "مادام! فرہاد صاحب کے حکم کے مطابق میں ڈان مورس اور روما کو کل صبح دس بجے والی فلائٹ سے تل ابیب بھیج رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب نے تم سے کب رابطہ قائم کیا تھا؟"

"یوں تو انھوں نے دو دن پہلے ہی مجھے حکم دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ ڈان مورس کی روانگی کو راز میں رکھا جائے۔ میں اپنے کسی ساتھی افسر سے بھی ذکر نہ کروں لیکن آپ سے فرہاد صاحب کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ یہی سوچ کر ڈان کو روانہ کرنے سے پہلے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ فرہاد صاحب کا حکم ہے تو انھیں جانے دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہیں قالین پر پلتھی مار کر بیٹھ

گئی۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے پھر آنکھیں بند کر کے مراقبے میں پہنچ گئی۔ تقریباً بیس منٹ تک وہ بالکل بے حس و حرکت اسی طرح بیٹھی رہی جیسے پتھر کی مورت بن گئی ہو۔ پتا نہیں' وہ مراقبے کے دوران کون سے جہان میں پہنچی ہوئی تھی۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یہی سمجھتا کہ اس کی جان نکل گئی ہے۔ خالی جسم پلتھی مارے بیٹھا ہے اور اس کی روح نکل کر کہیں سفر کر رہی ہے۔ دوستوں اور دشمنوں کی دُنیا میں پہنچ رہی ہے اور ان کا حال اور چال معلوم کر کے واپس آ رہی ہے۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی، رُعب اور دبدبہ تھا۔ وہ قالین پر سے اٹھ گئی۔ باہر جا کر جوگنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ الماری سے دوسرا لباس نکال کر پہنا پھر کاٹیج کے باہر آکر دروازے کو لاک کیا۔ اس کے بعد اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کی منزل وہ ہوٹل تھا جہاں کریزی مین رہائش پزیر تھا۔

وہ آرام سے اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ کال بیل کی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے رسٹ واچ دیکھی۔ چھ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ وہ بستر سے اُٹھ کر دروازے کے پاس آیا پھر ناگواری سے بولا "کون ہے؟"

سونیا نے کہا "مارننگ سر! میں آپ کے لیے بیڈ ٹی لائی ہوں۔"

وہ جانتی تھی کہ وہ آواز سنتے ہی دماغ میں آئے گا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر خود سوچنے لگی۔ 'ہائے میں بیس برس کی جوان دوشیزہ ہوں۔ اس کمرے میں رہنے والا ادھیڑ عمر کا لگتا ہے مگر بہت ہی خوبرو اور اسمارٹ ہے۔'

کریزی مین کی ناگواری، خوش مزاجی میں بدل گئی۔ صبح آنکھ کھلتے ہی ایک جوان دوشیزہ دروازے پر آئی تھی۔ اس نے سونیا کے وہی سرسری خیالات پڑھے۔ اتنا ہی پڑھنے کے بعد وہ صبر نہ کر سکا۔ فوراً ہی دروازے کو ذرا سا کھولا۔ پہلے وہ دیکھنا چاہتا تھا، آنے والی صرف جوان ہے یا حسین بھی ہے۔

سونیا نے ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ دروازہ پوری طرح کھل گیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ قالین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ سونیا نے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ غصّے سے اُٹھتے ہوئے بولا "کون ہو تم؟"

"میں کون ہوں؟ اس کا جواب تمھارے عمل سے ملے گا۔

تم زندگی چاہو گے تو میں زندگی ہوں۔ موت چاہو گے تو موت بھی ہوں۔"

ایسا کہتے وقت وہ اپنے دماغ میں اس کی سوچ کی لہریں محسوس کر رہی تھی۔ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "کبھی تمہارے باپ نے بھی خیال خوانی کی تھی؟ تم قمار خانے سے بار بار میرے دماغ میں آ کر اُلو بنتے رہے ہو۔ کیا تم عقل سے کچھ سمجھ نہیں سکتے؟"

وہ حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا "کیا تم نادیہ ہو؟ کیا ابھی اس دوسرے روپ میں آئی ہو؟ تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں، کسی حیل و حجت کے بغیر اپنی پوری ہسٹری بیان کرو اور یہاں سے تل ابیب جانے کا مقصد بتاؤ۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا، میں تل ابیب جا رہا ہوں؟"

"مجھ سے سوال نہ کرو، میرے سوال کا جواب دو۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں کمزور ہوں اور تمہارے کسی دباؤ میں آگیا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کے مُنہ پر ایک زبردست اُلٹا ہاتھ پڑا۔ آنکھوں کے سامنے کتنے ہی قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ دوسرا گھونسا ناک پر پڑا۔ وہ چند ساعتوں کے لیے سانس لینا بھول گیا۔ جب اس نے سانس لی تو ناک کے نتھنوں سے گرمی بہتی ہوئی محسوس ہوئی ہاتھ لگا کر دیکھا تو ناک سے اور باچھوں سے لہو رِس رہا تھا۔ وہ ایک عورت کے ہاتھوں سے چپ چاپ مار نہیں کھا سکتا تھا۔ اس نے جوابی حملہ کرنے کی حماقت کی۔ نتیجہ اور بُرا نکلا۔ اس کے مُنہ پر اور پیٹ پر لاتیں پڑیں۔ کراٹے کے ہاتھ جہاں پڑتے تھے وہاں کی ہڈیاں جیسے چٹخنے لگی تھیں۔ اس کے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ چیخنا شروع کر دے تاکہ ہوٹل والے مدد کو پہنچ جائیں۔

اس کے حلق سے غرغر کی آوازیں نکلنے لگیں جیسے مُنہ میں پانی لے کر غرارے کر رہا ہو۔ اس کے مُنہ میں لہو حلق تک بھر گیا تھا۔ سونیا نے کہا "اس سے پہلے کہ مار کھاتے کھاتے بولنے کے قابل نہ رہو، بولنا شروع کر دو۔"

کریزی مین نے سر جھکا کر تھوکا۔ ڈھیر سارا خون قالین پر آگیا۔ وہ ہانپتے اور کانپتے ہوئے بولا "تت... تم پچھتاؤ گی۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونیا نے اس کی گردن پر کراٹے کا زبردست ہاتھ رسید کیا۔ وہ قالین پر اوندھا ہو گیا۔ سونیا نے ٹھوکر ماری، وہ سیدھا ہو گیا۔ سونیا نے اس کے سینے پہ پاؤں رکھ کر کہا "یہی پاؤں تمہارے حلق پر رکھوں گی تو سانس رُک جائے گی۔ بولو، سانس روک دوں یا بولتے ہو؟ تمہارا کوئی ساتھی میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

وہ سمجھ گیا تھا کہ مار کھاتے کھاتے مر جائے گا لیکن سُپر ماسٹر کو مدد کے لیے نہیں بلا سکے گا کیونکہ سونیا کے حملوں نے اس کے دماغ کو قدرے کمزور کر دیا تھا۔ اس نے ایک دو بار خیال خوانی کی کوشش کی لیکن سوچ کی لہریں سُپر ماسٹر تک نہیں پہنچ سکیں۔

وہ گڑگڑا کر بولا "م... میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ مجھے اُٹھنے تو دو۔"

"اسی طرح زمین پر پڑے رہو اور سمجھتے رہو، جتنی اونچی خیال خوانی کی پرواز کرتے ہو، اتنی ہی پستی میں پڑے ہوئے ہو۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگا "ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی ڈینی دانیال، سُپر ماسٹر سے غداری کر رہا ہے۔ میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔"

"تل ابیب کیوں جا رہے ہو؟"

"دانیال یہودی ہے۔ وہ وہیں مل سکتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ اور کون جا رہا ہے؟"

"میں اکیلا ہوں۔"

"سوچ سمجھ کر جواب دو۔ ہر غلط جواب پر لات جوتے پڑیں گے۔ تم نے یہاں کتنے ملٹری اور سول افسروں کے دماغوں میں جگہ بنائی ہے؟"

"جو بھی سامنے آگیا جس کی بھی آواز سُن لی، اس کے دماغ کو پڑھ لیا۔"

"اتنے اہم افسروں کے دماغوں کو پڑھنے کے بعد بھی خالی ہاتھ جا رہے ہو۔ کیا کسی افسر کے دماغ نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ تل ابیب کی ایک فیملی سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان یہاں موجود ہے اور تمہارے سُپر ماسٹر کے بہت کام آسکتا ہے؟"

"نن... نہیں، میں کچھ نہیں جانتا۔"

سونیا نے پھر اس کی پٹائی کی۔ وہ نڈھال سا ہو کر بولا "ڈا... ڈا... ڈان مورس۔ سُپر ماسٹر نے حکم دیا ہے، میں ڈان کو وہاں لے جا کر پارس کو ٹریپ کروں۔"

وہ دور ہٹ کر بولی "پہلے ہی سیدھی طرح بول دیتے تو اتنی مار نہ کھاتے۔ اُٹھو اور جا کر آئینہ دیکھو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اُٹھنے لگا۔ اس کے بدن کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا۔ وہ فرش پر سے اُٹھ کر لڑکھڑاتے قدموں سے آئینے کے پاس آیا۔ پہلی نظر میں خود کو پہچان نہ سکا۔ اس کے چہرے کی جلد جا بجا پھٹ گئی تھی۔ تمام چہرہ لہو سے بھیگا ہوا تھا۔ آنکھیں سوج گئی تھیں، پوری طرح نہیں کھل پا رہی تھیں۔ ہونٹ پھول کر موٹے ہو گئے تھے۔ مُنہ ذرا ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نہتی عورت اس طرح حُلیہ بگاڑ کر رکھ دے گی۔

وہ ریسیور کان سے لگائے کسی سے کہہ رہی تھی "میرا ایک شکار بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔ اس کی مرہم پٹی کے لیے ایک ڈاکٹر کو بھیج دو۔ ڈاکٹر سے کہنا، اعصاب کمزور کرنے والا انجکشن لے آئے۔"

کریزی مین چونک کر پلٹ گیا۔ سونیا کسی کو ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا رہی تھی۔ وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "میں تمہارا تابع دار ہوں۔ میں نے تمام باتیں سچ بتا دی ہیں پھر یہ اعصاب کمزور کرنے والا انجکشن کیوں منگوا رہی ہو؟ تمہیں خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"اگر میں چھوڑ دوں تو زندہ اور تندرست رہ کر کیا کرو گے؟"

وہ قدموں پر گر کر بولا "تم جو کہو گی، وہ کروں گا۔"

"تم تو وہ بھی کرو گے، جو سُپر ماسٹر کہے گا۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، صرف تمہارے حکم کی تعمیل کیا کروں گا۔"

"سُپر ماسٹر کا نام کیا ہے؟"

"وی وان ایڈگر۔"

وہ بولی "پہلا خیال خوانی کرنے والا سُپر ماسٹر حرام موت مر گیا۔ دوسرے کو پارس نے ختم کر دیا تیسرے تم ہو، چوتھا ڈینی دانیال ہے۔ پانچواں لارنس ڈیکوزا، چھٹا موجودہ سُپر ماسٹر وی وان ایڈگر ہے۔ ساتواں کون ہے؟"

وہ بولا "میں جھوٹ نہیں کہوں گا۔ اب تمہیں دھوکا دینے کی جرأت نہیں کروں گا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک دوسرے کے متعلق برائے نام معلومات رکھتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد سب ہی پُراسرار بن گئے ہیں۔ سب نے اپنی رہائش گاہیں بدل دی ہیں۔ خود کو رُوپوش رکھنے کے لیے نام بھی تبدیل کیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہم سب کے لیے معمّا ہے۔ ہم نے آج تک نہ اس کی صورت دیکھی ہے، نہ اس کا نام سنا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟"

"میں اتنی مار کھا چکا ہوں کہ بمشکل ایک اور ہاتھ پڑے گا تو مر جاؤں گا۔ میں ایسی حالت میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

"تمہارے سات ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی جب تمہارے دماغ میں آکر زلزلے پیدا کریں گے تب تمہاری کیا حالت ہوگی؟"

"میرا دماغ حساس ہے۔ میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس کر کے سانس روک لیتا ہوں لیکن شراب نوشی کے باعث زیادہ دیر دشمنوں کو دور نہیں رکھ سکوں گا۔ اگر تم میرے اعصاب کو کمزور نہ بناؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں، شراب چھوڑ دوں گا۔ پھر میرے دماغ میں کوئی زلزلے پیدا نہیں کر سکے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں آزماؤں گی۔ شراب چھوڑ دو گے اور میری ہدایات پر عمل کرتے رہو گے تو تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے بھی تمہیں بچاؤں گی۔"

"مجھے یقین ہے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تم زبردست ہو، پلیز، مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں میک اَپ میں ہوں۔ میرا اصلی چہرہ کچھ اور ہے۔ کیا اتنا کہنا کافی ہوگا کہ مجھے سونیا کہتے ہیں۔"

وہ اس کے قدموں کے پاس گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا سونیا کا نام سُنتے ہی دھپ سے قالین پر گر پڑا۔ چاروں شانے چت ہو کر چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا پھر بولا "خُدا کی قسم! ایسی زبردست پٹائی سونیا ہی کر سکتی ہے۔ تم بے شک سونیا ہی ہو۔ میری وفاداری اور پکی ہو گئی۔ میں نے تمہارا اور فرہاد صاحب کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ تم دونوں اپنے وفاداروں کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہو۔ مجھے اب کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں سُپر ماسٹر کی کُھل کر مخالفت کروں گا۔"

"میں تمہیں یہ مشورہ نہیں دوں گی۔ تم فی الحال وہی کرو گے جو سُپر ماسٹر کہہ رہا ہے۔ تم کام اُس کا کرو گے لیکن فائدہ ہمیں پہنچاؤ گے۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر مرہم پٹی کے لیے آیا تھا۔ اس کا تعلق پولیس اسپتال سے تھا۔ وہ سونیا کو جانتا تھا۔ اگرچہ وہ میک اَپ میں تھی تاہم اس کے افسر نے بتایا تھا کہ سونیا نے اسے ہوٹل میں بلایا ہے۔ پھر اس زخمی کو دیکھ کر تصدیق ہو گئی کہ مادام نے اس کا حلیہ بگاڑا ہے۔ اس نے زخموں کو صاف کیا مرہم رکھا۔ کھانے پینے کے لیے دوائیں دیں پھر چلا گیا۔

دن کے دس بجے وہ طیارے میں تھے۔ سونیا اور کریزی مین ایک دوسرے کے ساتھ والی سیٹ پر تھے۔ اسی قطار میں درمیانی راہداری کے دوسری طرف رُوما اور ڈان

تھے۔ کریزی مین نے ڈان مورس سے طیارے میں ملاقات کی تھی۔ اسے یقین دلایا تھا کہ وہ فرہاد علی تیمور کا آدمی ہے اور تل ابیب پہنچ کر اس کے نانا سے اسے ملائے گا۔

سونیا نے سفر کے دوران کہا "تم وہاں پہنچ کر روما اور ڈان کے ساتھ ہوٹل میں قیام کرو گے پھر مورس فیملی کے کسی اہم فرد کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو گے کہ وہاں پارس ڈان کی حیثیت میں کیا کر رہا ہے؟"

"جب ہم اصلی ڈان مورس کو اس فیملی میں پہنچائیں گے تو پارس کی پوزیشن کیا ہو گی؟"

"میں اس سے پہلے ہی اسے وہاں سے نکل جانے کا موقع دوں گی۔"

کریزی مین نے سونیا کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر سانس لیتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا "ہیلو کون ہے؟"

سپر ماسٹر نے کوڈ ورڈز ادا کیے "دی کریزی مین از نومور کریزی۔ تم نے میرے آتے ہی سانس کیوں روک لی تھی؟"

وہ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ سونیا پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اسے چپ کرانے کے لیے سانس روکی تھی۔ اس نے بات بناتے ہوئے کہا "میں اب محتاط رہنے لگا ہوں، کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ میں آ سکتا ہے۔"

"اس میں محتاط رہنے کی کیا بات ہے۔ ہم تو کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد ایک دوسرے کے دماغ میں آتے ہیں۔"

"بعض اوقات کوڈ ورڈز بھی دشمن کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے اطمینان کے لیے آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ جواب دیجیے۔ میں کہاں جا رہا ہوں اور کس کے ساتھ جا رہا ہوں؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تم بہت زیادہ محتاط رہنے لگے ہو۔ تم ڈان مورس کو لے کر تل ابیب جا رہے ہو۔ اب بتاؤ کیا تم کسی اندیشے میں مبتلا ہو؟"

"ماسٹر دی دان ایڈگر! میں صرف ڈینی دانیال کی تلاش میں آیا تھا۔ اب فرہاد کے بیٹے پارس کے معاملات میں مداخلت کرنے اور اسے ٹریپ کرنے جا رہا ہوں۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پارس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ دل میں سو طرح کے اندیشے جنم لیتے ہیں اور یہ اچھی بات ہے، اس طرح میں بہت زیادہ محتاط رہنے لگا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "وہاں پہنچ کر جلد بازی سے کام نہ لینا۔ تم ڈان کے ساتھ کسی ہوٹل میں قیام کرو گے۔ ڈان کو کمرے سے نکلنے نہیں دو گے، یہ اچھی طرح اندازہ کرو گے کہ کس طرح پارس کو کسی رکاوٹ کے بغیر وہاں سے میرے پاس پہنچایا جا سکتا ہے۔"

"میں خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بناؤں گا۔"

"یاد رکھو کریزی مین! تمہارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی لارنس ڈی کوزا نے پارس دوم کو قیدی بنا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تمہیں بھی ایسا ہی کارنامہ انجام دینا چاہیے۔ اگر تم اپنی دونوں بری عادتوں کو چھوڑ دو گے تو آئندہ سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کر سکو گے۔ تم لارنس ڈی کوزا سے سینئر ہو۔ پہلے تمہیں یہ عہدہ مل سکتا ہے۔"

"میں کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ میں نے شراب چھوڑ دی ہے۔ کوشش کروں گا کہ تاش کے پتوں کو بھی ہاتھ نہ لگاؤں۔"

"مجھے اس روز خوشی ہو گی جب تم مستقل مزاجی سے ہر بری عادت پر قابو پا لو گے اور ایک دن میری جگہ یہ عہدہ سنبھالو گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایسا کہہ رہے ہو۔ ورنہ سبھی کہتے ہیں کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سالوں پراسرار شخص سپر ماسٹر رہے گا۔"

"یہ غلط ہے۔ چونکہ وہ روپوش رہ کر بڑے پراسرار انداز میں ہمارا ایک اہم کام کر رہا ہے اس لیے اس کے متعلق قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں۔ اگر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گا تو تم لوگوں کی قیاس آرائی درست ہو گی، ورنہ میرا یہ عہدہ تمہارے ہی لیے ہے۔ تم فقط دو باتیں ذہن میں رکھو۔ بری عادتوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لو اور پارس اول کو میرے پاس پہنچانے کا کارنامہ انجام دو۔ وِش یو آل۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ کریزی مین اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سپر ماسٹر کی اونچی کرسی تھی۔ سپر ماسٹر کا عہدہ اس ملک کے صدر سے بھی زیادہ اہم ہوتا تھا۔ اس عہدے پر رہنے والا درپردہ دنیا کے سب سے بڑے ملک پر حکومت کرتا تھا۔ وہ منظر عام پر نہیں آتا تھا، پھر بھی اس کے نام کا ڈنکا بجتا رہتا تھا۔ وہ عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارتا تھا۔ اس کے برعکس وہ سونیا اور فرہاد کا ساتھ دے کر دانیال کی طرح غدار کہلانے والا تھا اور یہ کوئی دانشمندی نہ ہوتی۔ اپنی قوم اپنی ہی ہوتی ہے۔ سونیا اور فرہاد غیر ہیں غیر ہی رہیں گے۔

کریزی مین کی وفاداری ڈگمگا رہی تھی۔ وہ کشمکش میں تھا سونیا کو دھوکا دینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اچھی طرح سوچنا سمجھنا چاہتا تھا کہ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ کس کا ساتھ دینا اور کس کا ساتھ چھوڑنا چاہیے۔ ابھی سونیا کے منصوبے نے اسے دونوں طرف سے وفادار رہنے کا موقع دیا تھا۔ آئندہ ایسا وقت آنے والا تھا جب اسے کھل کر کسی سے وفاداری اور کسی کی مخالفت کرنا تھی۔ وہ سوچ کر پریشان ہوا جا رہا تھا کہ ایسے وقت پتا نہیں کیسے حالات ہوں گے؟

سونیا اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی "آخر یہ خیال خوانی کے ذریعے کس سے باتیں کر رہا ہے۔ ایسا کون سا الجھا ہوا موضوع ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا ہے؟"

ایئر ہوسٹس ٹرالی پر کھانے کی ٹرے لائی تو وہ چونک گیا۔ اس نے اور سونیا نے اپنے اپنے کھانے کی ٹرے لی۔ وہ کھانا شروع کرتے ہوئے بولا "ابھی سپر ماسٹر سے باتیں ہو رہی تھیں۔"

وہ بولی "تم ایک گھنٹے سے بت بنے بیٹھے تھے۔"

"آں؟" وہ ذرا گھبرایا جیسے سونیا نے اسے دوغلے پن سے سوچتے ہوئے پکڑ لیا ہو پھر وہ سنبھل کر بولا "ہاں بڑی لمبی بحث ہو رہی تھی۔ سپر ماسٹر کہہ رہا تھا کہ تل ابیب میں پارس نظر آئے تو اسے فوراً گولی مار دی جائے۔"

سونیا نے تعجب سے کہا "سپر ماسٹر ایسی احمقانہ باتیں نہیں کر سکتا۔ وہ دونوں پارس کو زندہ و سلامت اپنی قید میں رکھ کر فرہاد کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ کیا سپر ماسٹر نشہ کرتا ہے؟"

"میرا خیال ہے اس نے تھوڑی پی رکھی تھی۔ دوسری بار اس نے بات بدل دی۔ کہنے لگا۔ پارس کو پہلے اغوا کر کے اس کے پاس پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ ناکامی کی صورت میں اسے گولی مار دی جائے۔ میں نے کہا، ناکامی کی صورت میں بھی اسے ہلاک کرنا دانشمندی نہیں ہو گی۔ ہو سکتا ہے ہم کبھی دوسری بار اسے اغوا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"پھر تمہارے سپر ماسٹر نے کیا کہا؟"

"کہنا کیا تھا بس گھنٹے بھر بحث کرتا رہا۔ آخر میری بات مان گیا کہ پارس کو ہر حال میں زندہ رکھا جائے گا۔ جب میں تمہارا اور فرہاد صاحب کا وفادار بن چکا ہوں تو بھلا پارس کو نقصان پہنچتے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"تم بہت اچھی اداکاری کر لیتے ہو۔"

وہ گھبرا کر بولا "کیا تم سمجھتی ہو، میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں، تمہیں دھوکا دے رہا ہوں؟"

"میرے کہنے کا مطلب ہے، تم نے سپر ماسٹر کے سامنے خوب اداکاری کی ہے۔"

اس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

ایئر پورٹ پر رومیلا کا شوہر، سونیا کے استقبال کے لیے آیا تھا۔ سونیا نے کریزی مین کو اپنا پتا اور فون نمبر دے کر کہا "مجھے فون پر فوراً بتانا کہ کس ہوٹل میں اور کس کمرے میں قیام کر رہے ہو؟"

وہ رخصت ہو کر رومیلا کے شوہر کے ساتھ ایک کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ وہاں کے ایک بڑے اسپتال کا ڈاکٹر تھا۔ درحقیقت بابا صاحب کے ادارے سے اس کا تعلق تھا۔ اس کا نام فرینک مارٹن تھا۔ اس نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "مادام! میں نے..."

سونیا اس کی بات کاٹ کر بولی "تم اپنی وائف رومیلا کو کیا کہہ کر مخاطب کرتے ہو؟"

"میں اسے پیار سے رومی کہتا ہوں۔"

"مجھے بھی پیار سے رومی کہو گے تو میں سچ مچ تمہاری بیوی نہیں بن جاؤں گی۔ خبردار! آئندہ مجھے مادام نہ کہنا۔"

"سوری مادام! مجھ سے بھول ہو گئی۔"

"تم پھر بھول رہے ہو۔"

وہ جھینپ کر بولا "میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں، آپ کا بہت زیادہ عقیدت مند ہوں۔ بے اختیار مادام کہہ دیتا ہوں۔ آئندہ محتاط رہوں گا۔"

"تم کچھ کہنا چاہتے تھے۔"

"ہاں، مجھے اتفاق سے مورس فیملی میں جانے کا موقع ملا تھا۔ ارب پتی مل اونر کی نواسی نینسی اور نواسے ڈان مورس کی شادی کی تقریب تھی۔"

سونیا نے چونک کر پوچھا "کیا نینسی اور پارس کی شادی ہو گئی ہے؟"

"جی ہاں، شادی تو ہو گئی لیکن ایک عجیب بات ہو گئی۔ نینسی نے کسی بات پر مسلمانوں کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تو پارس کے دماغ کو شدید جھٹکا پہنچا۔ وہ کچھ دیر تکلیف میں مبتلا رہا پھر اس کی زبان سے فرہاد صاحب کی آواز سنائی دی۔"

سونیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، مجھے سوچنے دو۔"

وہ سوچنے لگی۔ دونوں پارس اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتے تھے پھر فرہاد، پارس

کے دماغ میں آکر کیسے بول سکتا ہے؟

سونیا نے کہا "فرینک! مجھے یقین نہیں آتا کہ فرہاد نے بیٹے کی زبان سے کچھ کہا ہوگا۔ اچھا یہ بتاؤ کیا کہا تھا؟"

"فرہاد صاحب کہہ رہے تھے۔ نینسی نے مسلمانوں کی توہین کی ہے اس لیے میں اس کے دکھا کو ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتا رہوں گا۔ نینسی کے ارب پتی نانا، فرہاد صاحب سے معافی مانگنے لگے تو فرہاد صاحب نے کہا 'معافی اسی صورت میں مل سکتی ہے جب ڈان مورس اسلام قبول کرنے اور اسلامی طریقے سے نینسی کو شریکِ حیات بنالے۔ اس طرح نینسی پھر کبھی مسلمانوں کی برائی نہیں کرے گی۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "میں سارا کھیل سمجھ گئی۔ میرا بیٹا، نینسی کے ساتھ گناہ گار نہیں بننا چاہتا تھا اس لیے خود ہی باپ کی آواز میں یہ ڈراما پلے کر رہا تھا۔ آگے بولو۔"

"آگے پتا نہیں، کیا ہوتا رہا۔ مجھے کل صبح معلوم ہوا کہ وہ اور نینسی بذریعہ کار یروشلم گئے ہیں۔ آج صبح معلوم ہوا، نینسی تنہا اپنے نانا کے پاس یہاں آئی ہے۔ پارس اس کے ساتھ نہیں ہے، پتا نہیں، کہاں رہ گیا ہے۔"

"ان کے ارب پتی نانا کے فون نمبر بتاؤ۔"

وہ بتانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ گئے۔ سونیا نے پیرس میں ہی رُومیلا سے اس کی مصروفیات اور اس کی سہیلیوں کے متعلق تفصیل سے معلوم کر لیا تھا۔ فرینک مارٹن بھی اسے بہت کچھ بتانے لگا۔ فون کی گھنٹی سنتے ہی سونیا نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے کریزی مین اسے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتا رہا تھا۔ سونیا نے ارب پتی مل اونر کے فون نمبر نوٹ کرائے پھر کہا "ابھی رابطہ قائم کرو، جو بھی بات کرے اس کے دماغ سے نینسی کے دماغ تک پہنچو اور معلوم کرو، اس کا ڈان مورس یعنی پارس کہاں ہے؟"

کریزی مین نے ایک نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ اسے ایک ملازم کی آواز سنائی دی۔ اس نے ریسیور رکھ کر ملازم کے دماغ سے معلوم کیا۔ نینسی رات کے پچھلے پہر آئی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں سو رہی تھی۔ اس نے نینسی کے ذاتی نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر اسے نیند بھری آواز سنائی دی "ہیلو کون ہے؟"

کریزی مین ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا، نینسی اور پارس کی ایک طویل داستان ہے۔ اس سلسلے میں سب سے خوشی کی بات یہ تھی کہ ڈینی دانیال کا سراغ مل گیا تھا۔ نینسی کی سوچ نے بتایا' دانیال اکثر اس کے دماغ میں آتا ہے۔ کریزی مین نے جو اہم باتیں معلوم کی تھیں وہ یہ تھیں۔

پارس پہلے ڈان مورس بن کر نینسی کی زندگی میں آیا۔ جب ان کی شادی ہوئی تو اس نے ازدواجی رشتہ قائم نہیں کیا۔ وہ نینسی کی عزت سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا۔

جب پارس نے اپنی حقیقت بتائی کہ وہ مسلمان ہے اور ایک یہودی لڑکی کی عزت کرتا آرہا تھا تو نینسی اس سے اور زیادہ متاثر ہوئی۔ کچھ نئی دلہن کے جذبات کا تقاضا بھی تھا لہٰذا اس نے پارس کی ہدایت کے مطابق اسلام قبول کر لیا تھا۔

لیکن یہ نینسی کا جذباتی عمل تھا۔ وہ دل سے اب بھی یہودی تھی اور وہی بے ایمان دل پارس سے سچی محبت کرتا تھا۔ اب وہ مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتی تھی کیونکہ ایک مسلمان اس کے جسم و جان کا مالک تھا۔ وہ اسلام کا احترام کرتی تھی کیونکہ اسلام اس کے پارس کا مذہب تھا لیکن یہودیت اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اسے اپنے مذہب اور قوم سے ذہنی لگاؤ تھا لہٰذا اس کی محبت اور وفاداری دونوں طرف تھیں۔

یہ سب ہی جانتے تھے کہ پارس کسی قدر زہریلا ہے۔ اس سلسلے میں کریزی مین کو ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ ماریہ، پارس کے پاس پہنچ گئی ہے، وہ نینسی کو اپنے زہر سے مار ڈالنا چاہتی ہے۔ پارس، ماریہ کو واپس جانے کا مشورہ دے رہا تھا۔ فی الحال اس نے نینسی کو تل ابیب بھیج دیا تھا۔ اور وعدہ کیا تھا، اس سے رابطہ قائم کرتا رہے گا۔

نینسی کی سوچ نے بتایا' پارس اور ڈینی دانیال کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتا ہو گیا ہے۔ اسی لیے وہ پارس کو اسرائیل میں بے نقاب نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی مورس فیملی میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ نینسی ایک مسلمان کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہو گئی ہے۔

کریزی مین نے سونیا کو یہ تمام اہم باتیں بتائیں۔ وہ توجہ سے یہ باتیں سنتی رہی پھر بولی "پارس نے نینسی سے پچھلی رات فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ جانتی ہوگی کہ اس کا محبوب کس ہوٹل میں ہے۔ تم پھر اس کے دماغ میں جاؤ۔ ہوٹل کا نام اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرو۔"

وہ بولا "میں نے معلوم کیا تھا۔ نینسی کو ہوٹل کا نام اور فون نمبر معلوم نہیں ہے، پارس نے اس سے کہا تھا کہ صبح وہ ہوٹل چھوڑ دے گا۔"

"میں سب سے پہلے پارس کا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ہی تم ڈان مورس کو اس کے نانا کے پاس پہنچاؤ

گے۔ نینسی کے پاس آتے جاتے رہو۔ جیسے ہی پارس اس سے رابطہ قائم کرے، تم نینسی کی سوچ میں مجبور کرو کہ وہ ضد کرکے پارس کا موجودہ پتا اور فون نمبر معلوم کرے۔"

"میں ایسا کروں گا۔ ابھی سپر ماسٹر کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دینا ضروری ہے۔ مجھے بتاؤ، اتنی ساری باتوں میں سے کتنی باتیں بتائی جائیں اور کتنی چھپائی جائیں؟"

سونیا نے کہا "کوئی بات نہ چھپاؤ۔ سپر ماسٹر کے وفادار بن کر ساری باتیں بتا دو۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم بہت اچھی ہو۔ اُدھر بھی میری پوزیشن مضبوط رکھتی ہو۔"

"میں کوشش کروں گی، سپر ماسٹر کی نظروں میں تمھاری پوزیشن ہمیشہ مستحکم رہے۔"

"میں تمھارا بے حد ممنون ہوں، وہاں رپورٹ پیش کرنے جا رہا ہوں۔ جلد ہی واپس آکر نینسی سے پارس کا ٹھکانا معلوم کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ سونیا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ ایک بات سمجھ میں آئی کہ کریزی مین کو نینسی کے ذریعے پارس کا ٹھکانا معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ یوں بھی پارس بہت محتاط رہنے کا عادی تھا۔ سونیا کو یقین تھا کہ وہ نینسی کو اپنا صحیح پتا ٹھکانا نہیں بتائے گا۔

انسان کی ایک چھٹی حس ہوتی ہے جو بعض اوقات اسے کسی خطرے سے آگاہ کرتی ہے یا کسی غلطی کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ چھٹی حس کسی میں قدرے تیز ہوتی ہے اور کسی میں برائے نام ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سونیا قدرتی طور پر بہت حساس تھی۔ جب وہ کسی بات کی تہ تک پہنچنے کے لیے مراقبے میں جاتی تو اسے بزرگانِ دین کی دعاؤں سے آگہی حاصل ہوتی تھی۔ وہ مراقبے میں جس کا تصور کرتی تھی، وہ اُسے فوراً یاد کرنے لگتا تھا۔

اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کریزی مین پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، خصوصاً اسے پارس کا موجودہ ٹھکانا معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ سونیا جلد سے جلد پارس تک پہنچ جائے۔ وہ تھوڑی دیر تک ہر پہلو سے حالات کا جائزہ لیتی رہی پھر فرش پر پلتھی مار کر مراقبے کے لیے بیٹھ گئی۔ اپنے دماغ سے ہر قسم کی فکریں نکال کر بابا فرید واسطی مرحوم کا تصور کیا۔ انھوں نے کلام پاک کی چند آیتیں اسے یاد کرائی تھیں۔ وہ ان آیتوں کو زیرِ لب پڑھتی رہی۔ ان کے اختتام پر اس نے مجھے تصور میں دیکھا۔ میں اس فکر میں تھا کہ پارس دوم صحیح سلامت سپر ماسٹر کی قید سے آسکے گا یا نہیں؟ ایسے ہی وقت میرے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ سونیا سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

یہ قدرت کا نظام ہے۔ ایک دوسرے سے دلی لگاؤ ہو یا کسی طرح کی گہری وابستگی ہو تو دونوں بیک وقت ایک دوسرے کو یاد کرتے ہیں۔ میں نے سونیا کو مخاطب کرکے پارس دوم کے متعلق بتایا پھر اس سے پوچھا کیا وہ پارس کی خاطر امریکا جا سکتی ہے؟ تب اس نے بتایا کہ وہ تل ابیب میں ہے، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کریزی مین کے ساتھ آئی ہے۔ اس نے کریزی مین کے بارے میں تفصیل سے بتانے کے بعد کہا "میں جلد سے جلد پارس تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ تم میرے ذریعے نینسی کے دماغ میں پہنچو اور پارس کا ٹھکانا معلوم کرو۔"

سونیا نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر نینسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے کہا "پتا نہیں کیوں آج صبح سے رانگ نمبر لگ رہا ہے۔"

نینسی نے کہا "محترمہ! میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔"

سونیا نے معذرت چاہتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ میں نینسی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پارس کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔ اس سے پہلے اس نے فون پر نینسی کو بتایا تھا کہ وہ پھر ڈان مورس کے عارضی میک اپ میں دوپہر یا شام تک اس سے ملنے آئے گا یا فون پر باتیں کرے گا۔

سونیا کی تشویش درست تھی۔ اُدھر اصلی ڈان مورس اس کے نانا کے پاس پہنچایا جانے والا تھا۔ ایسے وقت پارس کو پھر ڈان مورس کے روپ میں نینسی سے ملنے نہیں آنا چاہیے تھا، اس سے پہلے پارس اور سونیا کے درمیان رابطہ قائم ہونا بہت ضروری تھا۔

ڈینی دانیال کے وعدے کے مطابق میک اپ کا تمام سامان مہیا کر دیا تھا اور فون کے ذریعے ماریہ کے والدین کو اطلاع دی تھی کہ وہ ڈیلائٹ ہوٹل میں پارس کے ساتھ ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو لندن واپس لے جائیں کیوں کہ یہاں پارس کے لیے قدم قدم پر خطرات ہیں۔ ان کی بیٹی کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

یہ اطلاع دینے کے بعد وہ پارس کے دماغ میں آیا۔ اس کا خیال تھا' وہ دستور کے مطابق سانس روکے گا لیکن دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ ایسی گہری نیند میں

تھا جو مدہوشی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس نے حیرانی سے سوچا، ’آخر یہ معاملہ کیا ہے؟‘

اس کا خیال تھا، ماریہ اس کے پاس موجود ہوگی۔ اس نے اس کے دماغ تک پرواز کی تو اس نے سانس روک لی۔ دانیال نے دو تین بار کوشش کی۔ اس کے سانس روکتے رہنے پر التجا کی: ”ماریہ! میں تمھاری بھلائی کے لیے آیا ہوں۔ سانس نہ روکو۔“

لیکن وہ کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ اُسے دماغ سے باہر پھینک دیتی تھی۔ اس نے پریشان ہوکر پارس کو آواز دی: ”پارس اٹھو، تمھیں کیا ہوگیا ہے؟“

وہ کراہتے ہوئے کروٹ بدلنے لگا۔ اس کی نیند ٹوٹ رہی تھی مگر نشہ نہیں ٹوٹ رہا تھا۔ دانیال نے کہا: ”میں تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ تم کبھی شراب نہیں پیتے۔ پھر یہ مدہوشی کیسی ہے؟“

وہ مستی میں چور تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ ایک ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا: ”ماریہ! میری جان ماریہ... کہاں ہو تم؟ یہ میرے اور تمھارے درمیان کون بول رہا ہے؟ اسے ڈس لو۔ اس کی آواز کو مار ڈالو۔ میں صرف تمھاری آواز سننا چاہتا ہوں۔“

دانیال نے سمجھ لیا، ماریہ کا زہر اس کے اندر بول رہا ہے۔ اس نے پارس کے اندر رہ کر اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تاکہ اس کمرے میں ماریہ کی موجودگی یا عدم موجودگی کا پتا چل سکے۔ اس نے آنکھیں کھولیں پھر دانیال کی مرضی کے مطابق پورے کمرے کو دیکھا۔ وہ نہیں تھی۔ باتھ روم میں ہوسکتی تھی۔ پارس خود اسے طلب کر رہا تھا، پکار رہا تھا مگر جواب نہیں مل رہا تھا۔

اس نے لیٹے ہی لیٹے مستی میں انگڑائی لی پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ نیند ختم ہوگئی تھی۔ نشہ بھی کچھ کم ہوگیا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ خوش ہوکر بولا: ”آگئی، میری جان ماریہ آگئی۔ ارے تمھیں دستک دے کر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ صنم جاؤ صنم گھر تمھارا ہے۔“

دروازہ کھلا۔ ماریہ کے والدین نظر آئے۔ انھوں نے کمرے میں آکر چاروں طرف دیکھا پھر پوچھا: ”ماسٹر پارس! ہماری بیٹی کہاں ہے؟“

”بیٹی؟“ پارس نے انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر کہا: ”اچھا ماریہ تمھاری بیٹی، میری جان تم اسے ڈھونڈ رہے ہو میں اسے پکار رہا ہوں، ماریہ! میری ماریہ! تم کہاں ہو؟“

اس کے والدین نے باتھ روم کے دروازے پر دستک دی پھر ماں نے اندر جاکر دیکھا۔ واپس آکر بولی: ”یہاں نہیں ہے۔ میری بچی پردیس میں نہ جانے کہاں چلی گئی ہے!“

دانیال خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پارس کو کس طرح نارمل حالت میں لانا چاہیے؟ پھر وہ یروشلم کے ایک بہت ہی معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا: ”اگر کوئی سانپ کے زہر سے نشہ کرتا ہو تو اس کے توڑ کے لیے کون سی دوائی استعمال کی جاتی ہے؟“

ڈاکٹر سوچنے لگا: ’کئی طرح کے سانپ ہوتے ہیں۔ زہر کم بھی ہوتا ہے، زیادہ بھی ہوتا ہے اور تیز تر بھی ہوتا ہے۔ ویسے انتہائی زہریلا نشہ کوئی نہیں کرسکتا۔ اس زہر کی ننھی سی بوند موت کی نیند سلا دیتی ہے۔‘

دانیال نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا: ”انتہائی زہر کو پھیلنے سے پہلے کس طرح کم کیا جاسکتا ہے یا ختم کیا جاسکتا ہے؟“

ڈاکٹر اس کے توڑ کی دوا سوچنے لگا۔ دانیال نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی دواؤں کا بیگ لیا۔ اس میں زہر کے توڑ کی مختلف دوائیں رکھیں پھر اپنے بنگلے سے نکل کر کار میں آیا۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل تک پہنچ گیا۔ وہاں سے پارس کے کمرے میں آیا۔ پارس ابھی تک مدہوشی کے عالم میں تھا۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر بولا: ”کیا تم نے میری ماریہ کو دیکھا ہے؟“

دانیال نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا: ”ہاں، مجھے ماریہ نے بھیجا ہے۔ وہ کہتی ہے، پہلے تم ایک انجکشن لگواؤ، کچھ دوائیں کھاؤ پھر وہ تمھیں اپنے پاس بلائے گی۔“

پارس نے راضی خوشی انجکشن لگوایا۔ کچھ دوائیں کھائیں۔ مدہوشی سے ہوش کی طرف آنے میں کچھ وقت لگنے والا تھا۔ دانیال پریشان ہوکر سوچ رہا تھا، ماریہ کے والدین بیٹی کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے پولیس اسٹیشن جائیں گے تو وہاں پارس کا بھی ذکر کریں گے۔ اس طرح پولیس والے ہوٹل تک پہنچ جائیں گے۔ پارس کو فوراً اس ہوٹل سے نکال کر لے جانا بہت ضروری تھا۔

مشکل یہ تھی کہ وہ ڈاکٹر کے دماغ سے نکل کر پارس کی حفاظت کے لیے انتظامات کرتا تو ڈاکٹر بدحواس ہوکر سوچتا، وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور سامنے بستر پر پڑا ہوا نوجوان کون ہے؟ وہ بھی ہوٹل کے منیجر اور پولیس والوں کو بلا سکتا تھا۔

پھر ماریہ سے خطرہ تھا۔ پتا نہیں وہ کہاں رُوپوش ہو

گئی تھی۔ کہیں سے آکر پھر پارس کو زہریلی محبت سے مدہوش بنا سکتی تھی۔

سوچنے سمجھنے کے لیے زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس نے ڈاکٹر کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر کہا: ”ہیلو ڈاکٹر! میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کو پریشان کر رہا ہوں۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اس نوجوان کو فوری طور پر نارمل حالت میں لانا بہت ضروری ہے۔ اس کے اندر زہر پھیلا ہوا تھا۔ آپ نے ابھی جو انجکشن لگایا تھا اور دوائیں کھلائی تھیں، وہ سب آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ کر سکتے ہیں تو فوراً کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔“

ڈاکٹر حیران و پریشان ہوکر اپنے دماغ میں ہونے والی باتیں سُن رہا تھا۔ دانیال نے کہا: ”میں دس پندرہ منٹ کے لیے آپ کے دماغ سے جا رہا ہوں۔ پلیز، آپ اس نوجوان کو چھوڑ کر کمرے سے باہر نہ جائیں۔ شکریہ، میں ابھی آرہا ہوں۔“

ڈاکٹر تھوڑی دیر تک گم صم بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا، ”میرے ذریعے کوئی غیر قانونی کام کرایا جا رہا ہے۔ اگر یہ نوجوان خطرے میں ہے تو اسے فوری ٹریٹمنٹ کے لیے اسپتال پہنچانا میرا فرض ہے۔“

وہ اُٹھ کر ٹیلیفون کے پاس آیا لیکن ریسیور اُٹھانے سے پہلے ہی ڈگمگا گیا۔ اس کی سانس رُک رہی تھی۔ دانیال نے کہا: ”میں تمھاری سانس روک رہا ہوں اور اس طرح تمھیں ہلاک کرسکتا ہوں۔ کیا تمھیں میرا دوستانہ رویّہ پسند نہیں آیا تھا؟“

ڈاکٹر نے کہا: ”میں اسے فوراً اسپتال پہنچا کر اس کی جان بچانا چاہتا ہوں۔“

”یہ نوجوان زہر کا عادی ہے۔ انتہائی زہر اسے صرف مدہوش کرتا ہے لہٰذا اس کی جان کی فکر نہ کرو۔ اسے جلد از جلد نارمل حالت میں لانے کی کوشش کرو۔ اب اگر تم نے کمرے سے باہر قدم رکھا یا کسی طرح کسی سے رابطہ قائم کرنا چاہا تو میں تمھیں سانس لینے نہیں دوں گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمھارا دم نکل جائے گا۔“

وہ سہم کر پارس کے پاس آگیا۔ اس کا اچھی طرح معائنہ کر کے ایک اور انجکشن تیار کرنے لگا۔ دانیال اس کی سوچ پڑھ کر مطمئن ہوگیا پھر اپنے ایک خاص ماتحت کے پاس پہنچ کر بولا: ”جو میک اپ کا سامان خریدا گیا ہے اسے لے کر فوراً پارس کے پاس پہنچو۔ پانچ منٹ میں ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے عارضی طور پر اس کا چہرہ تبدیل کرو اور اسے ہوٹل سے نکال کر اپنی وین میں لے جاؤ۔ میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔“

وہ ڈاکٹر کے دماغ میں آگیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ دوسرے انجکشن کے اثر سے کچھ دیر بعد ہی پارس نارمل ہوسکے گا۔ دانیال نے ماریہ کے باپ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ایک پولیس افسر کے سامنے میں بیٹھا ہوا تھا۔ افسر کہہ رہا تھا: ”اچھا تو بیٹی کا نام ماریہ ہے؟ عمر کیا ہے؟“

ماں نے کہا: ”سترہ برس۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔ گلاب کے پھول کی طرح ہے۔ اس کی بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں میں مقناطیسی کشش ہے۔“

افسر نے پوچھا: ”آپ حلیہ بیان کر رہی ہیں یا شاعری سنا رہی ہیں؟ چند لفظوں میں جواب دیں، کیا وہ کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ فرار ہوئی ہے؟“

ماں کی زبان سے پارس کا ذکر ہونے والا تھا۔ دانیال نے اس کی زبان سے کہا: ”جی نہیں، میری بچی بہت معصوم ہے۔ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔“

باپ نے حیرانی سے کہا: ”ڈارلنگ! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ہماری بیٹی تو...“

دانیال نے فوراً ہی اس کی ادھوری بات کو یوں مکمل کیا: ”ہماری بیٹی تو صرف معصوم نہیں بلکہ انتہائی معصوم ہے۔ بالکل نوزائیدہ بچی کی طرح ہے۔“

افسر نے پوچھا: ”پھر وہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر کیوں گئی؟“

دانیال نے اس کے باپ کی زبان سے کہا: ”وہ بہت ضدی ہے۔ رات کو ایک کھلونے کے لیے ضد کر رہی تھی۔ ہم نے کہا، دوسرے دن دکان کھلے گی تو کھلونا خرید کر دیں گے لیکن وہ ضد کرتی رہی۔ رات کو دیر تک روتی رہی... صبح ہماری آنکھ کھلی تو وہ نہیں تھی۔ وہ غصے میں چلی گئی ہے۔“

”ہوسکتا ہے، کسی نے اسے اغوا کیا ہو؟“

ماں نے کہا: ”ہاں، میری بچی بہت خوبصورت ہے۔ کوئی بھی اسے اُٹھا کر لے جاسکتا ہے۔“

”اس کا پاسپورٹ اور تصویریں دکھائیں۔“

اس کے والدین نے وہ چیزیں پیش کردیں۔ افسر نے تصویر دیکھ کر کہا: ”واقعی غیر معمولی حُسن ہے۔ آنکھیں خوبصورت ہیں مگر خطرناک ہیں۔ آپ ہوٹل میں جاکر آرام کریں۔ ہمارے آدمی شام تک اسے کہیں سے پکڑ لائیں گے۔“

وہ دونوں پولیس اسٹیشن سے باہر آکر ہوٹل کی رینٹڈ کار میں بیٹھ گئے۔ ماریہ کے باپ نے کہا: ”ہم سنگاپور رپورٹ

لکھوائی ہے۔ ہم کہنا کچھ چاہتے تھے اور کہتے کچھ اور رہے۔ کیا ہم ٹیلی پیتھی کے زیر اثر ہیں؟"

دانیال نے کہا "آپ درست سمجھ رہے ہیں۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اگر آپ پولیس افسر کے سامنے پارس کا ذکر کرتے تو یہ یہودی میرے بیٹے کو زندہ نہ چھوڑتے۔ آئندہ آپ دونوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی معاملے میں پارس کا ذکر نہ آئے۔"

"فرہاد صاحب! آپ خیال خوانی کے ذریعے ماریہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں، جیسے ہی اس کے دماغ میں پہنچتا ہوں، وہ سانس روک لیتی ہے۔ میری کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔ میں پھر کوشش کروں گا۔ آپ میری بات یاد رکھیں۔ اس ملک میں کبھی پارس کا نام زبان پہ نہ لائیں شکریہ۔"

وہ پارس کے پاس آیا۔ اس کا ماتحت اسے ہوٹل سے نکال کر وین کے پچھلے حصے میں لے آیا تھا۔ پارس خاموش اور پُرسکون تھا۔ ماریہ کو یاد نہیں کر رہا تھا۔ ویسے وہ ہلکے ہلکے سرور میں تھا۔ اسے نہ اپنی فکر تھی، نہ زمانے کا خوف تھا۔ بس اپنے خیال میں مست تھا۔

دانیال نے اپنے ماتحت سے کہا "اسے اپنے خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ اس کا اچھی طرح خیال رکھو۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور یہ کسی چیز کی کمی محسوس نہ کرے۔ میں ابھی آؤں گا۔"

وہ دماغی طور پہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ ماریہ کو کس طرح قابو میں کرے۔ وہ دماغ میں آنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی وہ اس اجنبی ملک اور اجنبی شہر میں جہاں بھی جاتی، لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی۔ اس کا غیر معمولی حسن اور مقناطیسی آنکھیں دلوں کو دھڑکا دیتی تھیں۔ جب تک وہ بھٹکتی رہتی، پارس کے لیے خطرات پیدا کرتی رہتی۔ اسے جلد سے جلد قابو میں لانا بہت ضروری تھا۔

پھر دانیال کے دماغ میں بات آئی، آخر وہ ناگن ہے۔ حسد اور جلاپے میں نینسی کو مار ڈالنے کے لیے تل ابیب جا سکتی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ نینسی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی وقت تھا جب سونیا نے فون کے ذریعے مجھے نینسی کی آواز سنائی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ پارس آج دوپہر یا شام کو پھر ایک بار ڈان مورس کے روپ میں اس سے ملنے آئے گا۔

ابھی میں نے نینسی کو مخاطب نہیں کیا تھا، چُپ چاپ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، وہ میرے بیٹے سے کس طرح ٹوٹ کر محبت کرتی ہے اور کتنی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔ ایسے ہی وقت میں نے ڈیبی دانیال کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا "نینسی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ چونک کر خلا میں تکنے لگی۔ دانیال کہہ رہا تھا "تم میری بہو ہو۔ تمھاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔ ماریہ، پارس کو ہوٹل میں چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ اس کے والدین اور پولیس والے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ وہ پارس کے قریب کسی عورت کو برداشت نہیں کرتی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں ڈسنے کے لیے آجائے۔ میں تمھیں سمجھانے آیا ہوں، جب تک پارس تمھارے پاس نہ آجائے، تم کسی بھی اجنبی عورت کو اپنے قریب نہ آنے دینا۔"

نینسی نے کہا "میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گی لیکن پارس کہاں ہے؟ اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟"

"ماریہ نے پچھلی رات اس کے جسم میں زہر پہنچایا تھا۔ وہ بُری طرح مدہوش تھا۔ میں ایک ڈاکٹر کے ذریعے اسے تقریباً نارمل حالت میں لے آیا ہوں۔ وہ ایک آدھ گھنٹے میں تم سے فون پہ بات کرے گا۔"

میں یہ باتیں سُن رہا تھا۔ میں ابھی ڈیبی دانیال کو نہیں جانتا تھا۔ وہ جو کہہ رہا تھا، اس کی تصدیق کے لیے میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ مجھے اپنے بیٹے کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ اس نے مجھے محسوس کرتے ہی کہا "دانیال! واقعی تم دوستی نباہ رہے ہو۔ یہ بتاؤ، ابھی تم نے مجھے کون سی جگہ پہنچا دیا ہے...؟"

میں نے کہا "بیٹے! میں تمھارا باپ ہوں۔ ابھی تم کسی دانیال کو مخاطب کر رہے تھے۔ ظاہر ہے، وہ خیال خوانی کرنے والے دشمنوں میں سے ایک ہوگا۔ آخر وہ دوست کیسے بن گیا ہے؟"

پارس مختصر الفاظ میں اپنی ہسٹری بیان کرنے لگا۔ میں نے تمام حالات سننے کے بعد کہا "بے شک، اب ہمیں کسی یہودی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے لیکن دانیال نے کتنے ہی مرحلوں میں تم سے دشمنی نہیں کی۔ وہ چاہتا تو تمھیں آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا یا قانون کے حوالے کر کے کسی کال کوٹھری میں پہنچا سکتا تھا لیکن وہ دوستی کا ثبوت دیتا آرہا ہے۔ ہم اس پر ایک حد تک اعتماد کر سکتے ہیں۔"

مجھے پارس کے دماغ میں ڈیبی دانیال کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جناب فرہاد صاحب! آج میں دُنیا کا خوش نصیب انسان ہوں۔ آپ ایک حد تک اعتماد کر رہے ہیں، میرے لیے اتنا ہی بہت ہے۔ میں کبھی اندھا اعتماد کرنے کے لیے نہیں کہوں گا۔ اپنے عمل سے ثابت کروں گا کہ یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ اگر ہم میں سے اکثر دشمن ہوتے ہیں تو بعض ثیبا کی طرح دوست بھی ہو سکتے ہیں۔"

میں نے کہا "تم درست کہتے ہو۔ اب میں تمھارے کام آرہا ہوں۔ ایک خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں، سُپر ماسٹر تمھاری تلاش میں ہے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا کریزی مین یہاں پہنچ گیا ہے۔ اسے معلوم ہو چکا ہے، تم نینسی کے دماغ میں جایا کرتے ہو۔ آئندہ اُدھر کا رُخ نہ کرنا۔ اپنی سرگرمیاں محدود کر لو۔ ویسے تمھارا ساتھ دینے کے لیے یہاں صرف میں نہیں، سونیا بھی موجود ہے۔"

پارس نے خوش ہو کر پوچھا "کیا مما یہاں آگئی ہیں؟"

میں نے اسے ٹیلیفون نمبر بتایا۔ وہ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں اس کے دماغ سے نکل کر دانیال کے پاس آیا پھر اس سے پوچھا "کیا تم سانس نہیں روک سکتے؟"

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا "میں بہت زیادہ پینے کا عادی ہوں۔ میں اکثر سوچتا تھا، اگر کبھی آپ کی خدمت کرنے کا موقع مل گیا تو اپنی اس کمزوری کے باعث آپ کی نظروں میں گر جاؤں گا۔ میں آپ کے سامنے دعویٰ تو نہیں کرتا مگر کوشش کروں گا، یہ پینے کی عادت چھوٹ جائے یا کم ہو جائے۔"

"دانیال! یہ تمھارا ذاتی فعل ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سُپر ماسٹر کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت چپکے سے دماغ میں آکر تمھارے منصوبے معلوم کرتا رہے گا اور تمھیں خبر نہیں ہوگی۔ تم کسی بھی معاملے میں اپنی شکست اور ناکامی کے ذمے دار خود ہو گے۔ اگر تمھارے سامنے کوئی بہت بڑا مقصد ہے تو اس مقصد میں کامیابی ممکن نہیں ہوگی۔"

وہ بڑی حسرت سے بولا "اسی شراب نوشی کے باعث میں سُپر ماسٹر نہ بن سکا۔ مجھے اقتدار کا نشہ ہے۔ میں یہی سوچ کر اپنی قوم میں آیا ہوں تاکہ یہاں حکومت کر سکوں۔"

"یہاں بھی تم چھُپ کر حکومت کر سکو گے۔ سینہ تان کر منظرِ عام پر نہیں آسکو گے۔ آؤ گے تو کوئی خیال خوانی کرنے والا تمھارے دماغ میں زلزلے پیدا کر دے گا۔ تمھیں اقتدار کا نشہ ہے اور نشہ وقتی ہوتا ہے۔ کوئی بھی مخالف یہ نشہ اُتار دے گا۔ اگر ملک و قوم کی بہتری کا جذبہ ہوگا تو تم پوری تیاریوں کے ساتھ اور اپنی حفاظتی تدابیر کے ساتھ اقتدار حاصل کرو گے۔"

"میں جینے کا انداز بدلنے کی کوشش کروں گا۔"

"آج یہاں کریزی مین آیا ہے۔ آئندہ یہاں دوسرے خیال خوانی کرنے والے آئیں گے۔ سُپر ماسٹر تمھیں مار ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو کچھ عرصے کے لیے گوشہ نشین ہو جاؤ۔ ہم میں سے کسی کے دماغ میں آؤ تو خود رہنا بولو۔ کوئی دشمن ہمارے دماغوں میں چھُپ کر تمھاری آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے سکتا ہے۔"

"میں آپ کی ہدایات پہ عمل کروں گا۔ اگر خیال خوانی ضروری ہوئی یا کسی سے فون وغیرہ پہ بات کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آواز بدل کر بولوں گا۔"

"میرا مشورہ ہے، تم ایک مخصوص آواز بنا لو اور اسی بدلے ہوئے لب و لہجے میں بولا کرو۔ اب آؤ، میں سونیا سے تمھاری ملاقات کراتا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اپنے بنگلے میں نہیں تھی۔ کریزی مین نے جس ہوٹل میں قیام کیا تھا اس ہوٹل کے سامنے ایک اسنیک بار کے کاؤنٹر کے پاس کھڑی کافی پی رہی تھی۔ میں نے پوچھا "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"فرہاد! وہ کریزی مین کہیں غائب ہو گیا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟ چند گھنٹے پہلے اس سے تمھارا رابطہ رہ چکا ہے۔"

"میں نے اپنے بنگلے سے فون کیا تھا۔ وہ ریسیور اٹھا کر بول رہا تھا۔ اسی وقت گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر بھاگنے دوڑنے کی آوازیں بھی آتی رہیں۔"

سونیا بیان دیتے ہوئے کہہ رہی تھی "میں نے اسی لمحے کسی کو دماغ میں محسوس کیا۔ میں سمجھی کریزی مین آیا ہے لیکن کوئی اور تھا۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا، تم کون ہو؟ میں نے پوچھا، پہلے تم بتاؤ کون ہو؟ اس نے میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی پھر ناکامی کے بعد بولا "اچھا تو تم وہی ہو جس کے دماغ کو خیال خوانی کی لہریں متاثر نہیں کرتی ہیں۔"

سونیا کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سُپر ماسٹر کا ایک اور خیال خوانی کرنے والا بندہ آگیا ہے۔ وہ بندہ کریزی مین کے کمرے میں تھا۔ اس نے فون کے ذریعے سونیا کی آواز سنی تھی اور اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے قابو میں کرنے کی ناکام کوشش کر چکا تھا۔ جب سونیا نے پوچھا، تم کون ہو؟ اور کریزی مین کے کمرے میں یہ فائرنگ

کی آواز کیسی ہے تو وہ دماغ سے چلا گیا۔

میں نے پوچھا "تم یہاں کریزی مین کی خبر لینے آئی ہو؟"

"ہاں، کچھ پولیس والے ہوٹل میں آئے ہیں۔ شاید فائرنگ کی وجہ معلوم کر رہے ہو۔ میں ہوٹل کے ایک آدمی کو مخاطب کرتی ہوں۔ تم اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کریزی مین کہاں ہے؟ وہ فون پر مجھ سے بات نہیں کر پایا تھا۔ اس کے ساتھ روما اور ڈان مورس بھی تھیں۔"

اس نے اسنیک بار کے ساتھ والے فون بوتھ میں جا کر ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ چند لمحوں کے بعد منیجر کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "سونیا! ریسیور رکھ دو۔ ہمارے درمیان ایک نیا ساتھی ڈینی دانیال ہے۔ یہ تمہارے دماغ میں آ رہا ہے۔ اس سے باتیں کرو۔"

میں نے منیجر کے پاس آ کر معلوم کیا۔ وہ فائرنگ کے بعد ہوٹل کے اس کمرے میں پہنچا تھا۔ وہاں کریزی مین نہیں تھا۔ آس پاس کے کمرے والوں نے اسے بھاگ کر لفٹ میں جاتے دیکھا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی گئے تھے لیکن لفٹ نیچے جا چکی تھی۔ اب پولیس والے آ گئے تھے۔ روما اور ڈان مورس سے سوالات کر رہے تھے۔ یہ انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ یہاں کے ارب پتی مل اونر کا نواسہ ہے۔ اسے فرہاد کا ایک آدمی پیرس سے یہاں لایا ہے۔

کریزی مین نے ڈان مورس کو یہی بتایا تھا کہ وہ فرہاد کا آدمی ہے۔ اس کے نانا کو تلاش کر کے اسے وہاں پہنچائے گا۔ اب وہ پولیس والے اسے اس کے نانا کے پاس پہنچانے جا رہے تھے۔

میں نے سونیا کے دماغ میں آ کر کہا "دانیال! تم باتیں نہ کرو۔ کریزی مین اپنے دشمنوں سے بچ کر نکل گیا ہے۔ وہ مدد کے لیے سونیا کے پاس ضرور آئے گا۔"

دانیال نے کہا "میں آپ کی ہدایت کے مطابق آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا ہوں۔ کوئی دشمن میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

اسی وقت ہم نے سونیا کے دماغ میں کریزی مین کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا "دانیال! تم درست کہہ رہے ہو۔ میں تمہاری آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر تمہارے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ ناکام ہو کر پھر مادام کے پاس آیا ہوں۔ یہاں فرہاد صاحب بھی موجود ہیں۔ پلیز، آپ مجھے اس درندے سے بچائیں۔ وہ لارنس ڈی کوزا ہے۔ سپر ماسٹر کو میری غداری کا علم ہو گیا ہے۔"

سونیا نے پوچھا "اسے کیسے معلوم ہو گیا؟"

"غلطی میری تھی، میں توبہ کرنے کے باوجود شراب پینے بیٹھ گیا۔ مجھے پتا بھی نہ چلا کہ سپر ماسٹر چپکے سے دماغ میں آ کر میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ مجھ پر پچھلے دو دنوں سے شبہ کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں کیسینو میں جا کر جوا کھیلتا ہوں اور اس سے یہ باتیں چھپاتا ہوں۔ اس نے چپ چاپ میرے پیچھے لارنس ڈی کوزا کو لگا دیا تھا۔ وہ ہمارا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہے۔"

میں نے کہا "کریزی مین! تم گدھے ہو۔ لارنس ڈی کوزا تمہارے پیچھے یہاں سونیا کے دماغ میں بھی آ چکا ہو گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں آیا۔ وہ ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسے جلدی میں فرار ہونے کے لیے یہ ٹرین ہی ملی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جا کر چھپنا چاہیے؟

میں نے کہا "تم کہیں چھپ نہیں پاؤ گے۔ اپنی سانسوں پر قابو پانے کی صلاحیت نہ رکھنے والے جب ٹیلی پیتھی سیکھتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ خیال خوانی کرنے والے دشمن دماغ میں پہنچ کر ان کے ہر خفیہ مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں چند سیکنڈ تک سانس روک سکتا تھا مگر شراب نے بچاؤ کا یہ راستہ بھی کمزور کر دیا۔ فرہاد صاحب! مجھے اپنی پناہ میں بلائیں۔ میں آپ کے قدموں میں پڑا رہوں گا۔ آپ کا سہارا ملے گا تو میں سپر ماسٹر کو نیست و نابود کر دوں گا۔ آپ میرے دماغ میں رہ کر سپر ماسٹر کی آواز سن سکتے ہیں۔ وہ میرے پاس آتا رہتا ہے۔"

"سپر ماسٹر کو معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا رابطہ سونیا سے ہے اور میں تمہارے دماغ میں آتا ہوں۔ وہ تمہاری اس کھوپڑی میں کبھی اپنی آواز نہیں سنائے گا۔"

"میں کیا کروں۔ مجھے کوئی راستہ دکھائیں۔ ایک بار میری جان بچائیں۔ میں ہزار بار آپ کے لیے جان کی بازی لگاؤں گا۔"

"فی الحال یہ ٹرین جہاں تک جا رہی ہے وہاں تک جاتے رہو۔ میں تمہاری حفاظت کے لیے انتظامات کرنے جا رہا ہوں۔ کم از کم آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

میں یہ کہنے کے بعد اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ بُری طرح سہما ہوا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں آنے جانے والے کو گھبرا کر دیکھتا تھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ کھڑکی کے باہر مناظر تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ ہوٹل میں

لارنس ڈی کوزا کے آلۂ کار اسے گولی مارنے آئے تھے۔ وہ بچ کر چلا آیا تھا۔ ڈی کوزا اس کے دماغ میں ایک بار آیا تھا اور اسی کی سوچ میں بولتا رہا تھا "میں اپنی آواز نہیں سناؤں گا۔ تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔ کریزی مین! بھاگو جہاں تک اور جتنی دیر تک بھاگ سکتے ہو، بھاگتے رہو، میں تمہیں دوڑا دوڑا کر ماروں گا۔"

کریزی مین سوچ رہا تھا "لارنس ڈی کوزا بہت چالاک ہے، اس وقت بھی میرے دماغ میں ہو سکتا ہے۔" "ڈی کوزا! بولو کیا تم موجود ہو؟ مجھے یوں دہشت زدہ نہ کرو۔ بولو، مجھے اپنی آواز سناؤ۔"

میں نے اس کے دماغ میں قہقہہ لگایا پھر آواز بدل کر کہا "میں ڈی کوزا بول رہا ہوں لیکن تم میری اصلی آواز کبھی نہیں سن سکو گے۔ میں تمہیں اور فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "میں ایک بار سپر ماسٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم لوگوں کو میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں اپنی وفاداری کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا ثبوت دو گے؟"

اس نے کہا "یہ ثبوت کم نہیں ہے کہ میں نے سونیا کا اعتماد حاصل کر لیا ہے۔ فرہاد بھی میرے پاس آنے والا ہے۔ میں بہت جلد پارس تک پہنچنے والا تھا مگر ڈی کوزا! تم کام بگاڑ رہے ہو۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں فرہاد، سونیا اور پارس کو کہیں ایک جگہ ملنے کے لیے بلاؤں گا۔ سپر ماسٹر چاہے گا تو تینوں کو ایک ہی جگہ فنا کر دے گا یا ہم پارس کو اغوا کر کے سونیا اور فرہاد کو گولی مار دیں گے۔"

ٹرین کی رفتار دھیمی ہو رہی تھی۔ کوئی اسٹیشن آ رہا تھا۔ میں نے ڈینی دانیال کے پاس آ کر کہا "کریزی مین کے دماغ میں آؤ اور دیکھو جو خیال خوانی کرنے والے، دشمنوں کو دماغ میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ وہ کس عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔"

دانیال بھی چپ چاپ کریزی مین کے دماغ میں آ گیا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "ڈی کوزا! تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ میں سمجھ گیا۔ تمہیں اور سپر ماسٹر کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ یہ ٹرین رک رہی ہے۔ تم ضرور اپنے آدمیوں کو اس کمپارٹمنٹ میں بھیجو گے۔ میں ہاتھ نہیں آؤں گا۔ میں کہتا ہوں مجھے سپر ماسٹر کا وفادار سمجھو، ورنہ دشمن بن کر مقابلہ کروں گا۔"

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا۔ دوڑتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے کھول کر دور تک پلیٹ فارم پر نظریں دوڑانے لگا۔ کچھ مسافر اتر رہے تھے اور کچھ سوار ہو رہے تھے۔ ٹرین پر سوار ہونے والا ہر مسافر ڈی کوزا کا آلۂ کار لگ رہا تھا۔ دو شخص اس کے کمپارٹمنٹ کے دوسرے دروازے سے اندر آ رہے تھے۔ وہ کود کر باہر پلیٹ فارم پر آ گیا۔ بھاگتا ہوا دوسرے کمپارٹمنٹ میں سوار ہوا۔ وہاں بیٹھے ہوئے تمام مسافروں پر نظریں دوڑائیں پھر پچھلا دروازہ کھول کر دیکھنے لگا کیونکہ جانی دشمن پچھلے دروازے سے بھی اندر آ سکتے تھے۔

دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! یہ تو دہشت سے مرا جا رہا ہے۔ ڈی کوزا اس کے دماغ میں خاموش رہ کر دہشت بن گیا ہے۔"

میں نے کہا "ڈی کوزا خاموش رہنے پر مجبور ہے۔ وہ مجھ سے خوف زدہ ہے۔ اس کے دماغ میں آواز بدل کر شاید اس وقت کچھ بولے گا جب یقین ہو جائے گا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ اس نے ہوٹل میں کسی کو آلۂ کار بنا کر اس پر گولی چلائی تھی لیکن اسے جان سے نہیں مارا۔ شاید وہ اسے گولی نہیں، دہشت سے مارنا چاہتا ہے۔"

"فرہاد صاحب! کریزی مین کے یہ حالات میرے لیے عبرت ناک ہیں۔ میں توبہ کرتا ہوں، اب کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ شراب کے بغیر جان نکلتی ہے تو نکل جائے۔ میں کریزی مین کی طرح عذاب میں مبتلا رہنا نہیں چاہوں گا۔"

اُدھر کریزی مین نے دیکھا کہ دو شخص اس دوسرے کمپارٹمنٹ میں بھی سوار ہو رہے ہیں تو وہ پچھلے دروازے سے اتر گیا۔ کسی اور کمپارٹمنٹ کی طرف جاتے ہوئے سوچنے لگا۔ "مجھے ایسی جگہ چھپ کر سفر کرنا چاہیے جہاں دشمن کے آلۂ کار نہ پہنچ سکیں۔"

ٹرین چلنے والی تھی۔ وہ دو کمپارٹمنٹ کے درمیان رک کر لوہے کی اس سیڑھی کو دیکھنے لگا جو ہر بوگی کے پیچھے لگی ہوتی ہے تاکہ ریلوے ملازم چھت پر جا کر ہر کمپارٹمنٹ کے واٹر ٹینک میں پانی بھر سکیں۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس سیڑھی پر چڑھ گیا۔ ٹرین چل پڑی تھی۔ اب وہاں کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ وہ مضبوطی سے نچلے پائیدان پر پاؤں جمائے اور اوپری پائیدان کو ہاتھ سے پکڑے اطمینان سے کھڑا ہوا تھا۔ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "ڈی کوزا! میں سمجھ گیا۔ جب میں فرہاد کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہا تھا تو تم

چپ چاپ رہ کر باتیں سُن رہے تھے، میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ ہوسکتا ہے، جب میں سُپر ماسٹر کے ساتھ وفاداری کا تمھیں یقین دلا رہا تھا تو فرہاد نے بھی سن لیا ہو۔ میں اُدھر کا ہوں، نہ اِدھر کا ہوں۔ نہ اُدھر کی بوگی میں ہوں، نہ اِدھر کی بوگی میں ہوں۔ بیچ میں لٹک رہا ہوں۔ کیا میرا یہی انجام ہے؟"

ٹرین اب تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ اگر سیڑھی پر ہاتھوں کی گرفت ذرا بھی کمزور ہوتی یا پاؤں پھسلتا تو وہ تیز رفتار ٹرین کے نیچے آکر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا۔ اسے ایسی موت کا خوف نہیں تھا۔ ایسی موت سے بچنے کے لیے سیڑھی پر ہاتھ پاؤں کی مضبوطی کافی تھی۔ خوف تو اَن دیکھے دشمن کا تھا جو کسی وقت بھی خیال خوانی کے ذریعے قدم اکھاڑ سکتا تھا۔

پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ کوئی اس کے اندر بھرّائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا "ہاتھ چھوڑ دو۔ کب تک سیڑھی پکڑے رہو گے؟"

اس نے اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں ڈیکوزا نہیں، تم مجھے مرنے پر مجبور نہیں کر سکتے، چلے جاؤ یہاں سے۔"

اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں چند سیکنڈ تک کامیاب رہا۔ میں اور دانیال بھی اس کے دماغ سے نکل گئے تھے۔ جب دوبارہ وہاں پہنچے تو وہ چیخ رہا تھا۔ ڈیکوزا نے ہم سے پہلے ہی آکر اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ میں نے کہا "گریزی مین! میں تمھیں دشمن کے حملوں سے بچا سکتا ہوں مگر سوال پیدا ہوتا ہے تمھیں کیوں بچایا جائے؟"

وہ گڑگڑانے لگا "فرہاد صاحب! میرا دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے۔ میں دوسرا جھٹکا برداشت نہیں کر سکوں گا۔ آپ کو آپ کے پیارے بچّوں کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے بچا لیجیے۔"

"میرے انھی پیارے بچّوں میں سے ایک کو سُپر ماسٹر نے قیدی بنایا ہے اور دوسرے بچے کو تم اغوا کرنے آئے تھے کس مُنہ سے ان کا واسطہ دے رہے ہو؟"

اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ محسوس کیا۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔ ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ پاؤں اپنی جگہ سے اکھڑ گئے۔ پھر وہ دونوں بوگیوں کی دیواروں سے ٹکراتا ہوا نیچے چلا گیا۔ ٹرین اسی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی گئی ہوگی۔ ہمیں اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ہم اپنی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے تھے۔

پھر میں نے دانیال کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ گم صُم بیٹھا اپنی موت کو یاد کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا "اگر میں بُری عادتیں نہیں چھوڑوں گا، سانس روکنے کی مشق نہیں کروں گا اور فرہاد صاحب کا وفادار نہیں رہوں گا تو ایسی ہی حرام موت مروں گا۔"

میں نینسی کے پاس آیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں اپنے نانا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے والے صوفے پر روما اور ڈان مورس تھے۔ دوسری جانب پولیس افسر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مسز نینسی مورس! تم اپنے شوہر کو اچھی طرح پہچانتی ہو، کیا یہ ڈان مورس تمھارا شوہر نہیں ہے؟"

ڈان فوراً ہی روما سے لپٹ کر بولا "میں کسی کا شوہر نہیں ہوں۔ روما! مجھے یہاں سے لے چلو۔ ہمارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔"

روما اسے پیار سے تھپکتے ہوئے بولی "گھبراؤ نہیں، میں تمھارے ساتھ ہوں۔"

ڈان کے نانا نے کہا "دھوکا میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ کل رات نینسی نے آکر کہا کہ مسٹر فرہاد نے ہمارے ڈان کو اغوا کیا ہے اور اب اس احمق سے ڈان کو میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ یہ میرا اپنا نواسا ہے۔"

روما نے کہا "جناب، آپ کے نواسے کی طرح بدنصیب اور مظلوم کوئی نہ ہوگا۔ اس کے دونوں انکل ٹام اور سام نے اس پر ظلم کی انتہا کر دی تھی، یہ دیکھیے۔"

اس نے ڈان کو قمیص اتارنے کے لیے کہا۔ جب اس نے اپنا آدھا اوپری جسم ننگا کر کے دکھایا تو وہاں جابہ جا چابک کے نشانات تھے۔ کئی جگہ سے کھال اُدھڑ کر سوکھے ہوئے زخم کی صورت اختیار کر گئی تھی۔

روما نے کہا "وہ ظالم چچا اس اَرب پتی نانا کے نواسے کو روکھی سوکھی کھانے کو دیتے تھے۔ اسے دماغی کمزوری کی دوا استعمال کراتے تھے — میں نرس بن کر اس کی زندگی میں آئی تو اسے ضرر رساں دواؤں سے محفوظ کرنے لگی۔"

بوڑھے نانا کے دل میں درد اٹھ رہا تھا۔ دل پوچھ رہا تھا "یہ میرا نواسا ہے تو اس پر اتنے مظالم کیوں ڈھائے گئے ہیں؟ میں نے اتنے عرصے تک اس کی خبر نہیں لی۔ میں بھی قصوروار ہوں۔"

روما نے کہا "ہمیں دولت کا لالچ نہیں ہے لیکن ایک دن پارس اچانک ہماری زندگی میں آیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ ڈان کو اس کا حق دلائے گا اور اس کے نانا تک اسے پہنچائے گا لیکن اس سے پہلے لازمی ہے کہ ڈان کو پیرس میں کچھ عرصے رکھ کر دماغی امراض کے ماہرین سے علاج کرایا جائے۔ وہاں اس کا علاج ہونے لگا۔ اِدھر پارس ڈان بن کر آپ کے ہاں پہنچ گیا۔ جسے آپ اپنا نواسا اور نینسی کا شوہر سمجھتے ہیں، وہ دراصل پارس ہے۔"

نانا نے چونک کر نینسی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ جلدی سے سر جھکا کر ایک ناخن سے پالش کو کھرچنے لگی۔ پولیس افسر بھی پارس کا نام سُن کر چونک گیا۔ اس نے نینسی سے پوچھا "کیا یہ درست ہے؟"

اس کے نانا نے کہا "یہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اگر وہ پارس ہوتا تو مسٹر فرہاد شادی کے دن اپنے بیٹے کو دماغی تکلیف کیوں پہنچاتے؟"

میں نے نینسی سے کہا "بیٹی! اب حقیقت نہ چھپاؤ۔ انشاءاللہ تمھارے پارس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اصل ڈان مورس کو اس کا حق مل جائے گا۔ بے چارے نے واقعی بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں۔"

نینسی ایک گہری سانس لے کر بولی "گرینڈ پا! میں حقیقت نہیں چھپاؤں گی۔ میری شادی آپ کے نواسے سے نہیں، پارس سے ہوئی ہے۔ پہلے میں یہ بات نہیں جانتی تھی۔ پارس نے شادی کے دن سے دماغی تکلیف پہنچنے کا فراڈ کیا تھا۔ اس فراڈ کے ذریعے وہ مجھ سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اس کا ضمیر یہ گوارا نہیں کرتا تھا کہ مجھے فریب دے اور میری عزت سے کھیلے۔ جب مجھے حقیقت معلوم ہوئی تو میں نے دل و جان سے اسے اپنا جیون ساتھی تسلیم کر لیا۔"

نانا غصے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "کیا تم ہوش و حواس میں ایسا کہہ رہی ہو؟ میں کسی مسلمان کی توہین کر کے ذہنی عذاب میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا لیکن جب مسلمان اپنی بیٹی یہودیوں کو نہیں دیتے تو ہم اپنی بیٹی کیسے مسلمانوں کو دے سکتے ہیں!"

افسر نے کہا "بات صرف یہودی اور مسلمان کی نہیں ہے، پارس ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر آیا ہے اور ایک خطرناک مجرم کی طرح واردات کر رہا ہے۔ اس نے ہمارے ایک اہم آدمی کی پہلے آنکھ پھوڑی پھر اس کا ایک ہاتھ کاٹنے پر مجبور کیا۔ اب اسے ایک ٹانگ سے محروم کرنے والا ہے۔ تمھارے گرینڈ پا اسرائیل کے چند اَرب پتی سرمایہ داروں میں سرِفہرست ہیں۔ تم اتنے بڑے آدمی کی نواسی ہو کر ایک مجرم مسلمان کو اپنا جیون ساتھی تسلیم کر رہی ہو!"

نینسی نے کہا "جو حقیقت ہے، اسے میں نے بیان کر دیا ہے۔"

افسر نے کہا "تم نے سچ کہا، یہ بہت اچھی بات ہے۔ اب پارس کو قانون کے حوالے کرنے میں ہماری مدد کرو۔"

"آفیسر! میں تمھیں اپنی شہ رگ تک پہنچنے دوں گی لیکن پارس تک پہنچنے کا موقع کبھی نہیں دوں گی۔"

"اس کا انجام جانتی ہو؟"

"کسی بُرے انجام کی دھمکی دینے سے پہلے یہ یاد کر لینا کہ میں فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں اور اس وقت میرے فادر اِن لا میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

اس کے نانا ایک دم سے نرم پڑ گئے۔ ہچکچاتے ہوئے بولے "کیا واقعی فرہاد صاحب یہاں موجود ہیں؟"

میں نے ایک پولیس مین کی زبان سے کہا "جی ہاں، میں ابھی اپنی بہو کے پاس تھا۔ اب اس سپاہی کی زبان سے بول رہا ہوں۔ میری موجودگی کا مزید ثبوت یہ ہے کہ یہ آفیسر تھوڑی دیر تک اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں سکے گا۔ آپ اس سے اُٹھنے کی فرمائش کریں۔"

یہ کہتے ہی میں پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا "کیا میں واقعی اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں پاؤں گا؟"

اس نے آزمائش کے طور پر صوفے سے اُٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے کوشش ناکام بنا دی۔ اس کے دماغ نے سمجھایا "مجھے جلدی سے پوری قوت کے ساتھ اُٹھنا چاہیے۔"

اس نے اچانک ہی پورا زور لگایا لیکن زور محض جسم کا نہیں ہوتا۔ جسم دماغ کے تابع ہوتا ہے۔ گویا دماغ زیادہ زور آور ہوتا ہے اور وہ میری مُٹھی میں تھا۔ دماغ کی مرضی کے بغیر وہ ہل نہیں سکتا تھا۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بار بار اُٹھنا چاہتا تھا مگر صرف دائیں بائیں ہل کر رہ جاتا تھا۔ تب اس افسر کو احساس ہوا کہ وہ تماشا بن رہا ہے۔ اس نے جھینپ کر مسکراتے ہوئے کہا "یہ ٹیلی پیتھی عجیب و غریب علم ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں، یہاں فرہاد صاحب موجود ہیں۔ اور میں ان کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں اُٹھ سکوں گا۔"

نینسی نے کہا "گرینڈ پا! جس طرح یہ سچ ہے کہ میں آپ کے سامنے ہوں اور آپ میرے سامنے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی ڈان مورس آپ کا نواسا ہے۔"

آپ اسے قبول کر کے اس کی بدنصیبی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔"

نانا نے آگے بڑھ کر ڈان مورس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا "میرے بچے! اُٹھو۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا تو نانا نے گلے سے لگا یا۔ رُوما خوشی کے مارے رونے لگی۔ میں نے نینسی سے کہا "بیٹی! اس لڑکی نے ڈان کی تاریک زندگی کو روشن کر رکھا تھا۔ دشمن جب بھی اسے زخم لگاتے تھے، یہ زخموں پر مرہم رکھا کرتی تھی۔ یہ سچی ہے۔ اپنے سینے میں محبت کرنے والا دل رکھتی ہے۔ ڈان بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔"

نینسی نے رُوما کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اُس کے آنسو پونچھے پھر کہا "تمھارے جیسی مضبوط ارادوں کی لڑکیاں مصیبتوں میں کبھی نہیں روتیں۔ خوشی ملے تو رونے لگتی ہیں۔ بس بہت رو لیا۔ اب مسرتوں کا زمانہ آیا ہے، ہمیشہ مسکراتی رہو۔ ڈان تمھارا ہے۔ تمھارا ہی رہے گا۔"

ایک ملازمہ نے اوپری منزل سے نینسی کو مخاطب کر کے کہا "آپ کا فون ہے۔"

وہ فوراً ہی دوڑتی ہوئی زینے تک آئی۔ ایک قدم میں دو دو زینے پھلانگتے ہوئے اوپر پہنچی پھر اپنے بیڈ روم میں آکر ریسیور اُٹھا کر ہانپتے ہوئے بولی "پارس! یہ تم ہو؟"

"ہاں معلوم ہوتا ہے، دوڑتی ہوئی آرہی ہو۔"

"کیا کروں، تم دوڑا رہے ہو، میں دوڑ رہی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے ہماری سُن لی ہے۔ ابھی یہ سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ پارس میرا جیون ساتھی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ میں کتنا فخر محسوس کر رہی ہوں۔ اوہ گاڈ! میں اس خوشی میں تمھاری خیریت پوچھنا بھول گئی۔ میں نے سنا تھا، ماریہ نے تمھیں ڈس لیا ہے۔ اب کیسے ہو؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ اس کا زہر مجھے مارتا نہیں، سرور پہنچاتا ہے۔"

"مجھے جلا رہے ہو۔"

"تمھیں جلانا ہوتا تو ماریہ سے دور نہ ہوتا۔ وہ ابھی مذہب، قانون اور تہذیبی تقاضوں کو نہیں سمجھتی ہے۔ میں نے سونیا سے بات کی ہے۔ وہ ماریہ کو ڈھونڈ کر اپنے ساتھ لے جائیں گی لیکن پہلے تمھیں دیکھیں گی۔ مجھ سے پوچھ رہی تھیں، تم کیسی ہو؟"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا ہے ایک فضول سی لڑکی ہے جس کے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پارس نے کہا "ممّا نے کہا ہے، اب یہاں کی پولیس، فوج اور انٹیلی جنس والے مجھے گرفتار کرنے کے لیے تمھارے گھر پر نظر رکھیں گے۔"

وہ دل برداشتہ ہو کر بولی "کیا ہم نہیں ملیں گے؟"

"ملنے کے لیے خطرہ مول لینا ہو گا اور خطرہ صرف یہاں کے محافظوں سے ہی نہیں، سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں سے بھی ہے۔ سب مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

"اب کیا ہو گا پارس؟ تم سے نہ ملنے کا خیال مجھے مار ڈالتا ہے...."

"میں خود تمھارے لیے تڑپ رہا ہوں۔ سوچتا ہوں، تمھارے ڈرائیور کے میک اپ میں ملنے آجاؤں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ ابھی رُوما اور ڈان مورس کو شاپنگ کرانے کار میں بیٹھ کر نکلو۔ ڈرائیور کو پہلے راز دار بنا لو۔ اس کی دو چار تصویریں اپنے پرس میں ایک لفافے کے اندر رکھو کہیں بھی شاپنگ کے دوران مسٹر دانیال تمھارے دماغ میں آئیں گے۔ وہ تصویروں والا لفافہ جسے دینے کے لیے کہیں گے، چُپ چاپ اسے دے دینا۔"

"کیا ان تصویروں کو دیکھ کر میک اپ کرو گے؟"

"ہاں میک اپ مکمل ہونے کے بعد مسٹر دانیال تمھیں بتائیں گے کہ ڈرائیور کو اب کس مقام پر بھیجنا چاہیے۔ اس وقت تم اس کے ساتھ نہ آنا۔ تمھارے نانا یا ڈان مورس وغیرہ آجائیں تو اچھی بات ہے۔ میں ان کی موجودگی میں ڈرائیور کی جگہ آجاؤں گا اور کسی کو پتا نہیں چلے گا۔"

وہ پارس کی باتیں سن رہی تھی اور ریسیور کان سے لگائے خوشی سے کِھل کِھلا رہی تھی۔ "اوہ، میں کیا بتاؤں مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میں ابھی تمھارے مشوروں پر عمل کر رہی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ڈرائنگ روم کی طرف آئی۔ وہاں ابھی تک پولیس افسر بیٹھا اس کے نانا سے باتیں کر رہا تھا۔ نینسی نے کہا "ڈان! مُنہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ، لباس تبدیل کر لو۔ میں تمھیں اور رُوما کو شاپنگ کے لیے لے جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف آئی پھر کچن کے پچھلے دروازے سے ڈرائیور کے کوارٹر کی طرف جانے لگی۔

وہ صورت سے ہی بے رحم لگتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے شیطان ناچ رہا ہو۔ ہاتھ پاؤں کی خاصی مضبوط تھی۔ لڑنے کا ہُنر جانتی تھی۔ کسی مقابل کو بغل

میں دبوچ لیتی تو وہ نکل نہیں پاتا تھا۔ اس کا باپ تنویمی عمل کا ماہر تھا۔ اس نے بیٹی کی شیطانی آنکھوں اور شیطانی آواز کو مدِنظر رکھ کر اسے تنویمی عمل سکھایا تھا۔ آج وہ اتنی خطرناک عاملہ بن گئی تھی کہ اسے سپر ماسٹر کی سرپرستی حاصل ہو چکی تھی۔

سپر ماسٹر اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت لارنس ڈیکوزا سے بہت خوش تھا۔ اس پر بہت اعتماد بھی کرتا تھا۔ ڈیکوزا نے پارس دوم کو اس کی قید میں پہنچا کر اور زیادہ اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اس لیے اس نے ڈیکوزا کو کرینری مین کے پیچھے لگایا تھا۔ اس کا خیال تھا، ڈیکوزا ہی دوسرے پارس کو بھی اغوا کر کے اس کی قید میں پہنچائے گا۔

سپر ماسٹر کو یقین تھا کہ میں اور رسونتی، پارس اوّل کی پوری حفاظت کریں گے۔ اگر ہم کسی طرح ڈیکوزا کے دماغ میں پہنچیں گے تو میرے دونوں بیٹوں کو قیدی بنا کر رکھنے کا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ کامیابی کا انحصار صرف اس بات پر تھا کہ ہم ڈیکوزا کے دماغ تک کبھی نہ پہنچ سکیں۔ جبکہ ڈیکوزا میں بھی وہی خرابیاں تھیں جن کے باعث آدمی اپنی سانسوں پر قابو نہیں پاتا۔ مغربی سوسائٹی میں سبھی شراب اور شباب کو روز کا معمول سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والوں میں بڑی بڑی خوبیاں تھیں لیکن قمار بازی، شراب اور شباب سے کھیلنے کی بُری عادتیں انھیں لے ڈوبتی تھیں۔

سپر ماسٹر نے کہا "ڈیکوزا! تمھارے اندر جو کمزوری ہے اسے ایک عورت ہی دور کر سکتی ہے۔"

عورت کے ذکر پر اس کی باچھیں کھِل گئیں۔ وہ بہت خوش ہوا مگر تعجب سے بولا "ماسٹر وی وان! تم کہتے ہو، شراب اور عورت مجھے کمزور بنا دیتی ہیں پھر ایک عورت میری کمزوری کیسے دور کر سکتی ہے؟"

"میں جس کا ذکر کر رہا ہوں وہ عورت ایک بلا ہے۔ تم اسے اپنی مرضی سے کبھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔ وہ ہمیشہ تمھیں اپنے زیرِ اثر رکھے گی۔"

"ایک عورت اور مجھے اپنے اثر میں رکھے گی؟ کیسی باتیں کر رہے ہو ماسٹر؟ وہ عورت کیا سونیا ہے؟"

"نہیں۔ اسے کلرز کوئین (قاتلوں کی ملکہ) کہتے ہیں۔ نام اس کا کوئلی گراہم ہے۔ وہ تل ابیب میں تمھارے ساتھ رہے گی اور وقتاً فوقتاً تنویمی عمل کے ذریعے تمھارے دماغ کو مقفل رکھے گی۔ فرہاد جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تمھارے اندر نہیں آسکیں گے۔ دماغی طور پر تمھیں کمزور نہیں بنا سکیں گے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں، میں اس کا معمول بن کر رہوں۔ ایک عورت سے کم تر ہو جاؤں؟"

"کوئلی گراہم کو تمھارے کم تر یا برتر ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ ہماری طرح سرکاری ملازمہ ہے۔ وہ صرف تمھارے دماغ کو لاک کرے گی اور تمھارے دماغ میں یہ باتیں نقش کرے گی کہ تم مشن پورا ہونے تک شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے اور کسی عورت کے قریب نہیں جاؤ گے۔"

"اس طرح میں کوئلی کا پابند ہو جاؤں گا۔"

"مشن پورا ہونے تک تمھیں اس کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں میں رہنا ہو گا۔ یہ میرا حکم ہے۔ تمھارے پیچھے جو دروازہ ہے اسے کھول کر جاؤ اور اس سے ملاقات کرو۔"

یہ باتیں خیال خوانی کے ذریعے ہو رہی تھیں۔ ڈیکوزا اپنے بنگلے کے اسٹڈی روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چونک کر پچھلے دروازے کو دیکھا پھر کہا "ماسٹر! میں اپنے بنگلے کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند رکھتا ہوں۔ وہ اندر کیسے آگئی؟"

"یہ سوال کوئلی سے کرو، وہ جواب دے گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دروازے کے پاس آیا جس کے پیچھے ڈرائنگ اور ڈائننگ روم تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔ ایک طرف کھانے کی میز پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنکھیں ملتے ہی ساکت رہ گیا۔

وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے حسین مکھڑے پر ایسی سختی اور سنگدلی تھی جیسے پتھر کو تراش کر بنائی گئی ہو۔ اس کے ہونٹ قدرتی طور پر گلابی تھے۔ دانت صاف اور چمکیلے تھے۔ آنکھوں سے درندگی، خود غرضی اور مکاری صاف جھلکتی تھی۔ جسم ایسا صحت مند تھا جیسے وہ صبح و شام ورزش کرتی ہو یا بھاگتی دوڑتی رہتی ہو۔ وہ عجیب چیز تھی۔ خطرناک بھی تھی۔ اسے حاصل کرنے کی آرزو بھی ہوتی تھی۔ مگر حاصل کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ چھٹی حس کہتی تھی، یہ بلا ہے، کبھی بھلا نہیں کرے گی۔

ڈیکوزا نے ہمت کرتے ہوئے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "تم میرے بنگلے میں کس طرح داخل ہوئیں؟"

"تم اسٹڈی روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ تم نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں اندر آئی۔ تم دروازہ بند کر کے پھر اپنی پہلی جگہ جا کر بیٹھ گئے تھے۔"

"تم جھوٹ کہتی ہو۔ میں دو گھنٹے سے اسٹڈی روم میں ہوں۔ کسی نے دروازے پر دستک نہیں دی۔ کیا تم مجھے پاگل

یا قائب دماغ پروفیسر سمجھتی ہو کہ میرے سامنے سے گزر کر جاؤ گی اور میں تمھیں نہیں دیکھوں گا۔"

"ڈیکوزا! تم سُپر ماسٹر کے لیے اہم فرائض ادا کر رہے ہو۔ لیکن شراب پیتے وقت بھول جاتے ہو کہ دشمن تمھاری مدہوشی سے ہمارے، تمھارے اور سُپر ماسٹر کے اہم معاملات کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"میں ابھی مدہوش نہیں ہوں، پھر تم کیسے آگئیں؟"

"تم نے پچھلی رات بہت زیادہ پی لی تھی۔ کیا تمھیں پتا ہے، تم کلب سے یہاں تک کس طرح آئے تھے؟"

وہ سوچنے لگا۔ اسے اچھی طرح یاد نہیں آرہا تھا۔ کوئلی نے کہا۔ "تم کلب سے نکل کر کار میں آئے تھے۔ میں پہلے ہی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ تم نے پوچھا 'میں کون ہوں!' میں نے کہا تم اس حالت میں ڈرائیو نہیں کر سکو گے۔ میری آنکھوں میں دیکھو۔"

وہ بولا۔ "ہاں، مجھے کچھ یاد آرہا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"تم نے میری آنکھوں میں دیکھا۔ اس کے بعد تمھیں اپنی خبر نہ رہی۔ یقین نہ ہو تو ابھی میری آنکھوں میں دیکھو۔ ہوش اُڑا دوں گی۔"

ڈیکوزا نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں پھر فوراً ہی نظریں ہٹا لیں۔ ایسا نہ کرتا تو واقعی ہوش اُڑ جاتے۔ آنکھیں جتنی خوبصورت تھیں اتنی ہی ان میں شیطانی کشش تھی۔ نظریں ملتے ہی اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں۔ وہ بولی۔ "میں نے پچھلی رات تم پر عمل کیا تھا اور تمھیں اپنے چند احکامات کا پابند بنا لیا تھا۔"

"آخر ایسی حرکتوں کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیا اب بھی نہیں سمجھے؟ میری طرح کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن تمھارے گھر میں داخل ہو سکتا ہے اور خیال خوانی کے ذریعے تمھارے شرابی، کمزور دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔"

سُپر ماسٹر اور وہاں کے موجودہ حکمران اس کی قابلیتوں اور صلاحیتوں سے کام لینا چاہتے تھے۔ اس کی ایک آدھ کمزوری آڑے آتی تھی۔ اسے دور کرنے اور ڈیکوزا کو پوری طرح مستحکم بنائے رکھنے کے لیے انھوں نے کوئلی کو اس کے ساتھ لگا دیا تھا لیکن وہ اس کا سہارا لینے میں اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔

کوئلی نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ بولا۔ "مجھے سُپر ماسٹر کے فیصلے سے انکار نہیں ہے لیکن میرے ساتھ تمھارا اسرائیل جانا ضروری نہیں ہے۔ تم میرے دماغ کو لاک کر چکی ہو۔ اب کوئی دشمن میرے دماغ میں نہیں آئے گا۔"

"میں پرانے طریقِ کار کے مطابق تنویمی عمل نہیں..... کرتی۔ میں کہیں بھی تنہائی ہو یا محفل، کسی کے رُوبرو بیٹھ کر اس کی آنکھوں میں اُتر جاؤں تو وہ میرا اسیر ہو جاتا ہے لیکن یہ اسیری عارضی ہوتی ہے۔ میرے احکامات میرے معمول کے دماغ میں دو چار روز تک نقش رہتے ہیں، پھر دُھندلانے لگتے ہیں اسی لیے میں ہر چوتھے یا پانچویں دن تم پر عمل کروں گی اور تمھارے ساتھ رہا کروں گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کسی دن بھی تمھاری دماغی کمزوری دشمنوں کو فائدہ پہنچا دے گی۔"

وہ کوئلی کے ساتھ پیرس آیا تھا پھر کریزی مین کا تعاقب کرتا ہوا تل ابیب پہنچ گیا تھا۔ کوئلی کہتی تھی۔ "مجھے بڑا ارمان ہے، کبھی سونیا سے سامنا ہو جائے۔ میں مانتی ہوں، اس کے تجربات تک پہنچنے اور اس کی مکاریوں کو سمجھنے میں ایک عمر لگے گی لیکن اس سے مقابلہ کرنے کی حسرت پوری ہو جائے گی۔"

اسے سونیا کا سامنا کرنے کی حسرت تھی اور وہ سونیا کے ساتھ اسی طیارے میں تل ابیب آئی تھی۔ وہاں پہنچ کر کریزی مین نے خوب پی تھی جس کے نتیجے میں ڈیکوزا کو اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے سُپر ماسٹر سے کہا۔ "آپ کریزی مین کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں۔ وہ ایک طرف ہم سے وفاداری کی قسمیں کھاتا ہے دوسری طرف سونیا کو اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلا رہا ہے۔ سونیا یہاں ایک ڈاکٹر کی بیوی رومیلا کے روپ میں آئی ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کریزی مین کی مدہوشی میں اس کے خیالات پڑھے پھر حکم دیا۔ "ڈیکوزا! اس آستین کے سانپ کو ختم کر دو اور محتاط رہو۔ کریزی مین کے دماغ میں پہنچ کر اپنی آواز اور لب و لہجے میں کبھی نہ بولنا۔ ورنہ فرہاد، رسونتی اور آرمر تمھاری کھوپڑی میں جگہ بنا لیں گے۔"

ڈیکوزا نے کوئلی سے کہا۔ "تمھاری حسرت پوری ہونے والی ہے۔ سونیا یہاں ایک ڈاکٹر کی بیوی کی حیثیت سے موجود ہے۔ میرا مشورہ ہے، ابھی اسے نہ چھیڑنا۔ میں چاہتا ہوں، تمھارے ہاتھ پاؤں سلامت رہیں، تم میری تنہائی میں آؤ تو میں تمھیں اپاہج نہ دیکھوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "شاباش! اسی طرح میری تمنا کرتے رہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے شراب چھوڑ دی ہے

میں جا رہی ہوں۔ سونیا سے دور رہوں گی لیکن اسے ضرور دیکھوں گی۔"

"خواہ مخواہ وقت برباد کرو گی۔" ڈیکوزا نے کہا۔

وہ بولی۔ "ہم دراصل پارس کو اغوا کرنے آئے ہیں۔ سونیا، پارس کے قریب رہتی ہوگی یا اکثر اس سے ملاقات کرتی ہو گی۔ اس طرح مجھے اس نوجوان تک پہنچنے کا موقع ملے گا۔"

وہ ہوٹل کے کمرے سے چلی گئی۔ ڈیکوزا خیال خوانی میں مصروف رہا۔ کریزی مین کو دہشت میں مبتلا کرتا رہا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ فرہاد اور ڈیمی دانیال بھی کریزی مین کے دماغ میں آتے رہتے ہیں۔ اس نے اپنی آواز نہیں سنائی۔ بڑی خاموشی سے اپنے شکار کو خوفزدہ کرتا رہا۔ آخر اسے تیز رفتار ٹرین کی دو بوگیوں کے درمیان گرا کر مار ڈالا۔

اس نے شام کو کوئلی سے کہا۔ "ہم آج رات پارس کو اغوا کر سکتے ہیں۔"

"کیا وہ تنہا ہوگا؟"

"نینسی اس کے ساتھ ہوگی۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ انھیں یقین ہے، وہ اپنی نئی دلہن نینسی سے ملنے آئے گا۔ اس ارب پتی رِل اوِن کے بنگلے کے اندر اور باہر مسلح پولیس والوں کا سخت پہرا ہے۔"

"پھر وہ اپنی دلہن سے کیسے ملے گا؟"

"نینسی کے ڈرائیور کے روپ میں رہے گا۔ ڈرائیور کو رازدار بنا کر چھٹی دے دی گئی ہے۔ پارس کوٹھی کے پیچھے ڈرائیور کے کوارٹر میں رہے گا۔ رات کو موقع پا کر نینسی کی خواب گاہ میں پہنچ جائے گا۔"

کوئلی کچھ دیر سوچتی رہی۔ "اس کی پلاننگ اچھی ہے لیکن فرہاد نے سیکڑوں بار روپ بدل کر دشمنوں کو اور قانون کے محافظوں کو دھوکا دیا ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بلند آواز میں بولی۔ "کیا یہاں کی انٹیلی جنس والے نینسی کے ایسے ملازموں پر شبہ نہیں کریں گے جو پارس کے قد اور جسامت سے مماثلت رکھتے ہوں؟"

"ہاں، شبہ کر سکتے ہیں لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین ان کے دماغوں میں جا کر شبہات کو کمزور کر سکتے ہیں۔ وہ دونوں اپنے بیٹے اور بہو کی حفاظت کے لیے وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود رہیں گے۔"

وہ بولی۔ "تم صرف یہ سوچو، یہاں کی انٹیلی جنس والے شبہ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ پارس کو گرفتار کریں گے اور اسے قیدی بنا کر آہنی پردوں کے پیچھے چھپا دیں گے تو ہماری مشکلات بڑھ جائیں گی۔ پارس ابھی آزاد گھوم رہا ہے۔ اس کی آزادی میرے لیے مفید ہے۔ ہم ایسے ہی وقت اسے ٹریپ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے، آج پارس اور نینسی کو ملنے کا موقع نہ دیا جائے۔"

"اگر تم ڈرائیور کے دماغ میں رہو گے تو کامیابی ہوگی۔ پارس کسی مقام پر ڈرائیور کی جگہ آئے گا۔ ایسے وقت تم مجھے پارس کے پاس پہنچا دینا۔"

"تم کیا کرو گی؟"

"میں اس کے اور نینسی کے درمیان دیوار بن جاؤں گی۔ نہ وہ نینسی کی طرف جا سکے گا، نہ اس کی گرفتاری کا اندیشہ رہے گا۔"

"میں ابھی پارس تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ تم باہر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ڈیکوزا نے آنکھیں بند کیں، نینسی کا تصور کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پارس کی ہدایت کے مطابق رُوما اور ڈان مورس کو شاپنگ کے لیے لے جا رہی تھی۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا۔ نینسی نے اسے رازدار بنا لیا تھا۔ اب کسی شاپنگ سینٹر میں دانیال اس کے دماغ میں آکر بتانے والا تھا کہ ڈرائیور کی تصویروں والا لفافہ کس کے حوالے کرنا ہے۔

وہ لفافہ جس کے ہاتھ میں جاتا، ڈیکوزا اس کے دماغ میں جا کر پارس کے موجودہ ٹھکانے تک پہنچ سکتا تھا۔

ماریہ کو سب ہی تلاش کر رہے تھے۔ پارس اور دانیال کو اندیشہ تھا کہ وہ نینسی کو ڈس لینا چاہے گی لیکن اس کے لیے یروشلم سے تل ابیب پہنچنا محال تھا۔ یہ ملک اس کے لیے اجنبی تھا۔ یہ ملک ہی کیا، یہ دُنیا بھی ماریہ کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ دانیال نے پارس کو یقین دلایا تھا کہ وہ ماریہ کو نینسی تک پہنچنے نہیں دے گا۔

اُدھر پولیس افسر نے ماریہ کے والدین سے کہا تھا۔ "آپ لوگ ہوٹل میں جا کر آرام کریں۔ ہم شام تک لڑکی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

ماریہ نے لندن میں رہ کر اچھی طرح بولنا اور پہننا اوڑھنا سیکھ لیا تھا۔ انسانوں کے درمیان رہنے کے کچھ طور طریقے بھی اسے سکھائے گئے تھے۔ اس نے یروشلم میں مسلمان عورتوں کو نقاب میں دیکھا تو سمجھ میں آیا، اگر وہ اسی طرح نقاب میں رہے گی تو کوئی اسے پہچان نہیں سکے گا۔

اس نے ایک دکان سے چادر اور نقاب خریدی... دکاندار نے اسے چادر اوڑھنا اور آنکھوں کے نیچے نقاب باندھنا سکھایا۔ اس سے پہلے ہی کچھ دل پھینک نوجوان... رئیس زادے اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ جب وہ نقاب پہن کر دکان سے نکلی تو ایک رئیس زادے نے اس کے قریب اپنی رولس رائس کار روک دی۔ اتنی مہنگی اور شاندار گاڑی دیکھ کر ہی حسین لڑکیاں پھنس جاتی تھیں۔ ماریہ نے پوچھا۔ "یہ ٹین کا ڈبا میرے سامنے لا کر راستہ کیوں روک رہے ہو؟"

نقاب میں صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ رئیس زادے نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں دیکھا تو کھڑے ہی کھڑے ڈگمگا سا گیا۔ اس نے جلدی سے نظریں ہٹا لیں، اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اس سے ڈرنا چاہیے یا اس پر مرنا چاہیے۔

وہ کترا کر جانے لگی۔ وہ جلدی سے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "یہ تم نے نقاب پہن کر اچھا کیا۔ میں بہت دیر سے اور بہت دور سے دیکھتا آ رہا ہوں، لوگ تمھیں للچا کر دیکھ رہے ہیں۔"

وہ رئیس زادے کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم میرے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟ میں اپنے پارس کے پاس جا رہی ہوں۔ دور ہی دور سے اس پر نظر رکھوں گی۔ اب وہ مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ کہیں بھاگنا چاہے گا تو میں نقاب میں رہ کر پیچھا کروں گی۔"

"کیا پیچھا کرنے کے لیے تمھارے پاس گاڑی ہے؟"

اس نے چونک کر رئیس زادے کو دیکھا پھر انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں ہے، میں ٹیکسی پر پیچھا کروں گی۔"

"اگر فوراً ٹیکسی نہ ملی تو کیا کرو گی؟"

وہ اچانک دوڑنے لگی۔ وہ بھی ساتھ دوڑتے ہوئے بولا۔ "یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ دوڑتی ہوئی کہاں جا رہی ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "میں بھول گئی تھی کہ اسے ہوش آئے گا تو وہ کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر مجھ سے دور چلا جائے گا۔ میں فوراً ہوٹل پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"ارے تم نے تو مجھے بھی چکرا دیا ہے۔ دوڑنے کی کیا ضرورت ہے، میرے پاس گاڑی ہے۔ ذرا رکو، میں تمھیں گاڑی میں پہنچا دوں گا۔"

وہ واپس دوڑتا ہوا گیا پھر اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا آ گیا۔ اپنے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم بہت اچھے ہو مجھے جلدی سے میرے پارس کے پاس پہنچا دو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کی پھر رفتار بڑھاتے ہوئے بولا۔ "پارس تمھارا کون ہے؟"

"میرا دوست ہے۔"

"کیا مجھ سے دوستی کرو گی؟"

"تم مجھے اچھے نہیں لگتے۔ کوئی بھی اچھا نہیں لگتا۔ جب اسے دیکھتی ہوں، اس کا نام سنتی ہوں اور جب اسے یاد کرتی ہوں تو فوراً اڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچنے کو جی چاہتا ہے۔"

"جب اسے اتنا چاہتی ہو تو دور کیوں رہتی ہو؟"

"وہ ہرجائی ہے۔ مجھے چھوڑ کر نینسی کے پیچھے جاتا ہے۔ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

"اس کا پیچھا کرنے کے لیے ہمیشہ گاڑی کی ضرورت ہوگی۔ مجھ سے دوستی کرو گی تو اسے تم سے دور نہیں جانے دوں گا، فوراً گاڑی میں اس کے پاس پہنچا دیا کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ؟"

"دوستی کر کے دیکھ لو۔"

"مجھے منظور ہے۔ آج سے تم بھی میرے دوست ہو۔"

رئیس زادے نے خوش ہو کر سوچا، واقعی لڑکی معصوم ہے یا پھر احمق ہے۔ اسے الو بنا کر اپنا الو سیدھا کیا جا سکتا ہے۔ اس نے ہوٹل کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔"

ماریہ کو تو پر لگ گئے تھے۔ گاڑی رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر بھاگتی چلی گئی۔

رئیس زادے نے کار کو ایک جگہ پارک کیا پھر ہوٹل کے اندر جانے لگا۔ ماریہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر پہنچی۔ رئیس زادہ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "معلوم ہوتا ہے، پارس کی بہت دیوانی ہو۔ دیوانگی میں لفٹ چھوڑ کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی آ رہی ہو۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے چلتی ہوئی پارس کے کمرے کے سامنے آئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ہوٹل کا منیجر اور پولیس افسر تین سپاہیوں کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ افسر نے ماریہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

ماریہ نے اندر آ کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ میرا پارس کہاں ہے؟"

افسر نے کہا۔ "میری باتوں کا جواب دو۔ کیا تمھارا نام ماریہ ہے؟"

"ہاں، میں ماریہ ہوں۔ اپنے پارس سے ملنے آئی ہوں۔"

افسر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تمھارے والدین نے تمھاری گمشدگی کی رپورٹ لکھاتے وقت پارس کا ذکر نہیں کیا۔ کیا یہ پارس فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے؟"

"ہاں، فرہاد کا بیٹا ہے۔ مگر وہ کہاں ہے؟"

"ہم خود اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

ماریہ نے پلٹ کر رئیس زادے سے کہا۔ "چلو ہم گاڑی میں اسے تلاش کریں۔"

افسر نے اس کے سامنے آ کر کہا۔ "سوری! تم نہیں جاؤ گی، فی الحال حراست میں رہو گی۔"

رئیس زادے نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر پولیس افسر کو دیتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے کارڈ پر ایک نظر ڈالی پھر اس کے ساتھ کمرے سے باہر آ کر بولا۔ "فرمایئے۔"

وہ بولا۔ "اس کارڈ کو پڑھ کر آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ میں کتنا دولت مند ہوں۔ نیچے میری کار میں فی الحال دس ہزار ڈالر پڑے ہیں۔ وہ ابھی چل کر آپ لے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ میرے بنگلے تک چل کر لے سکتے ہیں۔ اس لڑکی پر میرا دل آ گیا ہے آپ اسے حراست میں نہ لیں۔"

افسر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "آپ بہت بڑی آفر دے رہے ہیں لیکن آپ نہیں جانتے، یہ بہت ہی اہم اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ کیا آپ نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"

"سنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، یہ ٹیلی پیتھی محض بکواس ہے، کوئی کسی کے دماغ کے اندر نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ایسا کوئی فرہاد ہے تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دلچسپی صرف اس حسینہ سے ہے۔ میں آپ کو پچیس ہزار دوں گا۔"

افسر نے ایک زور کی سانس کھینچی جیسے سانس کے ذریعے پچیس ہزار ڈالر اپنے اندر پہنچا رہا ہو۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ابھی ملیں گے؟"

"آپ لڑکی کے ساتھ میرے بنگلے تک چلیں۔ رقم مل جائے گی۔"

پولیس افسر نے ماریہ سے کہا۔ "ہمارے ساتھ چلو۔"

وہ رئیس زادے کے پاس آ کر بولی۔ "میں اس کے ساتھ پارس کو ڈھونڈنے جاؤں گی۔ اس کے پاس گاڑی ہے۔"

وہ ہوٹل کے باہر آئے۔ افسر نے تینوں سپاہیوں کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ "تمھیں پانچ پانچ سو ڈالر ملیں گے۔ کسی سے یہ ذکر نہ کرنا کہ ہم نے اس لڑکی ماریہ کے سلسلے میں پارس اور فرہاد کا نام سنا ہے۔"

سپاہیوں نے وعدہ کیا۔ سب کے منہ پر ڈالروں کی مہر لگ گئی۔ افسر، ماریہ اور رئیس زادے کے ساتھ اس کے بنگلے تک آیا، پھر پچیس ہزار ڈالر لے کر چلا گیا۔ ماریہ نے پوچھا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ ہمیں میرے پارس کو ڈھونڈنے چلو۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ روم کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ "یہ افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ اسے تلاش کرنے گیا ہے۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی۔ "میں بھی جاؤں گی۔"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "ہاں، تم بھی میری گاڑی میں چلو گی۔ پہلے ہم ٹیلیفون سے معلوم کریں گے، تمھارا پارس کہاں مل سکتا ہے؟"

وہ اسے بیڈ روم میں لے آیا۔ اس نے پوچھا۔ "ٹیلیفون سے کیسے معلوم ہوگا؟"

"تمام شہر میں میرے آدمی موجود ہیں۔ وہ ہمیں پارس
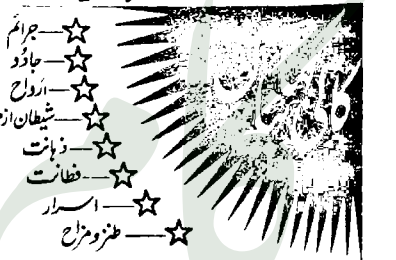
کے سلسلے میں رپورٹ دیں گے۔"

اس نے خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ بستر کے پاس جاکر فون کا رسیور اٹھا کر یونہی نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے بعد بولا۔ "ہیلو، میرا حکم غور سے سنو، اور اس پر عمل کرو۔ ہمارے تمام آدمیوں سے کہو۔ اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر پارس کو تلاش کریں۔ ہاں، اچھا... اچھا... بہت خوب... کیا پارس کو آدھے گھنٹے میں یہاں لے آؤ گے؟ شاباش۔ یہاں ماریہ انتظار کر رہی ہے۔ اسے آدھے گھنٹے میں ضرور لے آؤ۔"

ماریہ سُن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ رئیس زادے نے رسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "تم بڑی قسمت والی ہو۔ میرے آدمی پارس کو یہاں لانے والے ہیں۔"

وہ قریب آکر اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "تم بہت اچھے ہو۔ میں ہمیشہ تمھیں دوست سمجھتی رہوں گی۔"

"صرف سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ جیسے پارس سے محبت کرتی ہو، ویسے ہی مجھ سے کرو۔"

"تم جو کہو گے، وہ کروں گی مجھے بتاؤ، آدھا گھنٹا کب ختم ہو گا؟"

اس نے دیواری گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، دن کے بارہ بجنے میں دو منٹ باقی ہیں۔ جب چھوٹا کانٹا دو پر اور بڑا کانٹا بارہ پر آئے گا تو پارس آجائے گا۔"

وہ بول رہا تھا اور ماریہ کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اس کے بدن کی زہریلی حرارت دیوانہ بنا رہی تھی۔ اس معاملے میں وہ نہیں جانتی تھی کہ اچھا کیا ہے؟ اور بُرا کیا ہے؟ پارس اسے معصوم محبت تک محدود رکھتا تھا۔ رئیس زادہ اس حد سے تجاوز کرنا چاہتا تھا، اس نے جذباتی انداز میں کہا۔ "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ تم مجھے پیار کرو۔"

ماریہ نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم میرا پیار برداشت کر لو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اس میں برداشت کرنے کی کون سی بات ہے جیسے تم پارس کو کرتی ہو، ویسے ہی مجھے پیار کرو۔"

"وہ تو مجھے برداشت کر لیتا ہے، صرف مدہوش ہو جاتا ہے۔ تم مر جاؤ گے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک ننھی سی بچی کی طرح باتیں کرتی ہو بھئی! میری فکر نہ کرو۔ میں نہیں مروں گا۔"

اس نے رئیس زادے کے دائیں ہاتھ کو چوم لیا۔ اس کے سامنے دونوں گھٹنے ٹیک کر بولی۔ "تم میرے بہت کام آ رہے ہو۔ میں تمھاری کوئی خواہش نہیں ٹھکراؤں گی مگر پارس کو اسی طرح پیار کرتی ہوں۔"

اس کا چہرہ رئیس زادے کی ہتھیلی کی پُشت پر جُھک گیا۔ اس کے سفید چمکیلے دانت نمایاں ہوئے پھر اس عیاش کی جلد اور گوشت میں اُتر گئے۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ چیخ اس ویران بنگلے کے در و دیوار کی محدود فضا میں گونجتے گونجتے دھیمی ہوئی پھر دھیمی ہوتے ہوتے مر گئی۔

وہ فرش پر گھٹنے ٹیکے ہوئے تھی، اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور جو کھڑا ہوا تھا وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ماریہ نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر دیواری گھڑی کو دیکھنے لگی۔ رئیس زادے کے پورے بارہ بج چکے تھے۔ پارس کے دو نہیں بج رہے تھے۔ وہ انتظار کرنے کے لیے بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔

وہ خواب گاہ بڑی پُرسکون اور آرام دہ تھی۔ بستر نہایت ملائم تھا۔ بیٹھنے اور لیٹنے والا اس میں دھنس جاتا تھا۔ وہ تھکن محسوس کر رہی تھی۔ آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گئی۔ وہ پچھلی رات پارس کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ صبح ہوتے ہی اسے چھوڑ کر نکل گئی تھی اور اب تک بھٹک رہی تھی۔ آرام سے لیٹنے کے بعد آنکھیں آپ ہی آپ بند ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

جب آنکھ کھلی تو وہ چند لمحوں تک ساکت پڑی رہی، سوچنے لگی: "یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ کس کا بستر ہے، کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟"

پھر اسے رئیس زادہ یاد آیا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سر گھما کر فرش کی طرف دیکھا۔ عیاش عاشق کی لاش اسی طرح پڑی ہوئی تھی جیسی ماریہ نے سونے سے پہلے دیکھی تھی۔ گھڑی کی ٹن ٹن سنائی دی۔ اس نے سر اُٹھا کر سامنے دیوار کو دیکھا۔ وہاں گھڑی میں چار بج گئے تھے۔ اس نے چیخ کر آواز دی۔ "پارس! تم کہاں ہو؟ کیا یہاں آگئے ہو؟ مجھے جواب دو پارس! یہ مرنے والا کہہ رہا تھا، تم آدھے گھنٹے میں آجاؤ گے پھر کیوں نہیں آ رہے ہو؟"

اس نے بستر سے اُتر کر اپنی چادر اور نقاب کو اٹھایا۔ آئینے کے سامنے نقاب باندھ کر چادر اوڑھی، اپنے عکس کو دیکھا پھر بولی۔ "میں اتنی دیر تک دھوکے میں آکر سوتی رہی۔ پتا نہیں میرا پارس کتنی دور چلا گیا ہو گا۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں! کس سے اس کا پتا پوچھوں؟ کوئی بتائے یا نہ بتائے، مجھے تو پوچھنا ہی ہو گا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں اسے مرتے دم تک ڈھونڈتی رہوں گی۔"

وہ آئینے کے پاس سے پلٹ گئی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی۔ پورچ میں وہی رولس رائس کار کھڑی تھی۔ وہ کار سے لپٹ گئی۔ مایوس ہو کر بولی۔ "میں گاڑی نہیں چلا سکتی۔ پارس ٹھیک کہتا تھا، میں نادان ہوں، کچھ نہیں جانتی ہوں۔ مجھے بہت کچھ سیکھنا ہو گا۔ اگر مجھے ڈرائیونگ آتی تو میں یہ گاڑی چلاتی ہوئی پارس تک ضرور پہنچ جاتی۔"

اس نے گاڑی کو حسرت سے دیکھا پھر تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی بنگلے کے احاطے سے باہر چلی گئی۔

لارنس ڈیکوزا اس بات کو اہمیت دے رہا تھا کہ پارس یہودیوں کی قید میں نہ پہنچے۔ اسے بچائے رکھنے کے لیے لازمی تھا کہ وہ ڈرائیور بن کر تنیسی سے ملاقات کے لیے جائے۔ دوسری بات یہ کہ پارس اپنی شیبا ممی کے قاتل سے قسطوں میں انتقام لے رہا تھا۔ پہلے اس کی آنکھ پھوڑی پھر ایک ہاتھ کٹوایا اور اب اس کی ایک ٹانگ کاٹنے والا تھا۔ ڈیکوزا سوچ رہا تھا، پارس کو یہ آخری انتقام نہیں لینا چاہیے کیونکہ وہاں بھی سخت پہرا تھا۔ وہ گرفتار ہو سکتا تھا۔

یہ سوچ کر ڈیکوزا نے شیبا کے قاتل تک رسائی حاصل کی۔ دراصل اس نے براہِ راست شیبا کو قتل نہیں کیا تھا۔ ڈمی فرہاد بن کر اس کی عزت سے کھیلتا رہا تھا۔ جب راز کھلا تو شیبا حیا سے مر گئی۔ یعنی وہ اس کی موت کا سبب بن گیا تھا۔ اگر وہ ایسی شیطانی حرکت نہ کرتا تو شیبا خودکشی نہ کرتی۔ اس شیطان نے اسے بالواسطہ قتل کیا تھا۔ وہ اسرائیلی فوج میں سیکرٹ ایجنٹ تھا۔ اس کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایک آنکھ اور ایک ہاتھ سے محروم ہو گیا تھا۔

اسرائیلی فوج کے افسران کو یقین تھا کہ تیسری بار پارس ان کی گرفت میں آجائے گا۔ سیکرٹ ایجنٹ کے کاٹیج کے چاروں طرف مسلح فوجی جوانوں کا سخت پہرا تھا۔ وہ کاٹیج سمندر کے ساحل پر تھا۔ وہاں بے شمار مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے تفریح کے لیے آیا کرتے تھے۔ تفریح کرنے والوں کو کاٹیج کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن بعض اوقات معصوم بچوں کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔

ڈیکوزا نے ایسے ہی ایک ننھے بچے کے ذریعے کاٹیج کے مین گیٹ کی طرف گیند پھینکی۔ بچہ اپنی گیند کے لیے دوڑتا ہوا گیا۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے ایک فوجی جوان نے گیند کو اٹھا کر ہنستے ہوئے کہا۔ "میں اس سے کھیلوں گا، تمھیں نہیں دوں گا۔"

بچے نے کہا۔ "یہ گیند میری ہے، تمھاری نہیں ہے۔ مجھے دو، نہیں تو ڈیڈی سے شکایت کروں گا۔ پھر وہ تمھاری پٹائی کریں گے۔"

فوجی جوان نے ہنستے ہوئے اس سے چند باتیں کیں پھر اسے گیند دے دی۔ بچہ چلا گیا۔ ڈیکوزا اس فوجی کے دماغ میں رہ گیا۔ وہاں سے اس نے ایک فوجی افسر تک رسائی حاصل کی۔ وہ افسر کبھی کبھی کاٹیج کے اندر جاتا تھا اور اس سیکرٹ ایجنٹ کی ضروریات پوری کرتا تھا۔ اگر کوئی معمولی دشمن ہوتا تو ایسے سخت حفاظتی انتظامات نہ کیے جاتے۔ کیونکہ اب اس اپاہج سیکرٹ ایجنٹ کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ سرکاری طور پر صرف دو سپاہیوں کی ڈیوٹی لگا دی جاتی لیکن وہ پارس کو گرفتار کر کے فرہاد کو کمزور بنانا چاہتے تھے اس لیے کاٹیج کے چاروں طرف دن رات مستعد رہتے تھے۔

اتنی مستعدی اور حفاظت کے باوجود ڈیکوزا اس کانے ایجنٹ کے اندر پہنچ گیا۔ شام کا وقت تھا۔ ایک فوجی ڈاکٹر اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو کانا اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ڈیکوزا نے اس کی سوچ میں کہا۔ "آج میرے پاس دونوں پاؤں ہیں، میں آرام سے ٹہل رہا ہوں۔ جب ایک پاؤں کٹ جائے گا تو ٹہلنا اور اپنے بل پر چلنا پھرنا ایک خواب ہو جائے گا۔ مجھے بیساکھی کا سہارا لینا ہو گا۔"

وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک آنکھ سے اپنا عکس دیکھنے لگا۔ اور سوچنے لگا۔ "وہ شیطان کا بچہ اب مجھ سے انتقام نہیں لے سکے گا۔ باہر سخت پہرا ہے۔ اندر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ پھر میری جیب میں بھرا ہوا ریوالور رہتا ہے۔ ڈاکٹر اور آفیسر کے سوا کوئی بھی کمرے میں داخل ہونا چاہے تو مجھے پوچھے بغیر اسے گولی مار دینے کی اجازت ہے۔"

ڈیکوزا اسے آئینے کے پاس سے چلاتا ہوا دروازے کے پاس لایا۔ دروازے کو اندر سے بند کرایا پھر کہا۔ "ہیلو! کانے دجّال، کیسے ہو؟"

اس نے گھبرا کر ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگا۔ "کیا میرے اندر کوئی بول رہا ہے؟"

"موت بول رہی ہے۔"

وہ چیخ کر مسلح پہرے داروں کو بلانا چاہتا تھا۔ ڈیکوزا نے اسے موقع نہیں دیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر جیب

سے ریوالور کو نکالا۔ پھر اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر بولا "مرنا چاہتے ہو تو ریوالور کی نال کنپٹی پر رکھو۔ زندہ رہنا چاہتے ہو تو اس نال کو ایک پاؤں کے گھٹنے پر رکھو۔ یہ آخری سزا ہے، بولو کیا چاہتے ہو۔ موت؟ یا لنگڑی زندگی؟"

وہ پھر چیخنا چاہتا تھا مگر حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ ریوالور اس کے گھٹنے کی طرف جا رہا تھا۔ اور وہ اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈیکوزا نے کہا "اگر یہ منظور نہیں ہے تو ریوالور کنپٹی کی طرف لے جاؤ۔"

وہ ریوالور والا ہاتھ کنپٹی کی طرف جانے لگا۔ وہ کانے دشمن کا اپنا ہاتھ تھا اور وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ خوف سے کانپتے ہوئے بولا "نن... نہیں... نہیں... میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے معاف کر دو۔"

ریوالور کی نال تیزی سے گھٹنے پر آئی پھر ٹھائیں سے گولی چل گئی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ خون تیزی سے بہنے لگا۔ باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر فوجی افسر نے دروازہ پیٹتے ہوئے کہا "کیا ہو گیا۔ یہ گولی کس نے چلائی ہے، دروازہ کھولو۔"

دوسری بار ٹھائیں کی آواز ابھری۔ ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ تیسرے فائر سے پنڈلی کے ساتھ والی ہڈی ٹوٹ گئی۔ چوتھی گولی نے ٹخنے کو چور چور کر دیا۔ ڈیکوزا اس سے پانچویں گولی نہ چلوا سکا۔ شکار بے ہوش ہو چکا تھا۔ وہ دماغ سے نکل آیا۔

کوٹلی نے باہر جانے کے لیے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ شوخ رنگ کے پیٹی کوٹ اور بلاؤز میں اس کا حسن اور شباب دونوں نکھر آئے تھے۔ وہ اتنے کھلے ہوئے گلے کا بلاؤز پہنتی تھی کہ بلاؤز نہ بھی پہنتی تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ ڈیکوزا نے دھڑکتے ہوئے اور کانپتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "میرے صبر کا امتحان کب تک لو گی۔ تم دیکھ رہی ہو، میں نے شراب چھوڑ دی ہے، یوگا کی مشقیں کر رہا ہوں۔"

"ابھی کرتے رہو، میں کہیں بھاگی نہیں جا رہی ہوں۔ تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ جب میں دیکھوں گی کہ تم دو میل کی دوڑ لگا سکتے ہو اور پانچ منٹ تک سانس روک سکتے ہو تو میں خود تمہارے پاس آجاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگی پھر بولی "تم مجھے پارس تک پہنچانے والے تھے۔ میں لباس بدل کر آگئی ہوں مجھے وہاں پہنچاؤ پھر دیکھنا، وہ نوجوان مجھے دیکھ کر کسی اور کو دیکھنا بھول جائے گا۔"

وہ بولا "بہت زیادہ خوش فہمی ہو گئی ہے۔"

"تم جل کر بول رہے ہو۔"

"شرط لگاؤ۔ وہ تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالے گا۔"

وہ غرا کر بولی "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ میں ضرور شرط لگاؤں گی۔ اُسے دیوانہ بنا کر یہاں تمہارے سامنے لاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ اگر تم جیت جاؤ گی تو میں بارہ گھنٹے کے لیے تمہارا غلام بن جاؤں گا۔ تم مجھ سے جیسی بھی خدمت کرانا چاہو گی، میں انکار نہیں کروں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔ اگر میں ہار جاؤں گی تو بارہ گھنٹے کے لیے تمہاری کنیز بن جاؤں گی۔ تم مجھ سے جیسا بھی سلوک کرو گے میں اعتراض نہیں کروں گی۔"

دونوں نے ایک دوسرے کی شرط منظور کر لی۔ ڈیکوزا نے کہا "میں ابھی پارس کا ٹھکانا معلوم کرتا ہوں۔"

وہ آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا نینسی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ رُوما اور ڈان مورس کے ساتھ ایک بہت بڑے شاپنگ سینٹر میں تھی۔ اس کے دماغ میں یقیناً ڈینی دانیال ہو گا۔ اس لیے ڈیکوزا بالکل خاموش تھا۔ جب نینسی شاپنگ کے بعد کاؤنٹر پر بل ادا کرنے لگی تو دانیال نے کہا "کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے کیشیئر سے کوئی بات کرو۔"

نینسی نے بات کی۔ دانیال نے کہا "میں کیشیئر کے پاس جا رہا ہوں۔ تم ڈرائیور کی تصویروں والا لفافہ اسے دے دو۔"

نینسی نے بل کی رقم کے ساتھ وہ لفافہ کیشیئر کو دے دیا۔ ادھر ڈیکوزا بھی کیشیئر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن اس طرح بات بننے والی نہیں تھی۔ اس نے وہیں دکان میں ایک گاہک کی آواز سنی پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کے ذریعے کیشیئر پر نظر رکھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ پارس ابھی میک اپ میں آ رہا ہے اور کیشیئر سے وہ لفافہ لے کر جانے والا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان آیا۔ اس نے میک اپ کے دو چار آئیٹم خریدے پھر بل ادا کرنے کاؤنٹر پر آیا۔ تو کیشیئر نے مطلوبہ رقم لے کر وہ لفافہ اس کے حوالے کر دیا۔ نوجوان لفافہ لے کر باہر پارکنگ ایریا میں آیا۔ ڈیکوزا کا معمول اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے بھی اپنی کار میں آکر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ نوجوان کی کار وہاں سے نکل کر جانے لگی۔ معمول نے اپنی کار اس کے پیچھے لگا دی۔

وہ ٹریفک کے ہجوم میں آگے پیچھے چلتے رہے۔ پھر نوجوان کی کار کیسینو کی ایک عمارت کے بیسمنٹ میں چلی گئی۔ بیسمنٹ میں صرف کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ نوجوان اپنی کار وہاں چھوڑ کر عمارت کے ایک حصے میں آیا اور ایک لفٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ وہاں پہلے سے دو عورتیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈیکوزا کا معمول بھی ان کے ساتھ لفٹ میں گیا۔ پھر نوجوان کے ساتھ ساتویں منزل پر لفٹ سے باہر آگیا۔ وہاں ہوٹلوں کی طرح مختلف کمروں کے دروازے دکھائی دے رہے تھے۔ نوجوان ایک دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

ڈیکوزا اس معمول کو واپس شاپنگ سینٹر پہنچانے کے بعد دماغی طور پر حاضر ہو گیا پھر آنکھیں کھول کر کوٹلی سے بولا "کیسینو ڈیلائٹ کی عمارت میں جاؤ۔ پارس ساتویں منزل کے بارہ نمبر کے کمرے میں ہے۔"

اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ وہ جانا چاہتی تھی، ڈیکوزا نے کہا "اپنی شرط یاد رکھنا۔"

وہ بل کھاتی ہوئی دروازے تک گئی پھر بولی "یاد رہے میری واپسی پر ہم دونوں میں سے کوئی ایک بارہ گھنٹے کے لیے دوسرے کا تابع دار ہو جائے گا۔"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ ڈیکوزا تھوڑی دیر کے لیے خالی دروازے کو دیکھتا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کوٹلی نہ سہی، اس جیسی کوئی زبردست حسینہ خیال خوانی کی مٹھی میں آسکتی تھی۔ اگر کوٹلی شرط ہار جاتی تو وہ بارہ گھنٹے تک خوب غم غلط کرتا رہتا۔ خود ہارنے کی صورت میں کوٹلی کی متبادل حسینہ لازمی ہو گئی تھی۔

وہ لباس تبدیل کر کے جانے لگا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ روز صبح پانچ بجے اور شام پانچ بجے سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ اسرائیل آنے کے بعد یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ فرہاد وغیرہ ڈیکوزا کے ذریعے سُپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا اسے رابطہ قائم کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ سُپر ماسٹر خود ہی آواز اور لہجہ بدل کر اسے مخاطب کر لیا کرتا تھا۔

وہ باہر نہ جا سکا۔ سُپر ماسٹر کسی وقت بھی آنے والا تھا۔ وہ باہر کے ہجوم میں پوری توجہ سے باتیں نہیں کر سکتا تھا اس لیے ہوٹل کے کمرے ہی میں رہ گیا۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد اس نے بدلی ہوئی آواز اور لہجہ اپنے دماغ میں سنا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے یقین ہوا کہ وہ سُپر ماسٹر ہے۔ وہ پوچھ رہا تھا "پارس کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے؟"

"میں نے اس کا ٹھکانا معلوم کر لیا ہے۔ کوٹلی اس سے ملنے گئی ہے۔"

"تمہیں کوٹلی کے دماغ میں رہنا چاہیے۔ اُسے کسی موقع پر ٹیلی پیتھی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"ماسٹر وی وان! اسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز ہے۔ وہ دعویٰ کر کے گئی ہے کہ پارس کو دیوانہ بنا کر لے آئے گی۔"

"وہ اپنے دعوے میں اکثر کامیاب رہتی ہے۔ تم پارس کو اغوا کرنے اور وہاں سے نکل آنے کے انتظامات کا پھر سے جائزہ لو۔ کہیں کوئی خامی نہ رہ جائے۔"

"میں تھوڑی دیر پہلے جائزہ لے چکا ہوں۔ میرے ماتحت بالکل الرٹ ہیں۔ میرا حکم سنتے ہی ایک ہیلی کاپٹر اس ہوٹل کی چھت پر آئے گا۔ ہم پارس کو بے ہوش کر کے اس میں صرف آدھے گھنٹے تک سفر کریں گے۔ ایک ویرانے میں ہمارے لیے طیارہ موجود ہے۔ ہم ہیلی کاپٹر سے طیارے میں منتقل ہو کر اسرائیل کی سرحد سے نکل آئیں گے۔"

"ڈیکوزا! وقت کا خیال رکھو، میں نے پارس دوم کو چوبیس گھنٹے بعد رہا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ وعدہ پورا کرنے کے لیے صرف چار گھنٹے رہ گئے ہیں۔ اگر میں نے اسے رہا نہ کیا تو فرہاد کی دشمنی شروع ہو جائے گی۔ میں چاہتا ہوں، پارس اوّل بھی ہماری قید میں آجائے تو پھر فرہاد دم نہیں مارے گا۔ دونوں بیٹوں کی سلامتی کے لیے ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

ڈیکوزا نے کہا "ہم چار گھنٹے کے اندر پارس اوّل کو یہاں سے نکال لے جانے کی پوری کوشش کریں گے لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ دیر ہو سکتی ہے میں جلد بازی میں کام بگاڑنا نہیں چاہتا۔ آپ دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کریں۔"

سُپر ماسٹر دماغ سے چلا گیا۔ اس نے گہری سانس لی۔ کمرے کے اندر گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ وہ باہر آگیا۔ کوریڈور سے گزرتا ہوا لفٹ میں پہنچا۔ وہ لفٹ اسے نیچے لے آئی۔ وہ زیادہ دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر ہوٹل کے باہر کھلی فضا میں سانس لینا چاہتا تھا۔ کسی حسینہ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے شکار کر کے اپنے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

نیچے پہنچ کر جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا، اس کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ایک نہایت ہی حسین و جمیل کم سن دوشیزہ نظر آئی۔ وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ تھی جو صورت سے ہی بدمعاش نظر آتا تھا۔ ڈیکوزا کو لفٹ سے باہر جانا تھا اور اس حسینہ کو بدمعاش کے ساتھ لفٹ کے اندر آکر کہیں اوپر

جاتا تھا۔ ڈیکوزا نے کہا: "آپ اندر آجائیں۔ میں اپنے کمرے میں رومال بھول گیا ہوں۔ واپس اوپر جا رہا ہوں۔"

وہ دونوں اندر آگئے۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ ڈیکوزا نے پوچھا: "آپ کس فلور پر جائیں گے؟"

"فورتھ فلور" جواب ملا۔

ڈیکوزا نے چوتھی منزل کا بٹن دبایا۔ اس کے ساتھ ہی بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی 'وہ ایک اسمگلر ہے۔ اسکندریہ سے چند ہیرے اسمگل کرکے لایا ہے اور یہاں کسی پارٹی سے ان کا سودا کرنے والا ہے۔'

لفٹ چوتھی منزل پر رُک گئی۔ وہ دونوں چلے گئے۔ دروازہ پھر بند ہوگیا۔ وہ واپس اپنے کمرے میں جلدی سے آیا پھر ریسیور اُٹھا کر بولا: "پلیز، فورتھ فلور کے کمرا نمبر ۹ سے رابطہ قائم کرائیں۔"

ڈیکوزا نے اتنی دیر میں یہ معلوم کرلیا کہ وہ کم سن حسینہ کو کہیں سے پھانس کر لایا ہے۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ہیلو" ڈیکوزا نے کہا: "ہیلو مسٹر! میں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمھارے پاس کتنے ہیرے ہیں اور وہ کہاں چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا: "تم کون ہو؟"

"اگر مجھے دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہو تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر فیصلہ سناؤ۔ ہیرے چاہتے ہو یا وہ حسینہ جسے کہیں سے پھانس کر لائے ہو۔ دو میں سے ایک چیز میری ہوگی، دوسری تمھاری۔"

"تم ہیروں کے متعلق کیسے جانتے ہو؟"

"وقت ضائع کر رہے ہو۔ فیصلہ سناؤ۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں لڑکی تمھارے حوالے کردوں تو تم ان قیمتی ہیروں کو بعد میں طلب نہیں کروگے یا پولیس والوں کو میرے پیچھے نہیں لگاؤ گے۔"

"تم کل رات اس ہوٹل میں آئے تھے۔ میں تمھارا دشمن ہوتا یا ہیرے جواہرات کا لالچی ہوتا تو ابھی تم آہنی سلاخوں کے پیچھے ہوتے یا ان ہیروں کو میرے اور اپنے درمیان تقسیم کرچکے ہوتے۔ میں ہیروں کا نہیں حسن کا قدر دان ہوں۔ اس حسینہ کو ساتویں منزل کے بارہ نمبر کمرے میں پہنچا دو۔"

"اچھی بات ہے، میں ابھی آرہا ہوں۔"

ڈیکوزا اسے اپنے کمرے کا نمبر بتا کر پھر ریسیور رکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُدھر وہ ریسیور رکھ کر حسینہ سے کہہ رہا تھا: "ابھی فون پر معلوم ہوا ہے کہ تمھارا پارس ساتویں منزل کے بارہویں کمرے میں ہے۔ میں تمھیں وہاں لے چلتا ہوں۔"

ڈیکوزا پارس کا نام سن کر چونک گیا۔ وہ اسمگلر سوٹ کیس کھول کر ایک ریوالور نکالنے کے بعد اس میں سائلینسر لگا رہا تھا۔ حسینہ نے پوچھا: "کیا تم میرے پارس کو گولی مارو گے؟"

"پارس کو نہیں، اس شخص کو ماروں گا جو تمھیں چھین لینا چاہتا ہے۔"

ڈیکوزا نے ماریہ کی آواز سن کر اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی لیکن واپس آگیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ وہ گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ تیزی سے سوچنے لگا۔ 'کیا پارس یا فرہاد اس لڑکی کے ذریعے مجھے جال میں پھانس رہے ہیں؟'

اس کے دماغ میں پہلا خیال یہی آیا کہ ہوٹل کے کمرے سے نکل بھاگے۔ پھر یہ سمجھ میں آیا، ابھی وہ حسینہ کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کرچکا ہے۔ یہ بات فرہاد کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ ابھی کسی نے ساتویں منزل کے بارہ نمبر کمرے سے فون کیا تھا۔ فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری ٹیم نے بارہ نمبر کمرے کا اور ہوٹل کا محاصرہ کرلیا ہوگا۔

وہ جھاگ کی طرح صوفے پر بیٹھ گیا۔ اچانک کوٹلی کا خیال آیا۔ اگر وہ پارس کو اپنی ذات میں اُلجھا رہی ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پارس کو اس ہوٹل میں آنے والی حسینہ کا علم نہیں ہے اور یہ حسینہ کسی وجہ سے پارس کو ڈھونڈتی ہوئی اس اسمگلر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔

اس نے کوٹلی کے دماغ پر دستک دی۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ کوٹلی نے کہا: "سوری! ابھی میں پارس کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہونے والی ہوں۔ تم بعد میں رابطہ قائم کرنا۔"

اس نے سانس روک لی۔ ڈیکوزا واپس اپنی جگہ آگیا۔ ... نے ذرا سی دیر میں معلوم کرلیا تھا۔ پارس کوٹلی کے سامنے موجود ہے۔ اب یہ بات یقینی ... رہی تھی کہ وہ ہوٹل میں آنے والی حسینہ سے بے خبر ہے۔

وہ جھنجلا رہا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرکے بھی یہ صحیح طور پر معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ خیال خوانی والے دشمن اسے گھیر رہے ہیں یا وہ محض دہشت میں مبتلا ہے۔ پارس کا تعلق اس حسینہ سے ہے یا وہ حسینہ یونہی اس کی دیوانی ہوکر اسے تلاش کرتے ہوئے ایک اسمگلر کے پاس آگئی ہے۔

دوسری طرف کوٹلی نے درست کہا تھا کہ وہ پارس کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ جب وہ ڈیکوزا کے بتائے ہوئے پتے پر پارس کے کمرے میں پہنچی تو وہ لفافے سے ڈرائیور کی تصویر نکال کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے

سامنے بڑے سے آئینے کے پاس میک اپ کا سامان بکھرا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر کوٹلی کو دیکھا پھر ناگواری سے بولا: "کیا تم اتنی سی تہذیب نہیں جانتیں کہ دوسرے کے ہاں اجازت لے کر آنا چاہیے۔"

کوٹلی کو ذرا دکھ ہوا۔ اسے پہلی بار دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے تھے اور وہ تھا کہ اسے تہذیب سکھا رہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میں اس کمرے کو دوسرے کا نہیں اپنا سمجھ کر آئی ہوں اور جب آہی گئی ہوں تو تم اخلاق اور تہذیب کا مظاہرہ کرو۔"

وہ مسکراتے ہوئے اُٹھ گیا پھر بولا: "میں تمھاری اس نادانی کو نظر انداز کرتا ہوں۔ آؤ بیٹھو، پہلے بتاؤ کیا پیو گی؟ ٹھنڈا یا گرم؟"

وہ قریب آکر بولی: "جو پلانا چاہتے ہو، اپنی آنکھوں سے پلاؤ۔"

پارس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ اسے محسوس ہوا کہ آنے والی کی آنکھیں اسے گرفتار کرنا چاہتی ہیں لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس اپنی ماریہ کا زہر ہضم کرلیتا ہے۔ جو زہر کو معمولی نشے کی طرح قبول کرلیتا تھا اس پر کوٹلی کی تنویمی عمل کرنے والی آنکھیں بھلا کیا اثر کرسکتی تھیں۔

چند لمحوں کے بعد ہی پارس کا خیال درست نکلا۔ وہ اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال کر کہہ رہی تھی: "تم مجھے دیکھ رہے ہو، میری آنکھوں میں ڈوب رہے ہو۔ اب ان آنکھوں کے سحر سے نکل نہیں سکو گے۔"

وہ بولا: "میں ان آنکھوں میں ڈوب رہا ہوں، مجھے بتاؤ، تم کون ہو؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"پہلے تم میرے معمول بن جاؤ پھر بتاؤں گی۔"

"مجھے کوئی بات معلوم نہ ہو تو میں بے چین ہو جاتا ہوں۔ پلیز اپنا مقصد بتاؤ۔"

وہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی تھی، اسے یقین تھا کہ وہ نوجوان دوسروں کی طرح آسانی سے اس کا معمول بن جائے گا۔ وہ اپنی دانست میں اسے بڑی کامیابی سے سحر زدہ کر رہی تھی۔ پارس نے اس کا ایک ہاتھ تھام لیا پھر اس کی آنکھوں سے اپنی آنکھیں ہٹالیں۔ وہ تعجب سے بولی: "کیا میری آنکھیں تمھیں متاثر نہیں کر رہی ہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا: "تم سر سے پاؤں تک متاثر کر رہی ہو۔ کیا میں تمھارا یہ ہاتھ چوم سکتا ہوں؟"

وہ خوش ہوگئی۔ آنکھوں کا نہ سہی، حسن و شباب کا جادو تو چل رہا تھا۔ پارس نے اس کی ہتھیلی کی پُشت پر ہونٹ رکھے پھر اس کے دانت نمایاں ہوئے۔ دوسرے ہی لمحے کوٹلی کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کمرے کے در و دیوار گھومنے لگے، اپنے جسم کے اندر زہر کی جلن محسوس کرتے کرتے چکرا کر گر پڑی اور جہاں گری، وہاں سے پھر اُٹھ نہ سکی۔

ہوٹل کے کمرے میں ڈیکوزا سہما ہوا سا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ مارے خوف کے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ جیسے موت دروازے پر دستک دے رہی ہو۔

سوال پیدا ہوا۔ 'کون آیا ہے؟'

جواب سمجھ میں آیا۔ 'سائلینسر لگی ہوئی موت.....'

موت اچانک ہی آکر دبوچ لے تو آدمی کسی خوف کے بغیر مر جاتا ہے۔ کیونکہ خوفزدہ ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن پہلے سے اطلاع مل جائے کہ موت فلاں وقت ضرور آئے گی تو اس کے آنے سے پہلے ہی آدمی دہشت سے مرتا رہتا ہے۔ بُرا ہو ٹیلی پیتھی کا جس کے ذریعے ڈیکوزا کو معلوم ہوگیا تھا کہ ماریہ پارس کو تلاش کرتی ہوئی اُس ہوٹل میں آئی ہے، گویا موت آئی ہے۔

ڈیکوزا نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا تھا، وہ اسمگلر سائیلنسر لگا ہوا ریوالور لے کر ماریہ کے ساتھ آیا تھا۔ اسے ریوالور کا خوف نہیں تھا۔ وہ دماغی جھٹکا پہنچا کر اسمگلر کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ اسے مار کر بھگا سکتا تھا اور ماریہ کو مالِ غنیمت کی طرح حاصل کرسکتا تھا۔ لیکن یہ سوچ کر خوف آرہا تھا کہ ماریہ کے دماغ میں فرہاد چھپ کر آرہا ہوگا۔

دروازے پر دوسری بار دستک ہوئی۔ اسے دروازہ تو کھولنا ہی تھا۔ وہ بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتا تھا۔ اس نے

آہستہ آہستہ قریب آکر چٹخنی ہٹائی اور ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ اندر آیا۔ پھر ڈیکوزا کو دیکھ کر بولا: "اچھا تو تم ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے لفٹ میں تم ہمارے ساتھ آئے تھے۔ بائی دی وے میں تمہاری معلومات کی داد دیتا ہوں۔ اور یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ تمہیں اُن ہیروں کا علم کیسے ہوا؟"

آنے والے نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ ڈیکوزا اُسے نظر انداز کر کے ماریہ کو مسلسل دیکھتا جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا مانا کہ یہ بے حد حسین ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ آدمی اسے دیوانہ وار دیکھتا جائے اور اس کے قریب تر ہونے کے لیے مچلتا رہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، اس کے وجود میں کیسی کشش ہے، میں اس کے سامنے کوئی کو ہار جانے کے لیے تیار ہوں۔

اسمگلر نے کہا: "تم اس حسینہ کو دیوانہ وار دیکھ رہے ہو۔ مجھے یقین آگیا، تم ہیروں کے نہیں حسن کے طلب گار ہو۔ میں اسے لے آیا ہوں۔ لیکن تمہارے حوالے کرنے سے پہلے معلوم کرنا چاہوں گا، تم کون ہو؟ میرے پاس چھپے ہوئے ہیروں کا علم تمہیں کیسے ہوا؟"

ماریہ دونوں کو باری باری سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا: "یہ تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اے مسٹر! تم نے کہا تھا، مجھے اس کمرے میں پارس مل جائے گا، کہاں ہے پارس؟"

ڈیکوزا نے اسمگلر سے پوچھا: "یہ لڑکی کون ہے؟ اور کسی پارس سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

وہ بولا: "میں کسی پارس کو نہیں جانتا۔ یہ لڑکی بھی میرے لیے اجنبی ہے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ یہ پارس نامی کسی شخص کی دیوانی ہے اور عقل سے پیدل ہے۔"

ماریہ نے اسے غصّے سے دیکھ کر کہا: "تم نے کہا تھا، پارس اس ہوٹل میں ملے گا۔ پھر اپنے کمرے میں لے جا کر کہا' میرا پارس اس کمرے میں ملے گا۔ اب یہاں آکر کہتے ہو، کسی پارس کو نہیں جانتے۔ تم دونوں مجھے جھوٹے اور مکّار لگتے ہو۔"

ڈیکوزا نے پوچھا: "کیا فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں آکر بولتا ہے؟"

"ہاں، جب میں لندن میں تھی تو اس نے کہا' میں اسرائیل جاؤں گی تو پارس ملے گا۔ میں یہاں آئی تو معلوم ہوا میرے دماغ میں فرہاد نہیں کوئی اور دشمن آیا تھا، وہ میرے ذریعے پارس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ تمہاری یہ دُنیا میری سمجھ میں نہیں آتی۔ جو پارس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا، وہ اس کا دوست بن گیا۔ مجھے یہ دماغ میں آکر بولنے والے اچھے نہیں لگتے۔ اب تو میں سانس روک لیتی ہوں، کسی کو اپنے اندر آکر بولنے نہیں دیتی۔"

ڈیکوزا نے پوچھا: "کیا فرہاد کو بھی نہیں؟ وہ تو پارس کا باپ ہے۔"

"پارس کے باپ کو تو کبھی دماغ میں نہیں آنے دوں گی، میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، وہ اپنے بیٹے کو مجھ سے دور رکھنا چاہتا ہے۔"

اسمگلر حیرانی سے ان کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس نے کہا: "میں نے فرہاد صاحب کا بہت نام سُنا ہے۔ ان کی ٹیلی پیتھی کے حیرت انگیز کارنامے بھی سُننے میں آتے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے بیٹے کا نام پارس ہے اور یہ لڑکی اسی جوان کو ڈھونڈ رہی ہے۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا: "میں نے لاعلمی میں تم سے جھوٹ کہا، تمہیں دھوکا دے کر یہاں لے آیا۔ میں اپنی غلطی کی تلافی کروں گا۔ تمہیں غلط ہاتھوں میں پڑنے نہیں دوں گا۔ بولو کہاں جاؤ گی؟ کس طرح پارس کو تلاش کرو گی؟ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

ڈیکوزا کو اتنی دیر میں یقین ہو گیا کہ ماریہ کے پیچھے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ اگر کوئی خیال خوانی کرنے والا آئے گا بھی تو یہ نادان لڑکی اسے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ ماریہ خوش ہو کر اس اسمگلر سے پوچھ رہی تھی: "کیا تم میرے ساتھ پارس کو ڈھونڈنے چلو گے؟"

"ہاں ابھی چلو۔"

ڈیکوزا نے کہا: "نہیں مسٹر! تم اب بھی اس معصوم لڑکی کو دھوکا دے رہے ہو۔ بہتر ہے، اپنے ہیروں کی فکر کرو اور اسے یہاں چھوڑ دو۔"

اسمگلر نے سائلینسر لگا ہوا ریوالور جیب سے نکال کر کہا: "تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گی تو میرے ہیرے محفوظ رہیں گے۔"

ماریہ نے کہا: "اسے گولی مار دو۔ یہ ہمیں پارس کے پاس جانے سے روک رہا ہے۔"

ڈیکوزا نے ہنستے ہوئے کہا: "نادان لڑکی! تمہیں پارس نے میرے پاس بھیجا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا پارس دماغ میں آکر بولنے لگا ہے؟"

وہ حیرت اور مسرت سے بولی: "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس نے میرے دماغ میں آکر کہا تھا' تمہیں ایک بدمعاش ہوٹل میں لے آیا ہے۔ اس کے پاس اسمگل کیے جاتے ہیرے ہیں۔ لیکن میں ہیروں کے چکر میں نہ پڑوں اور تمہیں اپنے کمرے میں بلالوں۔"

اسمگلر نے اُسے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا: "کیا تم اسے حاصل کرنے کے لیے کوئی چال چل رہے ہو؟"

"بے وقوف! تم میرے سامنے ریوالور تانے کھڑے ہو۔ شائیں سے گولی مار سکتے ہو۔ لیکن ایسا نہیں کر سکو گے۔ پارس نے کہا ہے، تم اپنا ریوالور میری طرف اُچھال دو گے۔ پھر اس کمرے سے چلے جاؤ گے۔"

ماریہ نے پوچھا: "وہ تمہارے پاس آتا ہے تو میرے دماغ میں کیوں نہیں آتا؟"

ڈیکوزا نے کہا: "میں ابھی پوچھ کر بتاتا ہوں۔ اے بھائی پارس! اگر تم سُن رہے ہو تو اپنی محبوبہ کے دماغ میں آکر اس کی تسلی کرو۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پھر کہا: "پارس میرے دماغ میں بول رہا ہے۔ جب تم اس بدمعاش کے کمرے میں تھیں تو وہ تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ لیکن تم نے سانس روک لی تھی۔ کیا یہ سچ ہے؟"

وہ جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی: "مجھے کیا معلوم تھا، میرا پارس آرہا ہے۔ معلوم ہوتا تو کبھی سانس نہ روکتی۔ اس سے کہو میرے پاس فوراً آئے۔ میں اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئی ہوں۔"

ڈیکوزا نے کہا: "وہ تمہارے پاس آرہا ہے لیکن اس بدمعاش سے پہلے نمٹے گا۔ یہ دیکھو۔"

اس نے اسمگلر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ریوالور کو اپنی طرف اُچھالا۔ اسے کیچ کیا، پھر سوچ کے ذریعے کہا: "میں تمہارے اندر پارس بول رہا ہوں۔ یہ ریوالور تمہیں واپس مل جائے گا۔ تمہارے چھپائے ہوئے ہیرے کسی پر ظاہر نہیں کیے جائیں گے۔ اس لڑکی کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

اس نے آگے بڑھ کر ریوالور اُسے واپس کر دیا۔ وہ ماریہ سے بولا: "ابھی میرے دماغ میں مسٹر پارس بول رہے تھے کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

ڈیکوزا اسی وقت ماریہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بے اختیار سانس روکنا چاہتی تھی، اس نے کہا: "میں پارس ہوں۔ کیا تم پھر مجھے بھگانا چاہتی ہو؟"

وہ جلدی سے بولی: "نہیں پارس! تمہاری ماریہ تمہیں کیسے بھگا سکتی ہے۔ میں سمجھ رہی تھی، دماغ میں کوئی دشمن آرہا ہے۔ اب سانس نہیں روکوں گی۔"

پھر وہ اسمگلر سے بولی۔ "اے! تم یہاں سے جاؤ۔"

وہ خواہ مخواہ ٹیلی پیتھی والوں میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ہیروں کے تحفظ کی ضمانت مل رہی تھی، وہ فوراً ہی باہر چلا گیا۔ ڈیکوزا نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر ایک ہاتھ اس کی کمر پر ڈال کر دوسرے ہاتھ سے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "چلو، وہاں آرام سے باتیں کریں گے۔"

وہ اسے ایک طرف دھکا دیتے ہوئے بولی "خاموش رہو۔ مجھے پارس سے باتیں کرنے دو۔"

وہ بستر پر آ کر بیٹھ گئی پھر بولی: "ہاں پارس! اب بولو۔ تم کہاں ہو؟ خود میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ مجھے اس لنگور کے کمرے میں آنے کے لیے کیوں کہا تھا؟"

ڈیکوزا نے سوچ کے ذریعے کہا: "اسے لنگور نہ کہو، یہ میرا بہت اچھا دوست ہے، اس کا دل خوش کر دو۔"

"کیسے خوش کروں؟"

"جیسے میرا دل خوش کیا کرتی تھیں۔"

"تم کہتے ہو تو خوش کر دوں گی۔ میں تمہاری کسی بات سے انکار نہیں کرتی ہوں۔ مگر تم مجھ سے کیوں چھپ رہے ہو؟"

"میں بہت مجبور ہوں۔ مجھے دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ میں نہیں چاہتا، دشمن تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔ اسی لیے تمہیں اپنے اس دوست کے پاس چھپ کر رہنے کو کہتا ہوں۔ میں آج رات کو کسی وقت تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "سچ کہہ رہے ہو؟ [illegible] نہیں رہو گے؟"

"[illegible] ہے۔ میں نے نینسی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ [illegible] درمیان میں کوئی عورت نہیں آئے گی۔"

وہ بستر سے اٹھ کر تالیاں بجانے لگی۔ ڈیکوزا [illegible] اس کے تالیاں بجانے والے ہاتھوں کو [illegible] کیا کہہ رہا ہے؟"

وہ خوشی سے اچھل کر بولی: "[illegible] یہاں آئے گا۔ میں تمہارے اس کمرے میں رہوں گی کیا تم مجھے یہاں رہنے دو گے؟"

"کمرے کی کیا بات کرتی ہو۔ میرے دل میں رہو۔"

اس نے ذرا قریب کھینچا۔ وہ قریب ہو کر بولی: "پارس تمہاری بہت تعریفیں کر رہا ہے۔ کہتا ہے، میں تمہیں خوش کرتی رہوں۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے، آؤ میرا دل باغ باغ کر [illegible]"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے پوچھا: "کیا سوچ [illegible]"

"میں پارس کو خوش کرنے کے لیے اسے پیار کرتی [illegible] وہ مدہوش ہو جاتا ہے۔ کیا تم بھی مدہوش ہی رہو گے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "بس تم شروع ہو جاؤ۔ میرے [illegible] اڑا دو۔ آج میں ہوش سے بیگانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"کہیں تم اس کی طرح مر تو نہیں جاؤ گے؟"

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

"مجھے ایک جوان ملا تھا جو اپنے بنگلے میں لے گیا۔ بڑے دعوے کرتا تھا کہ میرے پیار میں ثابت قدم رہے گا لیکن ایک ہی پیار سے اس کے قدم ہمیشہ کے لیے اکھڑ [illegible]"

وہ سینہ تان کر بولا: "وہ کوئی موم کا مرد ہو گا۔ میں [illegible] ہوں۔ مجھے پیار کرو اور زیادہ نہ تڑپاؤ۔"

ماریہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر ہتھیلی کی پشت پر اپنے گلابی گلابی ہونٹ رکھ دیے۔ وہ خوش ہو کر کی ابتدا کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں پتا چلا، پیار کی ابتدا ہے، وہی انتہا ہے۔ اس کے حلق سے آخری چیخ نکلی، وہ تڑپ کر قالین پر گرا پھر جاتی زندگی کے لیے پھڑپھڑانے لگا۔ "اے زندگی! تو کتنی [illegible] ہے، تیرے حسن کو ڈوب کر دیکھنے کے لیے میں نے ٹیلی پیتھی سیکھی۔ سارے پیتھی فنا ہو گئی۔ تو بھی فنا ہو رہی ہے۔ پھر میرے پاس کیا رہ جائے گا؟"

[illegible] آخری [illegible] آیا پھر جسم ہمیشہ کے لیے [illegible] ہو گیا۔ [illegible] تھا۔ لوگ ازل سے [illegible] کہتے [illegible] دیکھتے [illegible] خوش فہمی میں رہتے ہیں [illegible] بے حساب دولت [illegible] بے پناہ حسن یا غیر معمولی صلاحیت [illegible] کے کاشتہ چلے [illegible] ساتھ [illegible] غیر معمولی خیال [illegible] کو زندہ [illegible]

[illegible]

پارس نے [illegible] طور پر کہاں کے جسم میں [illegible] زہر بہ لیا ہو گا، [illegible] خیال تھا، وہ صرف مدہوش ہو [illegible] زندہ رہے گی اور اسے زندہ رکھنا ضروری تھا۔ اس سے [illegible] کرنا تھا، وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اور کس [illegible] سے آئی ہے؟

پارس نے دیکھا، اس کا گورا بدن نیلا پڑنے لگا، زندگی رخصت ہونا چاہتی تھی۔ اس نے فوراً ریسیور اٹھا [illegible]

ڈائل کیے، اس کیسینو کی عمارت میں گراؤنڈ فلور پر بہت سی دکانیں تھیں۔ وہاں دوائیں بھی فروخت ہوتی تھیں۔ پارس نے دانیال کے ماتحت سے کہا: "فوراً اٹھو۔ دوڑتے ہوئے نیچے جاؤ اور جو انجیکشن کہہ رہا ہوں، وہ سرنج کے ساتھ لے آؤ۔" اس نے انجیکشن کا نام بتایا، ریسیور رکھا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ پارس اس کے پاس گھٹنے ٹیک کر جھک گیا۔ اس کے ڈسے ہوئے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر ہتھیلی کی پشت پر ہونٹ رکھ کر زہر چوسنے لگا اور وہ زہر ایک طرف تھوکنے لگا۔ دس منٹ بعد دستک سنائی دی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دانیال کا ماتحت مطلوبہ انجیکشن لے آیا تھا۔ پارس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر سرنج میں دوا بھری پھر اسے کوئلی کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ ایسے وقت کوئلی کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ پارس نے کسی قدر مطمئن ہو کر اسے دیکھا۔ پھر ماتحت سے کہا: "معلوم کرو، تمہارا ماسٹر دانیال کہاں ہے۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ٹیلی فون کے پاس گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے کئی نمبر ڈائل کرنے لگا، آخر ایک نمبر پر رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا: "ماسٹر! آپ سے مسٹر پارس بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ہولڈ آن۔"

پارس نے آ کر ریسیور لیا پھر ماتحت کو وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ جب وہ چلا گیا تو وہ آہستگی سے بولا: "میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔"

اس نے ریسیور رکھا۔ پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بولا: "دانیال! میرے کمرے کے فرش پر ایک لڑکی بے ہوش پڑی ہے۔ یہ بڑی بے تکلفی سے میرے کمرے میں آ [illegible] اپنی آنکھوں سے مجھے سحر زدہ کرنا چاہتی تھی۔ یقیناً تنویمی عمل [illegible] معمول بنانا چاہتی تھی۔ میں نے اسے زہر سے [illegible] کیا [illegible] مر جاتی [illegible] بچا لیا ہے۔ جب [illegible] گی [illegible] طور پر [illegible] گی، تم ایسے وقت [illegible] خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔"

"یہ کب تک ہوش میں آ جائے گی؟"

"میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں، ہوش میں نہ آئی تو دوسرا انجیکشن لگاؤں گا۔ کیا تم کہیں مصروف ہو؟"

"میں تمہارے لیے تمام مصروفیات چھوڑ سکتا ہوں۔"

"میرے دماغ میں ماما اور پاپا بھی آتے ہیں تو میں بے چینی محسوس کرتا ہوں۔ سوچتا ہوں، پتا نہیں وہ میرے دماغ میں رہ کر کیسے کیسے خیالات پڑھ رہے ہوں گے۔ اسی لیے میں مختصر اور ضروری باتیں کر کے سانس روک لیا کرتا ہوں۔"

دانیال چلا گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اس کا ایک ماتحت آیا، اس نے مسکرا کر کہا: "مسٹر پارس! میں دانیال ہوں۔ اب اس کے دماغ میں رہ کر اس دوشیزہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کروں گا۔ تم درست کہتے ہو۔ ہم کبھی یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارے اندر پہنچ کر وہ خیالات پڑھے جن کا تعلق صرف ہم سے اور ہماری محبوبہ سے ہوتا ہے۔"

پارس نے کہا: "شکریہ کہ تم میرے دماغ سے چلے گئے لیکن میرے لیے موجود ہو۔ میرا خیال ہے، تم اپنے ماتحت کو کہیں چھپا دو اور وہاں سے اس کے ذریعے اس اجنبی دوشیزہ کی آواز اور لہجہ سنو۔ یہ کسی تیسرے کی موجودگی میں کھل کر بات نہیں کرے گی۔ میں چاہتا ہوں، یہ پہلے کی طرح بے تکلفی کا مظاہرہ کرے۔ میں اسے باتوں میں لگا کر ٹیلی پیتھی کے بغیر خود بھی کچھ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم اپنے اپنے طور پر معلومات حاصل کریں گے۔ بائی دی وے، تم نے اس کے متعلق اب تک کیا اندازہ لگایا ہے؟"

"یہ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتی تھی۔ اگر میں اس کا اسیر ہو جاتا تو شاید یہ مجھے کہیں لے جاتی۔ ہمارا خیال تو سپر ماسٹر کی طرف ہی جاتا ہے، شاید یہ اس کی اہم آلۂ کار ہے۔ ہو سکتا ہے، میرا اندازہ غلط ہو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لو گے۔"

دانیال اپنے ماتحت کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔ ایک وقت دانیال کے پاس آیا۔ اپنے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے مجھے کوئلی کے متعلق بتایا۔ میں نے کہا: "میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں۔ میری ضرورت ہو تو وہاں چلے آنا۔"

[illegible] پھر چلا آیا۔ پارس اپنے کمرے میں ایک [illegible] بیٹھا [illegible] سے کوئلی کو دیکھ رہا تھا۔ کوئلی [illegible] پارس اور [illegible] کے درمیان دیوار بن گئی تھی [illegible] پیدا کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ اجنبی دوشیزہ اسی پر [illegible] عمل [illegible] آئی تھی۔ لہٰذا اس کے ارادوں کو سمجھنا بہت ضروری تھا۔

وہ ایزی چیئر سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کی نبض تھام کر محسوس کرنے لگا۔ نبض کی رفتار نارمل تھی۔ وہ ہوش میں آنے ہی والی تھی۔

پھر اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔ پارس اس کے چہرے پر جھک گیا، ایک عاشق کے انداز میں بولا: "اے حسن و شباب کی ملکہ! جاگو، آنکھیں کھولو۔ تم کون ہو؟ یہاں

میرے ہوش اُڑانے آئی تھیں اور خود بے ہوش پڑی ہوئی ہو۔"
وہ پوری طرح آنکھیں کھول کر اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "میں کہاں ہوں اور یہ خوبرو جوان کون ہے؟"
اسے فوراً ہی یاد آ گیا کہ وہ پارس کو ٹریپ کرنے آئی تھی اور جسے پھانسنے آئی تھی، اس نے خود اُسے پھانس لیا ہے۔ اسے یہ بھی یاد آ رہا تھا کہ اس خوبرو جوان نے اس کی ہتھیلی کی پُشت کو چُوما تھا پھر ایسا لگا تھا جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ اس کے بعد وہ چکرا کر گر پڑی تھی۔
اتنا یاد آتے ہی وہ اُٹھنے لگی۔ مگر اُٹھ نہ سکی۔ سر چکرانے لگا۔ وہ ہائے کہتی ہوئی پھر چاروں شانے چت ہو گئی۔ کراہتے ہوئے بولی: "آہ! میں بہت کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ کیا تم واقعی پارس ہو یا کوئی بلا ہو؟"
پارس نے کہا: "یہی سوال میں نے کیا تھا، تم کون ہو؟ مگر تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔"
وہ پھر آہستہ آہستہ اُٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس سہارا دینے کے لیے اسے تھامنا چاہتا تھا، وہ سہم کر لیٹے ہی لیٹے پیچھے ہٹ کر بولی: "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ تم پارس نہیں ہو، کوئی زہریلے آدمی ہو۔ میں غلط جگہ آ گئی ہوں۔ اُس کمینے بدذات نے مجھے اپنے مقصد میں ناکام بنانے کے لیے یہاں کا پتا بتایا ہے۔"
دانیال نے پارس کے دماغ میں چپکے سے کہا: "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے لارنس ڈیکوزا کو کمینہ بدذات کہہ رہی ہے۔ اس کا نام کوٹلی گراہم ہے۔"
پارس نے پوچھا: "کوٹلی! ڈیکوزا تمہیں کسی مقصد میں ناکام بنانا کیوں چاہتا ہے؟"
وہ بولی: "انگور نہ ملیں تو کھٹے معلوم ہوتے ہیں۔ میں اس کے ہاتھ نہیں آ رہی تھی، وہ جبراً مجھے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے انتقاماً اس نے۔۔۔"
وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر بولی: "تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا، تم ڈیکوزا کو کیسے جانتے ہو؟"
"میں اُسے اتنی اچھی طرح جانتا ہوں، جتنا کہ ایک دوست اپنے جگری دوست کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ تم بہت خطرناک ہو، آسانی سے قابو میں نہیں آؤ گی۔ لہٰذا تمہیں قابو میں کرنے کے لیے میں نے تمہارے اندر ہلکا سا زہر پہنچا دیا تھا۔"
وہ کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ فرش پر سے اُٹھ گئی۔ پھر اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ ڈگمگاتی ہوئی ایزی چیئر پر آ کر گر پڑی۔
پارس نے کہا: "تمہارے حُسن و شباب میں شیطانی کشش ہے۔ میں تمہیں حاصل کرنے کے لیے اپنے دوست ڈیکوزا کو دھوکا دے سکتا ہوں۔"
اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ پھر مکاری سے بولی: "میں تنویمی عمل میں ناکام رہی۔ مگر میرے حُسن و شباب کا جادو چل رہا ہے۔ میں ڈیکوزا کے آلۂ کار کو اس کے ہی خلاف استعمال کر سکتی ہوں۔" وہ گھور کر بولی: "میں کیسے یقین کروں، تم اپنے دوست کو دھوکا دے کر میرا ساتھ دو گے؟"
میں نے بیٹے کے دماغ میں آ کر کہا: "اس سے کہو: اسے پارس کے پاس پہنچا دو گے۔ لیکن یہ توانائی بحال کرنے کے لیے کچھ کھا پی لے۔ دانیال اس کے لیے خاص دوا بھیج رہا ہے۔"
پارس نے کہا: "کوٹلی! میں تمہیں پارس کے پاس پہنچا دوں گا۔"
"جب تک میرا کام نہیں بنے گا، میں تمہیں بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"
"مجھے منظور ہے، میں جلد باز نہیں ہوں۔ تم آرام سے بیٹھو، کچھ کھا پی کر توانائی حاصل کرو۔ پھر میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"
جب تک پارس کوٹلی سے باتیں کرتا رہا، میں دانیال کے ساتھ اس کے دماغ میں رہ کر تمام اہم معلومات حاصل کرتا رہا۔ ہمیں سپر ماسٹر اور ڈیکوزا کا منصوبہ معلوم ہو گیا۔ دانیال نے سونیا کے پاس آ کر کہا: "ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈیکوزا سی ویو کے دس نمبر کمرے میں ہے۔ وہاں جاؤ اور دور سے اس پر نظر رکھو۔ جب تک کوئی مجبوری نہ ہو، اس سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ میں ابھی آ کر تمہیں تمام باتیں تفصیل سے بتاؤں گا۔"
میں نے واپس آ کر پارس کو سمجھایا کہ کوٹلی کو توانائی بحال کرنے کے بہانے کچھ کھلایا پلایا جائے۔ دانیال کا کھانے کا کچھ سامان کمرے میں لے گیا۔ میں کوٹلی کے دماغ میں رہ کر اسے مزید کمزوری کا احساس دلا رہا تھا اور اس کی زبان سے کہہ رہا تھا: "مجھے ضرور کچھ کھانا پینا چاہیے اور اس جوان کو اپنا دیوانہ بنا کر پارس تک جلد پہنچنا چاہیے۔"
میرے ترغیب دینے پر وہ کھانے لگی۔ کھانے کے بعد اس نے ایک کپ کافی پی۔ اسے پھر نشہ ہونے لگا۔ آنکھوں کے سامنے در و دیوار گھومنے لگے۔ وہ بولی: "یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ بار بار نشہ طاری ہو جاتا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔"
پارس نے اسے ایزی چیئر پر سے دونوں بازوؤں میں

اُٹھایا۔ پھر دوسرے کمرے میں بستر پر لا کر لٹا دیا۔ وہ پریشان ہو کر بستر سے اُٹھنا چاہتی تھی، میں نے خیال خوانی کے ذریعے لٹائے رکھا۔ پارس اسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ وہ مطمئن ہو کر لیٹی رہی۔ میری سوچ کی لہریں آہستہ آہستہ اسے تھپکنے لگیں۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ میں نے پارس کے پاس آ کر کہا: "کوٹلی اور اس کا ساتھی ڈیکوزا تمہیں یہاں سے اغوا کر کے سپر ماسٹر کے پاس پہنچانے آئے ہیں۔ میں اپنی زندگی میں خطرات سے کھیلنے کے لیے اکثر اُلٹے سیدھے اقدامات کرتا رہا ہوں لیکن یہ تمہارا معاملہ ہے، بولو کیا چاہتے ہو؟ کوٹلی اور ڈیکوزا ہماری چٹکیوں میں ہیں۔ تم کسی وقت بھی انہیں مسل سکتے ہو یا انہیں وقتی طور پر کامیاب بنا کر سپر ماسٹر تک پہنچ سکتے ہو۔"
اس نے کہا: "پاپا! مجھے سپر ماسٹر تک پہنچنے کا شوق نہیں ہے لیکن اپنے بھائی تک پہنچنے کا راستہ مل گیا ہے۔ میرے اطراف جال بچھانے کا مطلب یہی ہے کہ سپر ماسٹر ہم دونوں بھائیوں کو قیدی بنا کر آپ کی طاقت کو بالکل ہی توڑ دینا چاہتا ہے۔ گویا یہ صرف میرا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں اہمیت آپ کی ہے۔ خدانخواستہ آپ کی طاقت ٹوٹے گی تو ہم سب ٹوٹ کر رہ جائیں گے۔ میں دشمنوں کے ہاتھوں اغوا ہو کر بھائی تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے، میں سپر ماسٹر کا طلسم توڑ کر بھائی کو واپس لے آؤں گا۔ اب آپ اپنا فیصلہ سُنائیں۔"
"باپ بیٹے کا خون ایک، خیال ایک، پھر فیصلہ کیسے ایک نہیں ہو گا۔ لیکن میں ایک شرط پر تمہارے اغوا کا منصوبہ کامیاب ہونے دوں گا۔"
"فرمائیے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"
"دشمنوں کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے، اس لیے تم باپ کی مدد لینے سے انکار نہیں کرو گے۔"
"مجھے منظور ہے۔"
"شاباش بیٹے! میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ ابھی کوٹلی سے نمٹنے جا رہا ہوں۔"
میں کوٹلی کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ نیند کی حالت میں جو سوچیں ہوتی ہیں، وہ خواب کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ اس نے خواب میں دُھواں دُھواں سا ماحول دیکھا۔ پھر میری آواز سُنی۔ میں نے کہا: "کوٹلی! تمہاری آنکھیں سو رہی ہیں۔ تمہارا جسم سو رہا ہے مگر دماغ جاگ رہا ہے۔"
وہ خاموش تھی۔ خواب میں خود کو سوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا: "تمہارا دماغ میری آواز سُن رہا ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم سُنتی رہو گی اور میرا حکم سمجھ کر اس پر عمل کرتی رہو گی۔"
اس نے نیند کی حالت میں میری بات دُہرائی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ کو اپنی آواز اور لہجے سے متاثر کرتا رہا۔ اس کے حواس پر مسلّط ہوتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ ٹرانس میں آ گئی ہے اور پوری طرح میری معمول بن گئی ہے تو میں نے کہا: "تم بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گی کہ پارس زہریلا ہے اور تم اس کے زہر سے ہمارے جال میں پھنس گئی تھیں۔"
وہ بولی: "میں بھول جاؤں گی کہ پارس زہریلا ہے اور اس کے زہر کے باعث تم لوگوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔"
"تم اپنے پہلے منصوبے کے مطابق پارس کو اپنی آنکھوں سے سحرزدہ کرو گی، اسے اپنے ساتھ ہوٹل لے جاؤ گی، وہاں سے پروگرام کے مطابق پہلے اسے ہیلی کاپٹر میں پھر ایک طیارے میں سپر ماسٹر کے ملک تک لے جاؤ گی۔"
اس نے میری بات دُہرائی۔ میں نے کہا: "تم غیر شعوری طور پر پارس کی حمایت میں رہو گی۔ سپر ماسٹر اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ارادوں سے اسے آگاہ کرتی رہو گی اور سپر ماسٹر کا اعتماد بحال رکھتے ہوئے درپردہ پارس کے کام آتی رہو گی۔"
اس نے پھر میری بات دُہرائی۔ میں نے کہا: "بیدار ہونے کے بعد تمہارے دماغ کا وہ خانہ مقفل رہے گا جہاں چور خیالات رہتے ہیں۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پارس سے تعلق رکھنے والے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا اور نہ ہی تم پڑھنے دو گی۔"
پارس کی حفاظت کے سلسلے میں جتنی اہم باتیں ہو سکتی تھیں، وہ تمام باتیں میں نے کوٹلی کے دماغ میں نقش کرا دیں۔ پھر بیٹے کے پاس آ کر کہا: "کوٹلی دو گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گی۔ اب میں تم پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ آؤ اور راضی خوشی خود کو میرا معمول بناؤ۔"
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوئی منصوبہ بناتے ہیں، لیکن ٹھیک اس کے مطابق حالات پیش نہیں آتے۔ کیونکہ تقدیر بھی اپنا کام دکھاتی رہتی ہے۔ میں نے سونیا سے کہا تھا، وہ ڈیکوزا پر نظر رکھے۔ وہ اس مقصد کے لیے سی ویو ہوٹل گئی تھی۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہی وہ ماریہ کو وہاں دیکھ کر چونک گئی۔ وہ ڈیکوزا کے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی تھی۔ پریشان ہو کر دور دور تک دیکھ رہی تھی۔ اس کوریڈور میں صرف سونیا

دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے پہلے کبھی پارس کی ممّا کو نہیں دیکھا تھا لیکن سونیا نے اس کی تصویریں دیکھی تھیں۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی قریب آئی۔ پھر سونیا سے بولی۔ "تم نے کسی قد آور خوبرو جوان کو دیکھا ہے؟ وہ یہاں آنے والا تھا۔"

سونیا نے پوچھا۔ "کیا تم پارس کو پوچھ رہی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی۔ "ہاں ہاں، پارس کو پوچھ رہی ہوں۔ اس کا مطلب ہے تم میرے پارس کو جانتی ہو۔ تمہیں ضرور معلوم ہے، وہ کہاں ہے اور کب تک یہاں آنے والا ہے؟ پلیز مجھے جلدی بتاؤ۔"

"پہلے تم بتاؤ۔ ہوٹل کے اس کمرے میں کیا کر رہی ہو؟"

"پارس نے اسی کمرے میں آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ میرے دماغ میں آیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، رات کو کسی وقت آئے گا۔"

سونیا اُس نادان لڑکی کے حالات کو اس کی باتوں سے سمجھ رہی تھی۔ وہ ڈیکوزا کے کمرے سے نکل کر آئی تھی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ماریہ کے دماغ میں پارس نہیں ڈیکوزا آیا ہوگا اور وہی پارس بن کر اسے اب تک بے وقوف بنا رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ "ماریہ! اُس کمرے میں جو آدمی ہے، وہ کیا کر رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اب وہ کیا کرے گا؟ تم بالکل ہی بے وقوف ہو، بھلا آدمی مرنے کے بعد بھی کچھ کر سکتا ہے؟"

سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولی۔ "کیا واقعی وہ مر چکا ہے؟ مگر کیسے؟"

"اور کیسے؟ پارس نے دماغ میں آ کر [illegible] طرح عمل [illegible] اسے خوش کرتی ہوں اسی طرح اس کے [illegible] کو خوش [illegible] [illegible] [illegible]"

وہ دونوں دروازہ کھول کر [illegible] سونیا دوڑتی ہوئی ڈیکوزا کی لاش کے پاس آئی۔ اس کی نبض دیکھنا فضول تھا۔ کیونکہ تمام جسم نیلا پڑ چکا تھا۔ سونیا نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ پھر اُٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ڈیکوزا کے سامان کی تلاشی لیتے ہوئے بولی۔ "یہ کب سے مردہ پڑا ہے؟"

"جب سے میں کمرے میں آئی ہوں۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں کب سے؟ کیا تم گھڑی کے مطابق وقت نہیں بتا سکتیں؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "میری ٹیچر نے ایک بار وقت دیکھنا سکھایا تھا، میں بھول گئی۔"

"کیا یہاں کوئی ملنے والا یا ہوٹل کا کوئی ملازم آیا تھا؟"

"نہیں، میں یہاں اکیلی بیٹھی بیٹھی پریشان ہو گئی تو دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی کہ شاید پارس نظر آ جائے۔"

"یہ تم کیا غضب کر رہی تھیں؟ تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ دروازہ کھلے گا تو کوئی اس لاش کو دیکھ لے گا؟ تم نے لندن میں رہ کر کیا سیکھا ہے، کیا تمہارے ممّی ڈیڈی نے یہ نہیں سمجھایا کہ کوئی بھی تمہارے زہر سے مرے گا تو تم قاتلہ کہلاؤ گی، تمہیں عمر قید یا سزائے موت ہوگی۔"

"ممّی اور ڈیڈی نے سمجھایا ہے لیکن میں سزا کے ڈر سے یہ کمرا نہیں چھوڑ سکتی۔ یہاں پارس آنے والا ہے۔"

"وہ یہاں نہیں آئے گا۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ کون ہو تم؟"

"میں اس کی ماں ہوں۔ اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اس کا دوست تمہارے زہر سے مر گیا ہے۔ اور پولیس والے تمہیں گرفتار کرنے آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں۔"

"میں پارس سے ملنے کے بعد اس کے ساتھ جاؤں گی۔"

"ماریہ! بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں اسی کے پاس لے جانے آئی ہوں۔ میں اس کی ماں ہوں۔ وہ آج آدھی رات کو دشمنوں سے چھپ کر مجھ سے ملنے آئے گا۔"

"میں کیسے یقین کر لوں؟ اس سے کہو میرے دماغ میں آ کر بولے۔"

سونیا نے ڈیکوزا کی لاش کو دیکھا پھر کہا۔ "اب وہ دماغ میں آ کر نہیں بولے گا۔"

"کیوں نہیں بولے گا؟ پہلے تو [illegible] آ کر میرے دماغ میں بول رہا تھا۔"

سونیا نے [illegible] "[illegible] اسے کھانسی [illegible] جب تک [illegible] ختم نہیں ہو گی وہ دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ تم بہت چالاک سہی، سمجھدار گڑیا ہو۔ پارس کہہ رہا تھا جیسے ہی میں اس کا پیغام سناؤں گی تم سمجھ جاؤ گی اور فوراً میرے ساتھ چل پڑو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ سونیا نے کہا۔ "تم نہیں چلو گی تو میرا کیا ہے، میں چلی جاؤں گی۔ پولیس والے تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے اور لوہے کے پنجرے میں بند کر دیں گے۔ پھر نہ پارس تم سے ملنے آ سکے گا اور نہ ہی تم پنجرے سے کبھی نکل پاؤ گی۔"

ماریہ نے ڈیکوزا کی لاش کو دیکھا۔ یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ پولیس والے پکڑ کر لے جائیں گے تو پھر پارس سے مل نہیں سکے گی۔ وہ چلنے کے لیے راضی ہو گئی۔ سونیا نے ریسیور اُٹھا کر دانیال کے دو چار نمبر ڈائل کیے۔ ایک نمبر پر رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے فرانسیسی زبان میں کہا۔ "میرے دماغ میں آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔ "فوراً یہاں سے چلو۔ باہر نکل کر اس مرنے والے کی کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے ماریہ کے ساتھ باہر آ کر دروازے کو بند کیا پھر لفٹ کی طرف جانے لگی۔ دانیال نے آ کر پوچھا۔ "مادام! خیریت تو ہے؟"

سونیا مختصر طور پر ماریہ کو پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتانے کے بعد بولی۔ "میں فی الحال اسے اپنے بنگلے میں لے جا رہی ہوں۔ فرہاد سے کہو مجھ سے بات کرنے اور تم یہ سوچو کہ اس زہریلی لڑکی کو کس طرح جلد سے جلد پیرس یا لندن پہنچایا جا سکتا ہے۔"

دانیال نے کہا۔ "مادام! ماریہ نے ڈیکوزا سے پہلے ایک رئیس زادے کو بھی ڈسا ہے۔ کل کے اخبارات شہ سرخیوں میں یہ خبر شائع کریں گے کہ ایک ہی قسم کے زہر سے دو آدمی مارے گئے اور دونوں کی ہتھیلی کی پشت پر انسانی دانتوں کے نشان ہیں۔"

سونیا نے تائید کی۔ "ہاں، یہ ہمارے لیے تشویش کی بات ہے۔ ماریہ کو کوئی معصوم نہیں سمجھے گا۔ یہ بہت ہی نادان ہے۔ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتی۔ ہم اس کی طرف توجہ دیتے رہیں گے تو دشمن ہماری یک طرفہ مصروفیات سے فائدہ اُٹھائیں گے۔"

میں کوٹلی اور پارس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد سونیا کے پاس آیا، دانیال سے معلوم ہو چکا تھا کہ ماریہ نے ڈیکوزا کا کام تمام کر دیا ہے۔ اگرچہ اس نے برا نہیں کیا تھا، ہماری دنیا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان کو کم کر دیا تھا۔ ہم بھی یہی کرنے والے تھے۔ لیکن ہم مناسب وقت پر ایسا کرتے۔ ابھی یہ ہمارے منصوبے کے خلاف ہوا تھا۔ ماریہ ہمارے لیے مشکلات پیدا کر رہی تھی۔

میں نے کہا۔ "سونیا! یہ ماریہ ہمارے لیے آج ایک دن کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ آئندہ بھی ہمارے بیٹے کی زندگی میں آئے گی لہٰذا اس کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔"

"ابھی ہم کیا کر سکتے ہیں، اسے زیادہ سے زیادہ پیرس پہنچا سکتے ہیں۔"

"تم نے پارس کی پرورش کی ہے۔ اسے ہیرے کی طرح تراشا ہے۔ کیا تم بیٹے کی خاطر ماریہ کو ہیرے کی طرح نہیں تراش سکتیں۔ ماریہ زہریلی ہے۔ اگر یہ منجالی کی طرح چالاک، تیز طرار اور بہترین فائٹر بن جائے تو آئندہ پارس کے لیے مسئلہ نہیں بنے گی بلکہ خطرناک مراحل میں اس کے شانہ بہ شانہ رہے گی۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی میں پارس کو چھوڑ کر اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔"

"پارس کو مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم کوٹلی کو موقع دے رہے ہیں، وہ اسے اغوا کر کے لے جائے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا دوسرے بیٹے کو بھی سپر ماسٹر کے حوالے کر دو گے؟"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے بیٹا نادان اور بھولا بھالا ہے۔ وہ اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتا تھا ـــــ یہ ہم باپ بیٹے کا فیصلہ ہے۔ وہ پوری احتیاطی تدابیر کے مطابق جا رہا ہے۔"

"تم دشمنوں کو احمق کیوں سمجھتے ہو؟ کیا وہ تمہاری احتیاطی تدابیر کا توڑ نہیں کر سکتے؟"

"وہ بھی کرتے ہیں، ہم بھی کرتے ہیں۔ میری اور تمہاری تمام زندگی جوڑ توڑ میں گزر گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں، ہماری زندگی میں، ہماری آنکھوں کے سامنے یہ دونوں بیٹے خطرات میں کود کر واپس صحیح سلامت آنے کے ہتھکنڈے اور جوڑ توڑ سیکھ لیں۔ جب تک ہماری سانس چل رہی ہے تب تک انہیں عملی تجربات سے گزرتے رہنا چاہیے۔"

"میں تمہاری [illegible] کب تک [illegible] [illegible] رہیں گے؟"

"[illegible] انہیں ایک جگہ پُرسکون زندگی گزارنے کی کوششیں کی ہیں [illegible] نہیں دیا۔"

"[illegible] [illegible] ہتھیار انہیں کمزور بنا رہا ہے۔ ہمارے بچوں کے پاس یہ علم نہیں ہوگا تو شاید انہیں پُرسکون زندگی گزارنے کا موقع مل سکے گا۔ جب ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا تو کوئی دشمن بھی ان کی جانب رُخ نہیں کرے گا۔"

"سونیا! یہ تم کہہ رہی ہو؟ اس پہلو کو نظر انداز کر رہی ہو کہ سپر ماسٹر اور ماسک مین جیسے دشمن ہمارا انتقام ہماری اولاد

سے لیں گے۔"

"ایسے بُرے وقت کے لیے ہم نے دونوں بیٹوں کو فولاد بنایا ہے۔ یہ ٹرانسفارمرشین کا جھگڑا ختم ہو جائے گا تو ہم اعلان کر دیں گے کہ فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام ممبران سیدھی سادھی، پُرامن شہریوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔ آئندہ کوئی ہم سے چھیڑ نہ کرے۔ ہم بھی کسی کے معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔"

"میں بھی ایسے ہی خواب دیکھتا ہوں۔ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہمارے مقابلے کا کوئی دولتمند نہیں ہے۔ لیکن ہم دُنیا جہان کی دولت دے کر بھی اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں خرید سکیں گے۔"

"مایوسی گناہ ہے۔ جب پارس یہاں سے جا رہا ہے تو میں بھی ماریہ کو لے کر پیرس جاؤں گی۔ پاکستان، فرانس، انگلینڈ اور امریکا میں زمینیں خریدوں گی۔ تمہارے خاندان کے تمام افراد اور تمہارے جانباز ساتھیوں کے لیے آرام دہ بنگلے تعمیر کراؤں گی۔ اس دوران ماریہ کی تعلیم اور تربیت کا بھی خیال رکھوں گی۔ تم کوشش کرو، ٹرانسفارمرشین کا معاملہ جلد سے جلد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ ہم ایک بار پھر پُرسکون گھریلو زندگی گزارنے کا راستہ اختیار کریں گے۔"

"ہمیں راحت و سکون پہنچانے والے پروردگار نے چاہا تو ہم اپنے نیک ارادوں میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ ویسے تم صرف ماریہ کو نہیں فرزانہ کو بھی ضروری ٹریننگ دو گی۔ اسے بھی تمہارے پاس پہنچایا جائے گا۔"

دانیال نے آ کر کہا "مادام! میں یہاں کے ایک پائلٹ کو خالی طیارے کے ساتھ اغوا کر سکتا ہوں۔ کیا آپ ایسے طیارے میں ماریہ کو بھیجنا چاہیں گی؟"

"میں خود بھی اسی طیارے میں جاؤں گی۔ تم انتظامات کرو۔ لیکن ہم اغوا کیا ہوا طیارہ اور اس کے پائلٹ کو پیرس لے جا کر حکومتِ فرانس کو بدنام نہیں کریں گے۔ تم اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما کر ہمیں بیروت تک لے جاؤ گے، وہاں ہمارے لیے باباصاحب کے ادارے سے پرائیویٹ طیارہ آ جائے گا۔ فرہاد! تم دانیال سے وقت کا تعین کر کے جناب شیخ صاحب سے کہہ دو، وہ ہمارے لیے طیارہ روانہ کر دیں گے۔"

یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے اور دانیال نے وقت کا تعین کر لیا۔ اصل مسئلہ ماریہ بنی ہوئی تھی۔ سونیا نے کہا "فرہاد! یہ لڑکی پارس سے ملے بغیر نہیں جائے گی۔ اور پارس کسی حالت میں اس سے ملنے نہیں آ سکے گا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے

تم پارس بن کر اس کے دماغ میں بولو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ پارس کب سے دماغ میں بولنے لگا ہے؟"

سونیا نے مجھے بتایا کہ کس طرح ڈیکوزا نے پارس بن کر ماریہ کے دماغ میں آ کر یقین دلایا تھا کہ اب پارس بھی خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنے لگا ہے۔ جب ڈیکوزا مر گیا تو سونیا نے ماریہ کو سمجھایا کہ ابھی پارس کو کھانسی ہو رہی ہے، وہ خیال خوانی کے ذریعے بول نہیں سکے گا۔

میں نے سارا معاملہ سمجھنے کے بعد ماریہ کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا۔ وہ سانس روکنے والی تھی۔ میں نے کہا "میں پارس بول رہا ہوں۔ میری کھانسی ختم ہو گئی ہے۔"

پہلے تو وہ خوش ہوئی۔ پھر ناراض ہو کر بولی "اب میرا خیال آیا ہے تمہیں؟ جانتے ہو، تمہارے لیے کہاں کہاں بھٹک رہی ہوں اور کتنی مصیبتیں اُٹھا رہی ہوں؟"

"ماریہ! ذرا عقل سے سوچو، اگر تم مجھے مدہوش کر کے ہوٹل میں چھوڑ کر نہ جاتیں، اپنے والدین کے ساتھ رہتیں اور مجھ سے بھی ملاقات کرتی رہتیں تو یوں تم پر مصیبتیں نہ آتیں۔"

"مجھے الزام نہ دو۔ تم نے کہا تھا، جب تک میں علم و ہنر سیکھ کر اس دُنیا کی اونچ نیچ کو نہیں سمجھوں گی اس وقت تک تم مجھے خود سے دور رکھو گے۔"

"میں نے اپنی اور تمہاری بھلائی کے لیے یہ بات سمجھائی ہے۔ تم خود دیکھ رہی ہو، اس دُنیا کو نہ سمجھنے اور لوگوں کے فریب میں آتے رہنے سے تمہیں بھی پریشانی ہوتی ہے اور تمہارے ذریعے دُشمن ہمارا پتا بھی معلوم کر لیتے ہیں۔ میں جہاں چھپا ہوا تھا، دُشمن وہاں پہنچ گئے۔ اب میں وہاں سے بھاگ کر پیرس جا رہا ہوں۔"

"ٹھہر جاؤ پارس! اکیلے نہ جاؤ۔ مجھے یہاں تنہا نہ چھوڑو۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"میں ابھی ایک طیارے میں سفر کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس واپس نہیں آ سکتا۔ آؤں گا تو دُشمن پھر گھیر لیں گے۔ میں نے اپنی سونیا ممّا سے کہہ دیا ہے، وہ آج آدھی رات کو چپ چاپ تمہیں ایک ہوائی جہاز میں بٹھا کر پیرس لے آئیں گی۔"

"تم وہاں ملو گے نا؟"

"پہلے وہاں آ جاؤ۔ جب میں دیکھوں گا کہ دُشمن میرا پیچھا نہیں کر رہے ہیں تو میں تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

وہ سونیا کے ساتھ جانے پر راضی ہو گئی۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ رات کو کسی وقت پارس خیال خوانی کے ذریعے

اس سے بات کرے گا۔ بڑی مشکل تھی، پارس کی زندگی میں دو چکا نا ذہن رکھنے والی لڑکیاں آ کر ہم سب کو خاصا پریشان کر رہی تھیں۔ ماریہ سے پھر بھی توقع تھی کہ وہ سونیا کے سائے میں رہ کر چالاک بن جائے گی۔ جوجو سے قیامت تک اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ باباصاحب کے ادارے میں ڈمی پارس کے ساتھ ہنستی بولتی رہتی تھی، وہ اسے سچ مچ اپنا پارس سمجھتی تھی۔ ہمیں اطمینان تھا، وہ اتنی معصوم تھی کہ ڈمی گناہ گار نہیں بن سکتا تھا۔

ہم یہ نسخہ ماریہ پر نہیں آزما سکتے تھے۔ اسے بہلانے کے لیے پارس کی ڈمی کو اس کے ساتھ لگا دیتے تو چند گھنٹوں میں ہمیں ڈمی کی لاش ملتی۔ اس کا زہر صرف پارس ہی برداشت کر سکتا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ سونیا کس طرح خود کو اس کے زہر سے محفوظ رکھتے ہوئے اُسے پارس کے شایانِ شان زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے گی۔

میں نے کوٹلی پر تنویمی عمل کر کے اسے دو گھنٹے بعد بیدار ہونے کے لیے کہا تھا۔ پارس پر بھی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ تنویمی عمل کا بظاہر اثر لے گا۔ کسی بھی عامل کو خوش فہمی میں مبتلا کرے گا مگر باطن میں ذہنی طور پر نارمل رہے گا۔ اسی طرح کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے چور خیالات پڑھنے نہیں دے گا۔

وہ بھی تنویمی نیند سو رہا تھا۔ کوٹلی سے آدھا گھنٹا پہلے بیدار ہو گیا۔ جب کوٹلی بیدار ہونے لگی تو میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے اس پوزیشن میں لے آیا جس میں وہ پارس کے زہر کے باعث بے ہوش ہو گئی تھی۔ جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو پارس اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اس کی ہتھیلی کی پشت کو چوم رہا تھا۔ پھر وہ اُٹھ کر بولا "تمہاری آنکھوں میں بلا کی کشش ہے۔ جی چاہتا ہے ان میں ڈوب جاؤں۔"

وہ اس کی گردن میں بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے بولی۔ "ڈوب جاؤ۔ میں تمہیں ڈبونے آئی ہوں۔ بس اسی طرح میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

پارس یوں دیکھنے لگا جیسے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا ہو، ساری دُنیا کو بھول چکا ہو اور اسے ان سحر زدہ کرنے والی آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ وہ حاکمانہ انداز میں بولی۔ "تم ساری دُنیا کو بھول چکے ہو۔ تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ تم صرف میری آنکھوں کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔ تم صرف میری آواز سن رہے ہو۔"

وہ بولا "میں ساری دُنیا کو بھول چکا ہوں، مجھے صرف تمہاری آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں، صرف تمہاری آواز سنائی دے رہی ہے۔"

"تم اپنے والدین اور اپنی محبوباؤں کو بھول جاؤ گے، صرف مجھے یاد رکھو گے۔"

"میں اپنے والدین اور محبوباؤں کو بھول جاؤں گا۔ صرف تمہیں یاد رکھوں گا۔"

"تم میری ہر بات کو پتھر کی لکیر سمجھ کر یاد رکھو گے اور بے چون و چرا میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

وہ اس کی ہر بات دُہراتا جا رہا تھا۔ کوٹلی کو رفتہ رفتہ یقین ہو گیا کہ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن چکا ہے۔ وہ بولی "تم اسی طرح یہاں کھڑے رہو گے، اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہیں کرو گے۔"

کوٹلی نے اس سے الگ ہو کر ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پتھر بن گیا تھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی پھر اسے دیکھتے ہوئے ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسیور اُٹھا کر ڈیکوزا کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کسی نے پوچھا "تم کون ہو اور کمرا نمبر دس کے مسافر سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ میں اس ہوٹل کا منیجر تم سے سوال کر رہا ہوں۔"

"کیا تمہارے ہوٹل میں فون کرنے والوں سے سوالات کیے جاتے ہیں؟"

"سوری میڈم! یہ حالات کا تقاضا ہے۔"

"کیسے حالات؟ تم کمرا نمبر دس سے رابطہ کیوں نہیں کرانا چاہتے؟"

"اس لیے کہ وہاں پولیس والے ہیں۔ اس کمرے کا مسافر مُردہ پایا گیا ہے، اس کی موت زہر سے ہوئی ہے۔"

کوٹلی کو ڈیکوزا کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سوچتی رہ گئی "یہ اچانک کیسے ہو گیا؟ ہمارے دُشمن ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم میں سے کسی کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ پھر زہر سے ہلاکت کیسے ہوئی؟ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ڈیکوزا نے زہر پی کر خودکشی کی ہو گی!"

دوسری طرف سے منیجر نے کہا "میڈم! معلوم ہوتا ہے، کمرا نمبر دس کے مسافر کی موت سے تمہیں شاک پہنچ رہا ہے۔ کیا تم مس کوٹلی گراہم ہو جو مسٹر ڈیکوزا کے ساتھ ہمارے ہوٹل میں آئی تھی۔ اور ڈیکوزا کے ساتھ والا کمرا لیا تھا؟"

"ہاں میں کوٹلی ہوں۔ پولیس آفیسر سے کہیں میں ابھی آ رہی ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پارس کو دیکھا، وہ اس کے حکم کے مطابق بے حس و حرکت اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ وہ سوچنے لگی، یہ نئی مصیبت آگئی۔ ڈیکوزا آج رات خیال خوانی کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو ہوٹل کی چھت پر لانے کا حکم دے چکا تھا۔ پائلٹ سے کہا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہوٹل کے ٹیرس پر آنے کا وقت بتایا جائے گا۔ اب میں اس پائلٹ کو وقت کیسے بتاؤں گی؟ میرے پاس ٹرانسمیٹر ہے لیکن پائلٹ سے رابطہ قائم کرنے کی فریکوئنسی اور کوڈ ورڈز معلوم نہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خیال خوانی کا سہارا ٹوٹ جائے گا اور رابطے کے لیے ٹرانسمیٹر کا محتاج ہونا پڑے گا۔

وہ پارس کے پاس آئی۔ پھر بولی "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی، اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ کوٹلی نے پوچھا "تم موجودہ میک اپ میں کس حیثیت سے یہاں ہو؟"

"یہاں کیسینو کے مالک کا بھائی بن کر رہتا ہوں۔"

"کیا اس سلسلے میں تمہارے پاس ضروری کاغذات ہیں؟"

"میرے پاس تمام ثبوت اور کاغذات موجود ہیں۔"

"انہیں اپنے ساتھ لے کر میرے ساتھ چلو۔ ہوٹل میں پولیس والے تمہاری موجودہ حیثیت کی تصدیق کرنا چاہیں گے۔ میں کہوں گی، تم میرے بوائے فرینڈ ہو۔"

وہ ضروری کاغذات اپنی جیب میں رکھ کر اس کے ساتھ کیسینو سے باہر آیا۔ کوٹلی ہوٹل کی رینٹیڈ کار کا دروازہ کھول کر بولی "تم ڈرائیو کرو۔ میں ابھی الجھن میں ہوں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ [illegible] کار اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھا کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"ہوٹل سی ویو [illegible]"

"معاملہ کیا ہے؟ تم پریشان کیوں ہو؟"

"میرا ایک ساتھی [illegible] تھا، وہ مر چکا ہے۔ [illegible] سمجھ میں نہیں آتا، [illegible] خودکشی کی ہے۔"

پارس کے تصور میں [illegible] مسکرا رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، کیا وہ کوٹلی کے ساتھی کے پاس کرانبروس میں گئی ہوگی؟

میں، کوٹلی کے دماغ میں تھا، وہ میرے تنویمی عمل کے مطابق کسی بھی خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں محسوس کر سکتی تھی نہ صرف مجھے محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ میں اس کی باتیں سن کر سمجھ گیا، پارس پریشان ہو رہا ہوگا۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا "ماریہ خیریت سے ہے۔ تمہاری ممی اسے آج رات یہاں سے پیرس لے جا رہی ہیں۔"

اس نے کہا "پاپا! میں نے کوٹلی کا معمول بن کر وعدہ کیا ہے، اپنے والدین کو اور محبوباؤں کو بھول جاؤں گا، صرف اسے یاد رکھوں گا۔ میں اس کے سامنے نینسی کا نام بھی نہیں لے سکتا۔ وہ بے چاری آج میرا انتظار کرے گی، میرے لیے تمام رات جاگتی رہے گی۔"

میں نے کہا "اس کے لیے ہم افسوس تو کر سکتے ہیں لیکن اسے تمہارے موجودہ حالات کے متعلق کچھ بتا نہیں سکتے۔ جب ڈیکوزا اس کے دماغ میں جاتا تھا تو سپر ماسٹر نے بھی اس کے دماغ میں جگہ بنائی ہوگی۔ فی الحال نینسی کو تمہارے حالات نہیں بتائے جا سکتے۔"

"پاپا! جب دشمنوں کے منصوبے کے مطابق میرے اغوا کی اطلاع آپ کو ہوگی تو آپ ایسے وقت نینسی کو میرے حالات بتا سکیں گے۔ آپ اسے مشورہ دے سکتے ہیں کہ وہ دو چار دن کے بعد پیرس جا کر رہے گی تو مجھ سے کسی دن ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسے مشورہ دوں گا۔"

وہ ہوٹل سی ویو کے کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے۔ کار ایک جگہ پارک کی پھر ہوٹل کے اندر کاؤنٹر کے پاس آئے۔ وہاں ایک پولیس آفیسر موجود تھا۔ منیجر نے کوٹلی کو دیکھ کر پہچانتے ہوئے کہا "آفیسر! یہ ہیں مس کوٹلی گراہم۔ ان کا قیام کمرا نمبر گیارہ میں ہے۔"

پولیس افسر نے پوچھا "مس گراہم! کیا تم مسٹر ڈیکوزا کے ساتھ یونان سے آئی ہو؟"

کوٹلی نے کہا "جی ہاں۔ یہ ایک اتفاق [illegible] میں سفر کے دوران ہماری دوستی ہوئی تھی۔"

"تمہارے کمرے الگ الگ ہیں کیا [illegible] میں بھی الگ رہتے تھے؟"

"جی ہاں۔ میری دوستی ہیڈ روم کے باہر [illegible]"

"یہ نوجوان کون ہے؟"

کوٹلی نے پارس کا تعارف کرایا پھر کہا "مجھے فون پر منیجر نے بتایا تھا، ڈیکوزا کی ہلاکت زہر سے ہوئی ہے۔ میں یہاں سے دن کے تین بجے گئی تھی۔ کیا میرے جانے کے بعد یہاں کوئی ڈیکوزا سے ملنے آیا تھا یا آئی تھی؟"

"ہاں۔ یہاں کے ایک ملازم کا بیان ہے کہ ایک شاندار ہی حسین اور کم سن لڑکی اس کمرے میں تھی۔ یہ معلوم نہ ہوا وہ کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ اور کہاں غائب ہو گئی ہے؟ بہرحال، ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"کیا میں اس کمرے میں جا سکتی ہوں؟"

افسر نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔ ویسے لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی گئی ہے۔"

پارس لفٹ کے ذریعے ان کے ساتھ ڈیکوزا کے کمرے میں آیا اور توجہ سے کمرے کے ایک ایک سامان اور ایک ایک جگہ کو دیکھنے لگا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماریہ کے خلاف کوئی ثبوت یا سراغ ملے۔ کوٹلی سوچ رہی تھی، ڈیکوزا کی موت نے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ پولیس والے اسے اس ہوٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی، کہنے لگی۔ "آفیسر! ڈیکوزا بہت اچھا آدمی تھا۔ مجھے اس کی ہلاکت سے شاک پہنچا ہے۔ کیا میں کھلی فضا میں جا سکتی ہوں؟"

"تم اپنا بیان لکھوا کر دستخط کر دو، پھر تم ہوٹل سے باہر جا سکتی ہو لیکن شہر سے باہر نہیں جا سکتیں۔ مجھے امید ہے، تم قانون کے مطابق ہم سے تعاون کرو گی۔ پلیز! اپنا پاسپورٹ میرے حوالے کر دو۔"

وہ پولیس افسر کے ساتھ اپنے کمرے میں آئی۔ اس کی تسلی کے لیے پاسپورٹ دے دیا۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی کیونکہ وہ غیر قانونی طور پر پارس کو وہاں سے لے جانے والی تھی۔ پریشانی اس بات کی تھی کہ ہیلی کاپٹر اور طیارے کے پائلٹ سے کس طرح رابطہ قائم ہوگا؟

وہ پارس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آئی۔ پارس نے پوچھا "کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"تم کار [illegible] میرا خیال ہے مجھ سے کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں رابطہ قائم کرے گا۔ ہم شہر میں یونہی گھومتے پھرتے [illegible]"

[illegible] پتا چلا، ان کا تعاقب ہو رہا ہے۔ کوٹلی نے پوچھا "کون ہمارا تعاقب کر سکتا ہے؟"

"خیال ہے، پارس کی حیثیت سے کوئی پیچھا نہیں کرے گا، میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ تمہارے جیسی حسین عورت کے ساتھ ہوں، ہو سکتا ہے کوئی رقیب پیدا ہو گیا ہو۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی۔ پھر سنجیدگی سے عقب نما آئینے میں دیکھ کر بولی "وہ گاڑی اب بھی ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ تم گاڑی ایک طرف روک لو۔"

اس نے ایک فٹ پاتھ کے کنارے کار روک دی۔ کوٹلی نے اس کی طرف جھک کر حکم دیا "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

پارس دیکھنے لگا۔ یوں تاثر دینے لگا جیسے اس کی آنکھوں میں ڈوب رہا ہو۔ وہ بولی "تم دنیا سے جھوٹ بول سکتے ہو، ان آنکھوں سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ سچ بتاؤ، کیا فرہاد یا کوئی اور تمہارے دماغ میں رہ کر ہمارا تعاقب کر رہا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، میرا دماغ بہت حساس ہے۔ میں یوں بھی کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتا۔ پھر تمہاری آنکھیں دیوار بن گئی ہیں۔ میری ماما، پاپا اور انکل آمر پریشان ہوں گے کہ میں ان سے رابطہ قائم کرنے سے انکار کیوں کر رہا ہوں۔ اب یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے، انہیں چونکہ میرے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے لہٰذا وہ کسی کو اپنا آلۂ کار بنا کر ہمارا تعاقب کرا رہے ہیں۔"

وہ قائل ہو کر بولی "تم درست کہہ رہے ہو۔ تمہارے پاپا کے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ چلو کسی اوپن ایئر ریسٹوران میں بیٹھ کر رات کا کھانا کھائیں گے۔"

پارس نے دوبارہ کار اسٹارٹ کی، ایک اوپن ایئر ریسٹوران کے سامنے آ کر رک گیا۔ وہ دونوں کار سے اتر کر ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے۔ ان کے ایک طرف ذرا فاصلے پر بڑی سی شاہراہ تھی۔ سیکڑوں گاڑیاں آتی جاتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ تعاقب کرنے والی گاڑی وہاں سے گزر گئی تھی۔ کوٹلی نے کہا "وہ گاڑی آگے جا کر رکے گی۔ اس میں بیٹھنے والے ادھر ضرور آئیں گے۔"

"اچھا ہے۔ آنے دو۔ ہم ذرا قریب سے انہیں دیکھ سکیں گے۔"

انہوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر کھانے کے دوران آس پاس نظریں دوڑاتے رہے۔ کوٹلی نے کہا "میرے بائیں طرف والی میز پر ابھی دو آدمی آئے ہیں اور مجھے بار بار دیکھ رہے ہیں۔ یہی ہو سکتے ہیں۔"

"تم ایسی زبردست ہو کہ سبھی بار بار تمہیں دیکھتے ہیں۔ یہاں کی ہر میز پر بیٹھنے والے تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ [illegible] بائیں طرف دیکھو۔"

[illegible] میز پر ایک شخص [illegible] انداز میں تن کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سادہ لباس میں تھا۔ لیکن اس کا بھید کھل گیا۔ ہوٹل کا بیرا اسے دیکھتے ہی سلام کر رہا تھا۔ منیجر ریسٹوران کے اندر سے بھاگتا ہوا آیا تھا اور ادب سے کھڑا ہو کر کچھ کہہ رہا تھا۔ کوٹلی نے کہا "اس کا مطلب ہے، پولیس والے ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ آخر ڈیکوزا کی ہلاکت کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ میرا پاسپورٹ رکھنے کے باوجود مجھے بالکل ہی آزاد نہیں چھوڑیں گے۔"

"صرف پولیس والے نہیں، پاپا کے آلۂ کار بھی ہمارے

آس پاس کہیں ہوں گے۔ وہ ضرور معلوم کرنا چاہیں گے، میں کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں اور کس کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں۔"

"تمہارے پاپا کے آلۂ کار تمہیں مجھ سے چھین لے جانے کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر پہلے پاپا یقین کرنا چاہیں گے کہ تم میری دوست نہیں ہو، دشمن ہو اور اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتی ہو۔"

"کیا تمہارے پاپا یہ نہیں سوچ سکتے کہ میں نے تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور بیٹے کو باپ سے دور لے جا رہی ہوں؟"

"میرے پاپا یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ میں کسی حسینہ کے ساتھ محبت کر رہا ہوں اس لیے دماغ کے دروازے بند رکھ رہا ہوں۔"

"وہ ایسا کب تک سوچتے رہیں گے؟"

"میرے پاپا نے بڑی رنگین جوانی گزاری ہے۔ اتنا تو سمجھتے ہی ہوں گے کہ آج رات کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کل صبح میرے پاس آ سکتے ہیں۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، ان کے آلۂ کار ہمارے آس پاس ہوں گے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ دوسرے ذرائع سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ میں جس لڑکی کے ساتھ وقت گزار رہا ہوں، وہ کیسی ہے؟ کہیں دشمنوں کی آلۂ کار تو نہیں ہے؟ وہ مجھے آزادی دے سکتے ہیں۔ دشمنوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتے۔"

کوٹلی نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ سپر ماسٹر اس کی سوچ میں کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہہ رہا تھا۔ "مجھے ڈیکوزا کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ کیا میں سمجھوں کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہا؟"

وہ بولی۔ "یس ماسٹر! اس کی موت زہر سے ہوئی ہے۔ مجھے سمجھنے کی فرصت نہیں ہے کہ یہ کیسے ہو گیا اور نہ ہی میں اپنے تعلق زیادہ تفصیل میں جا کر وقت ضائع کرنا چاہتی ہوں۔ میں تین گھنٹے سے پارس کو ساتھ لے کر گھوم رہی ہوں۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہم دونوں کو فوراً یہاں سے نکالو۔ ڈیکوزا کی ہلاکت کے بعد پولیس والوں نے میرا پاسپورٹ رکھ لیا ہے، اس کے باوجود میری نگرانی ہو رہی ہے۔"

"تم جہاں کہو، ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ جائے گا۔"

"چونکہ پولیس والے نگرانی کر رہے ہیں لہٰذا کھلے میدان میں ہیلی کاپٹر کو اتارنا دانشمندی نہ ہو گی۔ ہم پر چاروں طرف سے فائرنگ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے اسی ہوٹل کی چھت مناسب ہے۔"

"کیا ہوٹل میں پولیس والے نہیں ہوں گے؟"

"بے شک ہیں۔ لیکن کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی چھت پر ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔ تم میرے دماغ میں آتے جاتے رہو۔ میں پارس کے ساتھ ہوٹل میں پہنچ کر چلائے جاؤں گی۔ تم پائلٹ کو پرواز کرنے کے لیے کہو۔ جب وہ ہوٹل کے قریب آئے تو مجھے بتا دینا۔ میں احتیاطاً وہاں کے ایک مسلح افسر سے بات کروں گی تاکہ تم وقت ضرورت اسے آلۂ کار بنا سکو۔"

تمام معاملات طے کرنے کے بعد اس نے کھانے کا بل ادا کیا۔ پھر پارس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد پتا چلا، پھر ایک گاڑی ان کے تعاقب میں ہے۔ پارس نے پوچھا۔ "عقب نما آئینے میں دیکھ رہی ہو؟"

"پروا نہ کرو۔ ہم ہوٹل واپس جا رہے ہیں۔ پولیس والے مطمئن رہیں گے۔"

ہوٹل پہنچ کر پارس نے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں کار روکی۔ کوٹلی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "ہم تھوڑی دیر بار میں بیٹھیں گے۔"

"تم جانتی ہو، میرے خاندان میں کوئی شراب نہیں پیتا۔"

"اپنے خاندان کو بھول جاؤ۔ آج سے تم میرے ہو صرف میرے . . ."

وہ باتیں کرتے ہوئے بار میں آئے اور ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ کوٹلی نے دو لارج پیگ کا آرڈر دیا۔ پارس نے کہا "تم اپنا ہر حکم منوالو۔ مگر پینے پر مجبور نہ کرو۔"

وہ میز پر جھک کر بولی۔ "میری آنکھوں میں دیکھو۔"

پارس نے دیکھا۔ پھر وہی تاثر دینے لگا جیسے ان آنکھوں میں ڈوب رہا ہو اور آس پاس کی دنیا کو بھول چکا ہو۔ وہ حاکمانہ انداز میں بولی۔ "تم پیو گے اور اپنے باپ کی توبہ توڑو گے۔ یہ آنکھیں تمہیں حکم دے رہی ہیں۔"

ویٹر نے دو لارج پیگ لا کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ کوٹلی نے اپنا جام اٹھا کر اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اس نے بھی جھجکتے ہوئے جام اٹھا کر کہا۔ "تمہارا حکم سر آنکھوں پر، میں انکار نہیں کر رہا ہوں۔ دیکھو پی رہا ہوں۔"

کوٹلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "میں آزمانا چاہتی تھی، تم اپنے مذہب اور خاندانی روایات کے خلاف میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو یا نہیں، اب مجھے کسی شک و شبے کے بغیر یقین ہو گیا ہے، تم پوری طرح میری آنکھوں سے سحر زدہ ہو چکے ہو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے جام لے کر بولی۔ "میں تمہیں پلاؤں گی، خوب پلاؤں گی مگر ابھی تمہیں ہوش و حواس میں رکھنا ضروری ہے۔ تم نے کبھی پی نہیں اس لیے ایک ہی پیگ میں تم آؤٹ آف کنٹرول ہو جاؤ گے اور میں یہ نہیں چاہتی۔"

اس نے پارس کے جام کو منہ لگا کر ایک ہی سانس میں اسے خالی کیا۔ اسی وقت سپر ماسٹر نے رابطہ قائم کیا اور کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا تھا، تم ہوٹل پہنچ گئی ہو یا نہیں؟"

"میں اسی ہوٹل میں ہوں۔ جب کہو گے پارس کے ساتھ چھت پر پہنچ جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے، میں پائلٹ کو روانہ کر رہا ہوں۔ ابھی تمہارے پاس آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ کوٹلی نے میز پر جھک کر آہستگی سے کہا۔ "تیار رہو، ابھی ہم لفٹ میں جائیں گے۔"

وہ دوسرا جام ہونٹوں سے لگا کر ایک ایک گھونٹ پینے لگی۔ ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا گیا۔ پارس نے ایک اناڑی کی طرح حیرانی سے پوچھا۔ "تم نے دو لارج پیگ پی لیے، تمہیں نشہ نہیں ہو رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "مجھے صرف کامیابی کا نشہ ہوتا ہے۔ جب میں تمہیں سپر ماسٹر کے پاس پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو مدہوش ہو کر تمہارے بازوؤں میں گم ہو جاؤں گی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ سپر ماسٹر تمہیں مجھ سے ملنے کی اجازت دے گا؟"

"کیوں نہیں، میں اس کے لیے خطرات سے کھیلتی ہوں۔ بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی ہوں۔ اگر میں تمہیں انعام کے طور پر مانگوں گی تو وہ فرہاد کی چالبازیوں کے خوف سے میرا مطالبہ پورا نہیں کرے گا۔ لیکن روزانہ تم سے دو چار گھنٹے ملنے کی اجازت ضرور دے گا۔"

وہ ذرا چپ ہوئی، خلا میں تکتی رہی۔ پھر آخری گھونٹ پی کر خالی جام میز پر رکھتے ہوئے بولی۔ "کم آن، ہری اپ۔ ہم لفٹ میں جائیں گے۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس اس کے ساتھ بار سے نکل کر ریسپشن ہال میں آیا۔ کاؤنٹر کے قریب سے گزرتے وقت ایک پولیس افسر نے انہیں روک لیا۔ پھر پوچھا۔ "تم دونوں کہاں جا رہے ہو؟"

منیجر نے جلدی سے کہا۔ "آفیسر! یہی مس کوٹلی گراہم ہے۔"

افسر نے کہا۔ "او، آئی سی۔ مس گراہم! میں مرڈر کے سلسلے میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں نہ ہم بار میں چل کر بیٹھیں۔"

وہ جبراً مسکرا کر بولی۔ "میں قانون کے محافظوں سے ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں اپنے کمرے میں ضروری کام سے جا رہی ہوں۔ واپس آ کر تمہارے سوالات کے جواب دوں گی۔"

"تم کمرے میں جا رہی ہو تو کوئی بات نہیں، میں بھی چلتا ہوں۔ ہم وہیں بیٹھ کر باتیں کر سکتے ہیں۔"

کوٹلی ذرا پریشان ہو گئی۔ سپر ماسٹر اسے ہیلی کاپٹر کے آنے کی اطلاع دے کر کہیں ضروری کام سے چلا گیا تھا۔ اگر وہ دماغ میں ہوتا تو پولیس افسر کو ٹریپ کر لیتا۔ پارس نے اس کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے کہا۔ "آفیسر! کچھ تو موقع کی نزاکت کو سمجھو۔ میں کوٹلی کا بوائے فرینڈ ہوں۔ ہم ذرا تنہا جانا چاہتے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "تعجب ہے! مس کوٹلی گراہم کے ساتھ والے کمرے میں مرڈر ہوا ہے اور تم دونوں . . ."

کوٹلی نے بات کاٹ کر کہا۔ "وہ مرنے والا میرا کوئی رشتے دار یا دوست نہیں تھا۔ کسی قانون کے محافظ کو ہماری ذاتی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "میں قانون کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ تم دونوں میرے ساتھ بار میں چلو گے یا کمرے میں؟"

وہ لفٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں بہت ضدی ہوں، قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔"

وہ بولی۔ "پھر تو تم قبر تک ساتھ جانے والے وفادار شوہر بن سکتے ہو۔"

وہ لفٹ کے دروازے پر آئے۔ پارس نے ایک بٹن دبایا۔ کوٹلی اجنبی لوگوں سے نظریں جھکا کر باتیں کرتی تھی یا پھر سیاہ گاگلس میں آنکھیں چھپائے رکھتی تھی۔ وہ نظریں اٹھا کر بولی۔ "آفیسر! میری آنکھوں کے متعلق کیا خیال ہے؟"

پولیس افسر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے نظریں ہٹانے کی کوشش کی۔ وہ بولی۔ "مرد ہو کر آنکھیں چرانا چاہتے ہو؟ دیکھتے رہو، میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔"

لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ پارس اندر گیا۔ وہ بولی۔ "اسی طرح میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے لفٹ کے اندر چلو۔"

وہ سحر زدہ سا ہو کر اس کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ جس طرح کوئی لنگڑا بیساکھی کا سہارا لے کر چلتا ہے، وہ ان شیطانی آنکھوں کے سہارے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر آ گیا۔ وہ بولی۔ "پارس! ٹیرس کا بٹن دباؤ۔"

لفٹ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ پارس نے چھت پر جانے کے لیے بٹن دبایا، لفٹ اپنی مخصوص رفتار سے اوپر

جانے لگی۔ کوئلی حاکمانہ لہجے میں بول رہی تھی: "آفیسر! جواب دو۔ کیا چھت پر مسلح سپاہی موجود ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "چھت پر کسی کی ڈیوٹی نہیں ہے۔"

"میں حکم دیتی ہوں، اگر کوئی چھت پر مجھے اور میرے ساتھی کو روکنا چاہے تو تم اسے مداخلت سے باز رکھو گے۔ جو باز نہ آئے اسے گولی مار دو گے۔"

وہ ایک تابعدار کی طرح اس کی باتیں دُہرانے لگا۔ لفٹ رُک گئی۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ چھت پر پہنچ گئے تھے۔ پارس نے لفٹ سے نکل کر دیکھا، ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا آرہا تھا۔ جیسے جیسے وہ قریب آرہا تھا، ہوائیں تیز تر ہوتی جارہی تھیں۔ چھت کے ایک حصے سے کسی نے چیخ کر پوچھا: "یہ ہیلی کاپٹر یہاں کیوں اُتر رہا ہے؟ یہ غیر قانونی لینڈنگ ہے۔"

کوئلی نے افسر کو ابھی تک اپنی آنکھوں کا اسیر بنا رکھا تھا۔ اس نے کہا: "یہاں کوئی غیر قانونی لینڈنگ کی بات کررہا ہے۔ اسے مطمئن کرو۔ اگر وہ مطمئن نہ ہو تو اسے گولی ماردو۔ جلدی نظریں ہٹالو۔"

وہ نظریں ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک طرف ذرا فاصلے پر ایک اور افسر دو سپاہیوں کے ساتھ شراب کی بوتل پکڑے کھڑا تھا۔ سپاہی کو بوتل دے کر ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔ کوئلی کے معمول افسر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "ابھی مجھے وائرلیس سے اطلاع ملی ہے کہ اس نوجوان جوڑے کو ہیلی کاپٹر میں جانے دیا جائے۔ یہ ایک سرکاری خفیہ معاملہ ہے۔"

ہیلی کاپٹر چھت کے بالکل قریب آگیا تھا۔ وہاں سے ایک رسّی کی سیڑھی لٹکائی گئی تھی۔ کوئلی نے پارس سے کہا: "فوراً اوپر جاؤ۔"

اس نے سیڑھی کے نچلے حصے کو تھام لیا۔ افسر نے نشانہ لیتے ہوئے کہا: "خبردار! مجھے وائرلیس سے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کو بلانے والے تم دونوں مشکوک ہو۔ تم [illegible] کے بعد [illegible]"

کوئلی نے اپنے معمول افسر کو گھور کر دیکھا۔ اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر فرض نبھانے والے افسر کو گولی ماردی۔ پارس تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچ گیا۔ کوئلی بھی سیڑھی پر پاؤں رکھ چکی تھی۔ گولی کھانے والے افسر کے ساتھ جو سپاہی تھے، ان میں سے ایک نے معمول افسر پر گولی چلائی، اس کا ہاتھ زخمی ہوا۔ ریوالور چھوٹ کر دور چلا گیا۔ کوئلی اوپر پہنچنے والی تھی، سپاہی نے اس کی طرف فائرنگ کی۔ ہیلی کاپٹر دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ بال بال بچی۔ دوسری بار ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہوئی۔ سپاہیوں کی چیخیں سُنائی دیں۔ ہیلی کاپٹر بلند ہوچکا تھا۔ کوئلی نے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ پارس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ اُس کا رُخ کوئلی کی طرف تھا۔

وہ ایک دم سکتے میں رہ گئی۔ دروازہ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر رہ گیا تھا جہاں پارس موت بن کر موجود تھا۔ نیچے سیکڑوں فٹ کی پستی تھی، پرواز اور بلند ہوتی جارہی تھی۔ ہیلی کاپٹر ایک طرف تیزی سے جارہا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اس بُری طرح پھنسی تھی۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے موت ہی موت تھی۔ بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

پارس نے ہنستے ہوئے کہا: "میری جان! کس سوچ میں پڑ گئی ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے نیچے کی طرف جُھک کر ہاتھ بڑھایا۔ کوئلی کی جان میں جان آئی کیونکہ اسٹین گن چلانے والا ہاتھ اسے سہارا دے رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے تھام لیا۔ پہلی بار اسے محسوس ہوا کہ پارس کے ہاتھ فولاد ہیں، اس میں ایسی فولادی قوت بھی تھی کہ وہ اسے ایک ننھی سی بچّی کی طرح اوپر کھینچ کر ہیلی کاپٹر کے اندر لے آیا تھا۔

سیڑھی اندر کرنے کے بعد دروازہ بند کردیا گیا۔ وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولی: "تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ میں سمجھی، مجھے نشانہ بنانا چاہتے ہو۔ پھر عقل آئی، تم نے اسٹین گن سے سپاہیوں کو نشانہ بنایا تھا۔ میں یہ نہیں بھولوں گی کہ تم نے میری جان بچائی ہے۔"

پھر وہ چونک کر بولی: "یہ اسٹین گن کہاں سے آگئی؟"

"تمہارے پائلٹ نے دی ہے۔ سپر ماسٹر نے معقول انتظام کیا ہے۔"

کوئلی نے ناگواری سے کہا: "میرا پائلٹ [illegible]۔ کیا ہمارا ماسٹر تم سے رابطہ قائم کررہا ہے؟"

"جی نہیں، ماسٹر نے کہا تھا، تمہارے پاس چلے جانا ہے۔"

وہ غصّے سے بولی: "ماسٹر میرے پاس نہیں ہے۔ اس نے ایسے وقت رابطہ ختم کردیا جب اس کی خیال خوانی کی سخت ضرورت تھی۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر پائلٹ کے قریب جُھک کر بولی۔ "کہیں ہم کسی کے جال میں تو نہیں پھنس رہے ہیں؟"

کوئلی! میں ایسا نہیں سمجھتا۔ کوئی بیس منٹ پہلے وہ میرے دماغ میں تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، تم پارس کو لے کر

چھت پر آرہی ہو۔ وہ صرف بیس منٹ سے غیر حاضر ہے۔"

"ایسے خطرات سے کھیلتے وقت ایک سیکنڈ کی بھی غفلت تمام منصوبوں پر پانی پھیر سکتی ہے اور ہماری جان لے سکتی ہے۔"

"غصّہ تھوک دو۔ سپر ماسٹر کے ساتھ کوئی مجبوری ہوگی۔ پارس کو یہاں سے لے جانے کا معاملہ سب سے زیادہ اہم ہے وہ اس اہم معاملے سے یقیناً کسی مجبوری کی بنا پر غافل ہوگیا ہے۔"

"میں کسی پر غصّہ نہیں دکھا رہی ہوں بلکہ اس بات پر جھنجلا رہی ہوں کہ اتنی محنت کے بعد ناکام ہونے والی ہوں۔ میری چھٹی حِس کہہ رہی ہے، خلافِ توقع کچھ ہونے والا ہے۔"

پارس نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا: "اگر کچھ ہونے والا ہے تو کیا تم اسے روک سکو گی؟ چپ چاپ بیٹھ کر سکون سے سوچو، ہم کہاں جارہے ہیں اور جہاں جارہے ہیں، وہاں تمہارے کتنے قابلِ اعتماد آدمی ہوں گے؟"

"موجودہ مشن میں تمام آدمی قابلِ اعتماد ہیں۔"

"تمہارے اس پائلٹ کے علاوہ کتنے آدمی ہوں گے؟"

"ہم جس طیارے میں جائیں گے اُس کا ایک پائلٹ، کو پائلٹ، ایک ایر ہوسٹس اور دو باڈی گارڈز ہوں گے۔"

"کیا سب یوگا کے ماہر ہیں؟"

"ہوسکتے ہیں۔"

"یعنی تمہیں یقین نہیں ہے۔ ان میں سے کسی کی بھی کمزوری کسی خیال خوانی کرنے والے کا مسکن بن سکتی ہے۔ اس طرح تمہاری یہ بات غلط ہوگئی کہ تمام لوگ قابلِ اعتماد ہیں۔"

[illegible]

پارس [illegible]

[illegible] رہی تھی، اگرچہ وہ بڑے صبر و تحمل سے برداشت کر رہا تھا۔ یہی برداشت اور تابعداری کوئلی کو خوش فہمی میں مبتلا کررہی تھی کہ وہ پوری طرح اس کا معمول یا غلام بن چکا ہے۔

آدھے گھنٹے کی پرواز کے بعد ہیلی کاپٹر ایک وسیع میدانی علاقے میں اُترنے لگا۔ رات کی تاریکی میں میدان دور تک نظر نہیں آرہا تھا۔ صرف سگنل دینے والی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر کے زمین پر پہنچتے ہی دو مسلح شخص دوڑتے ہوئے قریب آئے۔ کوئلی اور پارس نے دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگائی۔ کچھ فاصلے پر ایک طیارہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایک مسلح شخص نے کہا: "جلدی چلو۔ وائرلیس پر اطلاع ملی ہے کہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر تم دونوں کی تلاش میں نکل پڑے ہیں۔"

وہ دونوں اُن مسلح جوانوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے طیارے کے پاس آئے پھر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اندر پہنچے۔ بڑی پھرتی سے سیڑھی کو تہہ کرکے اندر کیا گیا۔ دروازے کو لاک کیا گیا۔ پائلٹ نے سب کو سیٹ بیلٹ باندھنے کے لیے کہا۔ پھر طیارہ حرکت میں آگیا۔ پارس نے کھڑکی سے دیکھا، دور تاریکی میں کئی سُرخ بتیاں پرواز کرتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ صاف ظاہر تھا، اسرائیلی ہیلی کاپٹر چلے آرہے تھے۔ طیارہ کسی کچے رستے پر تیزی سے دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہوچکا تھا۔ آنے والے ہیلی کاپٹر اس کی بلندی اور تیزی کو چھو بھی نہیں سکتے۔ اُن ہیلی کاپٹروں سے شعلے لپکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے یعنی وہ اس ہیلی کاپٹر کی جانب فائرنگ کررہے تھے جسے پارس اور کوئلی چھوڑ آئے تھے گویا کھسیا کر کھمبا نوچ رہے تھے۔

انھوں نے ساحل کے کسی قریبی علاقے سے پرواز کی تھی۔ کیونکہ پندرہ منٹ کے بعد ہی پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے بتایا کہ انھوں نے اسرائیل کا ساحل اور سمندری علاقہ عبور کرلیا ہے۔ ان کا طیارہ مصر کے شمالی سمندری علاقے سے گزرتا ہوا لیبیا کی سمت جانے لگا۔ پارس نے سیٹ بیلٹ کھول کر اپنی سیٹ کو آرام دہ بنالیا پھر کوئلی کو دیکھا، وہ پریشانی کی حالت میں سیدھی بیٹھی ہوئی تھی۔ ہوسٹس نے آکر مسکراتے ہوئے پوچھا: "آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے؟"

وہ بولی: "بلیک ڈاگ وِد آئس۔"

وہ چلی گئی۔ کوئلی نے پارس کو دیکھ کر کہا: "میں نہیں جانتی، یہ سپر ماسٹر کہاں گم ہوگیا ہے۔ اس کی غفلت مجھے خطرے کا احساس دلارہی ہے۔"

پارس نے اسے کن انکھیوں سے دیکھا مگر جواب نہیں دیا۔ وہ بولی: "مجھے یقین ہے، ماسٹر کسی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہے، اگر ایسا ہے تو ہم بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

ایر ہوسٹس ایک ٹرالی میں شراب کی بوتل، دو خالی جام اور برف لے آئی۔ دونوں کے لیے دو پیگ بنائے پھر چلی

گئی۔ کوثلی نے ایک جام پارس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اب ہم اپنوں میں ہیں۔ اگر ایک پیگ میں تمھاری کھوپڑی اُلٹے گی تو کوئی بھی تمھیں سنبھال لے گا۔"

پارس نے جام لیا۔ وہ اپنا جام مُنہ سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد بولی۔ "ہوسکتا ہے سپر ماسٹر کسی مصیبت میں نہ ہو، شاید اچانک بیمار پڑ گیا ہو اور بیماری کے باعث خیال خوانی کے قابل نہ رہا ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

پارس نے پھر جواب نہیں دیا۔ پہلے کی طرح خاموش رہا۔ وہ گھور کر بولی۔ "اے! میں اتنی دیر سے بول رہی ہوں اور تم خاموش ہو۔ کیا میں پاگل کی بچی ہوں؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟"

وہ بولا۔ "تم نے ہیلی کاپٹر میں خاموش رہنے کا حکم دیا تھا۔ میں تمھارے حکم کے خلاف کیسے بول سکتا ہوں؟"

"اوہ سوری! میں بھول گئی تھی۔ اب حکم دیتی ہوں، بولو۔"

وہ اپنے جام کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "اگر میں نے اسے پی لیا تو تم دُہری پریشانیوں میں مبتلا ہو جاؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی سپر ماسٹر کی طرف سے ایک پریشانی ختم نہیں ہوئی ہے اور تم میری مدہوشی کو اپنے لیے دوسری پریشانی کا سبب بنانا چاہتی ہو۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پارس نے کہا۔ "فکر اور پریشانی ہو تو شراب سے غم غلط کرو۔ اگر کسی مصیبت کی آمد کا اندیشہ ہے تو جام رکھ دو۔ اور پورے ہوش و حواس میں رہو۔"

کوثلی نے اس کے ہاتھ سے جام لے کر کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں ہوش میں رہنا چاہیے۔" اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ دونوں مسلح گارڈز اُٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک کو قریب بُلا کر بولی۔ "تم کتنی دیر سانس روک سکتے ہو؟"

وہ بولا۔ "مس گراہم! میں نے کبھی حساب نہیں کیا۔"

"تم دونوں گھڑی دیکھ کر سانس روکو اور مجھے حساب بتاؤ۔"

وہ واپس اپنے ساتھی کے پاس چلا گیا۔ ہوسٹس نے آ کر تیسرا پیگ بنایا۔ پھر پارس کے لیے بھی ایک اور تیار کرنا چاہتی تھی۔ کوثلی نے کہا۔ "اور ضرورت نہیں ہے۔ یہ بتاؤ، تم کتنی دیر سانس روک سکتی ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میں بلیک بیلٹر ہوں، تین منٹ سے کچھ زیادہ سانس روک لیتی ہوں۔"

"ویری گڈ۔ سپر ماسٹر نے سوچ سمجھ کر تمھارا انتخاب کیا ہے۔"

ایک گارڈ نے آ کر کہا۔ "مس گراہم! ہم دونوں گارڈز ایک ڈیڑھ منٹ تک سانس روک سکتے ہیں۔"

"سپر ماسٹر نے تم لوگوں کا انتخاب کیوں کیا ہے؟"

"میں انجینئر ہوں۔ میرا ساتھی ڈاکٹر ہے۔ ہم فوج میں رہ چکے ہیں۔ ہم جنگلوں، پہاڑوں اور صحراؤں میں جنگ لڑنے کے طریقے جانتے ہیں۔ اندھیرے میں آواز پر صحیح نشانہ لگا سکتے ہیں۔ کبھی آزمائش کا وقت آئے گا تو ہم اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے۔"

"دعا کرو، ایسا وقت نہ آئے اور ہم خیریت سے اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی پائلٹ کیبن میں گئی۔ کو پائلٹ نے اسے دیکھ کر سلام کیا۔ وہ بولی۔ "کیا سپر ماسٹر نے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"جی ہاں۔"

وہ شدید حیرانی سے بولی۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

پائلٹ نے کہا۔ "مس گراہم! ہم تمھارے عہدے اور شخصیت کو جانتے ہیں، تم سے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔"

"ماسٹر نے کب رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ابھی پندرہ منٹ پہلے انھوں نے خیریت معلوم کی۔ جب انھیں اطمینان ہو گیا کہ ہم کسی رکاوٹ کے بغیر آرام سے سفر کر رہے ہیں تو وہ چلے گئے۔"

وہ غصّے سے مُٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "میں مانتی ہوں تم جھوٹ نہیں بولو گے۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں اس ٹیم کی لیڈر ہوں، وہ مجھ سے رابطہ نہ کرے اور صرف تم سے باتیں کر کے چلا جائے! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

وہ اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔ وہ پارٹی لیڈر تھی، یہ حیثیت ایسے وقت ختم ہو رہی تھی جب وہ پارس کو اغوا کر کے اسے سپر ماسٹر تک پہنچانے کا کارنامہ انجام دے رہی تھی۔ وہ جھنجلاہٹ اور بے چینی سے ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ چھوٹے سے کیبن میں کبھی اِدھر آ کر دیوار کو گھورتی تھی، کبھی اُدھر جا کر دیوار کو گھونسا مارتی تھی۔

کو پائلٹ نے کہا۔ "سپر ماسٹر کچھ سوچ سمجھ کر تم سے رابطہ قائم نہیں کر رہا ہے۔"

وہ غرّا کر بولی۔ "وہ کیا سوچ رہا ہے؟ کیا سمجھ رہا ہے؟ میرا دماغ حسّاس ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن میری

اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکتا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے پارس کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا ہے۔ اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین ہمیں اس کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکیں گے۔۔"

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ گھور کر پائلٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا تمھارا دماغ حسّاس ہے یا تم یوگا کے ماہر ہو؟"

"تھینکس گاڈ، میں حسّاس دماغ رکھتا ہوں۔ مجھے کوئی خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ نہیں کر سکتا۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ منزل پر پہنچ کر سپر ماسٹر ضرور بتائے گا کہ وہ تمھیں کیوں نظر انداز کرتا رہا ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر وہاں سے جانا چاہتی تھی لیکن پائلٹ کی سیٹ کے پاس وھسکی کی بوتل دیکھ کر رُک گئی۔ وہ بوتل آدھی خالی ہو چکی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "یہ آدھی بوتل تم نے پی ہے؟"

کو پائلٹ نے کہا۔ "ہم دونوں شیئر کر رہے ہیں۔"

"کیا تم دونوں کو خوش فہمی ہے کہ نشے کی حالت میں خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روک سکو گے؟"

"ہمارے پینے کی ایک حد ہے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ ہم نارمل ہیں، جب نشہ ہو گا تو بوتل بند کر دیں گے۔"

کوثلی نے آگے بڑھ کر بوتل اُٹھائی۔ پھر سخت لہجے میں کہا۔ "اب ایک گھونٹ بھی نہیں پیو گے۔"

وہ بوتل لے کر کیبن سے باہر آئی۔ ہوسٹس کو بوتل دیتے ہوئے کہا۔ "پائلٹ اور کو پائلٹ کو اب ایک پیگ بھی نہ دینا۔"

پھر وہ دونوں باڈی گارڈز کے پاس آئی۔ وہ اُٹھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا۔ "اِس لمحے سے تم دونوں مجھ سے یا کسی سے بھی بات نہیں کرو گے۔ ایک دوسرے کو بھی اپنی آواز نہیں سُناؤ گے حتّٰی کہ تنہائی میں بھی باتیں نہیں کرو گے۔"

"یس میڈم۔"

"شٹ اَپ یُو فُول۔ میں مُنہ سے آواز نکالنے سے منع کر رہی ہوں اور تم جواب دے رہے ہو۔ آئندہ خاموشی سے احکامات کی تعمیل کرو گے۔"

دونوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ پارس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ سکتی تھی لیکن اس سے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ پریشانی اور بڑھ گئی تھی۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، تمھیں کیا جواب دوں؟"

"جو بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، اسے ہی بیان کرو۔"

"پائلٹ کہتا ہے، ابھی تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر نے اس سے گفتگو کی تھی جبکہ میں پارٹی لیڈر ہوں۔ اس نے مجھ سے بات نہیں کی، اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

"اگر آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو گی اور تھوڑی دیر کے لیے پارٹی لیڈر کی حیثیت سے اپنی توہین کو بُھلا دو گی تو یہ معاملہ آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا۔"

وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی، پارس نے اُس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا پھر کہا۔ "میری چند باتوں کا جواب دو۔ ابھی بات سمجھ میں آ جائے گی۔"

"جلدی بولو، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"سپر ماسٹر بے حد ذہین اور حاضر دماغ ہوا کرتا ہے۔ تم نے اُسے قریب یا دور سے دیکھا ہے تو جواب دو، کیا تمھارے خیال میں وہ ایسے وقت نادانی کر سکتا ہے جبکہ تم مجھے اغوا کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہی ہو؟"

"مجھے اُس سے ایسی نادانی کی توقع نہیں ہے؟"

"توقع کی بات نہ کرو۔ یقین سے جواب دو۔"

"میں یقین سے کہتی ہوں، وہ میری صلاحیتوں کی بہت قدر کرتا ہے۔ اہم معاملات میں مجھ پر اعتماد کرتا ہے۔ میرا دل نہیں مانتا کہ آج وہ مجھے نظر انداز کر رہا ہے۔"

"تو پھر بات آئینے کی طرح صاف ہے۔ سپر ماسٹر نے پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے یا بُری طرح بیمار ہے۔ کسی خیال خوانی کرنے والے نے پائلٹ کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔"

وہ سوچتی اور سمجھتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی۔ "بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ تمھارے پاپا ہی ایسا کر سکتے ہیں۔"

"اگر پاپا ہوں گے تو سب سے پہلے تمھیں مجبور کریں گے۔ پائلٹ کے ذریعے حکم دیں گے کہ تم نے میرے دماغ کو جو لاک کیا گیا ہے، پھر عمل کے ذریعے کھول دو تاکہ وہ بیٹے سے دماغی رابطہ قائم کر سکیں۔"

"میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

وہ کوثلی کا ہاتھ عاشقانہ انداز میں تھام کر بولا۔ "ایسا کبھی نہ کرنا، ورنہ وہ مجھے تم سے چھین کر لے جائیں گے۔ میں تمھیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ میرا دل کہتا ہے، میں تم سے بچھڑ کر کبھی سکون سے نہیں رہ سکوں گا۔"

وہ ہاتھ چھڑا کر بولی۔ "تم سکون سے رہو یا نہ رہو، میں

کسی حال میں تمھیں ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی۔ تم بھی سوچو، میں بھی سوچتی ہوں۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ پاپا کو اپنے اور میرے دماغ میں آنے نہ دو۔ وہ طیارے کو تباہ نہیں کریں گے، انھیں میری سلامتی عزیز ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مصیبتوں میں مبتلا کریں گے، ہم آئندہ حالات کے مطابق اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتے ہیں۔"

"تم درست کہتے ہو۔"

"میں ہمیشہ درست کہتا ہوں مگر تم میری باتوں کو نظرانداز کر دیتی ہو۔"

"اب تم اتنے بھی ذہین اور معاملہ فہم نہیں ہو کہ میں تمھاری ہر بات درست مان لیا کروں۔ یہ تم فضول باتیں کر کے مجھے اصل معاملے سے کیوں ہٹا دیتے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ پائلٹ کو ہم کس طرح اپنے قابو میں کر سکتے ہیں۔"

"اسے خیال خوانی کے طلسم سے نکالا نہیں جا سکتا۔ البتہ ہم اُسے گولی مار سکتے ہیں۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ پائلٹ اور کو پائلٹ دونوں ہی خیال خوانی کے زیرِ اثر ہیں۔ کیا ہم [illegible] کو کہیں جا کر [illegible] دینے بیٹھے ہو؟"

"میں [illegible] بچاؤ کی یہی صورت ہے۔"

وہ بگڑ کر بولی "پھر [illegible] کیا تمھارا باپ چلائے گا؟"

"تو وہ پائلٹ سے جا کر پوچھو، اس کے دماغ میں رہ کر میرا باپ ہی یہ جہاز چلا رہا ہوگا۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں نے تمھاری بڑی تعریفیں سنی تھیں۔ افریقہ کے جنگلوں میں تم نے بڑے کارنامے دکھائے ہیں۔ کیا ایسی اُلٹی کھوپڑی سے کارنامے انجام دیتے تھے۔ پائلٹ کو مار کر جہاز تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

"اس طیارے کو میں کنٹرول کر دوں گا۔"

"کیا!" وہ حیرت سے بولی "تم اور یہ جہاز چلاؤ گے؟"

"بابا صاحب کا ادارہ ایک بے مثال تربیت گاہ ہے، تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتیں کہ ہم دونوں بھائیوں نے اس ادارے میں رہ کر کیا کچھ سیکھا ہے۔"

وہ حیرانی سے سن رہی تھی۔ پھر چونک کر بولی "اے! تم مجھے پھر اصل معاملے سے ہٹا کر فضول باتوں میں لگا رہے ہو۔ میں پائلٹ کو گولی مارنے کی نادانی نہیں کروں گی۔ تمھارے جیسے ڈینگیں مارنے والے جوان میں نے بہت دیکھے ہیں۔"

وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا "کسی مصیبت کے وقت مناسب سمجھو تو مجھے جگا دینا۔"

وہ دوسری طرف منہ پھیر کر موجودہ حالات پر غور کرنے لگی۔ پارس آنکھیں بند کر کے سوچ رہا تھا: پاپا نے میرے اور کوٹلی کے دماغوں کو اپنے طور پر مقفل کیا ہے۔ اُن کی ٹیکنک کے مطابق ہم دونوں صرف ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکیں گے، باقی دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیں گے۔ پھر کیا بات ہے کہ پاپا مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے کوٹلی کا عاشق بن کر اس کے سامنے پاپا کے خلاف کہہ دیا کہ وہی طیارہ اغوا کر رہے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ پاپا، پائلٹ کے دماغ میں آئیں گے تو میرے پاس بھی آ کر اپنے موجودہ منصوبے کی تفصیل سمجھائیں گے، یہ کوئی دوسرا ہی چکر چل رہا ہے؟

وہ اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ جب یقینی طور پر کوئی خطرہ پیش آنے والا ہو تو خوف کھانے، پریشان ہونے یا فکر مند ہونے سے خطرہ ٹل نہیں جاتا، اس کا حل ہی ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ دانشمندی [illegible] یہی ہے کہ [illegible] غور [illegible] آنے والے وقت کا انتظار کیا جائے۔

[illegible] سوچ کر [illegible] اغوا [illegible] کرنے والا [illegible] کیوں [illegible] اغوا کرنے کا مقصد کیوں نہیں بتا رہا ہے؟ شاید اس لیے کہ وہ یقیناً [illegible] اس کا مقصد صاف ظاہر ہے۔ وہ بیٹے کو رہا کرا رہا ہے اور مجھے قیدی بنانے والا ہے۔

وہ غصے سے پارس کی سیٹ کے پاس آئی۔ پھر پاؤں پٹخ کر بولی "تمھارا باپ سمجھتا کیا ہے؟ میرا نام کوٹلی گراہم ہے۔ آج تک کوئی مجھے قید نہیں کر سکا۔ وہ مجھ سے سپر ماسٹر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے گا۔ میں تمھارے باپ کو بھی اپنی آنکھوں سے سحرزدہ کر کے اپنا غلام بنا لوں گی۔"

وہ بول رہی تھی اور وہ آنکھیں بند کیے یوں سیٹ پر نیم دراز تھا جیسے سو چکا ہو۔ کوٹلی نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا۔ یہ اور زیادہ غصہ دلانے والی بات تھی کہ باپ ٹریپ کر رہا تھا اور بیٹا آرام سے سو رہا تھا۔ وہ ہمیشہ سے حکومت کرنے کی عادی رہی تھی۔ اپنے غلام کی یہ آرام طلبی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھ کر زور کا تھپڑ جما دیا۔

وہ ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک عورت یوں مالکہ بن کر اس پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کرے

گی۔ اس نے ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ کوٹلی کے حلق سے چیخ نکلی۔ پھر وہ دوسری چیخ نکالنے کے قابل نہ رہ سکی۔ اس کا سر چکرا گیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ دوسری طرف کی سیٹ سے ٹکرائی۔ پھر دو سیٹوں کی قطار کے درمیان فرش پر گر پڑی۔ اُسے یوں لگا تھا جیسے منہ پر لوہے کا ہاتھ پڑا ہے۔ ایک طرف کا جبڑا پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ منہ میں خون بھر گیا تھا۔ پتا نہیں کتنے دانت ٹوٹ گئے تھے۔

دونوں باڈی گارڈز نے اُسے اسٹین گن کی زد پر رکھ کر وارننگ دی۔ "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ ورنہ ہم لوگ گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

پارس نے اُن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تمھارا سپر ماسٹر مجھے زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے تم دونوں فیصلہ کر لو، مجھے مار دیا جائے یا ماسٹر کے لیے چھوڑ دیا جائے۔"

یہ درست تھا۔ سپر ماسٹر نے اُسے زندہ طلب کیا تھا۔ دونوں گارڈز نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ذرا سی دیر کے لیے اُن کی نظریں پارس کی طرف سے ہٹیں۔ اتنی ہی مہلت کافی تھی۔ اُس نے ایک کی اسٹین گن پر ہاتھ مارا، دوسرے کی اسٹین گن پر ایک ٹھوکر ماری جس کے نتیجے میں دوسرے کے ہاتھوں سے ہتھیار نکل گیا۔ پہلے کو نہتا کرنے کے لیے کراٹے کا ہاتھ رسید کرنا پڑا۔ دونوں نہتے ہو کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اُس کی پٹائی کر کے اپنی اسٹین گنوں تک پہنچنا چاہتے تھے مگر خود پٹ رہے تھے۔ صرف پندرہ منٹ میں وہ فرش سے اُٹھنے کے قابل نہیں رہے۔

کوٹلی ایک ہاتھ سے سر تھام کر، دوسرا ہاتھ فرش پر ٹیک کر اُٹھ رہی تھی۔ پارس نے اس کے پرس سے بے بی آئینہ نکالا۔ پھر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگی۔ وہ اس کے ہاتھ میں آئینہ پکڑا کر بولا۔ "تم نے میری لاعلمی میں مجھے ایک ہاتھ مارا۔ اب آئینہ دیکھو۔ میں ابھی مزید صورت بگاڑنے والا ہوں۔"

اس نے دوسرا ہاتھ منہ پر مارا۔ اس بار حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی بس ایک کراہ نکلی۔ پھر وہ فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی۔ اسٹیورڈ کے کیبن سے ہوسٹس کی آواز سنائی دی "بہت دلیری دکھا چکے پارس! یہ درست ہے کہ سپر ماسٹر تمھیں زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن صحیح سلامت پہنچانے کی شرط نہیں ہے۔ اب اگر تم نے میڈم پر ہاتھ اُٹھایا تو میں تمھارے ہاتھ توڑ دوں گی۔"

اس کے بدن پر اب ہوسٹس والا لباس نہیں تھا۔ وہ شرٹ اور پاجامہ پہنے ہوئے تھی۔ کمر سے سیاہ بیلٹ بندھا ہوا تھا۔ پاؤں ننگے تھے۔ وہ مارشل آرٹ میں مہارت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے بالکل تیار تھی۔ پارس نے مکھی اُڑانے کے انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا۔ "تم نے آنے میں دیر کر دی۔ یہاں کوئی اس قابل نہیں رہا جس پر میں ہاتھ اُٹھاؤں۔ ہوسٹس کی ڈیوٹی ہے، وہ مسافروں کی خدمت کرے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرے۔ مجھے چیلنج کرنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی میڈم کو طبی امداد پہنچاؤ۔"

وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ کیونکہ اس وقت سچ مچ لڑائی کی نہیں، میڈم کی مرہم پٹی کی ضرورت تھی۔ وہ دوڑ کر کیبن میں گئی اور فرسٹ ایڈ بکس لے کر کوٹلی کے پاس پہنچ گئی۔ پارس نے دونوں اسٹین گنوں کو اُٹھایا، ان سے لگے ہوئے کارتوس کے ایک ایک راؤنڈ کو الگ کیا۔ وہاں دو سیٹوں کے درمیان کارتوس کی کئی پیٹیاں تھیں۔ اس نے کسی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ خالی اسٹین گنوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔

دونوں گارڈز بُری طرح ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ فرش پر اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اُس نے آہستگی سے ریوالور نکال کر اپنے نیچے دبا لیا تھا۔ پارس نے اُسے کن انکھیوں سے دیکھا پھر اچانک بیٹھ گیا۔ گارڈ نے یکبارگی کروٹ بدل کر فائر کیا تھا۔ گولی بہت دور ایک دیوار میں جا کر لگی۔ اس نے خالی اسٹین گن کھینچ کر ماری۔ گارڈ نے بچنے کے لیے پھر کروٹ لی۔ پارس نے اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر ماری۔ ریوالور دور چلا گیا۔ وہ ریوالور تک رینگتے ہوئے جانا چاہتا تھا، کیونکہ پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی۔ پارس چھلانگ لگا کر اس پر کھڑا ہوا تو وہ دب کر رہ گیا۔ پارس دوسری چھلانگ میں ریوالور اُٹھا کر بولا۔ "اپنی جگہ چپ چاپ پڑے رہو۔ ویسے مجھے یقین ہے تم میں اب اُٹھنے کی سکت نہیں رہی ہوگی۔"

اس نے قریب آ کر اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک لمبا سا چاقو اور ریوالور کی ایک درجن گولیاں نکلیں۔ پارس نے انھیں اپنے پاس رکھ لیا۔ دوسرے گارڈ کے پاس سے بھی کچھ ایسی ہی چیزیں نکلیں۔ ہوسٹس فائرنگ کے وقت ہی مداخلت کے لیے آنا چاہتی تھی مگر کوٹلی کی کراہیں سن کر اسے اٹینڈ کرنے لگی تھی۔ اس کے بعد وہ پارس کی مخالفت میں کچھ نہ کر سکی۔ کیونکہ اس کے پاس ریوالور آ گیا تھا۔

وہ دو ریوالور، دو درجن کارتوس اور دو خالی اسٹین گنیں لے کر سب سے آخری سیٹ پر بیٹھ گیا تاکہ سب پر نظر رکھ سکے۔ جب کوٹلی کو ہوش آ گیا تو ہوسٹس نے کہا۔ "میڈم، سیٹوں

پر آ کر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ گم صم پڑی خلاؤں میں تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "اُس کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے، کیا وہ حقیقت ہے، یا وہ توہین آمیز خواب دیکھ رہی تھی؟" ہوسٹس نے کہا۔ "تمھیں توانائی کی ضرورت ہے۔ میں دودھ میں اوولٹین لاتی ہوں۔"

وہ اُٹھ کر اپنے کیبن کی طرف جانے لگی۔ راستے میں دونوں گارڈز پڑے ہوئے تھے، وہ ان سے کترا کر گزرنے لگی۔ پارس نے اسے نشانے پر رکھ کر پوچھا۔ "کہاں جا رہی ہو؟"

وہ حقارت سے بولی۔ "مرد ہو کر نہتی عورت کو ریوالور دکھا رہے ہو۔"

"ہتھیار نہیں ہوگا تو تم مقابلے پر اُتر آؤ گی۔ ایک عورت سے مقابلہ کرنا مردوں کی شان نہیں ہے۔ تمھارے جیسی عورت کو لگام دینے کا یہی طریقہ مناسب ہے۔"

وہ تن کر جانا چاہتی تھی، پارس نے اس کے پاؤں کے پاس فائر کیا۔ وہ اُچھل کر پیچھے گئی۔ "میرے سوال کا جواب دیے بغیر جانا چاہو گی تو لنگڑی ہو جاؤ گی، میں نے کیا پوچھا تھا؟"

"میں اپنے کچن میں جا رہی ہوں۔ میڈم کے لیے دودھ اوولٹین لینے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا۔ "چلو، میں دیکھنا چاہتا ہوں، کچن میں نقصان پہنچانے والی کوئی چیز تو نہیں ہے۔"

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا کچن میں آیا۔ وہاں کے ایک ایک حصے کو دیکھنے لگا۔ کھانے کے سامان کے پیچھے دو لکڑی کی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں، ایک میں ٹیلی اسکوپ لگی ہوئی چھ رائفلیں تھیں، دوسری پیٹی میں کارتوس بھرے ہوئے تھے۔ وہ بولا۔ "یہاں کی چابی مجھے دو۔"

اس نے چُپ چاپ چابیاں اس کے حوالے کر دیں، خود دودھ اوولٹین لے کر چلی گئی۔ پارس نے ٹائیلٹ کا دروازہ کھول کر دیکھا پھر کچن کو مقفل کر کے اسی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ہوسٹس اب گارڈز کے پاس آ کر اُن کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔ کوٹلی بیٹھی ہوئی دودھ اوولٹین پی رہی تھی۔ گلاس خالی کرنے کے بعد اس کی نظر سب سے آخری سیٹ پر گئی۔ پارس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سیٹ کے ہتھے پر رکھا ہوا صرف ایک ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ توہین کے احساس سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔ صرف دو ہاتھ کھانے کے بعد وہ دور سے اس ہاتھ کو پہچاننے لگی تھی۔

اگرچہ مرہم پٹی ہو چکی تھی، پھر بھی تمام چہرہ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب چہرہ نہیں رہا بلکہ اس کی جگہ ایک پھوڑا رہ گیا ہے۔ اسے یاد آیا، پارس نے اسے صورت دیکھنے کے لیے بے بی آئینہ دیا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ قریب ہی فرش پر ننھا سا آئینہ پڑا ہوا تھا۔ اُس نے جلدی سے ہاتھ بڑھایا۔ پھر رُک گئی۔ پارس کے سامنے آئینہ دیکھنے سے اور زیادہ توہین کا احساس ہوتا۔ اس نے جھجکتے ہوئے آخری سیٹ کی جانب دیکھا۔ پہلے کی طرح صرف اس کا ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی آئینہ اُٹھا کر سیٹوں کے درمیان رینگتی ہوئی آئی۔ پھر وہاں بیٹھ کر جیسے ہی آئینہ دیکھا، مُنہ سے چیخ نکل گئی۔ آئینے میں زخموں سے سُوجا ہوا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ جا بجا میڈیکیٹڈ پٹیاں چپکی ہوئی تھیں۔ چہرہ پھُول کر پہلے سے دُگنا لگتا تھا۔ وہ کسی موٹی بھدی عورت کی صورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ غصے میں گالیاں دیتے ہوئے اُٹھنا چاہتی تھی لیکن فولادی ہاتھ یاد آ گئے۔ تمام زخموں سے ایک ساتھ ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔ وہ ہزار ضبط کے باوجود کراہنے لگی۔ اگر کسی چار دیواری میں تنہا ہوتی تو زور زور سے روتی اور چیخ چیخ کر اسے گالیاں دیتی۔

ہوسٹس نے آ کر کہا۔ "تم آرام سے لیٹ جاؤ۔"

کوٹلی نے آہستگی سے کہا۔ "میرے قریب آؤ۔"

ہوسٹس فرش پر گھٹنے ٹیک کر سیٹوں کے درمیان اس کے قریب ہو گئی۔ وہ بولی۔ "تم کہہ رہی تھیں کہ سپر ماسٹر تمھیں ناقابلِ شکست فائٹر سمجھتا ہے۔ تم بلیک بیلٹر ہو، اسی لیے اس مہم کے لیے تمھارا انتخاب کیا گیا ہے؟"

"میڈم! میں نے غلط نہیں کہا ہے۔"

"تم بکواس کرتی ہو۔ کیا میری حفاظت کرنا تمھاری ذمے داری نہیں ہے؟ کیا تم میری انسلٹ کا بدلہ نہیں لے سکتی تھیں؟"

"میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتی ہوں۔ لیکن اس کے پاس ریوالور ہے۔ اس نے ہمارے تمام ہتھیاروں اور کارتوس کی پیٹیوں پر قبضہ جما لیا ہے۔"

کوٹلی چند لمحوں تک سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ "اس کے باپ نے اُسے خیال خوانی کے ذریعے سمجھایا ہوگا کہ پہلے اسلحہ اور بارود پر قبضہ جمایا جائے تاکہ بیٹے کی جان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"میڈم! کیا تمھیں یقین ہے کہ فرہاد اس طیارے کو اغوا کر رہا ہے؟"

"نان سنس! احمقانہ سوال نہ کرو۔ میرے زخموں سے ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں۔ مجھے حیرانی ہے، اس کے ہاتھ فولادی کیسے ہو گئے؟ دیکھنے میں وہ عام سا باڈی بلڈر لگتا ہے۔"

"تم باتیں نہ کرو۔ تکلیف بڑھ جائے گی۔ میں اپنا خیال ظاہر کرتی ہوں کہ فرہاد اپنے بیٹے کے پاس نہیں آتا ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے . . . . . ہمارے ایک گارڈ نے اس پر گولی چلائی تھی، یوں سمجھو ایک سیکنڈ کا فرق پڑ گیا۔ اگر وہ بیٹھ نہ جاتا تو گولی کا نشانہ ضرور بنتا۔ اگر فرہاد ہوتا تو بیٹے کے لیے ایسا خطرہ مول نہ لیتا، وہ گارڈ کے ہاتھ سے ریوالور چھُڑا دیتا۔ جبکہ پارس نے اپنے لڑنے کے فن سے اس کا ریوالور چھینا ہے۔ اس نے ہم سب کو اپنی دلیری اور حاضر دماغی سے قابو میں کیا ہے۔"

وہ ہوسٹس کو گھُور کر دیکھنا چاہتی تھی مگر آنکھیں بھی دُکھنے لگیں۔ اپنی غضب ناک آنکھوں سے کام لینے کے قابل نہیں رہی تھی۔ کراہتے ہوئے بولی۔ "کیا تم اس پر مرمٹی ہو؟"

"میڈم! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے تو خوبرو اور بڑے بڑے شہ زوروں کو ٹھکرا دیا ہے۔ تم میری بات پر غور کرو۔ ہمیں فرہاد نہیں کوئی اور اغوا کر رہا ہے۔ اگر فرہاد ہوتا تو سوچو، باپ بیٹے نے پورے جہاز کو ہر پہلو سے اپنے قبضے میں کیا ہے۔ انھیں یہاں کسی بات سے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ فرہاد فاتحانہ انداز میں تمھیں ضرور مخاطب کرتا۔"

"میں دعا کرتی ہوں کہ فرہاد نہ ہو۔ اس سے بدتر کوئی دشمن ہوگا تو ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ پھر میں پارس سے ایسا انتقام لوں گی کہ وہ اپاہج بن کر زندگی گزارے گا۔ جب بھی مجھے یاد کرے گا تو خوف سے لرزنے لگے گا۔"

"میڈم! ہم خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اور تم صرف پارس سے انتقام لینے کی بات سوچ رہی ہو۔"

"میں جب تک اسے اپاہج نہیں بناؤں گی، اس کی صورت نہیں بگاڑوں گی تب تک میرے اندر آگ بھڑکتی رہے گی۔ میں اسے ٹھوکریں مارنے کے لیے اس جہاز کو اغوا کرنے والے سے بھی دوستی کر سکتی ہوں۔"

"کیا تم ہوش و حواس میں ایسا کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ یہ حالات کا تقاضا بھی ہے۔ ہم اغوا کرنے والے سے دشمنی کر کے نقصان اُٹھائیں گے۔ ہم اسے دوست بنا کر اس کی کمزوریاں معلوم کر کے اس پر غالب آ سکتے ہیں۔ تم کسی طرح پارس کو مقابلہ کرنے پر مجبور کرو۔ اس کی مردانگی کو للکارو۔"

"میں نے ایسا کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ مرد ہو تو ہتھیار پھینک کر مقابلہ کرو۔ مگر وہ عورت سے لڑنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اگر تم اس پر ہاتھ نہ اُٹھاتیں تو وہ . . . "

وہ جلدی سے بات کاٹ کر بولی۔ "بکواس مت کرو۔ ایک آئیڈیا ہے۔ تم میرا انداز اختیار کرو۔ اس کے پاس جاؤ اور اس کے مُنہ پر ایک طمانچہ جڑ دو۔ میں نے دیکھا ہے، وہ فوراً بھِڑ جائے گا تم سے بھی لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

وہ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "جب تم نے طمانچہ مارا تھا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں تھا۔"

"ڈرتی کیوں ہو، وہ گولی نہیں مارے گا۔"

ہوسٹس اس کے پاس سے اُٹھ کر بولی۔ "اچھی بات ہے، ہمیں پورا یقین کرنا چاہیے کہ فرہاد اس کے پاس آتا ہے یا نہیں؟ جب میں بیٹے کی اچھی طرح پٹائی کر دوں گی تو باپ ضرور مداخلت کرے گا۔"

پھر وہ جھک کر بولی۔ "میڈم! ابھی تمھارا دماغ کمزور ہے۔ وہ تمھارے دماغ میں موجود ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے تو میں اسے چیلنج کرتی ہوں، وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے مقابلے سے روکنے کی دانشمندی کرے۔ ورنہ اسے بیٹا صحیح سلامت نہیں ملے گا۔"

وہ کوٹلی کو سہارا دے کر سیٹ پر بٹھاتے ہوئے بولی۔ "یہاں بیٹھ کر تماشا دیکھو، ابھی وہ تسلیم کرے گا کہ میں عورت نہیں ہوں، میرے اندر ایک شہ زور مرد چھُپا ہوا ہے جو مقابلے کے وقت باہر آتا ہے اور مقابل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

وہ ایک جنگجو سپاہی کے انداز میں چلتی ہوئی پارس کی سیٹ کے سامنے رُک گئی۔ کوٹلی کے دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر کہنا چاہتی تھی۔ "مارو۔ اُس ذلیل کُتّے کا مُنہ توڑ دو، میں ابھی آ کر اس کے مُنہ پر تھوکنا چاہتی ہوں، اسے ٹھوکر مارنا چاہتی ہوں . . . "

وہ اس سے آگے نہ سوچ سکی۔ اچانک طیارہ ڈگمگا گیا تھا۔ پرواز کی ناہمواری نے ہوسٹس کے قدم اُکھاڑ دیے۔ طیارہ جدھر جھُکا، وہ اُدھر چیخ مارتی ہوئی گرتی ہوئی فرش پر لڑھکتی ہوئی سیٹوں کی دو قطاروں کے درمیان جا کر پھنس گئی۔ پارس سیٹ بیلٹ باندھے آرام سے اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ کوٹلی اور دونوں گارڈز بھی سیٹوں سے اُلٹ کر اِدھر اُدھر پڑے ہوئے تھے۔ اسپیکر کے ذریعے پائلٹ کی آواز سُنائی دی۔ وہ معذرت چاہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "مجھے افسوس ہے۔ ایک ٹیکنیکل خرابی کے باعث پرواز ناہموار ہو رہی ہے۔ ہم ابھی یہ خرابی دور کر لیں گے۔ آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ سیٹ بیلٹ باندھ لیں تاکہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ شکریہ۔"

پرواز کو ہموار ہونے میں تھوڑی دیر لگی۔ پھر پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے کہا۔ "ہم معذرت چاہتے ہیں۔ طیارے میں پیدا ہونے والی خرابی دور ہو سکتی ہے مگر ہم ایسی حالت میں پرواز نہیں کریں گے۔ آپ حفاظتی بیلٹ باندھے رکھیں۔ سگریٹ بجھا دیں۔ طیارہ پندرہ منٹ میں لینڈ کرنے والا ہے۔"

ہوسٹس کو سخت چوٹیں آئی تھیں۔ لیکن وہ زخم کھانے کی عادی تھی۔ پھر اُٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ کوٹلی نے کہا "یہ لوگ طیارہ کہاں اُتار رہے ہیں؟ ہماری پرواز غیر قانونی ہے۔ ہم کسی بھی ایرپورٹ پر اُتریں گے تو گرفتار کرلیے جائیں گے۔"

ہوسٹس یہی باتیں دروازہ پیٹ پیٹ کر کہنے لگی۔ لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر قریب ہی ایک سیٹ پر بیٹھ گئی۔ حفاظتی بیلٹ باندھتے ہوئے کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ پرواز بہت نیچی ہوگئی تھی۔ طیارہ کسی ویران علاقے میں اُترنے والا تھا۔ درخت اور ہریالی کہیں کہیں دکھائی دے رہی تھی، ورنہ ہر طرف اونچی نیچی پہاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ پھر کچے پکے چھوٹے چھوٹے مکانات نظر آنے لگے۔ اس کے بعد وسیع میدان میں دور تک خیمے دکھائی دیے۔ بڑے بڑے ٹرک اور مسلح افراد اِدھر اُدھر آجا رہے تھے۔ طیارہ ایک وسیع و عریض سڑک پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رُک گیا۔

سب نے بیلٹ کھول دیے۔ ایک کھڑکی سے دوسری کھڑکی کی طرف جاکر دیکھنے لگے۔ وہ اس علاقے کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے تھے۔ جہاں طیارے کو اُتارا گیا تھا وہاں دونوں طرف وسیع میدان میں خیمے نظر آرہے تھے، ان کے اطراف میلوں دور تک تار کی دیوار بنائی گئی تھی۔ اس دیوار کے ساتھ ہر سو گز کے فاصلے پر مضبوط لکڑیوں کی اونچی مچانیں تھیں جن پر مسلح افراد تھے اور بڑی بڑی ہیڈ لائٹس تھیں جن کی روشنی رات کو دور تک حرکت کرتی جاتی تھی۔ کوئی اجازت کے بغیر تاروں کی باڑھ کے نہ باہر جاسکتا تھا، نہ اندر آسکتا تھا۔

ہوسٹس نے دور سے پارس کو دیکھا۔ وہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "کیبن کی چابی دو۔ ہم سب کو مسلح رہنا چاہیے۔"

اس کے قریب آنے سے پہلے ہی وہ اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ کر بولا "وہیں رُک جاؤ۔ ابھی ہتھیار ہمارے کسی کام نہیں آئیں گے۔"

ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر کہا "تم کیا سمجھتے ہو، ہم سے چھینے ہوئے ہتھیار تم تنہا ان کے خلاف استعمال کرسکو گے؟"

"یہ تم سمجھتے ہو، میں نہیں سمجھتا۔"

دوسرے گارڈ نے کہا "اس کا مطلب ہے، تم ان کے سامنے ہتھیار ڈالنا چاہتے ہو؟"

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

ہوسٹس نے کہا "اتنی عقل ہمیں بھی ہے کہ ہم چاروں طرف سے بے شمار مسلح دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہتھیار ڈالنا ہی چاہیے۔ لیکن ہم اگر جدوجہد کیے بغیر گھٹنے ٹیک دیں گے تو وہ ہم بزدل سمجھ کر کمزور قیدیوں جیسا سلوک کریں گے۔ یہ ہمارا تجربہ ہے کہ دشمن خواہ کیسا ہی شیطان صفت ہو، وہ دلیر قیدیوں کی قدر کرتا ہے۔"

پارس نے کہا "قیدی بننے کے بعد بھی تم لوگوں کو دلیری دکھانے اور فرار ہونے کی کوششیں کرنے کے مواقع مل سکتے ہیں۔ ایسے وقت اپنی حسرتیں پوری کرلینا۔"

کوٹلی نے کہا "اِدھر دیکھو، بہت سی گاڑیاں آرہی ہیں۔"

وہ سب دونوں طرف کی کھڑکیوں کے پاس جاکر دیکھنے لگے۔ مسلح افراد سے بھری ہوئی گاڑیاں طیارے کا محاصرہ کر رہی تھیں۔ وہ مسلح افراد چھلانگیں لگا کر اُتر رہے تھے اور اپنی اپنی گاڑی کے پیچھے جاکر مورچا سنبھال رہے تھے۔ کوٹلی نے دشمن پارس کو نفرت سے دیکھا پھر کہا "یہ لوگ اس کے باپ کے آدمی ہیں۔ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ ہم کیبن سے ہتھیار نکال کر اُن پر فائرنگ کریں۔ مگر میں وارننگ دیتی ہوں، ہمیں قیدی بناکر ہم پر سختیاں کی جائیں گی تو سپر ماسٹر تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس علاقے کو ہوائی حملوں سے نیست و نابود کر دے گا۔"

پارس نے کہا "تم اُس آنے والے کل سے ڈرا رہی ہو جسے ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔ ہمیں اپنے آج سے ڈرنا اور سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہیے۔ میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین نے ہمیں یہاں نہیں پہنچایا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو میرے دماغ میں ضرور آتے۔ مگر تم لوگوں کو ابھی یقین نہیں آئے گا اور میں یقین دلانے کے لیے خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ جو حقیقت ہے، وہ جلد ہی سامنے آنے والی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اسپیکر کے ذریعے کہا گیا "میں طیارے کا پائلٹ بول رہا ہوں۔ ابھی میرے اور کو پائلٹ کے دماغوں کو ٹیلی پیتھی سے نجات مل جائے گی پھر ہم بھی تمہاری طرح قیدی بنا لیے جائیں گے۔ اس سے پہلے وہ خیال خوانی کرنے والی ہستی کہتی ہے، اسے طیارے کے اندر ہونے والی ہر بات کا علم ہے۔ اسلحے کا چھوٹا سا ذخیرہ ہوسٹس کے کیبن میں ہے۔ اس کی چابی پارس کے پاس ہے۔ پارس ہتھیار ڈالنا چاہتا ہے جبکہ دوسرے اعتراض کر رہے ہیں۔"

ایک ذرا خاموشی ہوئی پھر اسپیکر سے کہا گیا "اب میری بات ذرا دھیان سے سنو۔ میرے احکامات سننے کے بعد پارس طیارے کا دروازہ کھولے گا۔ اس کے پاس دو اسٹین گنیں اور دو ریوالور ہیں۔ وہ انھیں لے کر طیارے سے تنہا نیچے آئے گا۔

ہمارے حوالے کرے گا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ باری باری دونوں ہاتھ اُٹھا کر باہر آئیں گے۔ چلو اب حکم کی تعمیل کرو اور دروازہ کھول دو۔"

پارس اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اسی وقت پائلٹ کیبن کا دروازہ کھل گیا۔ پائلٹ اور کو پائلٹ اُن کے درمیان آگئے۔ وہ سب انھیں گھور کر دیکھ رہے تھے۔ پارس نے چابی کے ذریعے ایگزٹ دروازہ کھولا۔ تہ کی ہوئی سیڑھیاں کھول کر نیچے تک پہنچائیں پھر دو ریوالور اور دو اسٹین گنیں اُٹھائے سیڑھی سے اُترتا ہوا نیچے آیا۔ تمام ہتھیار دور پھینک دیے اس کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر کھڑا ہوگیا۔

ایک شخص نے آکر اس سے چابیاں لیں۔ اُسے ایک گاڑی میں پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا، دوسرے بھی باہر آرہے تھے اور اسی گاڑی میں پیچھے بیٹھ رہے تھے۔ پھر وہ گاڑی چل پڑی، اُن کے پیچھے مسلح افراد کی گاڑیاں تھیں۔ پائلٹ پریشان ہوکر کہہ رہا تھا "میں طیارے کو یہاں تک کیسے لے آیا، یہ سمجھ میں نہیں آتا۔"

کوٹلی نے [illegible] کر بولی "جو بات بچوں کی سمجھ میں آجاتی ہے، وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"شاید تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں کسی ٹیلی پیتھی کا اثر جانتا ہوں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کسی نے میرے دماغ میں کس طرح جگہ بنائی؟"

ہوسٹس نے کہا "میں نے سمجھایا تھا، شراب نہ پیو۔"

کوٹلی نے کہا "میں نے بھی سمجھایا تھا بلکہ اس سے بوتل چھین لی تھی۔"

کو پائلٹ نے کہا "تم بوتل لے کر گئیں تو پائلٹ کیبن میں چار بوتلیں اور نکل آئیں۔ اب غور کرنے سے بات سمجھ میں آتی ہے۔ کسی نے ہمارے دماغوں پر قبضہ جما کر پہلے ہی وہ تمام بوتلیں وہاں پہنچا دی تھیں تاکہ ہم اس کے زیرِ اثر رہ کر پیتے رہیں۔"

ہوسٹس نے پارس کو دیکھ کر کہا "مجھے افسوس ہے۔ ہم نے آپس کی لڑائی میں وقت ضائع کر دیا۔ اگر ہم پائلٹ یا کو پائلٹ میں سے کسی کو خیال خوانی کے اثر سے نکالنے کی کوشش کرتے تو شاید کامیاب ہو جاتے۔"

کوٹلی کو یاد آیا۔ پارس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ پائلٹ اور کو پائلٹ کو گولی مار دی جائے۔ وہ طیارے کو منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن وہ اب بھی اس کی صلاحیتوں پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔ شاید اس لیے کہ وقت گزر چکا تھا۔ اب یقین کرکے کون سی کامیابی حاصل ہونے والی تھی؟

وہ گاڑیاں ایک جگہ رُک گئیں۔ انھیں گاڑی سے اُترنے کا حکم دیا گیا۔ پارس نے اُتر کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ تار سے بنے ہوئے احاطے کے اندر ایک کیمپ میں تھے۔ ہر سو گز کے فاصلے پر اونچی اونچی مچانوں میں مسلح افراد مستعد نظر آرہے تھے۔ جن مسلح افراد کی ڈیوٹی نہیں تھی، وہ مختلف خیموں میں آرام کر رہے تھے۔ ان میں جوان عورتیں بھی تھیں، وہ چست جینز، بنیان یا شرٹ پہنے ہوئے تھیں۔ اُن کے شانوں سے اسٹین گنیں لٹک رہی تھیں۔ کچھ عورتوں کے پاس جدید رائفلیں تھیں اور کچھ نے ریوالوروں پر اکتفا کیا تھا۔ اُن کی کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور نظر آرہے تھے۔

انھیں جہاں گاڑی سے اُتارا گیا تھا وہاں تین مربع گز کے حصے میں تار کانٹوں کی دیوار کھڑی کی گئی تھی۔ شاید وہ قیدیوں کو رکھنے کی جگہ تھی۔ اب سب کو ایک قطار میں کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا۔ ان کا ایک افسر آرہا تھا جو اُن کی قسمت کا فیصلہ سنانے والا تھا۔ وہ [illegible] ایک قطار میں کھڑے رہے۔ ایک جوان نے [illegible] پڑھ رہا تھا [illegible] کچھ لوگ [illegible] دیے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ پارس یہ بات نوٹ کر رہا تھا کہ انھیں قیدی بنا کر لانے والے گونگے بہرے بنے ہوئے تھے۔ صرف ایک شخص بول رہا تھا۔ یقیناً وہ بنالسن یا دوسری زبان جانتا ہوگا۔ آس پاس سے گھورنے والے مسلح افراد بھی خاموش تھے۔

وہ افسر آگیا۔ اس کے ساتھ اسٹین گن اُٹھائے ہوئے افراد تھے۔ ایک دراز قد صحت مند عورت نظر آئی۔ اُس کی آنکھوں پر سیاہ عینک تھی۔ اس کے چلنے اور کھڑے ہونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ زبردست فائٹر ہے اور خطرناک زندگی گزارنے کی عادی ہے۔ اس کے ساتھ ایک سولہ یا سترہ برس کی نوخیز لڑکی بھی تھی۔ اس کے چہرے پر اگرچہ معصومیت تھی مگر انداز بتا رہا تھا کہ وہ بھی خطرناک زندگی گزارنے کی ٹریننگ حاصل کر رہی ہے۔ وہ پارس کو تک رہی تھی۔ آنے والے تمام افراد نے پہلے پارس ہی کو دیکھا تھا۔ پھر افسر نے پوچھا "تم پارس علی تیمور ہو؟"

"ہاں، اتفاق سے یہ میرا اصل چہرہ ہے، مجھے میک اپ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

افسر نے سخت لہجے میں کہا "جتنا سوال ہو، اتنا ہی جواب دو۔"

وہ بولا "میں قیافہ شناس ہوں۔ تمہارا پہلا سوال بتا

رہا تھا کہ دوسرا سوال میری صورت کے سلسلے میں ہوگا۔"

افسر نے غصّے میں پوچھا۔ "تم میں سے کوٹلی گراہم کون ہے؟"

پارس نے کہا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نہیں ہوں؟"

افسر نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ!"

کوٹلی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ "میں ہوں کوٹلی گراہم۔"

پیچھے کھڑے ہوئے ایک مسلح شخص نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "قطار میں رہ کر بات کرو۔"

وہ ایک جھٹکے سے بالوں کو چھڑاتے ہوئے بولی۔ "مجھ سے ناروا سلوک کرنے سے پہلے یہ جان لو، میں سپر ماسٹر کی خاص ماتحت ہوں۔ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ یہاں ہوائی حملے نہ ہوں، یہ کیمپ تباہ نہ ہو تو مجھے وی آئی پی ٹریٹمنٹ دو اور مجھ سے مذاکرات کرو۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ سپر ماسٹر مجھے اور پارس کو حاصل کرنے کے لیے یہاں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ پھر تم لوگوں کو پچھتانے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔"

افسر نے کہا۔ "ہمیں نہ سمجھاؤ۔ ہم نادان بچّے نہیں ہیں۔ ہم نے سُنا تھا کہ کوٹلی گراہم ایک بے حد خطرناک عورت ہے، وہ اپنے شیطانی حُسن و شباب سے اور اپنی طلسمی آنکھوں سے تنویمی عمل کرتی ہے۔ لیکن تمھارا چہرہ زخموں کا مینا بازار لگ رہا ہے۔ چہرے کی سُوجن میں وہ طلسمی آنکھیں بٹن جیسی دکھائی دے رہی ہیں۔ ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی نے ہمیں بتایا ہے، صرف دو ہاتھ کھانے کے بعد ہی چہرے کا جغرافیہ بدل گیا ہے۔"

وہ غصّے اور نفرت سے پارس کو دیکھنے لگی۔ افسر نے حکم دیا۔ "پارس اور کوٹلی کو چھوڑ کر باقی تمام قیدیوں کو خود اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے دو۔"

مسلح افراد نے پائلٹ، کو پائلٹ، ہوسٹس اور دونوں گارڈز کو پکڑ لیا۔ پھر انھیں کھینچتے ہوئے تار کانٹوں کی چار دیواری میں پہنچا دیا۔ افسر نے پانچ مسلح عورتوں کو بُلا کر حکم دیا۔ "ہتھیار یہاں چھوڑ دو۔ تم پانچوں صرف ایک ایک چاقو لے کر اندر جا سکتی ہو۔"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی ــــ اپنی اپنی اسٹین گن اور ریوالور وغیرہ دوسرے مسلح افراد کو دے دیے۔ پھر ایک ایک کھلا ہوا چاقو لے کر تار کانٹوں کی چار دیواری میں چلی گئیں۔ افسر نے قیدیوں سے کہا۔ "تم پانچ ہو۔ یہ عورتیں بھی پانچ ہیں۔ ان سے مقابلہ کرو۔ اور انھیں مار ڈالو۔ ورنہ یہ تمھیں مار ڈالیں گی۔"

پائلٹ اور کو پائلٹ تھوک نگلنے لگے۔ کیونکہ وہ ماہر ہوا باز تھے، فائٹر نہیں تھے۔ دو گارڈز میں سے ایک نے کہا۔ "یہ پانچ کی تعداد محض دکھاوا ہے۔ جب ہم ان عورتوں کو ختم کر دیں گے تو تم دوسروں کو مقابلے پر بھیجو گے۔"

افسر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "جنٹلمین! یہ میرا وعدہ ہے، ان پانچ عورتوں سے زندہ بچنے والے کو اس کیمپ میں زندگی ملے گی پھر کوئی مقابلے پر نہیں آئے گا۔"

وہ خوش ہو گئے۔ مقابلے پر آنے والیوں کے پاس چاقو تھے تو کیا ہوا، آخر وہ عورتیں تھیں۔ بہترین فائٹر ہونے کے باوجود مردوں سے بازی نہیں لے جا سکتی تھیں۔ یہ بات کسی حد تک درست تھی۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو اُن عورتوں کے حملوں سے بچنے کے دوران اندازہ ہو گیا کہ وہ جوان عورتیں تازہ دم ہیں اور زبردست تربیت یافتہ ہیں۔

پائلٹ اور کو پائلٹ جان بچانے کے لیے بھاگتے پھر رہے تھے۔ تار کانٹوں کی چار دیواری سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ دو عورتوں نے آسانی سے انھیں چاقوؤں کی نوک پر رکھ لیا۔ وہ مٹی میں گر کر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ ہوسٹس اور گارڈز جم کر مقابلہ کر رہے تھے۔ چاقو سے بچ رہے تھے، ہاتھوں اور لاتوں سے جوابی حملے کر رہے تھے۔ دیکھنے والوں کے سامنے اس مقابلے کا نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ چاقو چلانے والی عورتیں نہتّے قیدیوں کو اگلے چند منٹوں میں ختم کرنے والی تھیں۔

ایک گارڈ کے حلق سے چیخ نکلی۔ ایک عورت چاقو کی نوک سے اس کے جسم پر خون کی لکیر بناتی چلی گئی تھی۔ لباس سینے سے لے کر پیٹ تک کٹتا چلا گیا تھا۔ دوسری طرف ایک عورت کے حلق سے چیخ نکلی۔ ہوسٹس فضا میں چھلانگ لگا کر اس کے سر کے اوپر سے قلا بازی کھاتی ہوئی پیچھے گئی تھی۔ پھر تیزی سے پلٹ کر لات ماری تھی۔ وہ توازن قائم نہ رکھ سکی۔ منہ اور سینے کے بل تار کانٹے کی دیوار سے جا کر لگ گئی۔ اس کے پلٹنے سے پہلے پھر ایک لات پڑی، وہ پھر تار کانٹوں سے اُلجھ گئی۔ جب وہاں سے نکلی تو چہرہ اور جسم لہولہان ہو رہا تھا۔ وہ ایک آنکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے چیخیں مار رہی تھی۔ اس کی اس حرکت سے ظاہر تھا کہ ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر ڈگمگا رہی تھی۔ دوسری چاقو والی نے ہوسٹس پر حملہ کیا۔ اس نے زخمی عورت کو اپنے آگے کھینچ لیا۔ اس کے لیے آنے والا چاقو زخمی عورت کے سینے میں اُتر گیا۔ ہوسٹس اس کا چاقو چھین کر ایک نئے سرے سے مقابلے کے لیے تن گئی۔ اب وہ چاقو والیوں کے لیے خطرہ بن گئی تھی۔

مقابلہ اچانک دلچسپ ہو گیا تھا۔ سب کی نظریں ہوسٹس پر تھیں۔ دونوں گارڈز کی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اُن میں سے ایک چاقو کھا کر گر پڑا تھا۔ دوسرا بھی گرنے والا تھا۔ مقابلہ کرنے والی عورتیں اگلے ایک منٹ میں اسے بھی ٹھنڈا کر دیتیں۔ اسی اثنا میں ایک اور چاقو والی بھی ٹھنڈی پڑ گئی۔ ہوسٹس نے سمجھ لیا، وہ عورتیں پہلے اس آخری گارڈ کو ہلاک کرنے کے بعد اس اکیلی کو گھیرنا چاہتی ہیں۔ اُدھر انھوں نے گارڈ کا آخری فیصلہ کرنا چاہا، اِدھر ہوسٹس نے ان کی ذرا سی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر زخمی چاقو والی کو ختم کیا اور ایک کی گردن پیچھے سے دبوچ لی۔ دو عورتیں اسے دو طرف سے گھیرنے لگیں۔ تیسری کی گردن اس بری طرح ہوسٹس کی گرفت میں تھی کہ وہ جدّوجہد کے باوجود نکل نہیں پا رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک حملے کرنے کے لیے پینترے بدلتی رہیں۔ ہوسٹس سمیت وہ سب کی سب زخمی تھیں۔ اپنے اپنے لہو میں بھیگ رہی تھیں۔ کسی وحشی قبیلے کی عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک عورت بڑک لگانے کے انداز میں چیختی ہوئی لپکی۔ ہیڈلائٹ کی روشنی میں چاقو کا پھل چمکتا ہوا آ رہا تھا لیکن ہوسٹس کا کچھ نہ بگڑا۔ اس کے لیے ڈھال بنی ہوئی عورت کام آ گئی۔ حملہ کرنے والی کو اس کے جسم سے چاقو نکالنے میں جو کم سے کم وقت لگتا، اتنے سے وقت میں ہوسٹس نے اپنا چاقو اس کے جسم میں اُتارا، پھر اس کا چاقو لے کر قلا بازی کھاتی ہوئی ایک طرف چلی گئی۔ ایسا نہ کرتی تو آخری چاقو والی اس کے قریب پہنچ چکی ہوتی۔ اب وہ تنہا رہ گئی تھی۔ سنبھل سنبھل کر پینترے بدل رہی تھی۔ یہی اس کی غلطی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی، ہوسٹس بھی اسی طرح پینترے بدلتی ہوئی آئے گی۔ لیکن ہوسٹس نے گھوم کر چاقو کو نوک کی طرف سے پکڑا تاکہ حملہ کرنے والی نہ دیکھ سکے۔ پھر اچانک ہی پلٹ کر اس نے چاقو پھینکنے کی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ وہ چاقو فضا میں سنسناتا ہوا گیا اور آخری عورت کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس وحشت اور بربریت سے بھرپور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ تار کانٹوں کی چار دیواری سے باہر کھڑے ہوئے تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ اُچھل اُچھل کر ہاتھ ہلا ہلا کر ہوسٹس کو نئی زندگی کی مبارک باد دینے لگے۔ یہ کوئی معمولی مقابلہ نہیں تھا۔ تنہا ہوسٹس نے پانچ چاقو والیوں کو ان کے ہی چاقوؤں سے ہلاک کیا تھا۔

افسر نے بلند آواز سے کہا۔ "ہمارے وعدے کے مطابق تم زندہ رہو گی۔ تمھارے ساتھ اے کلاس قیدیوں جیسا سلوک کیا جائے گا۔ یہاں آ جاؤ۔ تمھاری مرہم پٹی کی جائے گی۔ میں بھی تمھیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

کوٹلی نے پارس کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "طیارے میں تمھارے نصیب اچھے تھے۔ اسے موقع نہیں ملا، ورنہ یہ تمھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی۔"

پارس نے مسکرا کر کہا۔ "تم اپنی ٹوٹ پھوٹ کو آئینے میں دیکھو اور سوچو، زخم بھرنے کے بعد بھی پہلے جیسی خوبصورتی بحال ہو گی یا اسی طرح چڑیل نظر آتی رہو گی۔"

ہوسٹس ابھی تار کانٹوں کی چار دیواری میں ہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ یہاں وعدہ وفا کیا جاتا ہے۔ میں اس جیت کی خوشی میں اپنی ایک خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں۔ کیا مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت دی جائے گی؟"

"تمھاری خواہش ضرور پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔ پوری ہو گی۔" چاروں طرف سے شور بلند ہونے لگا۔ افسر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اس خطرناک عورت کی خواہش کیا ہے؟"

وہ پارس کی طرف انگلی اُٹھا کر بولی۔ "میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑنا چاہتی ہوں۔"

افسر نے کہا۔ "سوری، ابھی ہم اسے زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

"میں تمھارے لیے اسے زندہ رکھوں گی۔ صرف اپاہج بناؤں گی۔ اس میں تمھارا ہی فائدہ ہے۔ یہ ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد یہاں سے فرار ہونے کے قابل نہیں رہے گا۔ تمھیں اس کے لیے پہرا لگانے اور چوکنّا رہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

کوٹلی نے کہا۔ "میں اپنی اس باڈی گارڈ کی پُرزور حمایت کرتی ہوں۔"

تار کانٹے کی چار دیواری کے چاروں طرف کھڑے ہوئے مسلّح افراد ہوسٹس کی حمایت میں شور مچانے لگے۔ "مقابلہ ہو گا۔ مقابلہ ہو گا۔ ہو گا بھئی ہو گا۔ . ."

وہ نوخیز حسینہ جو دراز قد عورت کے بازو سے لگی پارس کو دیکھ رہی تھی، اس نے ایک چھوٹے سے کاغذ پر کچھ لکھ کر پارس کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ لے کر پڑھا اس پر لکھا تھا۔ "میں نے تمھاری اتنی تعریفیں سُنی ہیں کہ تمھیں دیکھنے کے لیے ممی کے ساتھ چلی آئی۔ یہ لڑنے والی مغرور عورت تمھیں چیلنج کر رہی ہے اور میں سمجھتی ہوں، تمھاری انسلٹ ہو رہی ہے کیا تم ایسا نہیں سمجھ رہے ہو؟ میں چاہتی

ہونٹ تم اس کا سر اور اس کا غرور توڑ دو۔ کیا میری خواہش پوری نہیں کرو گے؟"

سیاہ چشمہ پہننے والی عورت اُس نوعمر حسینہ کی ماں تھی۔ اس حسینہ نے کاغذ پر اپنا نام 'یاسمینہ' لکھا تھا۔ پارس نے کہا "پتا نہیں تم نے کہاں میری تعریفیں سُن لی ہیں۔ اب میں اتنا دلیر نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ موت کو دعوت دینے اُس میدان میں چلا جاؤں۔ اس تماشے میں [illegible] زبردست چاقو والیوں کو موت کے گھاٹ اتار [illegible]۔ پلیز تم میرے لڑنے مرنے کی خواہش نہ کرو۔"

یاسمینہ نے پہلے اسے بے یقینی سے دیکھا پھر مایوس ہو کر اپنی ماں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ تمام تماشائی پارس کی جانب ہاتھ ہلا ہلا کر "شیم شیم" کہنے لگے۔ کوٹلی نے اسے طنزیہ انداز میں دیکھا پھر حقارت سے ایک طرف تھوک دیا۔ یاسمینہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ جیسے اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔ پارس کو ناگواری سے گھورتی جا رہی تھی۔ [illegible] لیا۔ افسر کے کان میں جھک کر کچھ کہا۔ اس کے بعد افسر نے تالیاں بجا کر اور دونوں ہاتھ اٹھا کر تماشائیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سب خاموش ہو گئے۔ تب اس نے کہا "ہم نے ایک اہم مقصد کے لیے پارس کو اغوا کیا ہے۔ ہمارے لیے اس کا زندہ رہنا ضروری ہے۔ جب یہ مقابلے میں جیتنے والی دعویٰ کر رہی ہے کہ اسے زندہ رہنے دے گی صرف اپاہج بنائے گی تو ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ اگر یہ پارس کو لڑنے پر مجبور کر دے تو ہم ضرور یہ تماشا دیکھیں گے۔"

تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ ہوسٹس سے کہنے لگے "کم آن۔ اُسے مجبور کرو۔ اسے کھینچ کر رنگ میں لے جاؤ۔"

وہ فاتحانہ شان سے چلتی ہوئی پارس کے سامنے آئی پھر حقارت سے بولی "تم نے میڈم کوٹلی کا ایک طمانچہ برداشت نہیں کیا کیوں کہ مرد، عورت سے مار کھانا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اب جو توہین ہونے والی ہے اُسے کیسے برداشت کرو گے؟ لو سنبھلو، میں اُسی طمانچے سے شروع کرتی ہوں۔"

اس نے یکبارگی زور کا طمانچہ مارا۔ پارس نے سر کو ذرا پیچھے ہٹا لیا، وہ ہاتھ چلانے کے زور میں گھوم گئی مگر بہت تجربہ کار فائٹر تھی، گھومتے ہی ایک لِک ماری۔

آواز کوٹلی کے حلق سے نکلی۔ پارس کوٹلی کو کھینچ کر اپنی جگہ لے آیا تھا۔ ہوسٹس کی لِک اسے لگی تھی۔ یاسمینہ خوشی سے اچھل کر تالیاں بجانے لگی۔ اس کے دو حملے خالی گئے تھے، دوسرے حملے میں اس نے اپنی ہی میڈم کی پٹائی کر دی تھی۔ اس بار اس نے سنبھل کر حملہ کیا۔ وہ اچھل کر پیچھے چلا گیا، تار کانٹے کی دیوار کے پاس ٹھہر گیا۔ ہوسٹس نے حساب لگایا، وہ ہر حملے میں پیچھے ہٹ کر بچ جاتا ہے۔ اب پیچھے جائے گا تو تار کانٹوں میں الجھ جائے گا۔ اس نے خوب سوچ سمجھ کر حملہ کیا تاکہ وہ دائیں بائیں سے بچ نہ نکل سکے۔ لیکن وہ توقع کے خلاف اوپر کی طرف اچھلا پھر اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا پیچھے چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حملہ کرنے والی تار کانٹوں میں جا کر الجھ گئی۔ وہ چیخ مار کر پلٹی تو لہولہان ہو چکی تھی۔

سب لوگ دم سادھے خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ صرف یاسمینہ خوش ہو کر تالیاں بجا رہی تھی۔ کسی کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ پانچ چاقو والیوں کو تنہا مارنے والی، پارس کو ایک ہاتھ نہیں مار پائی تھی، بلکہ پارس نے بھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا لیکن وہ زخمی ہو رہی تھی۔

اس کے بعد وہ زخمی شیرنی بن گئی۔ اس نے آج تک جتنے داؤ پیچ سیکھے تھے، بڑے بڑے شہ زوروں سے مقابلہ کر کے جتنا تجربہ حاصل کیا تھا، وہ سب آزمانے لگی۔ پارس صرف بچنے کا انداز اپنا رہا تھا۔ "ہپ ہپ" کی آوازیں نکالتا ہوا حیرت ناک کرتب دکھا رہا تھا۔ ہوسٹس کے کراٹے کا انداز، فلائنگ کک اور چھلانگیں لگانے کی مہارت کام نہیں آ رہی تھی۔ اس کا ہر حملہ ناکام ہو رہا تھا، اب ایک ہی حسرت رہ گئی تھی کہ کسی طرح اُسے ایک ہاتھ مار دے۔

وہ بُری طرح ہانپنے لگی۔ کسی وقفے کے بغیر آدھے گھنٹے تک لڑتے رہنا معمولی بات نہیں ہوتی۔ وہ پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ اب ٹھہر ٹھہر کر گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اور سوچ سمجھ کر حملے کر رہی تھی۔ تماشائی چلا چلا کر اب پارس کی حمایت میں بول رہے تھے "اسے مارو، کیا ایک عورت کو ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکتے۔ اسے مارو، مقابلہ ختم کرو۔"

افسر نے قریب آ کر کہا "پارس! ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ اس پر حملہ کرو، قصہ ختم کرو۔"

پارس نے کہا "سوری مسٹر! نہ میں نے پہلے لڑنے کی

خواہش کی تھی نہ اب کر رہا ہوں، میں نے بہت مجبور ہو کر کوٹلی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ ورنہ عورت پر ہاتھ اٹھانا یا اس کے مقابلے پر آنا مردانگی نہیں ہے۔ یہ مجھے اپاہج بنانا چاہتی تھی، اس سے کہو اپنی خواہش پوری کرے یا میدان چھوڑ دے۔"

افسر نے پیچھے ہٹ کر ہوسٹس سے کہا "میں تمھیں دس منٹ دیتا ہوں، اگر تم نے اسے اپاہج نہ بنایا تو یہ مقابلہ ختم کرنے کے لیے میرے آدمی تمھیں گولی مار دیں گے۔"

ہوسٹس نے پریشان ہو کر پارس کو دیکھا۔ ابھی ابھی اس نے پانچ عورتوں کو قتل کر کے نئی زندگی حاصل کی تھی۔ اب اپنی نادانی سے پھر موت کے منہ میں جانے والی تھی۔ وہ پھر پینترے بدل بدل کر حملے کرنے لگی۔ مایوسی اور موت اس کا مقدر بن چکی تھی، وہ کسی طرح ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتا تھا۔ نظریں اس پر ٹھہرنے نہیں پاتی تھیں۔ پلک جھپکتے ہی وہ دائیں سے بائیں اور آگے سے پیچھے پہنچ جاتا تھا۔ افسر بلند آواز سے کہہ رہا تھا "پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔ چھ منٹ، سات منٹ۔ آٹھ منٹ ہونے والے ہیں۔ میدان ہارنے والی کو گولی مارنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ایک مسلح ماتحت ریوالور نکال کر تیار ہو گیا۔ اُدھر ہوسٹس نے لاشوں کے پاس پڑے ہوئے چاقو اٹھا لیے۔ میدان مارنے کے لیے اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ اس نے نوک کی طرف سے چاقو کے پھل کو پکڑ کر ایک بار پھر اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ یکے بعد دیگرے دونوں چاقو پھینکے۔ اس کا نشانہ درست تھا لیکن ٹارگٹ اپنی جگہ نہیں رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ آدمی نہیں جن ہے، ایک طرف غائب ہوتا ہے، دوسری طرف نمودار ہوتا ہے۔ افسر نے بلند آواز سے کہا "دس منٹ پورے ہو گئے۔ فائر..."

ٹھائیں کی آواز ابھری۔ ریوالور سے گولی چلی۔ اس سے پہلے ہی پارس نے ہوسٹس پر چھلانگ لگائی۔ اسے لیے ہوئے زمین پر گرا۔ وہاں سے لڑھکتا ہوا اس سے الگ ہو کر لیٹے ہی لیٹے الٹی قلابازی کھائی۔ سب یہ تماشا دیکھنے میں لگے ہوئے تھے۔ اُس نے ریوالور والے کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اُچھلا۔ پھر نیچے آنے سے پہلے ہی اس نے اُچھل کر کیچ کر لیا۔ ہوسٹس کے سامنے ڈھال بن کر بولا "تمھیں وعدے سے پھرنا نہیں چاہیے۔ تم نے اس عورت کو نئی زندگی کی مبارک باد دی تھی۔ اب موت نہیں دے سکتے۔"

افسر نے کہا "یہاں ہماری حکومت ہے۔ ہم فیصلہ کر کے بدل سکتے ہیں۔ تم ایک قیدی ہو کر اپنی بات نہیں منوا سکتے۔"

"مجھے منوانے کے طریقے آتے ہیں۔ میں اس ہوسٹس کو مرنے نہیں دوں گا۔"

افسر نے طنزیہ انداز میں پوچھا "کیا ایک ریوالور سے ہماری پوری فوج کا مقابلہ کرو گے! مجھے تم سے اس نادانی کی توقع نہیں ہے۔"

"میں ایک بات جانتا ہوں، یہ زندہ رہے گی، تم سزائے موت کا حکم بدل دو گے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں، تم مجھے حکم بدلنے پر کیسے مجبور کرو گے؟"

یہ کہتے ہی اُس نے چاروں طرف گھوم کر افسرانہ انداز میں حکم دیا "اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لو اور اس کی دونوں ٹانگوں کو نشانے پر رکھو۔ اسے زندہ رکھنا ضروری ہے لیکن تم اسے اپاہج بنا سکتے ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے وہ کیا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے۔ اس نے پلٹ کر ہوسٹس کو نشانے پر رکھا۔ سب لوگ حیرانی سے دیکھنے لگے۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی "سچ پوچھو تو میری یہی تمنا ہے۔ میں تمھارے ہاتھوں سے مرنا چاہتی ہوں، تم نے صحیح معنوں میں خود کو مرد ثابت کیا ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

وہ آہستگی سے بولا "فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ جیسے ہی اندھیرا ہو، تم پوزیشن بدل کر افسر کی طرف چلی جانا۔"

"کیا تم مجھ جیسی دشمن کے لیے اتنی بڑی فوج سے ٹکرانے کی حماقت کرو گے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ تیزی سے گھوم کر مچان کی بلندی پر رکھی ہوئی ہیڈ لائٹ پر گولی چلائی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی تاریکی چھا گئی۔ دوسری مچانوں کی لائٹس، سرچ لائٹوں کی طرح ایک طرف سے دوسری طرف روشنی پھینکتی جا رہی تھیں۔ جب تک وہ روشنیاں تار کانٹوں کی چار دیواری کی طرف آئیں، تب تک پارس بھی اپنی پوزیشن بدل چکا تھا۔ مسلح ماتحت اپنے افسر کے حکم کے مطابق فائرنگ نہ کر سکے کیوں کہ اندھیرے میں پارس کی جان جا سکتی تھی۔ اس کی صرف ٹانگوں کو زخمی کرنا تھا۔ جب روشنی ہوئی تو پارس کی آواز سنائی دی "میں یہاں ہوں۔"

سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ پارس نے ایک بازو میں یاسمینہ کو جکڑ رکھا تھا۔ ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا کر کہہ رہا تھا "آفیسر! تم دیکھنا چاہتے تھے، میں تمھارا فیصلہ کس طرح بدل سکتا ہوں، لو دیکھ لو۔"

افسر نے بے بسی سے یاسمینہ کی ماں کو دیکھا۔ ماں کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ افسر نے کہا "تم غلطی کر رہے ہو، ہماری ایک بچی کو ڈھال بنا کر پوری فوج کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔"

وہ مسکرا کر بولا "مجھے تمھاری فوج سے مقابلہ کرنے کا شوق نہیں ہے۔ میں دو باتیں جانتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ یہ شش زندہ رہے گی، دوسرے یہ کہ تمھارے آدمی مجھے اپاہج نہیں بنا سکیں گے۔"

افسر نے کہا "یاسمینہ! اسے سمجھاؤ، تم ہمیں بے حد عزیز ہو لیکن فرہاد کے بیٹے کو قابو میں کرنے کے لیے ہم تمھاری قربانی دے سکتے ہیں۔"

پارس نے جھک کر یاسمینہ کے کان میں کہا "تم میرے خیالوں اور خوابوں سے زیادہ حسین ہو، تمھیں ایک بار دیکھنے کے بعد بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ میں نے صرف دھمکی دینے کے لیے یہ ریوالور تمھاری کنپٹی سے لگایا ہے، تم ناراض تو نہیں ہو؟"

وہ اپنی تعریفیں سن کر خوشی سے کھل رہی تھی، پھر یہ تسلیم کر رہی تھی کہ پارس اپنے بچاؤ کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ وہ اپنی ماں اور افسر کی طرف سے منہ گھما کر سرگوشی میں بولی "ممی نے مجھے باتیں کرنے یا اپنی آواز سنانے سے منع کیا ہے۔"

"میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، میرے ساتھ چلو گی؟"

"جہاں کہو گے، چلوں گی۔"

اس کی ماں قریب آنا چاہتی تھی، پارس کی دھمکی سن کر رک گئی۔ وہ بولا "ہمارے قریب کوئی نہ آئے۔ میں یاسمینہ کے ساتھ چہل قدمی کے لیے اُدھر جا رہا ہوں۔ تم لوگ دور ہی دور سے مجھے نشانے پر رکھ سکتے ہو لیکن گولی چلانے یا قریب آنے کی حماقت نہ کرنا۔"

اس نے یاسمینہ کی کمر کے گرد ہاتھ ڈالا پھر اس کے ساتھ ایک طرف جانے لگا۔ دشمن مطمئن تھے، وہ اس کیمپ سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اچانک یاسمینہ نے سانس روک لی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔ میں تین منٹ تک سانس روک سکتی ہوں۔ اس کے باوجود ممی کہتی ہیں، آج جو قیدی لائے گئے ہیں ان کے سامنے مجھے بولنا نہیں چاہیے کیونکہ فرہاد یا سپر ماسٹر میرے دماغ میں آ جائے گا۔"

"ابھی جو تمھارے دماغ میں آنا چاہتا تھا، وہ کون ہے؟"

"میں اُسے نہیں جانتی۔ وہ میرے پاس آ کر امتحان لیتا ہے کہ میں کتنی دیر سانس روک سکتی ہوں۔"

"تم لوگ کون ہو؟ اور یہ کیمپ یہاں کیوں بنایا گیا ہے؟"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا پھر تم نے سانس روکی ہے؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگی۔ وہ بولا "شاباش، اسے ابھی دماغ سے باہر رکھو۔ مجھے اس کیمپ کے بارے میں بتاؤ۔"

"اس کیمپ میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔"

"یہ کیمپ کس نے قائم کیا ہے؟"

"میرے پاپا نے۔"

"اوہ یاسمینہ! تم بہت بھولی ہو۔ اتنے بڑے ٹیرر ٹریننگ سینٹر کا قیام کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ ایسے سینٹر تو کوئی بہت بڑی حکومت ہی قائم کرتی ہے لیکن اس سلسلے میں اپنا نام نہیں آنے دیتی۔ تمھارے پاپا اکثر اُس حکومت کی مہربانیوں کا ذکر کرتے ہوں گے۔"

"وہ میرے اور زرینہ کے سامنے اس کیمپ کی باتیں نہیں کرتے اور نہ ہی ہمیں یہاں کسی سے کھلنے ملنے دیتے ہیں۔"

"یہ زرینہ کون ہے؟"

"میری بہن ہے۔ مجھ سے دس منٹ بڑی ہے۔ ہم ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔"

"تمھارے پاپا کا نام کیا ہے؟ وہ کہاں ہیں؟"

"اُن کا نام سلمان رازی ہے۔ وہ علی تیمور کو اغوا کرنے گئے ہیں۔"

پارس نے چونک کر پوچھا "کون علی تیمور؟"

"تمھارا دوسرا بھائی۔ . . . . دراصل تم دونوں بھائیوں کا نام ہمیں اُلجھا دیتا ہے۔ پارس اوّل اور دوم کا نام یاد نہیں رہتا کہ کون اوّل ہے اور کون دوم۔ اس لیے ممی اور پاپا تمھیں پارس اور تمھارے بھائی کو علی تیمور کہتے ہیں۔"

"تمھارے پاپا علی تیمور کو اغوا کرنے کہاں گئے ہیں؟"

"میں نے ممی سے پوچھا تھا، انھوں نے کہا، ایسی باتیں بچوں کو نہیں بتائی جاتیں۔ میری ممی اور پاپا بیڈروم میں ہم سے چھپ کر باتیں کرتے ہیں۔"

"تم کہتی ہو، تمھیں اس کیمپ میں آنے اور یہاں کسی سے باتیں کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ پھر آج کیسے آئی ہو؟"

وہ سر جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ پارس نے پوچھا "اس میں شرمانے کی کیا بات ہے؟"

وہ خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی "زرینہ کی شادی علی تیمور سے اور میری شادی تم سے ہونے والی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اچھا تو آج تم مجھے دیکھنے یہاں آئی ہو، کیا میں پسند آیا؟"

وہ اس کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر مسرتوں میں ڈوب کر بولی "اوہ پارس! میں بیان نہیں کرسکتی کہ تمھیں دیکھتے ہی میرا دل کتنی زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔"

"تمھاری ممی نے تمھیں بہت سمجھ دار بنا دیا ہے۔"

"انھوں نے اور پاپا نے ہم دونوں بہنوں کو اور بہت کچھ بنایا ہے۔ ہم پچھلے ایک برس سے یوگا کی مشقیں کرتے ہیں اور تم بھائیوں کی طرح حاضر دماغ رہنے اور پوری ذہانت سے بروقت صحیح فیصلہ کرنے کی ٹریننگ حاصل کررہے ہیں۔"

"کسی کو بھی دنیا جہان کی ٹریننگ دی جاسکتی ہے لیکن عقل نہیں دی جاسکتی، یہ خداداد ہوتی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مجھ میں عقل نہیں ہے؟"

"یہ تو تمھیں رفتہ رفتہ آزمانے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔"

"تو پھر جلدی آزماؤ نا۔"

"اچھی بات ہے۔ جب ہم یہاں سے تمھاری ممی اور افسر کے پاس واپس جائیں گے تو یہ ریوالور تمھارے ہاتھ میں ہوگا۔ اس طرح انھیں یقین ہوگا کہ تم نے اپنی محبت سے مجھے جیت کر میرا ریوالور لے لیا ہے۔"

وہ پارس کے بازو سے چپک کر بولی "اوہ ممی بہت خوش ہوں گی۔ وہ مان جائیں گی کہ اُن کی ٹریننگ کے مطابق میں نے تمھیں جیت لیا ہے۔"

"کیا تم اپنی کوئی بات منوا سکتی ہو؟"

"ضرور منوا سکتی ہوں۔"

"تو یہ بات ضرور منوانا کہ وہ اُس دلیر عورت کو زندہ رکھیں اور اپنے وعدے کے مطابق اس سے اے کلاس قیدی جیسا سلوک کریں۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے!"

"شاباش۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

"یہ کوئی ملک نہیں ہے۔ لیبیا اور مالٹا کے درمیانی سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔"

"تم کب سے اس جزیرے میں ہو؟"

"تقریباً دس برس سے۔ ممی کہتی ہیں پہلے ہم لیبیا میں تھے، میرے پاپا فوج میں میجر تھے۔ انھوں نے حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی۔ کرنل قذافی نے انھیں گرفتار کرکے گولی مارنے کا حکم دیا۔ پاپا راتوں رات ہمیں وہاں سے ایک کشتی میں لے کر اس جزیرے میں آ گئے۔ تم ٹھیک کہتے ہو، پاپا اتنا بڑا دہشت گردوں کا کیمپ تنہا قائم نہیں کر سکتے تھے، کسی حکومت سے ان کا گہرا رابطہ ہے۔ ممی نے ایک بار کہا تھا، کسی حکومت نے پاپا کو یہ جزیرہ اُن کی خدمات کے صلے میں دیا ہے۔ تمھارے ساتھ باتیں کرکے بہت سی باتیں میری سمجھ میں آ رہی ہیں۔"

"پھر تو واقعی تم عقل مند ہو۔ تم نے چند منٹوں میں اپنی عقل سے کتنی دُور تک سوچ لیا۔ ایک اور عقل کی بات سمجھاتا ہوں، تم ممی اور پاپا کے سامنے یہ سیاسی باتیں نہ کرنا، خود کو اس سلسلے میں نادان ظاہر کرتی رہنا۔"

"تم جو کہو گے، میں وہی کروں گی۔"

"تم اسی طرح ذہانت کا ثبوت دو گی تو میں ساری زندگی تمھارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی، پھر ایک جذب کے عالم میں بولی "تم کسی بھی لمحے آزما لو، میں تمھارے ساتھ رہنے کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ سکتی ہوں۔ میں نے بڑی محنت اور دعاؤں کے بعد تمھیں آج پایا ہے اور آج کے بعد مرتے دم تک کھونا نہیں چاہتی۔"

اچانک سرچ لائٹ اُن پر آ کر رک گئی۔ کتنے ہی مسلح افراد رائفلیں اور اسٹین گنیں تانے دُور ہی دُور سے اُن کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یاسمینہ کی ممی اس افسر کے ساتھ وہاں آ گئی۔ افسر نے پارس سے پوچھا "تم بے بسی یاسمینہ کو اور کتنی دیر اپنے قبضے میں رکھو گے؟"

وہ یاسمینہ کو ریوالور دیتے ہوئے بولا "اگر اس کی ممی کو اعتراض نہ ہو تو میں ساری زندگی اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

اس کی ماں چہرے سے ہی سخت مزاج رکھنے والی خاتون دکھائی دیتی تھی۔ پارس نے پہلی بار اس کے چہرے پر

مسکراہٹ دیکھی۔ یاسمینہ نے کہا "پارس نے ان چند منٹوں میں مجھے اتنی محبت دی ہے جس کا میں اظہار نہیں کر سکتی۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ مجھے آج جیسی مسرتیں پہلے کبھی نہیں ملیں۔" پھر وہ ریوالور کو ماں کے قدموں کے پاس پھینک کر بولی "میں التجا کرتی ہوں کہ پارس نے جس عورت کو ریوالور کی گولی سے بچایا ہے، اسے زندہ رکھا جائے اور اسے کلاس ٹریٹمنٹ دیا جائے۔"

پہلی بار اس کی ماں نے زبان کھولی اور کہا "وہ زندہ رہے گی اور اسے اے کلاس ٹریٹمنٹ ملے گا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قریب آئی۔ دونوں بانہیں بیٹی کے لیے پھیلا دیں۔ یاسمینہ ان بانہوں میں جا کر سما گئی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ سنگدل ماں اپنی اولاد سے بہت پیار کرتی ہے۔ وہ بیٹی کی پیشانی کو چوم کر آہستگی سے بولی۔ "پارس! بہت جلد میں تمھیں بھی پیار کروں گی۔ ابھی مجبوری ہے۔ بہت سے معاملات میں تمھارے والدین ہم سے اختلاف کریں گے۔ کوئی تصفیہ ہونے تک تمھیں قیدی بنا کر رکھا جائے گا۔"

یاسمینہ نے کہا "اوہ نو ممی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"بیٹے! تم بہت سے معاملات کو نہیں سمجھتی ہو۔ تم جانتی ہو، تمھارے پاپا کیسے بے رحم قصائی ہیں۔ کوئی سمجھوتا ہونے سے پہلے میں پارس کو اپنے ہاں مہمان بنا کر رکھوں گی تو وہ میری کھال کھینچ لیں گے۔ ذرا صبر کرو، جلد ہی کوئی دوستانہ سمجھوتا ہو جائے گا۔"

پارس نے کہا "یاسمینہ! اپنی ممی کی بات مان لو۔ تم نے وعدہ کیا تھا، میں جو کہوں گا، وہ کرو گی۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی "میں ممی کی بات مان رہی ہوں۔"

پارس نے کہا "مسز سلمان رازی! میری خواہش ہے، جب تک یاسمینہ کے پاپا نہ آئیں آپ مجھے یاسمینہ سے ملنے کی اجازت دیتی رہیں۔"

"میں یاسمینہ کو اپنے ساتھ لاؤں گی۔ رات کے دو بج رہے ہیں۔ اب جا کر آرام سے سو جاؤ۔"

ماں جانا چاہتی تھی، بیٹی پلٹ کر پارس کے گلے لگ گئی۔ وہ جس جزیرے میں تھے، اس کے شمال میں یورپ اور جنوب میں افریقہ تھا۔ سلمان رازی کی فیملی مغربی تہذیب کی حامل تھی اسی لیے یاسمینہ نے سرِ عام بے باکی کا مظاہرہ کیا، پارس نے محبت کا جواب محبت سے دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک شرارت کی۔ یاسمینہ کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ ہلکا زہر تھا جو مار نہیں سکتا تھا، نشے میں چور کر سکتا تھا۔ وہ چکرائی۔ پارس نے اسے دونوں ہاتھوں سے سہارا دیتے ہوئے کہا "یاسمینہ! حوصلہ رکھو۔ ہم ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہو رہے۔ تم تو اتنی سی جدائی میں نڈھال ہو گئی ہو۔"

ماں نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ وہ شرابی لہجے میں کہہ رہی تھی "میں نہیں جاؤں گی۔ تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ پارس! آؤ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپا لو۔"

ماں نے اسے بانہوں میں سنبھال کر حکم دیا "گاڑی یہاں لے آؤ۔"

ایک جیپ ان کے قریب آ کر رک گئی۔ ماں نے سہارا دے کر اسے گاڑی میں بٹھایا۔ وہ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس کے لیے مچل رہی تھی۔ اس کے ساتھ قید خانے میں رہنے کے لیے کہہ رہی تھی لیکن وہ جیپ اسے دور لے گئی۔ افسر نے کہا "پارس! واقعی تم جو کہتے ہو، وہ کر دکھاتے ہو۔ تم نے کہا تھا، میرا فیصلہ بدل جائے گا۔ میڈم رازی نے فیصلہ بدل دیا۔ وہ عورت زندہ رہے گی۔"

وہ افسر کے ساتھ چل رہا تھا۔ دائیں بائیں اور پیچھے اسٹین گن والے چل رہے تھے۔ افسر نے کہا "میں نے پہلی بار لڑنے کا یہ انداز دیکھا ہے۔ تم نے پون گھنٹے کی لڑائی میں ایک بار بھی حملہ نہیں کیا اور وہ حملہ کرنے والی اپنے حملوں سے زخمی بھی ہوتی رہی اور شکست بھی کھاتی رہی۔"

پارس خاموش تھا۔ افسر نے پوچھا "کیا تم مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتے؟"

وہ بولا "تم نے اب تک کوئی جواب طلب بات نہیں کی، میں بات کیا کروں؟"

اس نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ تم سے شکست کھانے والی زبردست فائٹر ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"میں نے اب تک نام نہیں پوچھا۔ اسے ایک ہوسٹس کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ خدا کے لیے اب یہ نہ کہنا کہ میں اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔"

"کمال ہے! تم کیسے معلوم کر لیتے ہو کہ آئندہ میں کیا کہنے والا ہوں۔ اس سے قبل بھی تم نے میرے آئندہ سوال سے پہلے ہی اس کا جواب دے دیا تھا۔"

"میں نے بتایا ہے کہ میں قیافہ شناس ہوں۔ لوگوں کی نفسیات سمجھتا ہوں۔ مثلاً وہ ہوسٹس ایک خوب صورت جسم کی مالکہ ہے۔ میں نے جان پر کھیل کر اسے ریوالور کی گولی سے بچایا۔ اسے زندہ رکھنے کے لیے یاسمینہ کو ٹریپ کر لے گیا۔ ان حالات میں خوب صورت جسم کے لیے للچانے والے یہی سوچیں گے کہ میں اس عورت پر مر مٹا ہوں۔ تم اس کے لیے للچا رہے ہو، وہ تمھاری قید میں ہے مگر جانتے ہو، وہ زبردست عورت تمھارے قابو میں نہیں آئے گی لہٰذا مجھ سے گفتگو کر کے اس کی کوئی کمزوری معلوم کرنا چاہتے ہو یا میرے ذریعے اسے پگھلانا چاہتے ہو۔"

وہ حیرانی سے بولا "کمال ہے، تم میرے دل کی بات کہتے جا رہے ہو۔ کیا تم بھی اپنے والدین کی طرح دماغ میں گھسنا جانتے ہو؟ مگر کیسے گھس سکتے ہو، میں یوگا کا ماہر ہوں۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ابھی تک کوئی میرے دماغ میں نہیں آیا ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ میں [illegible] ہوسٹس کے لیے کچھ کرنے تک کر سکتا ہوں۔ ابھی چلو، میں اسے تمھاری بہن بنا دوں گا۔"

وہ اچھل کر [illegible] غصے سے بولا "کیا بکواس [illegible] کراؤں گا کہ ساری شوخی بھول جاؤ گے۔"

[illegible] گالیاں [illegible] ورنہ [illegible] طرف گھما دوں گا۔ دیکھنے والوں کو پتا نہیں چلے گا کہ تم [illegible] ہو یا جا رہے ہو۔"

وہ تھوڑی دیر تک اسے غصے اور بے بسی سے دیکھتا رہا۔ یہ درست تھا کہ پارس کو اپاہج بنانے یا زخمی کرنے کی صرف دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ ہوسٹس کو اس کے مقابلے میں جان بوجھ کر ڈھیل دی گئی تھی۔ وہ جانتے تھے، فرہاد علی تیمور کا بیٹا ایسا گیا گزرا نہیں ہوگا کہ کوئی فائٹر اسے اپاہج بنا دے۔ یہ تاثر صرف پارس کو دیا جا رہا تھا تاکہ وہ سمجھ لے کہ اس کے ساتھ کسی طرح کا بھی غیر انسانی سلوک کیا جا سکتا ہے۔

وہ مسلح افراد کے نرغے میں ایک چھوٹے سے پختہ مکان کے سامنے آیا۔ یہ دراصل جیل خانہ تھا۔ اس میں کئی کمرے تھے۔ اسے ایک کمرے میں پہنچا کر آہنی سلاخوں والا دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ تمام کمروں کی دیواریں آہنی سلاخوں سے بنائی گئی تھیں۔ ساتھ والے کمرے میں ہوسٹس کو بند کیا گیا تھا۔ پارس نے اسے دیکھ کر پوچھا "تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"نیند نہیں آ رہی ہے۔ میں تمھارے بارے میں سوچتے سوچتے پاگل ہو رہی ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میں نے آج تک تمھارے جیسا جوان مرد نہیں دیکھا۔ تم نے ثابت کر دیا کہ مرد صرف دلیر نہیں ہوتا، ایک سچا انسان بھی ہوتا ہے۔ مجھے کئی کارمن کہتے ہیں۔ وہ کئی جو سپر ماسٹر کی وفادار تھی، مر چکی ہے۔ یہ نئی زندگی تم نے دی ہے۔ آج سے میری تمام وفاداریاں تمھارے لیے ہیں۔ تمھارے آرام کا خیال رکھنا بھی میرا فرض ہے۔ بہت رات ہو چکی ہے، نیند پوری کر لو۔ خدا جانے آنے والا دن کیسا ہو گا۔ ویسے قیدیوں کے لیے اچھا نہیں ہوتا لہٰذا جو موقع ملے غنیمت جان کر آرام کر لینا چاہیے۔ شب بخیر۔"

وہ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ پارس نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ وہ مجبل بن جانے والی عورت نہیں تھی اور نہ ہی عاشق مزاج تھی۔ اس نے صرف اپنی وفاداری کا اظہار کیا تھا اور آرام کرنے کا معقول مشورہ دے کر سونے چلی گئی تھی۔ وہ بھی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ سونے سے پہلے [illegible] تصور میں دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا "واہ پاپا! جب ہم آپ کا تعاون نہیں چاہتے تھے، تب آپ بار بار خیریت معلوم کرنے آتے تھے۔ اب آپ کی ضرورت ہے تو آپ پچھلی شام سے غائب ہیں۔"

اس نے سوچا "پاپا اتنے غیر ذمے دار نہیں ہیں۔ انھوں نے [illegible] اور کوئی [illegible] کو دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کی طرف سے مقفل کیا تھا۔ ان کی [illegible] میں اغوا کیا گیا۔ پھر وہ کیسے مجھے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ خدانخواستہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہوں۔ شاید بیمار ہیں، خیال خوانی کے قابل نہیں رہے ہیں۔ ماما، انکل آرمز اور ڈیڈی دانیال میرے دماغ میں آ نہیں سکتے۔ دوستوں اور دشمنوں سب کے لیے میرا دماغ مقفل ہے۔ میں صرف پاپا کی سوچ کی لہروں کو قبول کر سکتا ہوں۔ یہی ایک مشکل آ گئی ہے کہ میرے خیال خوانی کرنے والے بزرگ بھی میری خیریت معلوم نہیں کر سکتے۔"

اس نے دوسرے پہلو سے سوچا "خدا جو کرتا ہے، بہتری کے لیے کرتا ہے۔ قدرت کا کیا عجب تماشا ہے، یہاں میرا بھائی بھی اغوا کر کے لایا جانے والا ہے۔ پاپا کی عدم موجودگی سے ان کا منصوبہ ناکام ہونے کے باوجود کامیاب ہونے والا ہے۔ یہاں علی تیمور آ جائے، پھر دیکھوں گا کہ دشمن کیا چاہتے ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں، جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا، پھر دماغ کو ہدایات دینے کے بعد گہری نیند میں گم ہو گیا۔ یہاں آ کر اسے چند اہم باتیں معلوم ہوئی تھیں اور وہ یہ کہ سلمان رازی لیبیا کی حکومت سے غداری کر کے فرار ہوا۔ وہ ایک بڑی حکومت کو خوش

کرنے کے لیے کرنل قذافی کا دشمن ہو گیا تھا۔ اُس بڑی حکومت نے اسے ایک جزیرہ انعام کے طور پر دیا تھا جہاں جوان مردوں اور عورتوں کو دہشت گردی کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔

لیبیا سے امریکا کی دشمنی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

صاف ظاہر تھا کہ امریکا نے ہی سلمان رازی کو اُس جزیرے کا مالک اور دہشت گرد تنظیم کا سربراہ بنایا ہے۔ اب غور کرنے کی بات یہ تھی کہ پارس اوّل یعنی علی تیمور، سپر ماسٹر کی قید میں تھا اور سلمان رازی اُسے اغوا کر کے لانے والا تھا۔ کیا جو امریکا اس پر مہربان تھا، وہ اُسی کے سپر ماسٹر سے علی تیمور کو چھین کر لانے گیا تھا؟ کیا سلمان رازی کے پیچھے امریکا نہیں تھا کوئی اور ہی ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص تھا جس نے خیال خوانی کے ذریعے طیارے کو اغوا کر کے پارس اور کوٹی کو جزیرے میں پہنچا دیا تھا اور وہی خیال خوانی کرنے والا علی تیمور کے اغوا کے لیے بھی سلمان رازی کی مدد کر رہا تھا۔ آخر وہ کون ٹیلی پیتھی جاننے والا تھا جس کے بل پر سلمان رازی بہت بڑی طاقت بن کر ابھر رہا تھا؟

میرے بیٹے پارس کے لیے عجیب چکر چل گیا تھا۔ دراصل میری اور سپر ماسٹر کی خاموشی نے اس معاملے میں بہت زیادہ تجسس پیدا کر دیا تھا۔ میں نہیں جانتا سپر ماسٹر کے ساتھ کیسے حالات پیش آ رہے ہیں اور وہ اس معاملے میں خاموش کیوں ہو گیا۔ ۔ ۔ ۔ میں اپنے بارے میں بیان کر سکتا ہوں۔ میری رہائش ٹام موریس کے بنگلے میں تھی۔ اس کی بیوی تھیلما پھر سے جوان بننے کی دھن میں میری عقیدت مند بن گئی تھی۔ میں وہاں ٹام کے بچھڑے ہوئے بھائی اڈنیل موریس کے روپ میں تھا اور ایک نجومی بن کر سام موریس کے خفیہ بینک اکاؤنٹ کا پول کھول دیا تھا۔ اس نے ٹام کے گھر سے ہی رقمیں چرا کر اپنا بینک اکاؤنٹ بڑھایا تھا۔ پول کھلنے کے بعد اس اکاؤنٹ کی تمام رقم ٹام اور تھیلما کو واپس مل گئی تھی۔ وہ دونوں مجھ سے خوش تھے لیکن سام میرا دشمن بن گیا تھا۔

میں بڑے بڑے خطرناک دشمنوں کو خاک میں ملا چکا ہوں پھر بھلا سام کو کیا خاطر میں لاتا؟ وہ تو ایک فضول اور بے کار سا آدمی تھا۔ اپنے بھائی ٹام کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہا تھا۔ میں نے سوچا، یہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ مجھے پارس کے معاملات سے فرصت ملے گی تو میں سام کے چور خیالات پڑھوں گا۔ فی الحال اس کے چور خیالات میں مجھ سے دشمنی نہیں تھی۔ صرف جھنجلاہٹ اور بے بسی تھی اور مجھ سے بیزاری تھی۔ یہ بیزاری رفتہ رفتہ دشمنی میں... اور مجھے مصروفیات کی وجہ سے اس کا علم نہ ہو سکا۔ رات کو ٹام اور تھیلما کے ساتھ کھانے کے... حادثاً چائے پی رہا تھا۔ مجھے شبہ ہوا، چائے کا... عجیب سا ہے۔ میں نے دو گھونٹ پی کر کہا "... نہیں پیوں گا۔ ذرا معلوم کرو، یہ چائے کس نے بنا..."

تھیلما نے باورچی کو بلا کر پوچھا۔ دو گھونٹ... سے ہی مجھ پر غشی طاری ہو رہی تھی۔ باورچی نے... "میں نے بنائی ہے۔"

میرے سامنے در و دیوار گھوم رہے تھے۔ میں... بڑی مشکل سے کہا "معلوم کرو سام کہاں ہے؟"

پھر میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے... میں پہنچنا چاہا مگر ایسی حالت میں خیال خوانی کی پرواز نہیں تھی۔ میں نے سامنے میز پر سر ٹیک دیا۔ اس کے... مجھے اپنی خبر نہ رہی۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ ٹام اور... نے مجھے فوراً اسپتال پہنچایا۔ ڈاکٹروں نے میرا معا... فوری طبی امداد پہنچائی اور بیان دیا کہ میرے جسم میں... گیا ہے۔ لیکن میں خطرے سے باہر ہوں۔ ڈاکٹروں کے لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ جسم میں زہر پھیلنے کے با... میں زندہ تھا۔ اُن بے چاروں کو پتا نہیں تھا کہ میرے برسوں پہلے منجالی کا زہر جڑ پکڑ چکا تھا۔ عجیب اتفا... کہ میرے بیٹے پارس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ بیٹے کو کوئی سا بھی زہر وقتی طور پر مدہوش کر سکتا ہے... مار نہیں سکتا۔

بہر حال میں دوسری صبح تک مدہوشی... کی نیند سوتا رہا۔ کچھ ہوش آنے کے بعد نرس سے... کیا "میں کہاں ہوں؟ مجھے یہاں کون لایا ہے؟"

اس نے جواب دیا "کل رات دس بجے مسٹر... نے تمھیں اسپتال میں داخل کیا تھا۔"

میں نے پریشان ہو کر سوچا۔ کل رات مجھے پار... کوٹی کے دماغ میں رہنا تھا۔ میرا بیٹا اغوا کیا جا رہا تھا۔ اب دن نکل چکا تھا یعنی وہ اغوا ہو چکا تھا اور پتا نہیں کن... سے گزر رہا تھا۔ میں نے فوراً آنکھیں بند کیں، اپنے... کا تصور کیا، پھر خیال خوانی کے لیے پر تولے لیکن پر... ہو گئے تھے۔ سر دکھ رہا تھا۔ میں ابھی خیال خوانی نہ... سکتا تھا۔

میری نظر دیوار گھڑی پر گئی۔ دن کے گیارہ بج...

میرا ایک بیٹا پہلے ہی سپر ماسٹر کی قید میں تھا۔ میری طویل بیہوشی یا مدہوشی کے باعث دوسرا بیٹا بھی ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ میں نے کہا "سسٹر! میں ایک ضروری فون کرنا چاہتا ہوں۔"

"فون ڈاکٹر کے چیمبر میں ہے۔"

میں اُٹھ کر بیٹھنے لگا۔ میرا سر گھوم رہا تھا۔ نرس مجھے تھام کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ تمھیں بستر سے اٹھنا نہیں چاہیے۔"

وہ مجھے جبراً لٹانے لگی۔ میں نے کہا "میرا فون کرنا بہت ضروری ہے۔"

"تم آرام سے لیٹے رہو۔ میں ڈاکٹر سے کہتی ہوں۔ شاید فون کا تار یہاں تک لایا جاسکے یا تمھیں اسٹریچر پر فون تک پہنچایا جاسکے۔"

وہ چلی گئی۔ اسی وقت ڈپٹی دانیال نے مجھے مخاطب کیا۔ پھر مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد پوچھا "کیا آپ کسی اسپتال میں ہیں؟ میں آپ کے اندر رہ کر آپ کی دماغی کمزوری کو محسوس کر رہا ہوں۔"

میں نے اُسے مختصر طور پر بتایا کہ پچھلی رات میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ میں فی الحال خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ وہ پریشان ہو کر بولا "یہ بازی تو پلٹ رہی ہے۔ آپ نے پارس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میں اس کی خیریت معلوم نہیں کر سکوں گا۔ شاید میڈم رسونتی اور مسٹر آرمر بھی اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں کیا کروں؟ مجھے کوئی مشورہ دیجیے۔"

"رسونتی سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو وہ میرے پاس آئے۔ تم بھی آتے جاتے رہا کرو۔"

وہ چلا گیا۔ نرس نے آکر کہا "سوری، ڈاکٹر چیمبر میں نہیں ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھیں ٹیلیفون تک پہنچا سکوں گی۔"

میں نے کہا "شکریہ۔ اب میں فون نہیں کروں گا۔ تم بہت اچھی ہو۔ ایک بار پھر شکریہ۔"

دراصل میں فرانس کے سفیر سے فون پر رابطہ قائم کر کے رسونتی تک وہی پیغام پہنچانا چاہتا تھا جو اَب دانیال کے ذریعے پہنچ گیا تھا۔ دس منٹ کے بعد ہی رسونتی نے مجھے مخاطب کیا "فرہاد! خیریت سے تو ہو؟ یہ دانیال کیا کہہ رہا ہے؟ تم پر ۔۔۔ کا اثر نہیں ہونا چاہیے۔"

"وقتی طور پر لازمی اثر ہوتا ہے۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ پرابلم یہ ہے کہ فی الحال خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ پارس دوم کے پاس پہنچ نہیں سکتا۔ تمھیں یا کسی اور کو بھی اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ ویسے وہ اغوا کیے جانے کے بعد سپر ماسٹر کے پاس پہنچا دیا گیا ہوگا۔ تم نائب سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرو۔ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے بعد پارس اوّل کو رہا کر دے گا۔ اُس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ اس پر پارس دوم کے اغوا کا بھی الزام لگاؤ۔ پھر تم سے جو باتیں ہوں، وہ مجھے آکر بتاؤ۔ آرمر سے کہو، میرے پاس آئے۔"

وہ بولی "کل رات ہی چوبیس گھنٹے پورے ہو گئے تھے۔ میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہا تھا۔ اس کے نائب نے بتایا، سپر ماسٹر کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ جب تک دوسرا ماسٹر اس کی جگہ نہیں آئے گا، نائب اپنی ذمے داری پر پارس اوّل کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکے گا۔ اس نے درخواست کی ہے کہ ہم نے جہاں چوبیس گھنٹے انتظار کیا ہے وہاں مزید بارہ یا بیس گھنٹے صبر کر لیں۔ نئے سپر ماسٹر کے آتے ہی سب سے پہلے پارس اوّل کی رہائی کی بات کی جائے گی۔"

"تم نے مجھے کل رات ہی کیوں نہ بتایا؟"

"میں جناب شیخ الفارس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ انھوں نے حکم دیا، میں صبح تک خیال خوانی نہ کروں۔ قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "پتا نہیں قدرت کو کیا منظور ہے؟ میرے دونوں بیٹے نظروں سے دُور تو تھے، اب خیال خوانی سے بھی دُور ہو گئے ہیں۔ کیا پارس اوّل ابھی تک کوما میں ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی "پتا نہیں میرا بیٹا کس عالم میں ہے۔ جناب شیخ صاحب نے کل سے پابندی لگا رکھی ہے۔ میں ابھی جا کر اُن سے خیال خوانی کی اجازت لیتی ہوں۔"

"رسونتی! اگر وہ اجازت نہ دیں تو بیٹے کے لیے صبر کر لینا۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے صرف دماغوں تک پہنچتے ہیں جبکہ یہ بزرگانِ دین اپنے کشف و کمالات سے مستقبل میں دُور تک دیکھتے ہیں۔ انھیں پیش آنے والے قدرتی حالات کا علم ہوتا ہے۔"

وہ میرے دماغ سے چلی گئی۔ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر اپنے ۔۔۔ رہائشی مکان سے نکلی۔ پھر جناب شیخ الفارس صاحب کے حجرے میں پہنچ کر اُن کے سامنے دو زانو ہو گئی۔ وہ مراقبے میں تھے۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر کہا "بیٹے کے لیے پریشان ہو؟"

وہ سر جھکا کر بولی "ہم ہر طرف سے مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ پارس کے پاپا اسپتال میں ہیں، خیال خوانی کے قابل نہیں ہیں۔ پارس دوم کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔ کیا ان حالات میں بھی مجھے پارس اوّل کے پاس نہیں جانا چاہیے؟"

"جانا چاہو تو جاسکتی ہو مگر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تم سب وسیع ذرائع کے مالک ہو۔ فرانس کی حکومت تمھاری پشت پر ہے۔ تم میاں بیوی خیال خوانی کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتے ہو لیکن دونوں بیٹوں تک پہنچ کر بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ یہ سوچنے سمجھنے اور سبق حاصل کرنے کا مقام ہے۔ انسان ساری دنیا کے خزانوں کا مالک بن کر، ساری طاقتوں کا سرچشمہ بن کر بھی اپنے مقدر کے سامنے بے بس رہتا ہے۔ جاؤ اور جتنے ذرائع استعمال کر کے بیٹوں تک پہنچ سکتی ہو، پہنچو۔ ہونا وہی ہے جو مقدر میں لکھا ہے۔"

"حضور! اتنی تسلی کر دیں، کیا ہمارے حق میں بہتر ہوگا؟"

"میں کہوں، بدتر ہوگا تو کیا تم بیٹوں تک پہنچ کر انھیں آنچل میں چھپا لوگی؟ بیٹی! عمل بندے کا ہوتا ہے، ردِ عمل خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی لیے بندوں سے کہا جاتا ہے اپنے اعمال بہتر سے بہتر بناؤ تاکہ ردِ عمل میں بہتری ملے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر مراقبے میں چلے گئے۔ رسونتی اُلٹے قدموں سر جھکا کر حجرے سے باہر آئی۔ پھر اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر مجھ سے بولی "میں پارس اوّل کے پاس جا رہی ہوں۔ ابھی آکر اس کے حالات بتاؤں گی۔"

وہ ایک کرسی پر آکر آرام سے بیٹھ گئی۔ پھر آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اپنے بیٹے علی تیمور کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیلو پارس! میری جان! میں تمھاری ماں بول رہی ہوں۔ تم خیریت سے ہو؟ مجھے فوراً بتاؤ ابھی کہاں ہو؟"

بیٹے نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ وہ دوسری بار اس کے دماغ میں جاسکتی تھی لیکن جانا مناسب نہیں تھا۔ ایک حسین دوشیزہ اس کی سانسوں کے قریب آرہی تھی۔ بیٹے نے اس حسینہ کی خاطر ماں کو کیٹ آؤٹ کر دیا تھا۔

رسونتی کی عجیب حالت تھی۔ ایک طرف اطمینان تھا کہ بیٹا اب کوما میں نہیں ہے، بخیریت ہے اور دماغی طور پر نارمل ہے۔ دوسری طرف غصہ آرہا تھا، اُس نے ماں سے ہمیشہ کی طرح شدید محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ تقریباً چالیس گھنٹے بعد رابطہ قائم ہوا تھا اور اس نے ماں سے ملنے کے لیے تڑپ اور بے قراری ظاہر نہیں کی تھی۔ کوئی اور بات ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی۔ دُکھ یہ تھا کہ بیٹے نے اس کے مقابلے میں ایک لڑکی کو اہمیت دی تھی۔

وہ میرے دماغ میں آکر رونے لگی۔ میں گھبرا گیا کہ خدانخواستہ کوئی ماتم کرنے والی بات تو نہیں ہو گئی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ جلدی بتاؤ، بیٹا خیریت سے تو ہے؟"

وہ روتی ہوئی بولی "ہاں خیریت سے ہے۔"

"پھر کیوں رو رہی ہو؟"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "دن رات تڑپتے رہنے کے بعد رابطہ قائم ہوا تھا مگر اس نے دماغ سے نکال دیا۔"

"کیوں نکال دیا؟ پوری بات کیا کرو۔"

"ایک لڑکی اس کے پاس تھی۔"

"دیکھو رسونتی، تمھیں بُرا نہیں ماننا چاہیے۔ اس نے مجبور ہو کر تمھیں دماغ سے باہر کیا ہے۔"

"کیا یہ ماں کی توہین نہیں ہے؟"

"کیسی اُلٹی باتیں کرتی ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس نے مجبور ہو کر سانس روکی ہے۔ دراصل ماں کو بلانے کے لیے لڑکی کو دُور کرنے کی مہلت ضروری ہوگی۔ وہ مہلت اسے مل چکی ہے۔ اب تم جاؤ گی تو وہ سانس نہیں روکے گا۔"

"تم کہتے ہو تو جا رہی ہوں۔"

میں نہ کہتا، تب بھی وہ جاتی۔ بہرحال اُسے بیٹے کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ جھینپ کر کہہ رہا تھا "ماما! مجھے افسوس ہے، مجبور ہو کر سانس روکنا پڑا تھا ورنہ میں تو آپ کو یاد کر کے تڑپ رہا تھا۔"

رسونتی خوش ہو کر بولی "کوئی بات نہیں، تم سانس نہ روکتے تو میں خود ہی چلی جاتی لیکن بیٹے! تم تو لڑکیوں سے بیزار رہتے تھے۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ پڑھنے لکھنے اور زیادہ سے زیادہ علوم سیکھنے کی دُھن میں رہتے تھے۔ پھر یہ لڑکی کون ہے؟"

"اب کیا بتاؤں؟ بس ہے ایک لڑکی۔"

"تم کہاں ہو؟"

"آپ دیکھ رہی ہیں، میں جہاں بھی ہوں خیریت سے ہی ہوں۔"

"مجھے بتاؤ کہاں ہو؟ کس کے ساتھ ہو؟"

"میں جس کے ساتھ ہوں، وہ مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔ میرا محافظ ہے۔ مجھے دوسروں کی دشمنی سے محفوظ رکھتا ہے۔"

"تم لڑکی کے متعلق ٹال رہے ہو، جگہ کی نشاندہی

نہیں کر رہے ہو۔ اگر کوئی شخص تم پر مہربان ہے، تمھارا محافظ ہے تو وہ میرے لیے قابلِ صد احترام ہے۔ مجھے اس کا نام، پتا اور ٹھکانا بتاؤ۔"

"سوری ماما! میں ان کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"کیوں نہیں بتا سکتے؟ کیا سپر ماسٹر کوئی چال چل رہا ہے۔ میں نے سنا ہے، اسے قتل کر دیا گیا ہے، کوئی نیا سپر ماسٹر آنے والا ہے۔"

"میں کسی سپر ماسٹر کو نہیں جانتا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تم بھول گئے ہو کہ... لارنس ڈیکوزا نے تمھیں سپر ماسٹر کی قید میں پہنچایا تھا؟"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ میں تو اپنے ایک مہربان کے ہاں مہمان ہوں۔"

"اوہ خدایا! معلوم ہوتا ہے، دشمنوں نے کسی طریقۂ کار سے تمھارے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔"

وہ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی سہلانے لگا پھر کہنے لگا۔ "شاید آپ درست کہہ رہی ہیں۔ مجھے یاد نہیں رہتا کہ دس بارہ گھنٹے پہلے کہاں تھا، جن کے ساتھ میں نے وقت گزارا ہے، وہ لوگ مجھے یاد رہتے ہیں جیسے میں آپ کو، پاپا کو، بھائی پارس کو اور سب کو یاد رکھتا ہوں لیکن جگہ اور واقعات بھول جاتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں آپ کے ساتھ کس ملک میں اور کس شہر میں رہتا تھا۔ اسی طرح یہ یاد نہیں ہے کہ کل میرے ساتھ کیا کچھ ہوا تھا۔"

"بیٹے! یہ بات تشویشناک ہے، دشمن تمھاری دماغی کمزوری سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ تم فوراً میرے پاس چلے آؤ یا مجھے اپنا پتا بتا دو۔"

"میں اپنا پتا نہیں بتا سکتا۔ میرے مہربان نے منع کیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے، تم کسی کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہو، مجھے چاہنے کے باوجود نہیں بتا سکو گے۔ کوئی بات نہیں، تم یونہی خاموش بیٹھے رہو، میں چور خیالات سے تمھارا پتا ٹھکانا اور اس مہربان کا نام معلوم کر لوں گی۔"

وہ ماں کی ہدایت کے مطابق خاموش بیٹھا رہا۔ ماں اس کے دماغ کی گہرائیوں میں اترتی رہی۔ وہ دماغی طور پر بالکل نارمل تھا۔ اس کے اندر ہوش مندانہ خیالات تھے لیکن اس کا کوئی چور خیال یہ نہیں بتا رہا تھا کہ وہ ابھی کہاں ہے اور اس کا مہربان کون ہے؟

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "تمھارے دماغ میں جتنی سوچ کی لہریں ہیں ان میں سے کوئی ایسی نہیں ہے جسے پڑھ کر میں دشمنوں کا نام اور پتا معلوم کر سکوں۔ بیٹے! انھوں نے تمھارے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ جسے تم مہربان کہہ رہے ہو، وہ ہرگز تمھارا دوست اور ہمدرد نہیں ہے۔"

"ماما! پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ آپ ہر ایک کو دشمن نہ سمجھا کریں۔ میرا یہ مہربان واقعی مہربان ہے۔"

"اگر واقعی ایسا ہے تو اسے مجھ سے گفتگو کرنے کو کہو۔"

"وہ آپ کو اپنے دماغ میں بلانے والا ہے مگر ابھی کسی معاملے میں بے حد مصروف ہے۔ اس نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اس کے اور میرے والدین کے درمیان بہت ہی مستحکم دوستی ہوگی۔"

"تم چاہو اور اسے مجبور کرو تو جلد از جلد دوستی ہو سکتی ہے۔ کیا تم میرے پاس آنا نہیں چاہتے؟"

"وقت آنے پر میں آؤں گا، یا آپ کو کہیں بلا کر ملاقات کروں گا لیکن میں چار دیواری میں نہیں رہنا چاہتا۔ یہ دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے، آپ اعتراض نہیں کریں گی۔"

"تمھارا دماغ کچھ عجیب سا ہو گیا ہے۔ تمھیں میرے اعتراض کا بھی خیال ہے، تم میرے فرماں بردار بیٹے بھی ہو، اور دوسری طرف دشمنوں کی تمام باتیں چھپا رہے ہو۔ اگر اتنا معلوم ہو جائے کہ تم کس ملک کے کس علاقے میں ہو تو میں خود ہی وہاں پہنچ کر دشمنوں کو دوست بنا لوں گی۔ وہ نہیں بننا چاہیں گے تو انھیں خاک میں ملا کر تمھیں وہاں سے لے آؤں گی۔"

"شاید آپ کے ایسے ہی خیالات کی وجہ سے میرا مہربان محتاط ہے۔ وہ ناداں بچہ نہیں ہے کہ خود کو خاک میں ملانے کے لیے آپ کو یہاں تک پہنچنے کا موقع دے۔ بائی دی وے، ہم کافی طویل گفتگو کر چکے ہیں۔ مجھے اجازت دیجیے۔ اب آپ سے کل باتیں ہوں گی۔"

"کل کیوں؟ میں تمھاری ماں ہوں۔ جب چاہوں تمھارے پاس آ سکتی ہوں۔"

"خیریت معلوم کرنے کے لیے دن میں ایک بار آنا کافی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔ آپ کے لیے بہت سی محبتیں۔ کل رابطہ قائم ہوگا۔"

"ٹھہرو، تم کیسے بیٹے ہو، تم نے پاپا کی خیریت دریافت نہیں کی۔ وہ اسپتال میں ہیں۔ تمھارا بھائی پارس اغوا کیا گیا ہے۔ ابھی بہت سی باتیں کرنے کو رہ گئی ہیں۔"

"آپ اتنی دیر فضول باتیں کرتی رہیں، میرے باپ اور بھائی کو نظر انداز کر دیا۔ بہرحال، پاپا کی دیکھ بھال آپ کرتی ہی ہوں گی۔ رہ گیا پارس تو وہ سو شیطانوں کا ایک شیطان ہے۔ اسے اغوا کرنے والے پچھتا رہے ہوں گے۔ میں اس کی طرف سے مطمئن ہوں۔ خدا حافظ ماما!"

اس نے سانس روک لی۔ ماں پھر باہر آگئی۔ اسے غصہ بہت جلد آتا تھا۔ بیٹے کے اس رویے نے پھر غصہ دلایا مگر وہ دل کو سمجھانے لگی، بیٹا مجبور ہے، کسی نے اس پر تنویمی عمل کیا ہے۔ عمل کرنے والے کا یہ بھی احسان ہے کہ اس نے ماما کو اس کے ذہن سے نہیں بھلایا۔ اگر بھلا دیتا تو وہ اس کا کیا بگاڑ لیتی؟

اسے جناب شیخ الفارس صاحب کی باتیں یاد آئیں۔ انھوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ 'جانا چاہتی ہو تو بیٹے کے پاس جاؤ، مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔'

واقعی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ صرف بیٹے کی خیریت معلوم ہوئی تھی مگر اسے دشمنوں کی قید سے واپس لے آنے کے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تھی اور کامیابی تو دُور کی بات ہے۔ بیٹے نے دشمنوں کی نشاندہی تک نہیں کی تھی۔ بیٹا اب رسمی طور پر اپنا تھا، ورنہ پرایا ہو چکا تھا۔

پارس نے صبح سات بجے بیدار ہونے کے لیے دماغ کو ہدایت دی تھی لیکن فائرنگ کی آواز سن کر آنکھ پہلے ہی کھل گئی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سلاخوں کے دوسری طرف، ہوسٹس کمی کارمن بھی بیدار ہو گئی تھی۔ وہ بولی۔ "صبح ہو گئی ہے، میں گہری نیند میں تھی لیکن باہر مردوں اور عورتوں کا شور کچھ زیادہ ہی ہے۔ جیسے وہ آپس میں لڑ رہے ہوں۔ رہ رہ کر فائرنگ کی آوازیں بھی آرہی ہیں، یہ باہر کیا ہو رہا ہے؟"

پارس کان لگا کر سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہاں کی عورتیں اور مرد صبح کی ورزش کر رہے ہیں۔ جوڈو اور کراٹے کی مشق بھی ہو رہی ہیں۔ دُور کہیں نشانہ بازی کی بھی مشقیں جاری ہیں۔ یہ فائرنگ کی آوازیں وہیں سے آرہی ہیں۔"

کمی کارمن ایک کرسی پر چڑھ کر روشندان کے باہر دیکھنے لگی پھر پلٹ کر بولی۔ "تم نے آوازوں کا درست تجزیہ کیا ہے۔ واقعی باہر سیکڑوں عورتیں اور مرد مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ جوڈو کراٹے سیکھ رہے ہیں یا سکھا رہے ہیں۔"

چار مسلح افراد وہاں آئے۔ انھوں نے آہنی دروازوں کا تالا کھولا تاکہ وہ باتھ روم جا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ پارس نے ایک شخص سے پوچھا۔ "کوئلی گراہم کہاں ہے؟"

اس شخص نے غصے سے دیکھ کر اسٹین گن کے ذریعے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔ پارس نے کہا۔ "تم اپنی آواز سنانا نہیں چاہتے، کوئی بات نہیں لیکن لکھ کر تو جواب دے سکتے ہو۔ اگر جواب دینے کے لیے منع کیا گیا ہے تو اپنے افسر سے اجازت لے کر آؤ۔ میں یہ معلوم کر کے رہوں گا کہ کوئلی کہاں ہے؟ اگر نہ بتایا گیا تو میں غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہنگامہ شروع کر دوں گا۔ مجھے صرف مسٹر سلمان ہی آ کر ہنگاموں سے باز رکھ سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ایک باتھ روم میں چلا گیا۔ کمی دوسرے میں چلی گئی۔

وہ دونوں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باتھ روم سے باہر آئے۔ ان کے لیے ناشتے اور چائے کی دو ٹرے آئی تھیں۔ ایک ٹرے پر تہ کیا ہوا کاغذ تھا۔ پارس نے اسے کھول کر پڑھا۔ افسر نے لکھا تھا۔ "مسٹر پارس! تمھیں اور کمی کارمن کو اے کلاس میں رکھا گیا ہے۔ کوئلی عام قیدیوں کے ساتھ ہے۔ امید ہے تمھاری تسلی ہو گئی ہوگی۔"

پارس وہ کاغذ کمی کو دے کر ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ کمی نے اسے پڑھ کر ایک طرف پھینک دیا پھر بولی۔ "کوئلی کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کے لیے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ میں صرف معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے زندہ رکھا گیا ہے یا غیر ضروری سمجھ کر مار دیا گیا ہے۔"

"اس طرح کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ وہ غیر ضروری نہیں ہے، اسے زندہ رکھا جائے گا۔ وہ سپر ماسٹر کے شعبے میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔"

"تم نے کوئی رائے قائم کی کہ ان وحشت گردوں کے کیمپ کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

"ہاں ایک اندازہ ہے۔ سپر ماسٹر نے خاموشی اختیار کر لی ہے لیکن وہ خاموش نہیں ہے، ایک نیا پُراسرار خیال خوانی کرنے والا بن کر اس نے مجھے اس جزیرے میں پہنچا دیا ہے۔"

"تم عجیب چونکا دینے والی بات کر رہے ہو۔ سپر ماسٹر ایسا کیوں کرے گا؟"

"اس نے میرے پاپا سے وعدہ کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے

بعد میرے بھائی پارس علی تیمور کو رہا کر دے گا۔ کل رات معلوم ہوا کہ سلمان رازی، علی تیمور کو اغوا کر نے گیا ہے، جیسے یہ بچوں کا کھیل ہو۔ کیا سپر ماسٹر کی قید سے کسی کو نکال کر لایا جاسکتا ہے؟"

"بہت مشکل ہے بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔"

"ہمیں آج یہاں معلوم ہو گا کہ سلمان رازی میرے بھائی کو اُس کی قید سے نکال لایا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"تم جلد ہی سُن لو گی اور تسلیم کرو گی کہ سلمان رازی کے لیے سپر ماسٹر کا قید خانہ باپ کا گھر ہو گیا ہے۔ وہ گیا اور باپ کے گھر سے میرے بھائی کو یہاں لے آیا۔ سپر ماسٹر بعد میں اپنی مسلسل خاموشی کی وجہ یہ بتا سکتا ہے کہ کسی دشمن نے اسے زخمی کر دیا تھا اور وہ خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اُسے زخمی کرنے والا پارس علی تیمور کو اغوا کر چکا ہے، یعنی جب پارس علی تیمور، سپر ماسٹر کی قید میں نہیں ہو گا تو میرے پاپا اس سے رہائی کا مطالبہ کیسے کریں گے؟"

"لیکن کسی نئے پُراسرار خیال خوانی کرنے والے کا وجود کون تسلیم کرے گا؟"

"تم شاید نہیں جانتیں، سات ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے جن میں سپر ماسٹر، ڈینی دانیال اور ایک نامعلوم شخص زندہ ہیں، باقی چار مر چکے ہیں۔ اس نامعلوم شخص کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اسی نے ہم دونوں بھائیوں کو اغوا کر کے کہیں قید کر رکھا ہے۔"

"یہ بڑا پیچیدہ ڈراما ہے مگر سمجھ میں آتا ہے، سپر ماسٹر تم دونوں بھائیوں کے اغوا کے الزام سے بچنے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔"

چار مسلح افراد نے آ کر پارس سے کہا "ناشتا بہت ہو چکا، اب اُٹھو۔"

پارس اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کمی نے پوچھا "اسے کہاں لے جا رہے ہو؟"

ایک شخص نے آہنی دروازہ کھول کر اسٹین گن سے کمی کو دھکا دیتے ہوئے کہا "یہاں قیدیوں کے سوالوں کے جواب نہیں دیے جاتے، چلو۔"

اسے اندر پہنچا کر آہنی دروازے کو مقفل کر دیا گیا۔ پارس اسٹین گن کے نرغے میں باہر آیا۔ اسے ایک جیپ میں بٹھایا گیا۔ پھر وہ جیپ ایک طرف چل پڑی۔ آگے پیچھے بھی گاڑیاں تھیں۔ انھیں اندیشہ تھا کہ وہ دو چار مسلح افراد کو ختم کر کے فرار ہو سکتا ہے۔ وہ ایک جزیرے میں تھے۔ فرار ہو کر وہ سمندر میں

ڈوبنے نہیں جاسکتا تھا۔ ان کے اندیشوں سے ظاہر تھا کہ ... ہونے کے لیے ساحل پر موٹر بوٹ اور دوسری کشتیاں ... ایک آدھ ہیلی کاپٹر ہے۔ دشمن بہت چالاک ہو سکتا ... لیکن اپنی حماقتوں سے فرار کا راستہ سُجھا رہے تھے۔

ایک پختہ مکان کے سامنے گاڑیاں رُک گئیں ... آدمی اسے گاڑی سے اُتار کر ایک بڑے سے کمرے ... پھر انھوں نے باہر جا کر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ کمرا ... سے خالی تھا۔ صرف ایک بستر اور دو کرسیاں تھیں ... میں دیر نہیں لگی کہ اس بستر پر اُسے لِٹا کر تنویمی عمل کیا جا... گا۔ وہ آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

بند کمرے میں کسی کی آواز اُبھرنے لگی۔ آواز ایسی ... بھاری بھرکم اور گونجتی ہوئی سی تھی کہ سُن کر ہیبت طاری ... ہوتی تھی۔ وہ نرمی سے بول رہا تھا لیکن آواز گرجتی محسوس ہو... اور دل کو دھڑکاتی تھی۔ پارس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس ... کی تابعداری میں جُھکتا چلا جاتا۔ ایسی شیطانی آواز اور لہجہ ... آسانی سے کسی کو بھی اپنا معمول اور تابع فرمان بنا لیتا ہے۔

وہ کہہ رہا تھا "اے نوجوان! تو سوچ رہا ہے ... دماغ میں سوچ کی لہروں کو سُن رہا ہے؟ اگر سُن رہا ہے ... بڑی اچھی بات ہے۔ تیرے ذریعے تیرا باپ بھی میری ... سُن رہا ہو گا۔ میں اُس سے پوچھنا چاہتا ہوں، ایک معصوم ... کے دماغ میں قبضہ جما کر اس سے شرابی کی ایکٹنگ کرا... اسے مدہوش رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟ وہ اس ... کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

پارس سمجھ گیا، یہ بات یاسمینہ کے متعلق کہی جا رہی ہے۔ پچھلی رات اس کے زہر کی ایک ذرا سی مقدار ... یاسمینہ کو بے خود کر دیا ہو گا۔ بے خودی میں نہ جانے کیا ... کہتی اور کرتی رہی ہو گی۔ وہ لوگ سمجھ رہے تھے، فرہاد ... اس لڑکی کے دماغ میں جگہ بنالی ہے۔

کمرے میں اُبھرنے والی آواز نے پوچھا "تو جواب ... نہیں دیتا؟ خاموش کیوں ہے؟ میں فرہاد علی تیمور سے ... کے بیٹے کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

پارس اطمینان سے کرسی پر خاموش بیٹھا رہا۔ اس لیے ... لہجے میں کہا "پارس! میں تجھ سے مخاطب ہوں، کیا تیرا باپ ... نہیں ہے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ آواز گرجنے لگی۔ اُس ... سے پورا کمرا جیسے جھنجھنا رہا تھا "میں تجھے حکم دیتا ہوں ... جواب دے، جواب دے، میری ایک آواز پہ مُردے ...

پڑتے ہیں۔ تو بھی بولے گا۔ بول، بول! میری بات کا جواب دے۔"

پارس سامنے والی کرسی پر پاؤں پھیلا کر اور زیادہ آرام سے بیٹھ گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی ایک اندرونی دروازہ کُھلا۔ یاسمینہ کی ماں تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ وہ بہت غصے میں تھی۔ پارس جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ڈانٹ کر بولی "تم سے جو پوچھا جا رہا ہے، اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

اس نے پوچھا "کیا وہ پوچھنے والا پردہ کرتا ہے؟"

"وہ سامنے آئے گا تو تم دہشت سے بولنا بھول جاؤ گے۔"

"جن ماؤں نے میری پرورش کی انھوں نے بچپن میں کسی بھوت سے نہیں ڈرایا، تم جوانی میں ڈرا رہی ہو، بہرحال، جو سامنے آ کر بولے، میں اسی کی بات کا جواب دیتا ہوں۔"

اس نے چند لمحوں تک اسے گھور کر دیکھا پھر بولی۔ "میں تمھارے سامنے بول رہی ہوں۔ اپنے باپ سے کہو کہ مجھ سے باتیں کرے۔"

"کل سے میری یہی دُعا ہے کہ پاپا میرے پاس آئیں، مگر افسوس کہ میری دُعا قبول نہیں ہو رہی ہے۔"

"تمھارے اس جھوٹ کو ایک نادان بھی تسلیم نہیں کرے گا۔"

"کیا میں ایک نادان سے باتیں کر رہا ہوں؟"

"یو شٹ اَپ! کل رات میری بیٹی کے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

"تم ہی بتانے کی زحمت کرو، کیا ہوا تھا؟"

"وہ مدہوش ہو گئی تھی، جیسے بہت زیادہ نشہ کیا ہو۔"

"میں نے یاسمینہ سے مختصر سی ملاقات کی ہے، وہ ایک سیدھے اور صاف دل کی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں کبھی نشہ نہیں کرتیں پھر وہ مدہوش کیسے ہو سکتی ہے؟"

"تم میرا ہی سوال مجھ سے پوچھ رہے ہو۔"

"یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب ایک ماں ہی دے سکتی ہے۔ تم ایک جہاں دیدہ عورت ہو، پتا نہیں کتنے بچوں کی ماں ہو۔ ذرا عقل سے سوچو، ایک جوان لڑکی کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے۔"

وہ پریشان ہو گئی۔ آخر ماں تھی۔ سر جُھکا کر سوچنے لگی۔ پارس نے کہا "میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہتا ہوں... پاپا سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یقیناً وہ بیمار ہوں گے۔ تمھاری پشت پر جو خیال خوانی کرنے والا ہے، اُس سے کہو میرے دماغ میں آئے، وہ نہیں آسکے گا۔ میرے بھائی علی تیمور سے میرا دماغ مختلف ہے۔ پاپا نے تنویمی عمل کے ذریعے ایسی گرہ باندھ دی ہے کہ میری ماما اور انکل آمر بھی میرے دماغ میں نہیں آسکتے۔ کوئی بھی آنا چاہے گا تو میں بے اختیار سانس روک لوں گا۔ میں خود کوشش کروں کہ ماما وغیرہ دماغ میں آجائیں تو میری کوشش ناکام ہو گی۔ تم کسی تنویمی عمل کرنے والے سے کہو، وہ مجھے اپنا معمول بنا کر میرے اندر کی سچائی معلوم کرے۔ مختصر یہ کہ میں کسی بھی طرح تمھیں اپنی سچائی کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ اور یہ صرف اس لیے کہ تم یاسمینہ کی ماں ہو۔ وہ بہت سیدھی کھری اور معصوم سی لڑکی ہے، مختصر سی ملاقات میں میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی پھر بولی "کیا تم یاسمینہ کو دل سے چاہتے ہو؟"

"میں اسے ایمان سے چاہتا ہوں اور ایمان ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ تم ذرا تفصیل سے بتاؤ، کل رات اسے کیا ہوا تھا؟"

"وہ تم سے بچھڑتے ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی تھی۔ صرف تمھارے پاس جانے کے لیے مچل رہی تھی۔"

"کیا وہ کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کے لیے ایسی ہی ضد کرتی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میری دونوں بیٹیاں سنجیدہ اور متحمل مزاج ہیں، وہ ایسی ہی خواہش کرتی ہیں جو پوری ہو جائے۔ جو پوری نہ ہو اُسے نظر انداز کر دیتی ہیں۔"

"تو پھر ایک ہی بات میری سمجھ میں آتی ہے۔ مجھے اس سے ملنا نہیں چاہیے تھا۔ ہم نے مختصر سا وقت گزارا ہے مگر وہ اتنے پیار بھرے لمحات تھے جن کے چِھن لیے جانے پر ایک نوجوان لڑکی ہسٹیریا میں مبتلا ہو سکتی ہے۔"

وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ کر بولی "اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے سوچا نہیں تھا۔ کل رات وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ اُس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔"

"ٹھہرو۔ تم کہہ رہی ہو، اُس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ ابھی وہ چُھپ کر بولنے والا کہہ رہا تھا، میرے پاپا ایک معصوم لڑکی کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے شرابی اور مدہوش بنا رہے تھے۔ یہ بات دل کو لگتی ہے کہ یاسمینہ کا دماغ کسی نے اپنے قابو میں کر رکھا ہو۔ اس کا مقصد صاف ظاہر ہے، وہ مجھے اور میرے پاپا کو بدنام کرنا چاہتا ہے۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو، میں نہیں سمجھی؟"

"یہ سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے۔ یاسمینہ مجھ سے بچھڑتے ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی۔ میرے پاپا کا ریکارڈ اس بات کا مستند ثبوت ہے کہ وہ کسی شریف لڑکی کے دماغ کو کبھی چوری سے نہیں پڑھتے، پھر بیٹا جس لڑکی کو چاہتا ہو۔ اُس کے دماغ میں کیسے جاسکتے ہیں! ایک غیرت مند باپ اپنی بہو جیسی لڑکی کے چور جذبوں کو اس کے اندر کبھی نہیں پڑھے گا اور نہ ہی اس معصوم کو کل کی طرح تماشا بنائے گا۔ میرے پاپا صرف ایسے دماغوں میں جاتے ہیں جن کے ذریعے اہم مقاصد پورے کیے جاسکیں۔ بہرحال میں اپنی اور پاپا کی صفائی میں زیادہ نہیں کہوں گا لیکن یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا یاسمینہ کے دماغ میں آتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ یاسمینہ میری محبت میں گرفتار ہو۔ وہ تمہیں یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ تمہاری بیٹی خیال خوانی کرنے والوں کے خاندان میں جائے گی تو اسی طرح دماغی مریضہ بن جائے گی۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فکر میں مبتلا ہوگئی۔

پارس نے کہا "ایسے وقت کوئی معقول بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ابھی تمہارے لیے یہ سمجھنا ضروری نہیں ہے کہ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ اور ایسا کون کررہا ہے؟ ایک ماں کی حیثیت سے پہلے بیٹی کا تحفظ کرو۔ میں اکثر باتیں وقت سے پہلے سمجھ لیا کرتا ہوں۔ اس کمرے کا ماحول اور پس پردہ بولنے والے کی آواز بتا رہی ہے کہ یہاں مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ میں یاسمینہ کی محبت میں تمہیں دانشمندانہ مشورہ دیتا ہوں، جتنی جلدی ہو سکے بیٹی پر تنویمی عمل کراؤ اور اس کے دماغ کو یوں مقفل کرا دو کہ میرے پاپا اور تمہارا کوئی خیال خوانی کرنے والا کبھی اس کے دماغ میں جگہ نہ پاسکے۔ مجھے یقین ہے، تم بیٹی کی حفاظت کے لیے فوراً یہ قدم اٹھاؤ گی۔"

وہ اچانک کرسی سے اُٹھ کر بولی "بیٹے! تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ ٹھہرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ پارس کرسی پر بیٹھ گیا۔ دوسرے کمرے سے باتیں کرنے کی دھیمی سی آوازیں آئیں پھر وہ آوازیں بلند ہوگئیں۔ یاسمینہ پوچھ رہی تھی "ممی! یہ پابندی کیوں ہے؟ میں اس سے کیوں نہیں مل سکتی؟"

"بیٹی! یہ پابندی شام تک اٹھالی جائے گی۔ تم اُس سے ضرور ملو گی۔ ابھی ہم اس کے ساتھ مصروف ہیں۔"

پارس تیزی سے اُٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ یاسمینہ کہہ رہی تھی "پارس ابھی مصروف نہیں ہے۔ کمرے میں تنہا ہے۔ میں پانچ منٹ کے لیے اُس کے پاس جاسکتی ہوں۔"

پارس دروازہ کھول کر اُن کے سامنے آگیا۔ یاسمینہ اسے دیکھتے ہی خوشی سے چیخ پڑی۔ دوڑتی ہوئی آکر مقناطیس… اس کمرے میں اس کی ماں کے ساتھ ایک لمبا تڑنگا پہلوان شخص بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ اسے تنویمی عمل میں مہارت حاصل ہوگی۔ پارس نے یاسمینہ کو ایک طرف لے جاکر کہا "تم یہاں کھڑی رہو۔ میں جو سوال کروں اُس کا جواب دو۔ میں نے پہلی ملاقات میں سمجھ لیا ہے، تم جھوٹ نہیں بولتی ہو، خصوصاً مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولو گی۔"

"میں جھوٹ بولنے سے پہلے مر جاؤں گی۔"

وہ اُس سے دُور جاکر بولا "تمہاری ممی نے بتایا ہے تم کسی بات کی ضد نہیں کرتیں۔"

وہ بولی "ممی درست کہتی ہیں۔"

"تمہاری ممی اور پاپا نے تمہیں یقین دلایا ہے کہ ایک دن ہم دونوں جیون ساتھی بنیں گے اور تمہیں اپنے والدین پر پورا بھروسا ہے؟"

"ہاں، مجھے اُن پر پورا بھروسا ہے، پھر تمہاری محبت نے بھی یقین دلایا ہے کہ ہم ضرور جیون ساتھی بنیں گے۔"

اس کی ماں اور وہ شخص پوری توجہ سے پارس کو دیکھ رہے تھے اور اس کی باتیں غور سے سُن رہے تھے۔ وہ بولا "یاسمینہ! اب اپنے اندر جھانک کر خوب سوچ سمجھ کر جواب دو، کیا تمہارے اندر یہ خیال ایک شدید خواہش بن کر مجبور کرتا ہے کہ تم بھاگ کر میرے پاس چلی آؤ؟"

"ہاں میرے اندر بار بار یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔"

پارس نے اچانک سخت لہجے میں کہا "یہ خواہش نہیں، پرائی سوچ کی لہریں ہیں جو تمہیں میرے پاس آنے پر مجبور کرتی ہیں۔ تم اپنے والدین کی سعادت مند بیٹی ہو۔ ان سے چھپ کر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتیں جس سے ان کے دلوں کو ٹھیس پہنچے۔ اس کے باوجود وہ سوچ کی لہریں والدین پر تمہارے اعتماد کو کمزور بنا رہی ہیں۔ تمہارے صبر و تحمل کو ختم کررہی ہیں۔ تم اپنے اندر جھانک کر خود سے سوال کرو، جب ہمارے جیون ساتھی بننے پر والدین کو اعتراض نہیں ہے اور تمہیں مجھ پر بھروسا ہے تو پھر تمہارے اندر [illegible] کون شیطان پیدا کررہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر کھڑی رہی پھر بولی "ہاں میں سوچتی ہوں، مجھے مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے لیکن یہ سوچنے کے باوجود میرے اندر

آپ تم سے ملنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔"

"اور تم اس تحریک پر قابو پا نہیں سکتیں، کیوں کہ پرائی سوچ کی لہریں تمہارے دماغ پر حاوی ہوجاتی ہیں۔ کل رات تمہاری ممی تمہیں اپنے قابو میں نہ رکھتیں تو وہ خیال خوانی کرنے والا تمہیں مدہوش کرکے میرے پاس پہنچا دیتا اور تمہارے والدین پر یہ ثابت کر دیتا کہ میرے پاپا نے ایک معصوم لڑکی کی عزت کی دھجیاں اُڑانے کے لیے اُسے میرے پاس پہنچا دیا ہے۔ میرے پاپا ایسی گندی اور گھناؤنی حرکت کبھی نہیں کرسکتے۔ جو ایسی ناپاک سازش کر رہا ہے، میں اس پر تھوکتا ہوں۔"

یاسمینہ کی ماں کے پاس بیٹھا ہوا شخص اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اٹھنے پر اس کا پہاڑ جیسا ڈیل ڈول اور واضح ہوگیا۔ جب وہ بولا تو پتا چلا، اسی شخص کی آواز دوسرے کمرے میں گونج رہی تھی۔ اس نے پارس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "واقعی تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں۔ مجھے سلمان رازی کہتے ہیں۔"

پارس نے چونک کر کہا "اوہ مسٹر رازی! تم سے مل کر بے حد خوشی ہورہی ہے۔ اگر میری کوئی اچھائی تمہیں پسند آئی ہے تو اس کے صلے میں فوراً بتاؤ، میرے بھائی کو یہاں لانے میں کامیابی ہوئی ہے یا نہیں؟"

وہ مسکرا کر بولا "سلمان رازی کی زندگی میں ناکامی ہمیشہ ناکام رہتی ہے۔ میں علی تیمور کو لے آیا ہوں۔ تم اس سے شام کو مل سکو گے۔ تم دونوں بھائی آج رات کا کھانا ہمارے گھر میں میری فیملی کے ساتھ کھاؤ گے۔"

"تمہاری محبت کا بہت بہت شکریہ۔"

سلمان رازی نے کہا "لیکن بیٹے! اس سے پہلے میں اپنے اطمینان کے لیے تم پر تنویمی عمل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں یاسمینہ کے والدین کو مطمئن کرنے کے لیے کسی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن ایک بات بتا دوں، میں فولادی مزاج رکھتا ہوں، کوئی مجھے آسانی سے اپنا معمول نہیں بنا سکتا۔ اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو مجھے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائیں یا انجکشن لگائیں۔"

سلمان رازی حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بیگم رازی نے آگے بڑھ کر کہا "میں تو پارس پر ایمان لے آئی ہوں۔ دیکھو رازی! یہ ہمارے لیے کتنا سچا ہے۔ اپنی مرضی سے تمہارا معمول بننے کے لیے اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہونے کو تیار ہے۔ کیا اس طرح کوئی جان بوجھ کر اپنا دل اور دماغ کسی کے حوالے کرسکتا ہے؟"

سلمان رازی نے کہا "بیٹے! تم نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ آخر ہم میں ایسی کیا بات ہے کہ تم اپنا دماغ میری مٹھی میں دینے کو تیار ہو؟"

پارس نے یاسمینہ کو دیکھا، وہ بڑی محبت سے مسکرا رہی تھی۔ وہ بولا "کسی کو دوستی اور محبت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے برسوں لگ جاتے ہیں لیکن یہاں یاسمینہ سے ملتے ہی ثبوت مل گیا کہ تم میرے دشمن نہیں ہو، اگر دشمنی کرو گے تب بھی مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گے کیوں کہ دشمن خواہ کتنا ہی شیطان صفت ہو، وہ اپنے داماد کو کبھی نقصان نہیں پہنچاتا۔"

دونوں میاں بیوی بے اختیار واہ واہ کرنے لگے۔ یاسمینہ آکر اپنے محبوب کے بازو سے لگ گئی۔ اس کے باپ نے کہا "میں نے انسانوں اور شیطانوں کی بہت دنیا دیکھی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، تمہارے جیسا ذہین نوجوان پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ تم نے ہم پر اعتماد کرنے کے لیے جو اہم نکتہ بیان کیا ہے، اس سے زیادہ ٹھوس اور مدلل بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک بات بتاؤ، تمہارے پاپا کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"میں جو بات کہہ چکا ہوں، اس کی بنیاد پر پاپا سے بہ آسانی دوستی ہو جائے گی لیکن مجھ پر تنویمی عمل کے بعد بھی دماغ کو اس حد تک آزاد رکھنا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کرسکیں۔ اگر یہ رابطہ ختم ہوگا تو وہ تمہیں دشمن سمجھیں گے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں۔ میرے تنویمی عمل کے بعد باپ بیٹے کے درمیان ہمیشہ دماغی رابطہ قائم رہے گا۔"

"اب میری ایک خواہش ہے۔"

"ہم تمہاری ہر خواہش پوری کریں گے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، آپ یاسمینہ کے دماغ کو لاک کردیں تاکہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اُس کے دماغ میں نہ آئے۔"

"بیٹے! یہ تو تم ہمارے ہی فائدے کی بات کہہ رہے ہو۔ میں ابھی اس کے دماغ کو بھی لاک کروں گا۔"

سلمان رازی نے ایک ماتحت کو حکم دیا، وہ اعصابی کمزوری کے لیے ایک انجکشن تیار کرکے لے آیا۔ پارس نے یاسمینہ کے پاس آکر اس کے ایک ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر کہا "شام کو ہماری ملاقات ہوگی۔ اپنے دماغ میں کسی شیطان کو آنے نہ دینا۔"

اس نے گورے گلابی سے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر دوسرے

کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ سلمان رازی نے اس کے ایک بازو میں انجکشن لگایا، پھر قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر ردِ عمل دیکھنے لگا۔ ذرا سی دیر میں پارس اپنی آنکھوں سے یہ تاثر دینے لگا جیسے بہت کمزوری محسوس کر رہا ہو۔ سلمان رازی نے اس کی نبض تھام لی۔ نبض کی رفتار اور دل کی دھڑکنوں کا تعلق انسان کی سانسوں سے ہے۔ سانس رُک جائے تو نبض اور دل دونوں تھم جاتے ہیں۔ جو لوگ سانس روکنے کے ماہر ہوتے ہیں وہ سانسوں کی کمی بیشی سے نبض کی رفتار کو بھی سُست، تیز یا نارمل رکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔ سلمان رازی نے اس کی نبض کو سُست پایا اور یقین کر لیا کہ پارس اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو چکا ہے۔

وہ بستر کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ پارس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی نظریں نیچی کر لیں۔ وہ بھاری بھرکم، تحکمانہ لہجے میں بولا۔ ”نظریں اٹھاؤ اور میری آنکھوں میں دیکھتے رہو۔“

اس نے آہستہ آہستہ نظریں اٹھائیں پھر یوں ساکت ہو گیا جیسے سلمان رازی کی مقناطیسی آنکھوں میں ڈوب چکا ہو۔ وہ گونجتی ہوئی سرگوشی میں بول رہا تھا۔ ”تم میری آنکھوں میں دیکھو گے اور اِن آنکھوں کے سوا کہیں نہیں دیکھو گے۔ تمہارے کان صرف میری آواز سنیں گے۔ دنیا کی کوئی آواز تمہارے کانوں میں نہیں جائے گی۔ یہ دنیا تمہاری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ تمہاری محدود دنیا میں صرف میری آنکھیں ہیں اور میری آواز ہے۔“

وہ تھوڑی دیر تک رُعب اور دبدبے سے بولتا رہا پھر اُس نے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ پارس نے آہستہ آہستہ آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”تم سو رہے ہو، مگر تنویمی نیند سو رہے ہو۔ تمہارا دماغ میری آواز سننے اور میرے احکامات قبول کرنے کے لیے بیدار رہے گا۔“

وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک پارس کو دیکھتا رہا۔ اسی لمحے پارس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر ایک دم سے ہڑبڑا کر اُٹھ گیا۔ بڑی کمزوری ظاہر کرتے ہوئے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ سلمان رازی نے پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

وہ نڈھال سا ہو کر بولا۔ ”کوئی میرے دماغ میں آیا تھا۔“

”کیا تم تنویمی عمل کے زیرِ اثر نہیں تھے؟ کیا ٹرانس میں نہیں آئے تھے؟“

وہ نڈھال سا ہو کر پھر لیٹ گیا۔ کمزور سی آواز میں کہنے لگا۔ ”میں نیند میں تھا۔ مجھے تمہاری صورت اور مُورت سے زیادہ تمہاری آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ شاید تم نے کچھ کہا بھی تھا۔ میں نے تمہاری آواز سُنی تھی۔“

”بے شک تم ٹرانس میں آگئے تھے۔ اوہ خدایا! میری اتنی محنت برباد ہو گئی۔ تمہارے دماغ میں کون آیا تھا؟“

”میں نہیں جانتا۔ اتنا جانتا ہوں کہ میرا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتا ہے اور بے اختیار میں سانس روک لیتا ہوں۔ اگر نیند میں رہوں تو چونک کر اُٹھ جاتا ہوں۔“

”تمہیں اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا گیا ہے۔ اس سے دماغ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ پھر دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کیا؟“

”میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ مجھے کچھ پینے کے لیے دو۔“

سلمان رازی نے کمرے سے باہر جا کر دودھ اور اوولٹین لانے کا حکم دیا پھر اندر آگیا۔ اس سے بولا۔ ”میری بات کا جواب دو۔“

پارس نے ایک گہری سانس لے کر یوں اٹکتے ہوئے کہا جیسے سچ مچ حلق خشک ہو رہا ہو....... ”میں تفصیل سے نہیں بتا سکتا کہ پاپا نے مجھ پر کیسا عمل کیا ہے اور کس ٹیکنیک سے میرے دماغ کو فولاد بنا دیا ہے۔ میرا دماغ ہزار کمزوریوں کے باوجود دوسروں کی موجودگی کو سمجھ لیتا ہے۔ تم اس بات کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا معمول ٹرانس میں آنے کے بعد اس لیے تمہاری ہر بات مان لیتا ہے کہ اس کا دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ تم اس سے کہتے ہو، وہ صرف تمہاری آواز سُنے اور دنیا کی تمام آوازوں سے بہرا ہو جائے۔ وہ سچ مچ عمل کے دوران دنیا کی کوئی آواز نہیں سنتا لیکن عمل کے دوران کوئی تیسرا مداخلت کرے تو تنویمی نیند ٹوٹ جاتی ہے۔“

سلمان رازی نے تائید میں سر ہلایا۔ ”تنویمی عمل ایسی جگہ کیا جاتا ہے جہاں مکمل خاموشی ہوتی ہے اور کوئی مداخلت کرنے والا نہیں ہوتا۔ اُن لمحات میں معمول کا دماغ کمزور ہوتا ہے، اپنے عامل کی طرف جھکتا چلا جاتا ہے لیکن ذرا سی مداخلت سے چونک جاتا ہے۔“

پارس نے پوچھا۔ ”جب دماغ بیرونی مداخلت سے چونک جاتا ہے تو اندرونی مداخلت سے کیوں نہیں چونکے گا؟“

دروازے پر دستک ہوئی۔ سلمان رازی نے جا کر دروازہ کھولا، دودھ اور اوولٹین سے بھرا ہوا گلاس لیا پھر اسے پارس کو لا کر دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پارس نے دودھ پیتے ہوئے چور نظروں سے دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔ اس کی خاموشی اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے دماغ میں کسی خیال خوانی کرنے والے سے باتیں کر رہا ہے۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دوسری طرف گیا۔ ایک دیوار کے سامنے رُک گیا۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی پُشت پارس کی طرف تھی۔ معلوم ہوتا تھا، وہ کسی اہم مسئلے پر ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بحث کر رہا ہے۔ اس نے ایک بار انکار میں سر ہلایا۔ شاید اسے کوئی بات پسند نہیں تھی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اس انداز میں اٹھایا جیسے اپنی کوئی بات منوانا چاہتا ہو، پھر اس نے اُٹھے ہوئے ہاتھ کی مُٹھی باندھ لی جیسے کوئی بات ناقابلِ برداشت ہو اور وہ برداشت کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر اچانک ہی اس کمرے میں زلزلہ سا آگیا۔ اس نے دیوار پر ایک گھونسا مارتے ہوئے شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا۔ ”یو شٹ اَپ! سوٴر کے بچے! تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ میں تمہارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو خاک میں ملا دوں گا۔ اب اچھی طرح سُن لو۔ اس لمحے سے تم میرے اور میری فیملی کے کسی ممبر کے دماغ میں نہیں آؤ گے۔ پہلے میں باس سے دو باتیں کر دوں گا، پھر تم سے نمٹ لوں گا۔ چلو میرے دماغ سے نکل جاؤ۔ گیٹ آؤٹ۔“

سلمان رازی خاموش ہو گیا۔ یقیناً اُس نے سانس روک کر خیال خوانی کرنے والے کو بھگایا ہو گا۔ وہ تھوڑی دیر تک مُٹھیاں بھینچے کھڑا رہا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس نے غصے میں پارس کو یا تو بھلا دیا تھا یا اب تنویمی عمل سے بھی زیادہ اہم مسئلہ درپیش تھا۔ اس نے دوسرے کمرے میں آکر فون کا ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے بیگم سلمان رازی کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ ”خانم! میری بات غور سے سنو اور بیٹیوں کو بھی سمجھا دو۔ اس لمحے سے تم ماں بیٹیاں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دو گی۔“

وہ بولی۔ ”ہمارے دماغوں میں صرف ماسٹر زیرو آتا ہے۔“

”میں اُس زیرو کو سچ مچ زیرو بنا دوں گا۔ پارس کی ایک بات درست ہے۔ ابھی میں نے باتوں باتوں میں ماسٹر زیرو کے دل کی بات معلوم کر لی۔ یوں سمجھو، پارس کی رقابت میں اس نے دل کی بات کہہ دی کہ وہ یاسمینہ کو چاہتا ہے چونکہ ہماری بیٹی اس کے مقابلے میں کم سِن ہے اس لیے وہ مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ پارس کی آمد نے رقابت کی آگ بھڑکا دی۔“

خانم نے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے، کل رات وہی کم بخت میری بچی کو پریشان کر رہا تھا۔“

”ہاں مگر وہ کل رات کی شیطانی حرکتوں کو تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، وہ یاسمینہ کو کسی غیر کے ساتھ... برداشت نہیں کرے گا۔ وہ اس کا رشتہ مانگ کر ہم سے دوستی مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ میں نے انکار کیا تو اُس نے دھمکی دی کہ وہ جب چاہے گا چٹکی بجا کر یاسمینہ کو حاصل کر لے گا۔“

”اوہ خدایا! اب کیا ہوگا، وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔“

”تم رازی کی بیوی ہو کر خوف زدہ ہو۔ خدا کا شکر ادا کرو، ہم سب سانس روک سکتے ہیں۔ ہماری بیٹیاں اسی طریقے سے فی الحال محفوظ رہیں گی۔ میں اس سے نمٹنے جا رہا ہوں۔ بیٹیوں کو سختی سے تاکید کرو، وہ کسی حال میں بھی ایک لمحے کے لیے اسے دماغ میں نہ آنے دیں۔“

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اپنے ماتحت کو بلا کر کہا۔ ”ٹرانسمیٹر لاؤ اور جمشید کو یہاں بھیج دو۔“

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ پارس سمجھ رہا تھا، بازی پلٹ رہی ہے۔ وہ بستر سے اٹھ کر دروازے پر آیا۔ اعصاب شکن انجکشن نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ جب اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا تو بھلا دوائیں کیا خاک اثر کرتیں۔ پھر بھی وہ دروازے کا سہارا لے کر کمزوری ظاہر کرتے ہوئے بولا۔ ”مسٹر رازی! میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تنویمی عمل نہیں کرو گے؟“

سلمان رازی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کے پاس آکر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ”تم میرے بیٹے ہو، جب تک کوئی مجبوری نہیں ہوگی، میں تم پر عمل نہیں کروں گا۔ ابھی میں آستین کے سانپ کو کچلنے کا بندوبست کر رہا ہوں۔“

اس کا ماتحت ٹرانسمیٹر لے آیا۔ جمشید نے آکر اسے سیلوٹ کیا۔ سلمان رازی نے ماتحت سے کہا۔ ”پارس کے لیے تازہ پھل لے آؤ۔“

وہ چلا گیا۔ سلمان رازی نے پارس سے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا پھر جمشید سے مخاطب ہوا۔ ”میرے جتنے وفادار یوگا کے ماہر ہیں یا حساس دماغ رکھتے ہیں انھیں فوراً حکم دو کہ ماسٹر زیرو کو دماغ میں ایک ساعت کے لیے

بھی نہ آنے دیں۔ اور جو مسلح وفادار سانسوں پر قابو پانا نہیں جانتے ان سب سے ہتھیار لے کر اسلحہ خانے میں لاک کر دو، جاؤ، مجھے پندرہ منٹ کے اندر بتاؤ، میرے احکامات کی کہاں تک تعمیل ہوئی ہے۔"

وہ سلام کرکے چلا گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا پھر رابطہ قائم ہونے پر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولا۔ "سالار یامین! میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔ اس لمحے سے ماسٹر زیرو کو اپنے دماغ میں ایک ساعت کے لیے بھی نہ آنے دو۔ دونوں ہیلی کاپٹرز کی چابیاں میرے پاس لے آؤ۔ ان کے ایک آدھ پرزے نکال کر انھیں پرواز کے ناقابل بنا دو۔ جس طیارے میں پارس کو لایا گیا تھا، اسے بھی بیکار کرکے فوراً میرے پاس آؤ۔ ماسٹر زیرو سے سامنا ہو تو اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ بس چلے آؤ۔ دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کرکے دوسری فریکوئنسی پر رابطہ قائم کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "یوسف رباط! میرے احکامات غور سے سنو اور فوراً عمل کرو۔ ماسٹر زیرو کو ایک لمحے کے لیے بھی دماغ میں نہ آنے دو۔"

"باس! وہ ابھی پانچ منٹ پہلے میرے دماغ میں آیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہا تھا، ایک موٹر بوٹ تیار رکھی جائے، وہ ابھی ساحل پر آئے گا۔"

"خبردار! اُسے جزیرے سے باہر نہ جانے دینا۔ میرے جتنے وفادار ہیں، انھیں ساتھ لے کر جاؤ۔ تمام موٹر بوٹ اور لانچوں کو وقتی طور پر بے کار کر دو۔ ہمارے جو وفادار لوگ کے ماہر نہیں اُن سے ہتھیار لے کر ساحلی اسلحہ خانہ میں لاک کر دو۔ عیسائی اور یہودی ماتحتوں پر بھروسا نہ کرنا۔ انھیں فوراً نہتا کر دو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ابھی اپنے وفاداروں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ آپ حکم دیں، اگر ماسٹر زیرو یہاں آئے تو اس سے کیسا سلوک کیا جائے؟"

"اسے گرفتار کرکے کہیں بند کر دو، پھر مجھے اطلاع دو، دیٹس آل۔"

اس نے رابطہ ختم کرکے جزیرے کے جنوبی حصے والے وفادار سے رابطہ قائم کیا۔ اُسے بھی یہی احکامات دیے۔ اس دوران پارس آرام سے بیٹھا پھل کھا رہا تھا۔ سلمان رازی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے فضائی اور بحری راستوں کی ناکا بندی کر دی ہے۔ میں اسے اپنے جزیرے میں بے بس کر دوں گا۔"

پارس نے ایک سیب کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ بے بس نہیں ہوگا۔ یاسمینہ کو ٹریپ کرکے ہم سب کو بے بس کر دے گا۔"

"میری بیٹی اسے دماغ میں آنے نہیں دے گی۔"

"کل رات وہ کسی چور راستے سے اس کے دماغ میں آیا تھا۔"

وہ پریشان ہو کر پارس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پارس سیب چباتے ہوئے بولا۔ "سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ پہلی فرصت میں اُسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی کر دو۔ اپنے تمام وفاداروں کو حکم دو، اُسے فوراً تلاش کر کے اس حد تک زخمی کر دیں کہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔"

اس نے فوراً ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹے! میں پریشانی میں اتنی اہم بات بھول گیا۔ کوئی بات نہیں، ابھی میرے آدمی اسے ڈھونڈ کر زخمی کر دیں گے۔"

وہ ٹرانسمیٹر پر پھر سے اپنے وفاداروں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک جزیرے کے تمام حصوں میں اپنا نیا حکم صادر کرتا رہا۔ پھر ٹرانسمیٹر رکھ کر موجودہ معاملے کے ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا تمھاری رہائش گاہ کے چاروں طرف سخت پہرا ہے؟"

"ہاں، گھر والوں کی اجازت کے بغیر کوئی وہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔"

"یہ کافی نہیں ہے۔ اپنے سیکورٹی گارڈز کو حکم دو کہ تمھاری وائف اور دونوں بیٹیوں کو گھر کی چار دیواری سے باہر نہ جانے دیں۔ ماسٹر زیرو اُن میں سے کسی کے بھی دماغ پر قبضہ جما کر انھیں اپنے پاس بلا سکتا ہے۔"

سلمان رازی نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، خانم سے رابطہ قائم ہوتے ہی پوچھا۔ "تم سب خیریت سے ہو؟"

"ہاں۔ اس نے کئی بار یاسمینہ کے دماغ پر دستک دی۔ ہماری بیٹی نے ہر بار سانس روک لی۔"

"وہ کسی چالاکی سے تم میں سے کسی کو ٹریپ کر سکتا ہے۔ دماغ پر قبضہ جما کر گھر سے باہر بلا سکتا ہے۔ سیکورٹی افسر سے بات کراؤ، میں اسے حکم دوں گا کہ وہ تم میں سے کسی کو گھر سے نہ نکلنے دے۔"

خانم نے کہا۔ "تم نے یہ پہلے کیوں نہ کہا کہ ہمیں گھر سے نکلنا نہیں چاہیے۔ پارس علی تیمور ہماری بیٹی زرینہ کے ساتھ باہر گیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "یہ تو غضب ہو گیا۔ سیکورٹی افسر کو میرا حکم سناؤ اور دو چار محافظوں کو دوڑاؤ کہ وہ زرینہ اور علی تیمور کو ڈھونڈ کر واپس لے آئیں۔"

پارس نے بھائی کا نام سنتے ہی چونک کر پوچھا۔ "علی تیمور کہاں ہے؟ اسے کہاں سے واپس بلا رہے ہو؟"

"علی تیمور میری رہائش گاہ میں تھا۔ ابھی میں تمھیں وہاں لے جانے والا ہوں لیکن وہ زرینہ کے ساتھ کہیں باہر گیا ہے۔ ماسٹر زیرو ان دونوں کو آسانی سے ٹریپ کر لے گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمھاری بیٹی کے ساتھ میرا بھائی ہے۔ اُسے ماسٹر زیرو کا باپ بھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔"

وہ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر بولا۔ "تم نہیں جانتے، علی تیمور کا دماغ ماسٹر زیرو کے قبضے میں ہے۔"

پارس نے ایک دم سے اُٹھ کر پوچھا۔ "کیا مطلب؟ میرا بھائی اس کے قبضے میں کیسے آ گیا؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میں نے ماسٹر زیرو کی مدد سے ہی علی تیمور کو اغوا کیا ہے۔ ورنہ تم جانتے ہی ہو، تمھارا بھائی تم سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ میں صرف اپنی ذہانت اور جسمانی طاقت سے اسے یہاں نہیں لا سکتا تھا۔ ماسٹر زیرو اس کے دماغ میں پہنچ کر جو حکم دیتا ہے، وہ اسی پر عمل کرتا ہے۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب صرف محافظوں کے تلاش کرنے سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ ہمیں بھی ان کے پیچھے جانا ہوگا۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ کتنے ہی مسلح محافظ الرٹ ہو گئے۔ وہ جیپ میں بیٹھ گئے۔ سلمان رازی نے اسٹیئرنگ کو سنبھالا، گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس کے ساتھ ہی تین اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر جیپ کے پیچھے چل پڑیں۔ سلمان رازی دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ وہ غصے میں بعض اوقات بڑی غلطیاں کرتا ہے اور اہم باتیں بھول جاتا ہے۔ وہ ماسٹر زیرو کو جزیرے کے باہر جانے سے روکنے کے انتظامات کرتا رہا اور یہ بھول گیا کہ اُس کا آلۂ کار پارس علی تیمور گھر میں بیٹھا ہے۔

علی تیمور رات کے تین بجے سلمان رازی کے ساتھ جزیرے میں پہنچا تھا۔ تمام راستے کوئی اس کے دماغ میں بولتا رہا تھا۔ "علی تیمور! تم ایک نئی زندگی گزارنے جا رہے ہو اور یہ بھولتے جا رہے ہو کہ اس ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے سے پہلے تم کہاں تھے؟ اور کیسا وقت گزارتے رہے تھے۔ اب تم پچھلی باتیں بھول کر صرف نئی زندگی کی باتیں یاد رکھو گے۔"

پارس علی تیمور کو سپر ماسٹر کی قید میں کوما سے نکال کر اس کا برین واش کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنا کر اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ عمل کرنے والے دو شخص تھے۔ ایک سپر ماسٹر تھا جو اس کے دماغ کے اندر رہ کر میری (فرہاد) پوری فیملی کے اور بابا صاحب کے ادارے کے متعلق معلومات حاصل کر چکا تھا۔ دوسرا شخص تنویمی عمل کرنے والا تھا۔ اس نے علی تیمور کے دماغ میں ایسی گرہ باندھ دی تھی کہ ہم میں سے کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ تک تو پہنچ سکتا تھا لیکن ان چور خیالات تک نہیں پہنچ سکتا تھا جو سپر ماسٹر سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ احکامات اس کے دماغ میں نقش کر دیے گئے تھے کہ وہ بظاہر اپنے والدین کا سعادت مند اور فرماں بردار بیٹا رہے گا لیکن باطن میں سپر ماسٹر سے وفاداری کرتا رہے گا۔

اگر کوئی اس سے پوچھے کہ سپر ماسٹر کی قید میں اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تو وہ جواب دے کہ پچھلی باتیں بھول جاتا ہے۔

اس کے دماغ میں یہ بات نقش تھی کہ وہ سپر ماسٹر کی سوچ کی لہروں کو نہیں پہچانے گا۔ دماغ میں جو آواز آئے گی اُسے پُراسرار احکامات سمجھ کر ان کی تعمیل کرتا رہے گا۔ جب وہ آواز دماغ میں اُبھرے گی تو وہ دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روک دے گا۔

وہ ہر ہفتے کی رات بارہ بجے ساری دنیا سے رابطہ ختم کرکے کسی کمرے میں بند ہو جائے گا۔ بستر پر جا کر لیٹ جائے گا، جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آنکھیں بند کر لے

گا۔ وہ پُراسرار آواز پھر اس پر تنویمی عمل کرے گی اور پچھلے تمام احکامات دوبارہ دماغ میں نقش کرائے گی۔ یعنی اس تنویمی عمل کا اثر صرف ایک ہفتے تک رہتا تھا اس کے بعد دماغ اس کے اثر سے نکلنے لگتا تھا۔ یہ بات سُپر ماسٹر جانتا تھا۔ ویسے تنویمی عمل کرنے والے یہ عام سی بات جانتے ہیں کہ ایسے عمل کا اثر ہفتے دو ہفتے سے زیادہ نہیں رہتا۔ بہت کم ایسے تجربہ کار عامل ہیں جو اپنے معمول کو مہینے بھر تک اپنے اثر میں رکھ سکتے ہیں۔

اُس پُراسرار آواز نے علی تیمور کو حکم دیا کہ وہ جس جگہ جا رہا ہے، اس جگہ کو اپنے چور خیالوں کے اُس خانے میں چھُپا کر رکھے گا جہاں دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ اسے بتایا گیا، وہ جس شخص کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہے اس کا نام سلمان رازی ہے۔ وہ اپنے والدین کو اس کا نام نہیں بتائے گا۔ سلمان رازی کو صرف مہربان دوست کہے گا اور اُس کی رہائش گاہ میں قیام کرے گا۔ اس مہربان کی ایک بیٹی سے وہ دوستی کرے گا پھر اس سے شادی بھی کرے گا۔

ان حالات میں وہ سلمان رازی کے ساتھ رات کے تین بجے جزیرے میں پہنچا پھر ایک جیپ میں بیٹھ کر اس کی رہائش گاہ میں آیا۔ وہاں خانم اور اس کی بیٹی زرینہ سے تعارف ہوا۔ سلمان رازی نے پوچھا "یاسمینہ کہاں ہے؟"

خانم نے بتایا "وہ کیمپ میں پارس سے ملنے کے بعد جنون میں مبتلا ہو گئی تھی، شرابیوں جیسی حرکتیں کر رہی تھی، اب اپنی خواب گاہ میں مدہوش پڑی ہے۔"

علی تیمور نے کہا "میرا بھائی پارس یہاں کیمپ میں ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

سلمان رازی نے کہا "کل صبح اس سے تمھاری ملاقات ہو جائے گی۔"

اُس پُراسرار آواز نے اس کے دماغ میں کہا "علی تیمور! تم کل شام سے پہلے پارس کے سامنے نہ جانا۔ پہلے اس پر تنویمی عمل کیا جائے گا پھر اسے تم سے ملنے کی اجازت دی جائے گی۔"

سپر ماسٹر نے یہی حکم سلمان رازی کو دیا "مسٹر رازی! ہماری حکومت نے تمھیں اس جزیرے کا مالک بنایا ہے۔ تم سے یہ نیا سمجھوتا ہوا تھا کہ تم فرہاد کے دونوں بیٹوں کو جزیرے میں چھُپا کر رکھو گے۔ جس طرح میں نے علی تیمور کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھا ہے، اسی طرح تم پارس کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں لاؤ گے۔ اگر ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں گے تو میں تمھیں فرہاد کے دونوں بیٹوں سے اپنی بیٹیوں کا رشتہ کرنے کی اجازت دوں گا۔"

سلمان رازی نے کہا "مجھے یہ شرط یاد ہے۔ میں صبح پارس پر تنویمی عمل کروں گا۔"

"یاد رکھو، اس عمل سے پہلے دونوں بھائیوں کو نہ ملنا۔ اگر پارس کو معلوم ہوگا کہ علی تیمور تنویمی عمل کے ذریعے معمول بنایا گیا ہے تو وہ بدک جائے گا پھر کبھی تمھارے قابو میں نہیں آئے گا۔"

جب سلمان رازی کو معلوم ہوا کہ پارس نے اور اس کے باپ نے یاسمینہ کو جنون میں مبتلا کیا ہے تو اس نے قسم کھائی تھی، پارس کو عملِ تنویم کے ذریعے اپنا غلام بنا کر رکھے گا لیکن دوسری صبح بازی پلٹ گئی تھی۔ وہ پارس کی سچائی اور ذہانت کا معترف ہو گیا تھا۔ اُدھر رات کو علی تیمور کی ملاقات زرینہ سے ہوئی۔ اس کے دماغ میں پُراسرار آواز نے کہا "اس سے محبت کرو۔ یہ تمھاری ہونے والی شریکِ حیات ہے۔ آئندہ تم یہیں زندگی گزارو گے۔"

زرینہ نے کہا "آؤ، میں تمھاری خواب گاہ تک تمھیں پہنچا دوں۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اس رہائش گاہ کے مختلف حصوں سے گزرنے لگے۔ زرینہ نے کہا "میں نے ممی اور پاپا سے تمھاری بہت تعریفیں سُنی ہیں۔ وہ جب بھی تمھارا ذکر کرتے تھے، تو تم میرے تصوّر میں چلے آتے تھے۔ اب میں تمھیں دیکھ کر اپنے آپ کو بھول گئی ہوں۔ میرا وجود گم ہو گیا ہے۔ اب محض تمھارا سایہ ہوں، تمھارے ساتھ چل رہی ہوں۔"

"ہم چل نہیں رہے ہیں، کھڑے ہو گئے ہیں۔ ویسے تم بہت خوب صورت باتیں کرتی ہو۔ تمھیں دل کی بات کہنے کا سلیقہ آتا ہے۔"

وہ پاس والا دروازہ کھول کر بولی "یہی تمھاری خواب گاہ ہے۔ میں نے کوشش کی ہے، یہاں تمھاری ضرورت کا ہر سامان موجود رہے۔ اس کے باوجود کسی معمولی ضرورت کے لیے بھی سرہانے رکھا ہوا انٹرکام استعمال کرنے۔"

اس نے زرینہ کو دیکھا۔ خواب گاہ کی تنہائی میں اسے فرصت سے دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ سولہ سترہ برس کی نوخیز حسینہ تھی۔ چہرے پر معصومیت بھی تھی اور محبت

بھی جھلک رہی تھی۔ اس کے اندر آواز آئی: "آگے بڑھو، اس سے محبت کرو۔ یہ تمھارے لیے ہے۔"

اس نے زرینہ کے بھرے بھرے بازوؤں کو تھام لیا۔ اسے اپنے قریب لاتے ہوئے کہا "تم اتنی اچھی لگتی ہو کہ میں تمھیں بلانا نہیں چاہتا، ہمیشہ دل کے پاس رکھنا چاہتا ہوں تاکہ بلانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔"

دونوں کو چُپ لگ گئی۔ تھوڑی دیر تک انھیں ایک دوسرے سے کہنے سننے کی فرصت نہ ملی۔ اگر حالات موافق ہوتے تو انھیں بڑی دیر تک فرصت نہ ملتی۔ خانم کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ وہ جلدی سے الگ ہو کر بولی "ممی آ رہی ہیں۔"

"پھر کب آؤ گی؟" علی تیمور نے پوچھا۔

"گھڑی دیکھو، چار بج چکے ہیں۔ اب اچھے بچّے کی طرح سو جاؤ۔"

"سو جاؤں گا لیکن صبح جب تک نہیں آؤ گی، میں آنکھیں نہیں کھولوں گا۔"

خانم نے آکر پوچھا "بیٹے! کمرا پسند آیا؟ کسی چیز کی ہو تو..."

وہ بات کاٹ کر بولا "زرینہ نے سب کچھ سمجھا دیا ہے جب آپ لوگوں کی محبت مل رہی ہے تو بھلا کس چیز کی کمی ہوگی؟"

ماں بیٹی تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں پھر شب بخیر کہہ کر چلی گئیں۔ پارس علی تیمور نے جوتے موزے اتارے، لباس تبدیل کیا پھر دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ اُسی آواز نے کہا "تم بہت خشک مزاج ہو۔ کیا زرینہ حسین اور صحت مند دوشیزہ نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔"

"اس کے رخصت ہوتے وقت کچھ تو مسکرانا چاہیے تھا۔ میں نہ کہوں تو شاید تم اُس کا ہاتھ بھی نہ پکڑو۔"

"دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی لاجواب حُسن سامنے آئے اُسے سمیٹ لیا جائے۔ ایسی حرکتیں میرا بھائی پارس کرتا ہے۔ میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔ یہ دل صرف فرزانہ کے لیے دھڑکتا ہے۔"

"ہم نے پورے امریکا میں فرزانہ کو تلاش کیا۔ کنگ فرنانڈو کی ایک ایک رہائش گاہ اور کاروباری عمارتوں کی تلاشی لی لیکن وہ نہ ملی۔ تمھارے والدین نے اسے کہیں چھُپا دیا ہے۔"

"میرا خیال ہے، فرزانہ نے میرے مشورے پر عمل کیا ہے، وہ سونیا ممّا کے پاس چلی گئی ہے۔"

"اچھا اب سو جاؤ لیکن فرزانہ کو نہیں زرینہ کو یاد کرتے ہوئے آنکھیں بند کرو۔ میں چار گھنٹے بعد آؤں گا۔"

وہ پُراسرار آواز گم ہو گئی۔ پارس علی تیمور نے اس کے حکم کے مطابق زرینہ کا تصوّر کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو چار گھنٹے تک سوتے رہنے کی ہدایت کی پھر نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ اُن دنوں وہ فطری اور غیر فطری دماغ کا حامل تھا۔ وہ فطری طور پر صرف فرزانہ سے وفا کرنے کا قائل تھا لیکن سپر ماسٹر کی چال اسے فطرت کے خلاف زرینہ کی طرف مائل کر رہی تھی۔ پہلے وہ اپنے مزاج کے مطابق دشمنوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اب تنویمی عمل کے نتیجے میں انھی دشمنوں کا درپردہ دوست تھا اور اپنوں سے جھوٹ بول کر جھوٹی سعادت مندی اور فرماں برداری ظاہر کرنے لگا تھا۔ وہ فطرتاً بہت سنجیدہ تھا، کبھی مسکراتا نہیں تھا لیکن اب سُپر ماسٹر کے حکم پر وقتِ ضرورت مسکرانے لگا تھا۔

چار گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھُل گئی۔ اس نے اُٹھ کر اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھولا پھر باتھ روم میں جانا چاہتا تھا، اُس کے اندر آواز آئی "تم نے زرینہ سے کہا تھا، جب تک وہ نہیں آئے گی، تم بستر پر رہو گے اور آنکھیں نہیں کھولو گے۔"

"میں اپنے معمول کے مطابق صبح باتھ روم سے نکل کر جوگنگ کے لیے جاتا ہوں اور جب تک تھک نہیں جاتا، تب تک دوڑتا اور ورزش کرتا رہتا ہوں۔"

"آج معمول کے مطابق ایسا نہ کرو۔ زرینہ کو اپنی محبت سے متاثر کرنے کے لیے بستر پر لیٹ جاؤ۔ وہ آتی ہی ہوگی۔"

وہ مجبوراً بستر پر آکر لیٹ گیا۔ پندرہ منٹ تک بے زاری سے کروٹیں بدلتا رہا پھر اس نے آہٹ سُن کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے قریب خوشبو کا جھونکا آیا۔ چند ساعتوں کے بعد سانسوں کی آنچ محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھُل گئیں۔ چہرہ اتنے قریب تھا کہ ساری دنیا چھُپ گئی تھی، آنکھوں کے سامنے وہی وہ تھی، صبح کی طرح اُجلی، شبنم کی طرح دھُلی ہوئی اور تازہ گلاب کی طرح نکھری ہوئی تھی۔ یہ ایسا وقت ہوتا ہے جب حُسن و شباب کے طلسم سے کوئی نکلنا نہیں چاہتا مگر وہ پیچھا چھڑا کر جوگنگ کے لیے جانا چاہتا تھا۔ اُس کے دماغ

میں وہ پُراسرار آواز نہیں تھی۔ اس نے موقع دیکھ کر پوچھا۔ "زرینہ! تم صبح جوگنگ اور لائٹ ورزش نہیں کرتیں؟"

"ہم دونوں بہنیں ممی کے ساتھ روز ہی لمبی دوڑ لگاتی ہیں۔ آج تمہاری مہمان نوازی ضروری تھی۔ اس لیے..."

وہ جلدی سے اُٹھ کر بولا "اس سے بہتر مہمان نوازی نہیں ہوسکتی کہ ہم ایک ساتھ صبح کا وقت گزاریں۔ تم تیار ہو جاؤ۔ میں باتھ روم سے ابھی آتا ہوں۔"

زرینہ، علی تیمور کے ساتھ باہر جانے کے خیال سے خوش ہوگئی۔ وہ دونوں آدھے گھنٹے بعد رہائش گاہ سے باہر آئے اور پھر دونوں ایک ساتھ دوڑتے ہوئے دور چلے آئے۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے پر کتنے ہی مسلح افراد نظر آئے۔ وہ زرینہ کو دیکھ کر الرٹ ہوگئے تھے اور سیلوٹ کر رہے تھے۔ علی تیمور نے پوچھا "یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

وہ بولی "یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر سمندر ہے۔ یہ سب ساحلی گارڈز ہیں۔ ادھر مورچا بنا کر رہتے ہیں۔ نہ کسی کو پاپا کی اجازت کے بغیر جزیرے کے باہر جانے دیتے ہیں اور نہ ہی کسی کو ہمارے جزیرے میں آنے دیتے ہیں۔ آؤ واپس چلیں۔"

واپسی پر ایک جگہ رُک کر زرینہ اپنے انداز میں یوگا کی ورزش کرنے لگی۔ جب علی تیمور اپنے مخصوص انداز میں ورزش کرنے لگا تو وہ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ وہ بڑی دیر تک ایسی مشقوں سے گزرتا رہا۔ آخر اس نے ایک بلند شاخ سے چھلانگ لگائی۔ فضا میں دو قلابازیاں کھائیں۔ زرینہ نے سانس روک لی تھی، اسے یقین تھا کہ وہ بُری طرح زمین پر گرے گا۔ لیکن وہ ٹھیک اس کے سامنے آکر دونوں پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔

وہ لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے بولی "میرا تو دم نکل رہا تھا۔ کیا تم روز ایسی ہی مشقیں کرتے ہو؟"

"ہاں۔ کتنی ہی مختلف اور خطرناک مشقیں ہیں جو ہمیں باباصاحب کے ادارے میں سکھائی جاتی ہیں۔ اب میں یہاں سے کوئی بھاری چیز اٹھا کر گھر تک دوڑتا جاؤں گا۔"

"گھر یہاں سے آدھے میل کے فاصلے پر ہے۔"

وہ اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا، کوئی بھاری پتھر نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے پوچھا "اپنا وزن بتاؤ؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میں وزن کم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پھر بھی اسی پونڈ کی ہوں۔ کیا مجھے اٹھا کر دوڑنے کا ارادہ ہے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی علی تیمور نے اس کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اٹھا لیا۔ اس کو سر سے بلند کر کے پھر وہاں سے دوڑنا شروع کیا۔

وہ خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی سمجھ رہی تھی۔ بے چاری غلط سمجھ رہی تھی۔ اُس کو معلوم نہیں تھا کہ اُس وفا شعار دیوانے کے دل و دماغ پر صرف فرزانہ کی حکومت ہے۔ سلمان رازی اپنی والدہ کے ساتھ برآمدے میں کھڑا اپنی بیٹی کو علی تیمور کے ہاتھوں میں دیکھ کر قہقہے لگا رہا تھا۔ خانم نے کہا "میری بچی کہیں گر نہ جائے۔"

وہ ناگواری سے بولا "میں نے کتنی بار سمجھایا ہے۔ ہم دہشت گردوں کی دنیا میں جی رہے ہیں۔ یہاں ہماری اولاد کو کب اور کہاں زخم لگیں گے، یہ ہم نہیں جانتے۔ ان کی بہتری اور تحفظ کے لیے میں نے سپر ماسٹر سے دونوں بازوں کا سودا کیا ہے۔ ان جوانوں کو اس جزیرے میں چھپا کر فرہاد علی تیمور کی دشمنی مول لے چکا ہوں۔ جب تک ہم انہیں چھپا کر رکھنے میں کامیاب رہیں گے، ہمیں کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا۔"

خانم نے پوچھا "جب فرہاد کو معلوم ہوگا، تب کیا ہوگا؟"

"وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن ہماری بیٹیوں کی زندگی بن جائے گی۔ وہ اپنی بہوؤں سے کبھی دشمنی نہیں کرے گا۔ اگر ان سے اولاد ہوگی تو انہیں اور زیادہ مانے گا۔ میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ قدم اُٹھایا ہے۔"

پارس علی تیمور نے دوڑتے ہوئے قریب آکر زرینہ کو اس کے ماں باپ کے سامنے اتار کر کھڑا کر دیا پھر کہا "سوری انکل! میں ہر روز صبح... کوئی وزنی چیز اٹھا کر دوڑتا ہوں۔ راستے میں کوئی چیز نہیں ملی، میں نے زرینہ کو اُٹھا لیا۔ اسے چاروں طرف سے دیکھ لیں، یہ بالکل صحیح سلامت ہے۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ناشتے کے وقت یاسمینہ اور علی تیمور کی ملاقات ہوئی۔ زرینہ نے پوچھا "کیسی طبیعت ہے یاسمینہ؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ ابھی ممی اور پاپا کے ساتھ پارس سے ملنے جاؤں گی۔"

سلمان رازی نے کہا "ابھی تمہارا اُس سے ملنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں رہو اور سانس روکنے کی مشقیں کرو ورنہ مسٹر فرہاد پھر تمہیں ٹریپ کریں گے۔"

پارس علی تیمور نے چونک کر پوچھا "کیا میرے پاپا ایک لڑکی کو ٹریپ کریں گے، وہ بھی ایسی لڑکی کو جو ایک دن ان کی بہو بننے والی ہے۔ انکل! آپ کے دماغ میں یہ خیال کیسے آیا؟"

"بیٹے! ہمیں شبہ ہے۔"

"آپ اس شبہے کو ذہن سے نکال دیں۔"

سلمان رازی نے اس سلسلے میں بحث نہیں کی۔ ناشتے کے بعد وہ خانم اور یاسمینہ کے ساتھ چلا گیا۔ گھر میں زرینہ اس کے ساتھ تنہا رہ گئی۔ یوں تو دو درجن مسلح افراد اس رہائش گاہ کے چاروں طرف ڈیوٹی پر موجود رہتے تھے لیکن کوئی اجازت کے بغیر اندر نہیں آسکتا تھا۔ زرینہ نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "میں نے کئی بار دانتوں میں انگلی دبائی۔ اپنے بازو میں چٹکی لی کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔ تمہیں پاکر بھی پانے کا یقین نہیں آرہا ہے۔ علی! مجھے بازوؤں میں چھپا لو۔ مجھے اتنا پیار دو، اتنا پیار دو کہ میں نیند سے جاگ جاؤں۔"

وہی پُراسرار آواز کہنے لگی "آدمی بنو، پیار کرنا سیکھو۔ وہ جاگنا چاہتی ہے، اسے پوری محبت سے جگاؤ۔"

وہ آواز کا تابعدار تھا۔ اس کے بچپن کو سُلانے اور نئی بہاروں کو جگانے لگا۔ پھر سوچ کے ذریعے بولا "اگر تم میرے اندر موجود ہو تو پلیز ایسے وقت چلے جاؤ۔"

وہ آواز پھر سُنائی نہیں دی لیکن دوسری بار اسے اپنی ماما کی آواز سنائی دی۔ وہ سوچتی بول رہی تھی۔ اس نے جلدی سے سانس روک لی، پھر زرینہ سے الگ ہوکر بولا۔ "سوری، ابھی میری ماما مخاطب کر رہی تھیں میں نے سانس روک لی۔ تم ذرا اُدھر بیٹھ جاؤ۔ وہ پھر آئیں گی۔"

وہ اپنی ماں کی عادت کو سمجھتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد آئی۔ اس سے معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ اور وہ مہربان کون ہے جو ماں باپ سے چھڑا کر اپنے گھر لے آیا ہے لیکن اس نے ماں کو ٹال دیا۔ کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد اس نے سانس روک لی۔ ماں چلی گئی۔ اُس آواز نے کہا "میں تم سے خوش ہوں۔ تم نے بڑی خوبصورتی سے اپنی ماما کو ٹال دیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ موج کرو۔"

ایک گھنٹے بعد خانم اور یاسمینہ واپس آگئیں۔ خانم نے کہا "پارس یہاں دوپہر تک آجائے گا۔ تم اپنے بھائی سے مل سکو گے۔"

دوپہر ہونے سے پہلے ہی علی تیمور کو وہی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "میرے حکم پر فوراً عمل کرو۔ زرینہ سے کہو اس کے ساتھ باہر چہل قدمی کے لیے جاؤ گے۔ وہ انکار نہیں کرے گی۔ تم اسے لے کر شمالی ساحل کی طرف جاؤ۔"

"مجھے کیسے معلوم ہوگا، شمالی ساحل کدھر ہے۔"

"بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ زرینہ تمہیں راستہ دکھلائے گی۔"

اس نے زرینہ سے باہر چلنے کے لیے کہا، وہ فوراً

راضی ہو گئی۔ خانم نے کہا ”ابھی مسٹر رازی کا فون آیا تھا۔ انھوں نے تاکید کی ہے، ہم اپنے دماغوں میں کسی خیال خوانی کرنے والے کو نہ آنے دیں۔ ماسٹر زیرو سے تمھارے پاپا کا اختلاف ہو گیا ہے۔“

علی تیمور نے کہا ”آپ پریشان نہ ہوں۔ زرینہ میرے ساتھ رہے گی، ہم دونوں کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیں گے اور جو سامنے آئے گا، وہ مُنہ کی کھا کر جائے گا۔“

خانم نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ زرینہ کے ساتھ گھر سے نکل کر بولا ”ہم شمال کی طرف چلیں گے۔ تم گائیڈ کرو۔“

وہ اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگی۔ اس آواز نے کہا ”علی تیمور! میرے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی سے سلمان رازی جھگڑا کر بیٹھا ہے۔ میں اُسے ایک اچھا سبق سکھانا چاہتا ہوں۔ تم اپنے دماغ میں میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی کو آنے دو۔ اس کے کوڈ ورڈز ہیں، ہم چار پرندے جزیرے سے پرواز کریں گے۔“

”یہ چار پرندے کون ہیں؟“

”تمھیں آگے چل کر معلوم ہو گا۔ میرے ساتھی کا فرضی نام ماسٹر زیرو ہے۔ تم اس کا ساتھ دو گے اور سلمان رازی کی مخالفت کرو گے۔ ویسے تم زرینہ کو اغوا کر کے مخالفت کی ابتدا کر چکے ہو۔“

چند سیکنڈ کے بعد ماسٹر زیرو نے اس کے دماغ میں آ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا ”اب شمال کی سمت نہ جاؤ۔ میں وہاں سے ایک لانچ میں فرار ہونا چاہتا تھا۔ مگر سلمان رازی نے اپنے تمام وفاداروں کو میرے خلاف ہوشیار کر دیا ہے۔ تم زرینہ کو اپنے اعتماد میں لو۔ مشرق کی سمت گھنا جنگل اور پہاڑیاں ہیں۔ وہ اُدھر تمھاری راہنمائی کرے گی۔“

پارس علی تیمور نے چلتے چلتے رُک کر زرینہ سے پوچھا۔ ”تم مجھے کتنا چاہتی ہو؟ میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟“

”میں زبان سے نہیں کہوں گی۔ آزما کر دیکھ لو۔“

”مجھے جزیرے کے مشرقی حصے میں لے چلو۔“

وہ ہنستی ہوئی بولی ”یہ بھی کوئی آزمائش ہے، آؤ میرے ساتھ۔“

وہ سمت بدل کر مشرق کی سمت جانے لگے۔ اُس نے کہا ”آزمائش بہت سخت ہے۔ تم فیل ہو جاؤ گی۔“

”جو لڑکی محبت میں جان دے سکتی ہے وہ کسی امتحان میں فیل نہیں ہوتی۔“

”یہ بات ہے تو تم میرے ساتھ ابھی اس جزیرے سے باہر جاؤ گی؟“

”ضرور جاؤں گی لیکن ممی اور پاپا سے کیا کہوں گی؟“

”انھیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایک لڑکی کو بھاگنے کے لیے اپنے بڑوں سے اجازت نہیں لینی۔“

وہ ہنستی ہوئی بولی ”خوب مذاق کرتے ہو۔ جب میاں بیوی راضی ہیں اور ماں باپ راضی ہیں تو بھاگنے کی کیا ضرورت ہے بھلا؟“

”تمھارے والدین ہماری شادی کے بعد مجھے اس جزیرے میں قید رکھنا چاہتے ہیں۔“

”یہ جھوٹ ہے۔“

”یہ سچ ہے۔ میں نے تمھارے باپ سے کہا تھا، ہماری شادی میں میرے والدین بھی یہاں آئیں گے۔ انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگے ’میرے والدین کو اس جزیرے کا پتا بھی نہیں بتایا جائے گا۔‘ اس کا مطلب ہے، وہ مجھے والدین کے پاس جانے بھی نہیں دیں گے۔“

”ہاں! پاپا نے ایک بار کہا تھا، تم ہمیشہ اس جزیرے میں میرے ساتھ رہو گے۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تمھارے ماں باپ پرابلم بن جائیں گے۔“

”پرابلم تو تمھارے ماں باپ بن گئے ہیں۔“

”ابھی چلو، میں اُن سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ شادی کے بعد تم مجھے جہاں لے جا کر رکھنا چاہو گے، میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔“

”تم اپنے باپ کی ضد اور ہٹ دھرمی کو خوب سمجھتی ہو اور میں بھی سمجھ گیا ہوں کہ وہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ میرا دوست کبھی نہیں ہو گا۔“

”علی تیمور! تم اچانک دشمنی کے لہجے میں بولنے لگے ہو۔ مجھ سے محبت ہے تو بھروسا کرو، میں اپنے والدین سے تمھارے حق میں فیصلہ کراؤں گی۔ پہلے مجھے ایک سعادت مند بیٹی کا فرض ادا کرنے دو۔ اگر وہ نہیں مانیں گے تو میں تمھیں اس جزیرے سے نکال کر لے جاؤں گی۔“

”میں تمھارے والدین کا فیصلہ جانتا ہوں لہٰذا واپس جانے کی حماقت نہیں کروں گا۔“

وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ باتوں ہی باتوں میں گھنے جنگل تک چلی آئی تھی۔ اُس نے پوچھا ”کیا مجھے چھوڑ کر واپس جاؤ گی؟“

”کیا تم چاہتے ہو، والدین کو چھوڑ کر تمھارے ساتھ چلی جاؤں؟ تم جوان ہو چکی ہو۔ تمھیں باقی زندگی اپنے مرد کے ساتھ گزارنی چاہیے۔“

”اس کے قانونی اور مذہبی طریقے ہیں۔ جو لڑکی شادی سے پہلے والدین کو دھوکا دے کر جاتی ہے، وہ ایک دن اپنے شوہر کو بھی دھوکا دیتی ہے۔ ایک دن تم ہی طعنے دو گے کہ ماں کا دودھ پینے والی، والدین کے لاڈ پیار میں پلنے والی نے تمام محبتوں اور احسانوں کو بھلا کر والدین کو دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا میں بھروسے کے قابل نہیں ہوں۔“

”آگے بڑھتے ہوئے باتیں کرو۔“

”میں واپس جاؤں گی۔ تمھیں بھی میرے ساتھ چلنا چاہیے۔“

پارس علی تیمور نے اسے اچانک اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ پھر وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ وہ پہلے محبت سے سمجھاتی رہی ”مجھے چھوڑ دو۔ میری بات سمجھو۔ میں تمھاری ہوں۔ مگر ہمیں اس طرح نہیں جانا چاہیے۔“

مگر وہ دوڑتا جا رہا تھا۔ آخر وہ مجبور ہو کر چیخنے چلّانے لگی۔ اس کی آواز دور دور تک گونجتی جا رہی تھی۔ اچانک ٹھائیں کی آواز اُبھری۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ وہ دوڑتے دوڑتے رُک گیا۔ چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگا۔ دو مسلح شخص ایک درخت کی آڑ سے نکلے۔ ایک نے کہا ”بے بی کو نیچے اتار دو اور اسے ہمارے پاس آنے دو۔“

وہ اُترنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ اس نے اور مضبوطی سے کاندھے پر اُسے جکڑ لیا۔ اس کے اندر آواز نے کہا ”میں بولنے والے کے دماغ میں جانا چاہتا تھا۔ اُس نے سانس روک لی۔ ان سے اپنے طور پر نمٹ کر آگے بڑھو۔“

وہ دونوں مسلح افراد کو دیکھتے ہوئے بولا ”زرینہ میرے لیے ڈھال ہے۔ گولی چلاؤ گے تو یہ بھی زخمی ہو گی یا ماری جائے گی۔“

یہ کہتے ہوئے وہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے زرینہ کو اپنے سامنے کر کے اس طرح پکڑ لیا تھا کہ وہ مکمل ڈھال بن گئی تھی۔ وہ دونوں اسٹین گن اٹھائے اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے سوچا تھا، ایک علی تیمور کے آگے رہے گا، دوسرا پیچھے چلا جائے گا۔ پھر اس کے پاؤں میں تڑاتڑ گولیاں لگیں گی تو وہ گر پڑے گا لیکن اس نے قریب آتے ہی زرینہ کو ایک کے اوپر اچھال دیا۔ دوسرا پیچھے کی طرف جانا چاہتا تھا، اسے ایسے حملے کی توقع نہیں تھی۔ جب ہاتھ پر ٹھوکر پڑی تو معلوم ہوا، شکار ہونے والا ایسے وقت جان پر کھیل جاتا ہے۔ ٹھوکر پڑتے ہی اسٹین گن ہاتھ سے نکل کر علی تیمور کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے پلٹ کر اس کے پاؤں پر گولیاں چلائیں جو زرینہ کو سنبھالتے سنبھالتے گر پڑا تھا۔

دوسرے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ہاتھ سے بھی اسٹین گن گرا دی، دوسرے لفظوں میں اُس نے خود ہی اسٹین گن چھوڑ کر اُسے ایک گھونسا رسید کیا۔ گھونسا کھانے والے کو یوں لگا جیسے آہنی ہتھوڑا پڑا ہو۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ اس نے سر جھٹک کر دونوں پاؤں پر کھڑے رہنے کی کوشش کی۔ مُنہ پر لات پڑتے ہی اُس کے قدم اُکھڑ گئے۔ وہ اُچھل کر زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

علی تیمور نے اسٹین گن اُٹھا کر اس کے پیروں کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اب دونوں اُٹھنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ اس نے ایک اسٹین گن کو بُلٹ بیلٹ سے خالی کیا۔ اسے ایک طرف پھینکا، پھر ایک ریوالور اور دوسری اسٹین گن اٹھائی۔ زرینہ اُٹھتے ہوئے بولی ”مجھے اناڑی نہ سمجھو، میں اتنی دیر میں اسٹین گن اٹھا کر تم پر گولیاں چلا...“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے ہاتھ کھینچ کر پھر اسے شانے پر لاد لیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس پر گولیاں چلا سکتی تھی مگر دل سے مجبور ہو گئی تھی۔ اسی مجبوری نے اسے پھر قیدی بنا دیا تھا۔ وہ اسے اُٹھائے دوڑتا جا رہا تھا۔ ماسٹر زیرو نے اس کے دماغ میں کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا ”میں تمھیں دوربین سے دیکھ رہا ہوں۔ تم صحیح سمت میں آ رہے ہو۔ سامنے بہت دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر لکڑیوں سے بنا ہوا ایک کاٹیج ہے۔ میں اسی کاٹیج کی کھڑکی سے تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ سیدھے چلے آؤ۔“

وہ پہاڑی کی سمت ہی دوڑ رہا تھا۔ دو گھنے درختوں کے درمیان ایک کاٹیج دکھائی دے رہا تھا۔ پہاڑی کی بلندی سو فٹ ہو گی۔ اس کی چوٹی پر کاٹیج بنا ہوا تھا۔ اچانک کئی گاڑیاں پہاڑی کے دامن میں آ کر رُک گئیں۔ کتنے ہی مسلح افراد ان میں سے چھلانگیں لگا کر باہر آئے پھر درختوں اور بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے پوزیشن سنبھالنے لگے۔ پارس علی تیمور نے اسٹین گن شانے سے لٹکائی۔ دوسرے شانے سے زرینہ کو اتارا، پھر اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے بلند آواز سے کہا ”تم تعداد میں بہت زیادہ ہو ہزاروں

گولیاں چلا سکتے ہو لیکن سلمان رازی کی بیٹی کے لیے صرف ایک گولی کافی ہے۔“

چاروں طرف سے پوزیشن لینے والے اسے دھمکی کے طور پر گھیر سکتے تھے لیکن گولیاں نہیں چلا سکتے تھے، پہاڑی کی بلندی پر کاٹیج تک جانے کے لیے ایک ٹیڑھا میڑھا پتھریلا راستہ بنایا گیا تھا۔ علی تیمور نے کہا ”مجھے اوپر جانے کا راستہ دو۔ اس راستے سے سو سو گز دور چلے جاؤ۔ اگر کوئی قریب آنے کی حماقت کرے گا تو میں گولی مار دوں گا۔ مجھے کسی کے قتل پر مجبور نہ کرو۔“

مسلح افراد کے گروہ کے لیڈر نے کہا ”مسٹر علی تیمور! تمہارا دماغ شیطان کے چنگل میں ہے۔ تم سلمان رازی جیسے دوست سے دشمنی اور دشمن سے دوستی کر رہے ہو۔“

”مجھے باتوں میں لگا کر وقت ضائع نہ کرو، میں کسی کے چنگل میں نہیں ہوں۔“

”علی تیمور! ذرا عقل سے سوچو۔ آج سے پہلے تم نے اور تمہارے باپ نے کبھی کسی عورت کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ کبھی کسی کی بیٹی کو اغوا نہیں کیا۔ کیا تم فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہونے میں فخر کر سکتے ہو؟“

اس نے گروہ لیڈر پر گولی چلائی۔ وہ کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا، صرف لیڈر کے بازو کو زخمی کرنا چاہتا تھا۔ نشانہ اتنا سچا تھا کہ صرف بازو ہی زخمی ہوا۔ وہ تڑپ کر گر پڑا۔ پارس نے کہا ”یہ نشانے بازی کا ایک ہلکا سا نمونہ ہے، میں چاہتا تو تمہیں اسی گولی سے ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیتا۔ اب آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ زرینہ کو زخمی ہوتے دیکھو گے۔“

وہ آہستہ آہستہ راستے سے ہٹنے لگے، وہاں سے دور جانے لگے، جب وہ رکنا چاہتے تو وہ سخت لہجے میں بولتا ”اور دور جاؤ، میں کسی کو چالاکی دکھانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اور دور جاؤ۔“

وہ مجبور تھے۔ جزیرے کے مالک کی بیٹی کو صحیح سلامت حاصل کرنا چاہتے تھے، اس لیے پہاڑی راستے سے بہت دور چلے گئے۔ علی تیمور نے پوچھا ”زرینہ! تم آرام سے چلو گی یا میں زبردستی کروں؟“

وہ آگے آگے چلتے ہوئے بولی ”تم میرے خلوص اور محبت کی توہین کر رہے ہو۔ اب میں کسی سے آنکھیں ملا کر نہیں کہہ سکوں گی کہ مجھ سے محبت کرنے والا لاکھوں میں ایک ہے۔“

وہ اس کے پیچھے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے بولا ”کم بخت تم سے محبت کر رہا ہے۔ وہ تو مجھے مجبور کیا ہوا تھا۔ اچھا ہوا، اس پراسرار آواز نے جلد ہی محبت کا کھیل ختم کرا دیا۔ میں تو بیزار ہو گیا تھا۔“

”یہ پراسرار آواز کا مطلب کیا ہوا؟ کیا کسی خیال خوانی کرنے والے کی بات کر رہے ہو؟ کیا اس نے میرے اغوا کے لیے تمہیں مجبور کیا ہے؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم خاموشی سے چلتی رہو۔“

”مجھے یقین ہے تم مجھے دل سے چاہتے ہو، ابھی کسی نے تمہارے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔“

”میری زندگی میں صرف ایک لڑکی آئی ہے، دوسری کوئی آئی ہے نہ آئے گی۔“

”میری اطلاع کے مطابق تمہارے بھائی پارس نے جوجو سے شادی کی پھر سنا کہ تل ابیب میں اس کی ایک اور شریکِ حیات ہے۔ اس کے باوجود وہ یاسمینہ سے محبت کرتا ہے، اس سے شادی کرنے کو تیار ہے۔“

”ارے وہ ایک نمبر کا فراڈ ہے۔ ایک دن تمہارا سارا خاندان سر پکڑ کے روئے گا۔ وہ کرتا کچھ ہے، سمجھاتا کچھ ہے، جب تک اصل بات سمجھ میں آتی ہے وقت گزر چکا ہوتا ہے۔“

اسی وقت پہاڑی کے دامن میں سلمان رازی کی جیپ آکر رکی۔ پارس اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جیپ سے باہر چھلانگ لگا کر پہاڑی کی بلندی پر دیکھا۔ وہ زرینہ کے ساتھ نصف بلندی طے کر چکا تھا۔ سلمان رازی نے رائفل اٹھا کر نشانہ لیا۔ پارس نے رائفل کو ایک طرف ہٹا کر کہا۔ ”دیکھتے نہیں زرینہ اس کے نشانے پر ہے۔“

وہ جھنجلا کر بولا ”میری اولاد کی طرف آج تک کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی اور وہ ریوالور اٹھا رہا ہے۔ میں اسے گولی چلانے کا موقع نہیں دوں گا۔ اس کی پشت ہماری طرف ہے۔ میری گولی پہلے اسے لگے گی پھر وہ ریوالور پکڑنے کے قابل نہیں رہے گا۔“

پارس نے کہا ”مسٹر رازی! تمہیں یقین نہیں آئے گا، ہم دونوں بھائیوں کے سر کے پیچھے بھی ایک آنکھ ہے۔ ہم آگے چلتے ہیں مگر پیچھے کی خبر رکھتے ہیں۔ میری بات سمجھو، وہ اس قدر پھرتیلا ہے کہ تمہاری رائفل کی گولی سے کترا جائے گا، نتیجے کے طور پر زرینہ ہلاک یا زخمی ہو گی۔“

بیٹی کا معاملہ تھا، وہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے بے بسی سے رائفل کو زمین پر پٹخ کر کہا ”تم نہیں جانتے، سپر ماسٹر کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ اس کا ہیلی کاپٹر کہیں سے آ رہا ہوگا۔ ہم پہاڑی پر نہیں جا سکیں گے۔ وہ اور ماسٹر زیرو میری بیٹی کو لے جائیں گے۔“

پارس نے کہا ”بیٹی کی عزت اور زندگی خطرے میں دیکھ کر تمہارے منہ پر سپر ماسٹر کا نام آ گیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کو اغوا کرانے کا انتظام اسی نے ایک نئے انداز میں کیا ہے۔“

وہ غصے سے بولا ”مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مگر یہ غلطی پر پچھتانے کا وقت نہیں ہے، کوئی تدبیر سوچو۔“

پارس جیپ میں بیٹھ کر بولا ”میرے ساتھ آؤ۔“

اس نے جیپ اسٹارٹ کی۔ سلمان رازی نے بیٹھتے ہوئے پوچھا ”کہاں جا رہے ہو؟“

وہ جیپ آگے بڑھاتے ہوئے بولا ”میں تمہاری بیٹی کو واپس لے آؤں گا لیکن ایک شرط پر۔“

”ارے، ایسے وقت کیا شرط منواتے ہو، جلدی سے بتاؤ۔“

”آج کے بعد ہم دونوں بھائی جزیرے میں آزاد رہیں گے اور جب چاہیں گے یہاں سے جا سکیں گے۔“

”کیا تم بھی میری یاسمینہ سے بے وفائی کرنا چاہتے ہو؟“

”ہرگز نہیں۔ میں صرف آزادی کی شرط ماننے کو کہہ رہا ہوں۔“

”مجھے منظور ہے۔“

پارس نے ایک جگہ جیپ روک کر کہا ”میں پہاڑی پر جا رہا ہوں۔ تم اپنے لوگوں میں جاؤ۔ میں زرینہ کو واپس لے آؤں گا۔“

”کیا مجھے نادان باپ سمجھ کر جھوٹی تسلی دے رہے ہو۔ کاٹیج میں ماسٹر زیرو ہتھیاروں کے ساتھ موجود ہے۔ علی تیمور بلندی پر پہنچ رہا ہوگا۔“

پارس نے جیپ سے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا ”میں اس سے پہلے اوپر پہنچ جاؤں گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے چڑھائی پر دوڑنا شروع کیا۔ سلمان رازی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اونچائی پر اتنی تیزی سے چڑھتا جا رہا تھا جیسے ہموار زمین پر دوڑ رہا ہو۔ اس نے پچاس برس کی زندگی میں کسی کو بلندی کی طرف یوں دوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ سلمان رازی نے فوراً ہی جیپ کو واپس موڑ لیا۔ وہ اپنے لوگوں میں جا کر دیکھنا چاہتا تھا کہ پارس اپنے بھائی علی تیمور سے پہلے بلندی پر پہنچتا ہے یا نہیں؟

علی تیمور اپنے بھائی سے بے خبر تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اوپر جا رہا تھا، کیوں کہ زرینہ کی رفتار سست تھی۔ ماسٹر زیرو کاٹیج کی کھڑکی سے لگا ہوا دونوں ہاتھوں میں منی مشین گن تھامے کبھی زرینہ اور علی تیمور کو آتے دیکھ رہا تھا اور کبھی پہاڑی کے نیچے کھڑے ہوئے سلمان رازی اور اس کے مسلح افراد پر نظر رکھتا جا رہا تھا۔ وہ یکبارگی چونک کر اچھل پڑا۔ منی مشین گن ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی۔ کسی نے اس کے شانے کو تھپتھپایا تھا۔ اچھل کر پلٹتے ہی منہ پر ایک ہتھوڑا سا ہاتھ پڑا۔ آنکھوں کے سامنے ناچتے ہوئے تاروں کے درمیان پارس دکھائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا ”یہ پچھلا دروازہ تم نے میرے بھائی کے لیے کھلا رکھا ہے، کوئی بات نہیں، دوسرے بھائی سے ملو۔“

ماسٹر زیرو چیخ کر علی تیمور کو ہوشیار کرنا چاہتا تھا۔ مگر دوسرا ہاتھ پڑتے ہی گن سمیت گر پڑا۔ والسو روکی نے دونوں بھائیوں کو صحیح معنوں میں فولاد بنایا تھا۔ وہ دوسرے ہاتھ میں ہی ڈھیلا پڑ گیا۔ مزید دو ہاتھ پڑتے ہی وہ بیہوش ہو گیا۔ پارس نے اسے اور منی مشین گن کو اٹھایا۔ اسے پہلے کی طرح کھڑکی سے یوں لگا کر کھڑا کر دیا کہ کاٹیج میں داخل ہونے والے علی تیمور کو وہ ہتھیار کے ساتھ کھڑکی کے باہر دیکھتا ہوا نظر آتا۔ اس نے مشین گن کا بلٹ بیلٹ نکال دیا پھر دوڑتا ہوا آ کر دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

یہ کارروائی کرنے کے دوران اسے ایک طرح سے ناکام ہونے کا خیال تھا یعنی سپر ماسٹر اگر علی تیمور کے دماغ سے نکل کر ماسٹر زیرو کے پاس آئے گا تو بازی پلٹتے دیکھ کر علی تیمور کو ہوشیار کر دے گا۔ بس ایک امید تھی کہ سپر ماسٹر اس کے بھائی کو ہدایات دینے میں مصروف ہوگا اور ماسٹر زیرو کے پاس نہیں آئے گا۔

وہ کھلے ہوئے دروازے کے پیچھے کھڑا تھا۔ اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ آ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ آ چکا تھا لیکن دروازے کے باہر رک گیا تھا۔ اس کے اندر پراسرار آواز نے پوچھا ”کیوں رک گئے؟ اندر جاؤ۔“

وہ بولا ”نیند کی حالت میں بھی میرا دماغ بیدار رہتا ہے اور ابھی تو میں جاگ رہا ہوں۔ وہ تمہارا ماسٹر زیرو مشین گن کھڑکی سے لگائے اس پر جھکا ہوا ہے، اس کی صرف پشت نظر آ رہی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ

مر چکا ہے یا زخم کھا کر بیہوش ہو گیا ہے۔ اُس کا لہو بوند بوند فرش پر ٹپک رہا ہے۔"

آواز نے کہا۔ "میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

پارس نے ماسٹر زیرو پر قابو پانے کے بعد بڑی احتیاط سے کام لیا تھا۔ اس نے مار مار کر ماسٹر کا منہ توڑ دیا تھا پھر اس کا منہ مشین گن پر جھکا کر کھڑکی سے باہر رکھا تھا تاکہ لہو باہر ٹپکتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی حساب کتاب غلط ہو جاتا ہے۔ لہو اس کے منہ سے رِستا ہوا گن کی نالی پر پھیلتا ہوا کھڑکی کے اندر فرش پر ٹپک رہا تھا۔ اسی آواز نے علی تیمور کے دماغ میں کہا۔ "تم نے درست کہا تھا۔ ماسٹر زیرو بیہوش ہے۔ کاٹیج کے اندر خطرہ ہے۔ صرف آدھا گھنٹا کسی طرح بچنے کی کوشش کرو۔ ہیلی کاپٹر پہنچنے ہی والا ہے۔"

پارس علی تیمور نے کھلے ہوئے دروازے کو دیکھا۔ پھر سخت لہجے میں پوچھا۔ "اندر کون ہے؟ ایک ہے یا دس ہیں، جتنے بھی ہیں، میں وارننگ دیتا ہوں کہ زرینہ کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ۔"

پارس نے دروازے کے پیچھے سے کہا۔ "میں ہوں تمہارا بھائی۔ تم جانتے ہو، میں ہتھیار نہیں رکھتا اور میرے پیچھے کبھی فوج نہیں ہوتی۔ میں آرہا ہوں۔ گولی نہ چلانا۔"

وہ دروازے کے پیچھے سے نکل کر سامنے آگیا۔ دونوں بھائی بہت عرصے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ایک دروازے کے اندر تھا، دوسرا باہر۔ دوسرے نے پوچھا۔ "ہیلو پارس! کیسے ہو؟"

وہ بولا۔ "خیریت سے نہیں ہوں۔"

"خیریت کیوں نہیں ہے؟"

"جب ایک بھائی ہتھیار لے کر سامنے آئے تو دوسرے بھائی کی خیریت نہیں ہوتی۔"

"یہ ہتھیار تمہارے لیے نہیں ہے۔ اچھا ہوا تم یہاں تنہا آئے ہو۔ ہم اس جزیرے سے زرینہ اور ماسٹر زیرو کو لے کر نکل جائیں گے۔ ایک ہیلی کاپٹر آنے والا ہے۔"

"میرا بھائی علی تیمور ایک غیرت مند باپ کا غیرت مند بیٹا ہے۔ وہ کسی کی بیٹی کو اغوا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں، تمہارے اندر سپر ماسٹر بول رہا ہے۔ میں اسے بتا دوں کہ ہیلی کاپٹر خالی جائے گا یا تباہ ہو جائے گا۔"

"تم چیلنج کر رہے ہو؟"

"بھائی کو نہیں، سپر ماسٹر کو۔"

"میرے اندر کوئی سپر ماسٹر نہیں ہے۔ میں اپنے ہوش و حواس میں ہوں۔ ہمیشہ کی طرح آزاد ہوں۔ فرہاد علی تیمور کا بیٹا اور تمہارا بھائی ہوں۔"

"بھائی ہونے کا ثبوت دو، وہ ریوالور پھینک دو۔ ہم بچپن سے خالی ہاتھ گلے ملتے آتے ہیں۔ آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ ریوالور میں نے زرینہ کے باپ اور اس کی فوج کو دور رکھنے کے لیے پکڑا ہے۔ ورنہ تم جانتے ہو، میں بھی عام حالات میں کبھی معمولی سے ہتھیار کا بھی بوجھ نہیں اٹھاتا۔"

پارس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے لیے اطمینان کی بات ہے کہ تم نے میرے لیے ریوالور نہیں اٹھایا ہے۔"

وہ دروازے کے باہر آگیا۔ علی تیمور نے للکار کر کہا۔ "خبردار! میرے قریب نہ آنا۔ میں تمہاری مکاریوں کو بچپن سے جانتا ہوں۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "مکاری تو ابھی دکھا سکتا ہوں لیکن نہیں دکھاؤں گا۔ زرینہ کی زندگی کا سوال ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر کاٹیج کے اندر آیا۔ علی تیمور نے کہا۔ "تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ دروازے کو اندر سے بند کر لو۔ جب تک ہیلی کاپٹر واپس نہ جائے، دروازہ نہ کھولنا۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پنجوں کے بل چلتا ہوا سامنے والے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر باہر نکلا۔ پہاڑی کے نیچے سلمان رازی اور اس کے وفادار اُسے دیکھ کر آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں وہیں رُکنے کے لیے کہا پھر پانی کی ٹنکی تک جانے والے پائپ کو پکڑ کر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا۔ لکڑی کی چھت پر اوندھا لیٹ کر چھپکلی کی طرح رینگتا ہوا پچھلے حصّے کی طرف جانے لگا۔ دور سے آنے والے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اب فوراً ہی کچھ کر گزرنا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے دیکھنے والے اس پر فائرنگ کر سکتے تھے۔

علی تیمور ایک ہاتھ سے زرینہ کا بازو پکڑے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑی کے پچھلے حصّے کی طرف سے آرہا تھا، اس لیے آسمان کی طرف سر اُٹھانے کے باوجود وہ پارس کو نہ دیکھ سکا۔ پارس نے یکبارگی چھت کی بلندی سے اس پر چھلانگ لگائی۔ علی تیمور پر آتے ہی ریوالور والے

ہاتھ کو پکڑا تاکہ بے تکی فائرنگ سے زرینہ کو نقصان نہ پہنچے۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ کر زمین پر گر پڑے تھے۔ پارس نے چیخ کر کہا۔ "زرینہ! فوراً یہاں سے بھاگو۔ پہاڑی کے نیچے اپنے پاپا کے پاس جاؤ۔ ورنہ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ ہوگی۔"

وہ بھاگتی چلی گئی۔ اسے پہاڑی سے اترتے دیکھ کر سلمان رازی خوشی سے کھل گیا۔ اپنے مسلح وفاداروں کے ساتھ تیزی سے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا "ہیلی کاپٹر کو اترنے نہ دو۔ اس پر فائرنگ کرو۔"

دوسری طرف دونوں بھائی اُلجھے ہوئے تھے۔ دونوں کی گرفت ریوالور پر تھی۔ وہ پتھریلی زمین پر اِدھر سے اُدھر لڑھک رہے تھے۔ دونوں کے داؤ پیچ ایک دوسرے کے خلاف ناکام ہو رہے تھے کیونکہ ایک کا داؤ دوسرے کو معلوم تھا۔ والد صاحب نے کسی بھائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ ہتھیار چھیننے کے تمام ہتھکنڈے دونوں کو معلوم تھے۔ اس لیے کوئی کسی سے ریوالور چھین نہیں پا رہا تھا۔

وہ لڑتے لڑتے اُٹھ گئے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف زور لگا رہے تھے۔ اس جدوجہد میں دو بار ریوالور سے گولیاں چل چکی تھیں۔ ان میں سے کوئی بھی زخمی یا ہلاک ہو سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر قریب آگیا تھا۔ اس میں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اب کاٹیج کے سامنے والے حصّے سے سلمان رازی کے وفادار ہیلی کاپٹر پر جوابی فائرنگ کر رہے تھے۔ آثار تو یہی تھے کہ سپر ماسٹر کو شکست کھانی پڑے گی۔ اس کا ایک خیال خوانی کرنے والا ماسٹر زیرو بیہوش پڑا ہوا تھا۔ زرینہ اپنے باپ کے پاس پہنچ گئی تھی۔ علی تیمور اپنے بھائی پارس سے اُلجھا ہوا تھا۔ دونوں کی جسمانی قوت سے اندازہ ہوتا تھا، کوئی کسی پر غالب نہیں آسکے گا۔ پارس غالب نہ آئے تب بھی اس کی جیت تھی کیونکہ اس نے علی تیمور کو اُلجھا رکھا تھا۔

لیکن پھر بازی پلٹتی ہوئی نظر آئی۔ سپر ماسٹر کا دوسرا ہیلی کاپٹر آگیا تھا اور اس میں سے مسلح افراد ہینڈ گرنیڈ پھینک رہے تھے۔ دھماکوں کی زوردار آواز میں سلمان رازی کے وفاداروں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ زخمی ہو کر یا لاشوں کی صورت میں پہاڑی پر سے لڑھکتے ہوئے نیچے جا رہے تھے۔ اُدھر دونوں بھائی ایک دوسرے کے خلاف زور لگاتے ہوئے کاٹیج کے بند دروازے سے ٹکرا گئے اور دروازہ توڑتے ہوئے اندر گھس گئے تھے۔ سپر ماسٹر نے علی تیمور سے پوچھا۔ "تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے؟"

وہ بولا۔ "پارس بھی مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ ہمارے الگ ہونے کی ایک ہی صورت ہے کہ میں ریوالور چھوڑ دوں۔"

"یہ غلطی نہ کرنا۔ ریوالور سے کسی طرح اُسے زخمی کرنے کی کوشش کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دوں گا۔"

"ہم دونوں میں سے کوئی کسی کو زخمی نہیں کر سکے گا۔ ہمارا پلڑا برابر ہے۔ ہم ایک دوسرے کی چال کو خوب سمجھتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اسی طرح اسے اُلجھائے رکھو۔ ہیلی کاپٹر سے ہمارا ایک آدمی آکر پارس کو زخمی کرے گا۔ میں تم دونوں بھائیوں کو زندہ چاہتا ہوں۔ انتظار کرو۔"

سپر ماسٹر تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا۔ پہاڑی پر آنے والے سلمان رازی کے وفادار دھماکوں سے بچنے کے لیے پھر نیچے اُتر گئے تھے۔ بلندی پر کاٹیج کے اندر صرف دو بھائی رہ گئے تھے جو تھکا دینے والی جنگ لڑ [illegible] تھے اور تھکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ایسے ہی وقت اچانک رسونتی پہنچ گئی۔ اس نے بیٹے کے دماغ میں آکر اُسے لڑتے ہوئے دیکھا پھر پریشان ہو کر بولی۔ "میرے بچے! میرے لال! تم کس سے لڑ رہے ہو؟"

"ماما! یہ پارس میرا دشمن بن گیا ہے .... میں ایک دشمن کی قید سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں، اب ایک ہیلی کاپٹر میں فرار ہونے والا ہوں لیکن یہ میرے دشمن کی حمایت میں مجھ سے لڑ رہا ہے۔"

رسونتی نے دانت پیس کر کہا۔ "میں جانتی تھی، پارس آستین کا سانپ ہے۔ ایک دن میرے بچے کو نقصان پہنچائے گا۔ اچھا ہوا میں وقت پر آگئی۔ ابھی اسے دشمنی کی سزا دیتی ہوں۔"

وہ بیٹے کے دماغ سے نکل۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی، اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس بیٹے کے پاس آکر بولی۔ "کمبخت سانس روک لیتا ہے۔"

"ماما! بار بار اس کے پاس جائیں، وہ بار بار سانس روکنے کی مصیبت میں ذرا کمزور پڑ جائے گا پھر میں اس سے ریوالور چھین لوں گا۔"

"نہیں بیٹے! ایسے میں ریوالور چل پڑے گا۔ خدانخواستہ تمھیں گولی لگ سکتی ہے۔ اس سے کہو میں کہہ رہی ہوں، اس کے پاپا سخت بیمار ہیں۔ میں اس کے پاس پاپا کا ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ اس پر عمل کرنے سے دونوں بھائیوں

کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"
علی تیمور نے کہا "پارس! میں تم سے کم نہیں ہوں، تمام دن اور تمام رات لڑ سکتا ہوں لیکن ماما آکر کہہ رہی ہیں، پاپا سخت بیمار ہیں، انھیں ہماری لڑائی کا علم ہو گیا ہے۔ انھوں نے ماما کے ذریعے ایک مشورہ دیا ہے جس پر عمل کرنے سے یہ لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔"

پارس نے کہا "میرا خیال درست نکلا۔ میں سمجھ رہا تھا، وہ اچانک بیمار پڑ گئے ہوں گے لیکن انھوں نے ماما کے ذریعے کوئی مشورہ نہیں دیا ہے۔"

"کیا ماما جھوٹ کہہ رہی ہیں؟"

"میں اپنی ماں کو جھوٹی کہنے کی جرأت اور گستاخی نہیں کر سکتا۔ تمھارے دماغ میں سُپر ماسٹر بول رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ پاپا نے میرے دماغ میں کیسی گرہ باندھی ہے۔ میرے اندر ماما بھی نہیں آسکتیں اور یہ بات ماما کو معلوم ہے۔"

رسونتی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے غصے میں پھر پارس کے دماغ پر دستک دی۔ وہ مجبور تھا۔ بے احتیاط سانس روک لیتا تھا۔ وہ بار بار اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کرنے لگی۔ پارس پر اب دو طرفہ حملے ہو رہے تھے۔ ایک طرف وہ علی تیمور کے خلاف جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ دوسری طرف بار بار سانس روک رہا تھا۔ وہ پندرہ منٹ تک مسلسل سانس روک سکتا تھا اور رسونتی تھی کہ اس کے پیچھے پڑ گئی تھی۔ آخر بے چارہ کمزور پڑنے لگا۔

پھر اچانک فیصلہ ہو گیا۔ ایک بھائی کے حلق سے دل خراش چیخ نکلی، اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا ہو گیا تھا۔ ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا اور دوسرے بھائی نے اُسے نشانے پر رکھ لیا تھا۔

کاٹیج کے باہر ایک ہیلی کاپٹر اُتر رہا تھا۔ وہ پارس کے چیلنج کے مطابق خالی جانے والا تھا یا تباہ ہونے والا تھا۔ یا علی تیمور کے عزم کے مطابق دونوں بھائی اس میں جانے والے تھے۔

فیصلہ ابھی باقی تھا۔

٭

"جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اُس میں گرتا ہے۔"
یہ ایک صدیوں پرانی کہاوت ہے لیکن آج بھی یہ کہاوت دُہرائی جاتی ہے۔ آج بھی لوگ دوسروں کے لیے گڑھا کھودتے ہیں پھر اچانک خود ہی اس میں گر پڑتے ہیں۔ رسونتی چیخ رہی تھی۔ ممتا سے بے حال ہو کر تڑپ رہی تھی کیوں کہ زلزلہ پارس کے دماغ میں نہیں، علی تیمور کے دماغ میں آیا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر ڈگمگا رہا تھا۔ رسونتی اس کے اندر آکر رو رو کر پوچھ رہی تھی "ماں کی جان! میرے لال! یہ کون تمھیں دماغی اذیت پہنچا رہا ہے؟"

دماغ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ماں کو جواب نہیں دے پا رہا تھا۔ ویسے وہ خود نہیں جانتا تھا کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا تھا۔ پارس اسے چند لمحوں تک نشانے پر رکھ کر سوچتا رہا، پھر یکبارگی خوشی سے ہاتھ اُٹھا کر بولا "پاپا زندہ باد! تھینک یو پاپا! تھوڑی دیر میرے بھائی کو اور سنبھال لیں، میں دشمنوں سے نمٹ رہا ہوں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "ٹھیک ہے بیٹا! تم جاؤ، میں ان ماں بیٹے سے نمٹ لوں گا۔"

وہ دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا جہاں ماسٹر زیرو بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ پاس ہی منی مشین گن رکھی ہوئی تھی۔ اس نے مشین گن کو اُٹھاتے ہوئے کہا "پاپا! بھائی کو اگلے کاٹیج کے دروازے سے نکال کر پہاڑی کے نیچے لے جائیں میں آرہا ہوں۔"

کاٹیج کے پچھلے دروازے کے باہر دور تک کھلی جگہ تھی، وہاں ہیلی کاپٹر اتر رہا تھا۔ سُپر ماسٹر کا وہ ہیلی کاپٹر ماسٹر زیرو اور دونوں بھائیوں کو لے جانے آیا تھا۔ چند لمحے پہلے تک بازی سُپر ماسٹر کے ہاتھ میں تھی، وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑنے کے دوران یوں اُلجھ گئے تھے کہ کوئی کسی سے نجات نہیں پا رہا تھا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر سے آنے والے ان بھائیوں کو گن پوائنٹ پر اپنے ساتھ بہ آسانی لے جاسکتے تھے۔ اب بھی پارس وہاں تنہا تھا اور ہیلی کاپٹر سے پتا نہیں کتنے مسلح دشمن وارد ہونے والے تھے، اب اسے جو بھی کرنا تھا طوفانی رفتار سے کرنا تھا۔

میں علی تیمور کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کاٹیج کے اگلے دروازے سے باہر لے آیا تھا۔ ابھی اس پر دشمنوں کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ رسونتی نے روتے ہوئے پوچھا "کیا آپ نے میرے بیٹے کو دماغی اذیت پہنچائی ہے؟"
میں نے ناگواری سے کہا "ذرا ٹھہرو، میں تمھیں اس

سے زیادہ اذیت پہنچانے والا ہوں۔"
اس نے غصے سے پوچھا "میرا اور میرے بیٹے کا قصور کیا ہے؟ کیا آپ پارس کی محبت میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ دوسرا بیٹا دشمن نظر آرہا ہے؟"
"فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے بیٹے کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جماؤ۔ اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کوئی اس کے دماغ میں ایک لفظ بولنے نہ پائے۔ دیکھو میں نے اسے آدھی پہاڑی تک اُتار دیا ہے۔ تم اسے نیچے لے جاؤ اور اس کے ذریعے سلمان رازی سے فرہاد بن کر کہو اپنے بیٹے کو اس کے پاس امانت کے طور پر چھوڑ رہی ہو۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، میرا پارس کے پاس رہنا ضروری ہے۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر پارس کے پاس آیا۔ وہ بے ہوش پڑے ہوئے ماسٹر زیرو کو ریوالور سے گولی مار چکا تھا۔ اب منی مشین گن اٹھائے کاٹیج کے اگلے دروازے سے نکل کر کچھ دور جانے کے بعد ہیلی کاپٹر میں آنے والوں سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک طرف دوڑتے ہوئے دیکھا، جو ہیلی کاپٹر وہاں اُترنے والا تھا وہ واپس جانے کے لیے پھر بلند ہو رہا تھا۔ میں نے کہا "دیر نہ کرو، وہ نکل جائیں گے۔"

وہ رُک گیا۔ منی مشین گن سنبھال کر اس نے ایک بار اپنے ٹارگٹ کو سر اُٹھا کر دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اُس نے فائرنگ شروع کر دی۔ سُپر ماسٹر کو بازی ہارنے کا یقین ہو گیا تھا اس لیے ہیلی کاپٹر والوں کو واپس بلا رہا تھا۔ چند سیکنڈ کی فائرنگ کے بعد ہی زبردست دھماکا ہوا۔ زمین سے بلند ہونے والا ہیلی کاپٹر شعلوں میں گھر گیا تھا۔ پارس مشین گن پھینک کر دوڑتا ہوا اور چھلانگیں لگاتا ہوا پہاڑی سے اُتر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑ رہے تھے کتنے ہی جلتے ہوئے ٹکڑے اس کے آس پاس آکر گر رہے تھے۔

سلمان رازی "مرحبا، مرحبا" کہتا ہوا اس کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ ایک جلتا ہوا ٹکڑا سیدھا پارس پر آیا۔ اس سے پہلے ہی سلمان رازی اس سے لپٹ گیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ پارس نے اسے سنبھال کر نیچے اُترتے ہوئے کہا۔ "مسٹر رازی! یہ تم نے کیا حماقت کی؟"

"جوان! تم اسے حماقت کہتے ہو؟ ارے تم پر تو میں، میرا خاندان اور یہ پورا جزیرہ قربان ہے۔ خدا کی قسم! ایسی ذہانت اور دلیری کی مثال نہیں مل سکتی۔ تم نے تنہا سُپر ماسٹر کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔"

پارس نے میری ہدایت کے مطابق پوچھا "میرا بھائی علی تیمور خیریت سے ہے؟"

"بے شک۔ ابھی اس کی زبان سے تمھارا باپ بول رہا تھا کہ وہ اپنی امانت ہمارے پاس چھوڑ رہا ہے، پھر وہ خیریت سے کیسے نہیں ہوگا۔ بائی دی وے، میں علی تیمور کی ذہنی حالت کو سمجھتا ہوں بے چارہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ تم اپنے باپ سے کہنا، وہ بُرا نہ مانیں، ہم اُسے کڑی نگرانی میں رکھیں گے ورنہ سُپر ماسٹر بھی اس کے ذریعے کوئی شیطانی چال چلے گا۔"

"ابھی میرے پاپا مصروف ہیں۔ بہت جلد تم سے خود ہی گفتگو کریں گے۔"

میں ادھر سے مطمئن ہو کر رسونتی کے پاس آیا پھر بولا۔ "جی چاہتا ہے، تمھارے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دوں۔ تم نے صرف یہ دیکھا کہ پارس تمھارے علی تیمور سے لڑ رہا ہے اور تمھیں غصہ آگیا۔ تم نے یہ سمجھنے کی زحمت نہیں کی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔"

"مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ میرا بیٹا سحر زدہ ہے۔ بظاہر ہمارا فرماں بردار ہے لیکن اپنے عامل کے اشاروں پر چل رہا ہے۔"

"اور وہ عامل ہے سُپر ماسٹر۔"

"ہاں، میں موجودہ حالات سے سمجھ رہی ہوں۔"

"تم پانی سر سے گزر جانے کے بعد سمجھتی ہو۔ اگر میری دماغی توانائی بحال نہ ہوتی اور میں خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا پارس کے پاس نہ پہنچتا تو تم علی تیمور کے ساتھ مل کر اسے مار ڈالتیں۔"

"مجھے شرمندہ نہ کرو۔"

"کیا واقعی تمھیں شرم بھی آتی ہے؟ کیا اس سے پہلے تم نے پارس سے دشمنی نہیں کی؟ کیا اس سے پہلے بھی تمھیں شرم نہیں آئی تھی؟"

"مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی سزا دو یا تلافی کا موقع دو۔"

"میں تمھیں آخری وارننگ دیتا ہوں۔ آئندہ پارس اور علی تیمور کے درمیان کوئی فرق ڈالو گی یا کسی سے امتیازی سلوک کرو گی تو ایسی سزا دوں گا کہ تمھاری ممتا دن رات انگاروں پر لوٹتی رہے گی۔"

وہ گھبرا کر بولی "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"
"صاف اور سیدھی بات سننا چاہتی ہو تو سنو۔ میں علی تیمور کو ہمیشہ کے لیے تم سے بہت دور بھیج دوں گا اور اس کے دماغ پر ایسا عمل کروں گا کہ وہ تمھاری سوچ کی لہروں کو کبھی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دے گا۔"
"نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔"
"اگر یہ چیلنج ہے تو مجھے ایسا نہ کرنے دو۔ میں ابھی یہی کرنے جا رہا ہوں۔"
"نہیں نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں چیلنج نہیں کر رہی ہوں۔ میرے منہ سے بات پھسل گئی تھی۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، دونوں بیٹوں کو ایک آنکھ سے دیکھوں گی! پارس کے پسینے کی جگہ خون بہاؤں گی۔ کبھی اس کے پاؤں میں کانٹا نہیں چبھنے دوں گی۔ مجھے ایک بار یہ ثابت کرنے کا موقع دو کہ میں دونوں کے لیے ایک جیسی ماں ہوں۔"
"میں پارس کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہوئے تمھیں ایک موقع دے رہا ہوں۔"
"تم بہت اچھے ہو۔ میں علی تیمور کے پاس جاؤں؟"
"تم نے دیکھا ہے کہ علی تیمور محفوظ ہے۔ اس کے برعکس پارس خطرات سے کھیل رہا ہے۔ تمھاری ممتا نے اس کے لیے تڑپ کر یہ نہیں کہا کہ میں پارس بیٹے کے پاس جاؤں گی۔ اسے ماں کی ضرورت ہو گی۔"
"میں ابھی کہنے والی تھی۔ تم نے میرے مُنہ کی بات چھین لی۔"
"سنو رسونتی! کُتّے کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی اور تمھاری جیسی عورت کی فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ بہتر یہی ہے کہ پارس کی فکر نہ کرو۔ خدانخواستہ اسے تم سے نقصان پہنچنے کا ذرا بھی اندیشہ ہو گا تو میں تم سے سمجھ لوں گا۔ جاؤ مرو اپنے بیٹے کے پاس۔"
میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تھیلما مجھ سے اسپتال میں ملنے آئی تھی۔ مجھے بستر پر بیٹھا دیکھ کر خوشی سے بولی "تھینک گاڈ! تم اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ پچھلی رات تمھاری حالت بڑی تشویشناک تھی۔ میں کل سے ابھی تک جاگ رہی ہوں، رو رو کر دعائیں مانگ رہی ہوں کہ وہ ہماری جان لے لے مگر تمھیں سلامت رکھے۔"
میں نے مسکرا کر کہا "خدا تمھاری جان کیسے لے گا، ابھی تو تمھیں دوبارہ جوان ہونا ہے۔ ذرا آئینہ دیکھو، زبردست تبدیلیاں آ رہی ہیں۔"
وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "اونیل! میرے دل کی بات [illegible] ہے، تم میرے دل و دماغ پر چھا گئے ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں لیلیٰ کی طرح تم پر عاشق ہو گئی ہوں۔ ہاں تو دل و جان سے تمھیں چاہتی ہوں گی۔ تمھاری عقیدت مند ہوں۔ میرے خلوص اور بے لوث محبت کا ثبوت یہ ہے کہ اب میرے دل میں دولت کی ہوس اور جوانی کی تمنا نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں، ساری زندگی تمھارے ساتھ رہوں اور رفتہ رفتہ انسان بنتی رہوں۔ میرا ماضی بہت شرمناک ہے۔ میں نے اپنے ایک بھتیجے پر بہت ظلم کیے ہیں۔"
"میں جانتا ہوں۔ میرا علم وہ بات مجھ کو پہلے بتا دیتا ہے جو تمھاری زبان پر آنے والی ہوتی ہے۔"
وہ ماضی میں ہونے والی غلطیوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ میں نے ایک ذرا اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ سچ کہہ رہی تھی، وہ دل و دماغ کی گہرائیوں سے مجھ سے متاثر ہو گئی تھی۔ میں دو وجوہ سے اس کی فیملی میں آیا تھا۔ ایک تو یہ کہ اس یہودی فیملی میں رہ کر بہ آسانی اسرائیل پہنچ جاؤں گا تو وہاں کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔ دوسرے یہ کہ تھیلما اور ٹام سورس وغیرہ نے اپنے بھتیجے ڈان سورس پر بے انتہا مظالم ڈھائے تھے۔ میں اس کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ لیکن تھیلما اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ کہیں ڈان سورس مل جاتا تو ان غلطیوں کی تلافی کر سکتی تھی۔ وہ قابلِ معافی تھی البتہ ٹام سورس ہنوز بے ایمان اور دولت کا لالچی تھا۔ میں کسی وقت اسے سزا دے سکتا تھا مگر اب اسرائیل جانا ضروری نہیں رہا تھا۔ پارس وہاں سے نکل کر ایک جزیرے میں پہنچ گیا تھا۔ (میں ابھی وہاں کے حالات بیان کروں گا۔) سونیا اپنے ساتھ ماریہ کو لے گئی تھی۔ اب صرف ایک نینسی رہ گئی تھی، جو قانوناً میری بہو تھی لیکن یہ مجھ سے زیادہ پارس کا ذاتی معاملہ تھا۔ مجھے آج کل میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اونیل سورس کے روپ میں موجودہ یہودی فیملی کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں؟
ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے لیے آیا۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات پیدا کی کہ مجھے چند گھنٹوں تک تنہا آرام کرنا چاہیے اور کسی سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ اس نے تھیلما سے یہی بات کہہ دی۔ وہ بولی "واقعی تمھیں آنکھیں بند کرکے آرام کرنا چاہیے۔ میں شام کو سات بجے آؤں گی۔"
ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ بھی چلی گئی۔ میں آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کرکے سُپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی تھی کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا سُپر ماسٹر آہنی پردوں کے پیچھے چھپا رہتا تھا' اس کے ایک منصوبے کی ناکامی نے مجھے اس کے دماغ تک پہنچا دیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ وہ علی تیمور کو تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ اپنا معمول بنا کر رکھے گا۔ پارس کو جب جزیرے میں پہنچایا جائے گا تو سلمان رازی اس پر تنویمی عمل کرے گا۔ اس طرح میرے دوسرے بیٹے کو بھی دماغی طور پر اپنے قبضے میں رکھے گا، اس کے بعد مجھے اطلاع دے گا کہ میرے دونوں بیٹے اس کی قید سے فرار ہو گئے ہیں۔ اس کے منصوبے کے مطابق جب میں دونوں سے دماغی رابطہ قائم کرتا تو وہ سعادت مند بچوں کی طرح میری ہر بات کا جواب دیتے لیکن یہ کبھی نہ بتاتے کہ وہ ایک جزیرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔
وہ بڑی حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ علی تیمور کے دماغ پر حکومت کرنے لگا تھا۔ پارس کو بھی کسی رکاوٹ کے بغیر جزیرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اسے سلمان رازی پر بڑا اعتماد تھا کیوں کہ وہ اُس کی حکومت کا پُرانا وفادار تھا۔ اس کی حکومت نے اس کی خدمات سے خوش ہو کر اسے وہ جزیرہ انعام کے طور پر دیا تھا۔ سلمان رازی اس کے منصوبوں کے مطابق جزیرے میں دہشت گرد تیار کرتا تھا اور انھیں تخریب کاری کے لیے بھیجتا رہتا تھا' یعنی وہ اتنا وفادار تھا کہ اس پر اعتماد کرکے میرے دونوں بیٹوں کو اس کے پاس جزیرے میں بھیجا گیا تھا۔ اعتماد اس لیے بھی تھا کہ وہ انھیں اپنا داماد بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اتنے گہرے رشتے کے بعد وہ انھیں جزیرے سے کبھی نکلنے نہ دیتا لیکن بات یہیں سے بگڑ گئی۔ سُپر ماسٹر یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماسٹر زیرو، یاسمینہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔
جہاں سے بات بگڑنے لگی وہیں سے ذکر کرتا ہوں۔
ماسٹر زیرو نے جب دیکھا کہ پارس اور یاسمینہ ایک دوسرے میں دلچسپی لے رہے ہیں تو اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے پارس کا ذہنی توازن بگاڑ دے گا۔ جب سلمان رازی، پارس پر تنویمی عمل کرنے لگا تو وہ چپکے سے اس کے دماغ میں آیا۔ خیال تھا کہ تنویمی عمل کی وجہ سے پہلے ہی اس کا دماغ کمزور ہو گا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پوری طرح اس پر قبضہ جمائے گا پھر رفتہ رفتہ اسے پاگل بنا دے گا لیکن پارس نے اسے دماغ میں محسوس کر لیا تھا۔ سلمان رازی سے کہہ دیا تھا، اس کا تنویمی عمل کامیاب نہیں ہو گا کیوں کہ کوئی اس کے دماغ میں آ رہا ہے۔
بھید کھلنے پر ماسٹر زیرو نے کہا "مسٹر رازی! میں پارس کا ذہنی توازن بگاڑنا چاہتا ہوں۔ اس کا ہوشمند رہنا ہم سب کے لیے خطرناک ہو گا۔"
سلمان رازی نے کہا "میں خطرات سے کھیلنے کا عادی ہوں' اسی لیے فرہاد کے دونوں بیٹوں کو اپنے پاس رکھنے کا خطرہ مول لے چکا ہوں۔"
"لیکن تم پارس کو داماد نہیں بناؤ گے کیوں کہ میں یاسمینہ کو چاہتا ہوں۔"
"بکواس مت کرو، یاسمینہ کا نام زبان پر لانے سے پہلے سوچو کہ کس سے باتیں کر رہے ہو۔"
"تمھیں سوچنا اور خوش ہونا چاہیے کہ سُپر ماسٹر کا رائٹ ہینڈ تمھاری بیٹی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ چلو اسے داماد بنانا چاہتے ہو کوئی بات نہیں، بعد میں بنا لینا۔ پہلے اسے ایک دو رات کے لیے میرے پاس چھوڑ دو۔"
یہ ایسی بات تھی جسے سنتے ہی سلمان رازی آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کا دماغ پھٹ پڑا، برسوں کی وفاداری ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا "ذلیل کُتّے! اب ایک لفظ نہ کہنا۔ اگر اپنی خیریت چاہتا ہے تو سُپر ماسٹر کو فوراً میرے دماغ میں بھیج دے۔"
سُپر ماسٹر کے آنے میں کچھ دیر ہوئی، اتنی دیر میں سلمان رازی نے پورے جزیرے کی ناکا بندی کرا دی تاکہ ماسٹر زیرو فرار ہونے نہ پائے۔ دراصل سُپر ماسٹر نے سمجھ لیا تھا، کھیل بگڑ رہا ہے۔ سلمان رازی کو بیٹی کی گالی پڑی ہے، اس کا غصہ آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہو گا۔ اسے ٹھنڈا کرنے سے پہلے اُس جزیرے سے ماسٹر زیرو اور دونوں پارس کو نکالنا ہو گا۔ انھیں وہاں سے نکالنے کے تمام انتظامات کرنے کے بعد اس نے سلمان رازی سے کہا "تم افریقی مسلمانوں میں یہی ایک خرابی ہے کہ تم لوگ بہت گرم مزاج ہوتے ہو۔ ذرا سی بات پر تمھیں غصہ آ جاتا ہے۔"
وہ گرج کر بولا "اگر یہ ذرا سی بات ہے تو اپنی بیٹی ایک رات کے لیے ماسٹر زیرو کے پاس بھیج دو۔"
وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے غصہ نہیں آئے گا۔"
"اس لیے غصہ نہیں آئے گا کہ تمھاری سوسائٹی میں بیٹیاں راتوں کو گھر سے باہر رہتی ہیں۔ تمھارے ہاں ان کی ایک آدھ رات کا حساب نہیں ہوتا۔ ہم غیرت مند لوگ ہیں۔ کوئی ہماری بیٹی کا نام زبان پہ لائے تو ہم اسے زندہ

نہیں چھوڑتے۔ ماسٹر زیرو نے جیسی بات کہہ دی ہے، اس کے بعد وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔“

”مسٹر رازی! تم اور ماسٹر زیرو دونوں ہی میرے لیے اہم ہو، میں تم میں سے کسی کا جانی نقصان برداشت نہیں کروں گا۔ اس نے سیدھے سادے انداز میں تمھاری بیٹی کا ہاتھ مانگا اور تمھیں غصہ آگیا۔ اگر یہ غصے کی بات ہے تو اسے جزیرے سے باہر نکال دو، آئندہ وہ تم سے رابطہ قائم نہیں کرے گا۔ وہ دونوں پارس کو لے کر میرے پاس آجائے گا۔“

”ماسٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میری دونوں بیٹیاں ذہنی طور پر دونوں پارس سے وابستہ ہوچکی ہیں۔“

”فرہاد کے بیٹے محض تمھاری رشتے داری کے لیے اغوا نہیں کیے گئے ہیں، عقل کی بات کرو، یہ دونوں ایسی جگہ رکھے جائیں گے جہاں میں اور ماسٹر زیرو انھیں اپنے قابو میں رکھ سکیں، چوں کہ تم ماسٹر زیرو کو پسند نہیں کرتے اس لیے اب دونوں پارس کی جگہ تبدیل کی جارہی ہے۔“

”نہیں ماسٹر! دونوں پارس میرے پاس محفوظ رہیں گے، فرہاد کبھی ادھر کا رُخ نہیں کرے گا۔ تم ماسٹر زیرو سے دوستی بنانے کی خاطر اتنے اہم معاملے میں تبدیلی نہ کرو۔“

”میں دونوں کو جزیرے میں رکھ کر تنہا اُن پر توجہ نہیں دے سکتا۔ میری دوسری مصروفیات بھی ہوتی ہیں، ایسے وقت ماسٹر زیرو ہی ان کی نگرانی کرسکتا ہے۔ بہرحال میں نے دوسرے انتظامات کرلیے ہیں، میرا ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچنے والا ہے۔“

”میری اجازت کے بغیر کوئی ہیلی کاپٹر جزیرے میں نہیں اُترے گا۔“

اس طرح دونوں میں ٹھن گئی۔ سُپر ماسٹر کو سلمان رازی سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ ایسے وفادار کتوں کو غداری کرنے پر آسانی سے ٹھکانے لگا دیتا تھا۔ اُسے خطرہ میری طرف سے تھا۔ اُس نے پچھلی شام سے ہر اُس ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا جہاں میری موجودگی کی توقع تھی۔ چونکہ میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے کی خبر نہیں لے رہا تھا اس لیے خیال پیدا ہوا میں بیمار ہوں۔ دماغی طور پر کمزور ہوں۔ اس کے جاسوس مجھے اسپتالوں میں ڈھونڈ رہے تھے۔ آخر معلوم ہوگیا کہ میں استنبول کے ایک اسپتال میں ہوں۔

ایسے وقت سُپر ماسٹر سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں تھا۔ میں اس کے راستے کا سب سے بڑا پتھر آپ ہی آپ ہٹ گیا تھا۔ وہ میری دماغی کمزوری سے بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن بیمار شیر کی بھی دہشت ہوتی ہے۔ وہ ابھی براہ راست مجھے چھیڑ کر کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے دونوں پارس کو ایک محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے وقتی طور پر مجھے نظر انداز کیا۔ اس کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے راستے پر نہیں آؤں گا۔ وہ جزیرے میں مصروف ہوگیا۔

ایسے وقت اس کی بھی ایک کمزوری تھی۔ اتفاق سے وہ کچھ بیمار تھا۔ خیال خوانی کرسکتا تھا لیکن چند سیکنڈ سے زیادہ سانس روک نہیں سکتا تھا۔ اس کا خیال تھا وہ جلد سے جلد دونوں پارس کو جزیرے سے نکالنے کے بعد آرام کرے گا اور اپنا باقاعدہ علاج کرائے گا لیکن وہاں تنہا پارس اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ وہ ماسٹر زیرو کو بے ہوش کرنے کے بعد علی تیمور کا راستہ روک رہا تھا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے۔ ایسے وقت میں نے دماغی توانائی محسوس کی، سب سے پہلے بیٹے کی خبر لینے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے پاس پہنچ کر معلوم ہوا کہ علی تیمور، سُپر ماسٹر کا معمول بنا ہوا ہے اور اپنے بھائی سے لڑ رہا ہے۔ میں علی تیمور کے پاس آکر اس کی ذہنی حالت کا اندازہ کرنے لگا۔ اس وقت سُپر ماسٹر جھنجلا کر اُس سے کہہ رہا تھا ”کیا تم پارس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے؟“

وہ فکرمند تھا، جزیرے میں وقت ضائع کیے بغیر میرے دونوں بیٹوں کو وہاں سے نکال لینا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت رسونتی اپنے بیٹے کی مدد کے لیے وہاں پہنچ گئی۔ مجھے تقدیر نے سُپر ماسٹر کی آواز سُنا دی تھی۔ میں نے اس کا لب و لہجہ اچھی طرح یاد کرلیا تھا لیکن اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جب موقع ملا تو وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ یہ تقدیر کے تماشے ہیں کہ ایک گھنٹا پہلے میں بستر پر تھا اور اب تقدیر نے اسے لاکر بستر پر پٹخ دیا تھا۔

لوگ بیماری سے پریشان ہوتے ہیں، وہ اس فکر سے مرا جا رہا تھا کہ کہیں میں نے علی تیمور کے دماغ میں آکر اس کی آواز نہ سُن لی ہو۔ وہ ہر لمحے اپنے دماغ میں میری آمد کا منتظر تھا۔ اس کا خیال تھا، میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرلے گا۔ میں نے اس خام خیالی میں اسے مبتلا رکھا اور چپکے چپکے اہم معلومات حاصل کرنے لگا۔

اس کا نام راجر ہلٹن تھا۔ مین ہٹن کے ایک شاندار بنگلے میں رہتا تھا۔ بنگلے میں ایک خفیہ ٹیلیفون تھا جس کے ذریعے حکومت کے اہم افراد سے رابطہ قائم کرتا تھا یا کمپیوٹر کے ذریعے گفتگو کرتا تھا۔ ایمرجنسی کال پر ایک فوجی ڈاکٹر اس کے علاج کے لیے آیا تھا۔ اس کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد دوائیں دے کر چلا گیا تھا۔ اس کے صحت یاب ہونے تک دو فوجی افسروں کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ سے ایسے چند اہم افسران کے نام معلوم کیے جو ٹرانسفارمر مشین اور اس کے نقشے کی حفاظت کے ذمے دار تھے۔ اب وقت آگیا تھا کہ میں جلد از جلد وہاں تک پہنچ کر انھیں ہمیشہ کے لیے تباہ کردوں۔

میں نے ان افسران کے نام پتے اور ٹیلیفون نمبر معلوم کیے، ان میں سے کوئی یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ وہ سب عمر رسیدہ ریٹائرڈ فوجی افسر تھے اور سب بہت ریزرو رہتے تھے۔ اچھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد اب دنیاوی عیش و عشرت کے خواہش مند نہیں رہے تھے، کسی کلب وغیرہ میں نہیں جاتے تھے۔ انھوں نے جوانی میں شادی نہیں کی تھی اس لیے بڑھاپے میں کوئی رشتے دار نہیں تھا۔ وہ تعداد میں تین تھے، زیر زمین خفیہ اڈے کے انچارج تھے۔ ایک زیر زمین اڈے میں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی، دوسرے خفیہ اڈے میں مشین کا نقشہ اور بلیو پرنٹ رکھے ہوئے تھے۔ تیسرا خفیہ اڈا ایک چھوٹا سا ورکشاپ تھا جہاں آج کل ایک اور نئی ٹرانسفارمر مشین تیار ہورہی تھی۔

قدرت کو جب منظور ہوتا ہے تو بندوں کی آزمائش کے لیے درجنوں شیطان پیدا ہوجاتے ہیں اور جب تا منظور ہوتا ہے تو ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ پیدا کردیتا ہے۔ انھوں نے کئی ٹرانسفارمر مشین بنائیں، کئی شیطان پیدا کیے، آج ایک مشین کی موجودگی میں احتیاطاً دوسری مشین تیار کی جارہی تھی۔ ایسے میں قدرت نے مجھے ان خفیہ اڈوں کے انچارج تک پہنچا دیا تھا۔

میں نے خوب چھان بین کے بعد ایک خفیہ اڈے کے انچارج تک رسائی حاصل کی۔ اس کی آواز سُنی، پھر اس کے دماغ میں جاکر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ مشین، نقشے اور ان کے بلیو پرنٹ کا انچارج تھا۔ اس کے دماغ نے پورے یقین سے بتایا کہ نقشے اور اس کی نقلوں کا آخری اسٹاک اسی اڈے میں ہے، کسی اور سرکاری یا خفیہ شعبے میں اس کی کوئی نقل نہیں ہے البتہ اس کی ایک نقل تیسرے خفیہ اڈے میں تھی جہاں اس کے مطابق نئی مشین تیار ہورہی تھی۔

میں اس انچارج افسر کو کسی وقت بھی وہاں پہنچا کر ان تمام نقشوں کو جلا کر راکھ کرسکتا تھا لیکن ایسی جلد بازی سے دوسرے اڈے کے انچارج افسران ہوشیار ہوجاتے۔ میں نے بڑے صبر و تحمل سے مناسب وقت کا انتظار کیا۔ باقی دو افسران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے

خفیہ اڈوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتا رہا۔ آخری معلومات کے مطابق نئی مشین تیار ہو چکی تھی۔ اُسے آزمانے کے لیے ایک مرد اور ایک بہت ہی ذہین لڑکی کو اس میں سے گزارا گیا تھا۔ اب اس میں ایک نیا تجربہ کیا جا رہا تھا۔ مشین میں ایک نئی تبدیلی کی جا رہی تھی، اگر اس میں کامیابی ہوتی تو اس مشین سے گزرنے والا اپنی پچھلی زندگی بالکل بھول جاتا۔ جس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتا اسی کی شخصیت بھی اختیار کر لیتا۔ یہ تجربہ دوسرے دن صبح ہونے والا تھا اور وہ تینوں افسر وہاں جانے والے تھے۔

میرے لیے اُن تینوں اڈوں کی تباہی بہت بڑا مسئلہ بن گئی تھی کیوں کہ ان مختلف تین زیرِ زمین اڈوں کے اوپر جو عمارتیں تھیں وہاں مسلح فوجیوں کا پہرا ہوتا تھا، وہ تینوں انچارج افسران پوری طرح تلاشی دینے کے بعد عمارتوں کے تہ خانوں میں جاتے تھے وہ اپنے ساتھ ایسا سامان نہیں لے جا سکتے تھے جس کے ذریعے مشینوں کو تباہ کیا جا سکتا۔ تہ خانوں کے دروازے مخصوص نمبروں سے کھلتے تھے اور وہ نمبر صرف وہی تینوں افسر جانتے تھے۔ اُن مشینوں کو اور ان کے نقشوں کو............ ہمیشہ کے لیے ختم کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ اگر میں آسان سمجھ کر ان کی تباہی پر تل جاتا اور اس کے بعد ایک مشین یا ایک نقشہ کسی طرح تباہ ہونے یا جلنے سے رہ جاتا تو پھر وہی ٹرانسفارمر مشین کا چکر چلنے لگتا اور اس کی حفاظت کرنے والے پہلے سے زیادہ محتاط ہو جاتے۔

میں دوسرے دن کچھ نہ کر سکا۔ ان تینوں کے پاس باری باری جاتا رہا۔ ان کے ذریعے اُن فوجی افسران کے دماغوں میں جگہ بناتا رہا جو اُن تہ خانوں کے اوپر والی عمارتوں میں ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ اس بار میں نے رسونتی اور آرمر کے علاوہ ڈینی دانیال کو بھی ساتھ رکھا۔ ہم چار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے تقریباً تیس افسران اور اہم فوجی جوانوں کے دماغوں میں جگہ بنا لی۔ اس روز ان کی طرف سے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو نیا تجربہ کیا گیا وہ ناکام رہا یعنی مشین کے ذریعے صرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا تھا، ہم نے فیصلہ کر لیا، اب کسی تیسرے کا اضافہ نہیں ہو گا۔

آدھی رات کے بعد ہر خفیہ اڈے پر صرف دو افسر چند فوجی جوانوں کے ساتھ پہرا دیتے تھے۔ ہم چاروں نے پہلے نقشے والے تہ خانے پر حملہ کیا، وہاں کے افسروں اور جوانوں کے دماغوں کو اپنے قابو میں کیا۔ دو افسران کو تہ خانے میں پہنچایا۔ دروازے کھولنے کے مخصوص نمبر ہمیں یاد تھے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر اصل نقشہ اور اس کے تمام پرنٹس وغیرہ کو ایک جگہ جمع کیا پھر ان پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔ جب تک وہ تمام نقشے جل کر راکھ نہیں ہوئے وہ وہاں کھڑے رہے۔ پھر تہ خانے سے باہر آ کر انھوں نے مخصوص نمبروں سے دروازے کو بند کیا، اس کے بعد اپنی ڈیوٹی کی جگہ پہنچے تو ہم نے ان کے دماغوں کو آزاد کر دیا۔ ایسا کرنے سے انھیں کسی خاص بات کا احساس نہیں ہوا کیوں کہ وہ تہ خانے میں جانے سے پہلے پی رہے تھے، خاصے نشے میں تھے، وہاں سے واپس آئے تب بھی نشے میں تھے۔ ہم نے بڑی فراخدلی سے انھیں تہ خانے میں پیتے رہنے کا موقع دیا تھا۔

باقی دو تہ خانوں کے لیے خاص بارودی دھماکوں کے انتظامات کیے گئے تھے۔ پہلا مرحلہ خاموشی سے طے ہو گیا تھا۔ دوسرے دو مرحلے خاصے ہنگامہ خیز تھے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ دوسرے تہ خانے میں دھماکے ہوں تو تیسرے تہ خانے والے ہوشیار ہو جائیں۔ اس غلطی سے بچنے کے لیے ہم نے دونوں جگہ دھماکوں کا ایک ہی وقت مقرر کیا۔

ایک تہ خانے میں جو افسران گئے ان کے دماغوں پر میں نے اور آرمر نے قبضہ جمایا۔ دوسرے تہ خانے میں جانے والے افسروں کے ساتھ رسونتی اور ڈینی دانیال لگے ہوئے تھے۔ دونوں جگہ ایک ایک ٹرانسفارمر مشین تھی۔ اُن افسروں نے مشین کے اہم اور پیچیدہ پُرزوں کو کھول کر بڑے سے بیگ میں ڈال لیا۔ دونوں مشینوں کو بالکل ناکارہ بنا دیا پھر ان مشینوں کے اندر اور باہر چار بھاری قوت کے ٹائم بم لگا دیے۔ اس کے بعد تہ خانوں سے باہر آ کر عمارت سے باہر نکلے، ڈیوٹی پر حاضر رہنے والے جوان انھیں سلام کر رہے تھے اور وہ سر ہلا ہلا کر جواب دیتے ہوئے اپنی اپنی کاروں میں بیٹھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے گاڑیاں آگے بڑھائیں بہت دور جا کر وہ ہماری مرضی کے مطابق مختلف گٹر کے نزدیک رُکتے گئے ان کے ڈھکن اُٹھا کر تھوڑے تھوڑے پُرزے بیگ سے نکال کر گٹر کی گہرائی میں پھینکتے گئے، یہ عمل دیر تک جاری رہا۔

جب تمام پُرزے پھینک دیے گئے، بیگ خالی ہو گئے تو وہ اپنی ڈیوٹی کی جگہ واپس جانے لگے۔ دونوں تہ خانوں میں چار چار بم رکھے گئے تھے۔ اُن آٹھوں کی بلاسٹنگ کا ایک ہی وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آیا

تو جیسے قیامت آ گئی، رات کے وقت ان دھماکوں نے پورے شہر کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہم نے افسروں کے دماغوں کو آزاد کر دیا۔ اب ان کے دماغوں کو ہلانے کے لیے وہ دھماکے کافی تھے۔ رسونتی، آرمر اور دانیال میرے دماغ میں آ کر بے حد خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے کہا "واقعی آج صرف ہمارے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لیے خوشی کا موقع ہے ہم نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے کہ ہماری اس دنیا میں اب کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی ہے اور نہ ہی کوئی نقشہ کسی بھولے بھٹکے کردار کے پاس رہ گیا ہے۔ ان مشینوں کے جو ماہرین تھے وہ انہی عمارتوں میں رہتے تھے، بم کے دھماکوں نے انھیں بھی نابود کر دیا ہو گا۔"

ہم چاروں نے تھوڑی دیر بعد خیال خوانی کی پرواز کی۔ مشین کے جتنے میکینک اور ماہرین تھے، ان میں سے کسی کا دماغ ہماری سوچ کی لہروں کو قبول کرنے کے لیے زندہ نہیں رہا تھا۔ دانیال نے کہا "فرہاد صاحب! میں سمجھتا ہوں یہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، اس کے بعد آپ کوئی اور ایسا کارنامہ انجام نہیں دے سکیں گے۔"

رسونتی نے پوچھا "بھلا وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ آج کل دونوں بیٹوں نے باپ کو چھٹی دے رکھی ہے۔"

اس پر سب قہقہے لگانے لگے۔ آرمر نے کہا "اتنی محنت کے باوجود ابھی سپر ماسٹر اور دو نئے خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔"

"وہ دونوں جب تک گمنام رہیں گے، خوش نصیب رہیں گے۔ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے، آنجہانی کہلانے لگیں گے۔ رہ گیا سپر ماسٹر، اس سے ابھی نمٹ لیتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ سانس روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے ہلکا سا جھٹکا پہنچایا تو وہ کھڑے کھڑے گر پڑا۔ فرش پر تڑپتے ہوئے چیخنے لگا۔ ڈیوٹی دینے والا فوجی افسر دو مسلح جوانوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا پھر اسے سہارا دے کر اُٹھاتے ہوئے بولا "کیا بات ہے؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "مجھے فرہاد ہو گیا ہے۔"

"کیا؟" افسر نے حیرانی سے پوچھا "کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟ اُس خطرناک بیماری کو کیا کہتے ہیں جس کا کوئی علاج نہیں ہے اور جو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی؟"

"اُسے کینسر کہتے ہیں۔"

"نہیں اُسے فرہاد کہتے ہیں۔"

"کیا مسٹر فرہاد تمھارے دماغ میں ہیں؟"

"اگر ہیں تو تم ان کا کیا بگاڑ لو گے؟ کیا ایسا کوئی ہے جو مجھے فرہاد کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھ سکے؟"

افسر نے کہا "میں مسٹر فرہاد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمارے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کریں۔ ہمارے حکام اُن سے اہم معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔"

سپر ماسٹر راجر ہلٹن نے کہا "جب میں نے فرہاد کے بیٹے علی تیمور کو اپنا معمول بنایا اور پارس کو اغوا کرایا تب ہمارے حکام کو فرہاد یاد کیوں نہ آیا؟ اب اسے کیا پڑی ہے کہ وہ ہمارے حکام سے گفتگو کرے؟"

افسر نے کہا "مسٹر راجر! اب تم سپر ماسٹر نہیں رہے۔ تم خاموش رہو، مجھے مسٹر فرہاد سے باتیں کرنے دو۔"

راجر نے کہا "میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں، جب تک میرا وجود ختم نہیں ہو گا، فرہاد کسی سے بات نہیں کرے گا۔ لہٰذا! میں جا رہا ہوں۔ یہ لو۔"

اس نے سانس روک لی۔ دوسرے لفظوں میں میں نے اسے سانس لینے نہیں دیا۔ وہ تڑپتا رہا اور میں سوچ کے ذریعے کہتا رہا "تم نے اپنی سیاسی چالوں کو کامیاب بنانے کے لیے جتنے بے گناہوں کو قتل کیا یا کرایا، ان تمام بے موت مرنے والوں کو یاد کرو۔ خدانخواستہ میں یا میرے بچے کمزور ہوتے تو تم انھیں کس طرح اذیتیں دے کر مارتے، یہ میں جانتا ہوں۔ تمھارے جیسے شیطان قابلِ معافی نہیں ہوتے۔"

اس کا دم نکل گیا اور دیدے پھیل گئے میں نے افسر کے دماغ میں آ کر کہا "اپنے اعلیٰ حکام سے کہنا، میرا حساب برابر ہو گیا۔ آئندہ کوئی نیا حساب شروع ہو گا تو میں ان سے گفتگو کرنے آؤں گا۔ ڈیٹس آل۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ سات شیطان جنھیں مشین نے پیدا کیا تھا، ان میں سے چھ مر چکے تھے۔ ڈینی دانیال رہ گیا تھا۔ وہ ہمارا وفادار تھا اور اب تک دوستی کا ثبوت پیش کرتا جا رہا تھا۔ وہ ایسی کوئی شیطانی حرکت نہیں کر رہا تھا جس پر ہمیں اعتراض ہوتا۔ وہ جلد ہی اسرائیل میں موجودہ حکومت کا تختہ اُلٹ کر نئے سرے سے انتخابات کرانے کے بعد وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ یہ اس کا اپنا قومی اور ملکی معاملہ تھا۔ ہمیں اس سلسلے میں اس حد تک دلچسپی تھی کہ وہ ہمارا تعاون چاہتا تو

ہم پوری طرح تعاون کرتے کیوں کہ وہ بھی دن رات ہمارے کام آتا رہتا تھا۔

مشین اور نقشوں کو ہمیشہ کے لیے تباہ کرنے میں ایک ہفتہ لگا۔ اس عرصے میں جزیرے کے حالات تیزی سے تبدیل ہوئے۔ دونوں پارس کو پھر آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ میں ابھی وہاں کے تفصیلی واقعات بیان کروں گا۔ پہلے میں اپنے حالات بیان کر دوں کیوں کہ اب استنبول شہر چھوڑ رہا ہوں۔

تھیلما دن میں کئی بار مجھ سے ملنے اسپتال آتی تھی۔ میں تیسرے دن اس کے ساتھ گھر آ گیا۔ ٹام مورس نے مجھ سے کہا۔ "ادنیل! تم میرے بھائی ہو۔ میں تمھیں بہت چاہتا ہوں لیکن تھیلما کی چاہت برداشت نہیں کر سکتا۔ میں دیکھ رہا ہوں، وہ دن بہ دن تمھاری دیوانی ہوتی جا رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "اس کی دیوانگی میں خلوص اور نیک نیتی ہے۔ تم اسے ایک گناہگار کی آنکھوں سے نہ دیکھو۔"

"تم مجھے گناہگار کہہ رہے ہو؟"

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ آج کل تمھاری دو لڑکیوں سے دوستی ہے۔"

پہلے تو وہ چونکا، پھر ڈھیٹ بن کر بولا۔ "تمھارے نجومی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ہر بات درست کہتے ہو۔ یہ سراسر مجھ پر الزام ہے۔"

"اگر ڈھٹائی سے انکار کرو گے تو میں سچائی ثابت کر دوں گا۔"

"تم کبھی ثابت نہیں کر سکو گے کیوں کہ میں نے آج تک تھیلما کے سوا کسی لڑکی کا ہاتھ نہیں پکڑا ہے۔"

میں نے کہا۔ "تھیلما! اپنے شوہر کی قدر کرو۔ یہ میرا بھائی ہے۔ میں بھی قدر کرتا ہوں، ہمیں بات کو تلخی کی حد تک نہیں بڑھانا چاہیے۔"

وہ کسی کام سے چلا گیا۔ لوگ اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ گناہ کے خیال سے کہیں جاتے ہیں لیکن دعویٰ کر کے جاتے ہیں کہ گناہگار نہیں ہیں۔ میں نے تھیلما کے دماغ میں باہر جانے کی شدید خواہش پیدا کی۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "ادنیل کبھی غلط نہیں کہتا، اس کی ہر بات درست ہوتی ہے لیکن ٹام اپنی پارسائی کا دعویٰ کر کے گیا ہے۔ اگر میں اس کا تعاقب کروں اور کہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لوں تو پھر ایک بار ادنیل کی سچائی ثابت ہو جائے گی۔"

وہ میری انسلٹ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "تم آرام کرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ گھر سے باہر نکلی۔ ٹام بہت پہلے ہی جا چکا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے لیکن ایک ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بے اختیار بولی۔ "سینٹرل روڈ۔"

کوئی چالیس منٹ کے بعد وہ سینٹرل روڈ کے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔ وہاں کتنے ہی مساج اینڈ باتھ کے پرائیویٹ اڈے تھے۔ بوڑھے رئیس اور شوقین نوجوان گرم پانی یا بھاپ کے ذریعے غسل کرنے آتے تھے۔ غسل سے پہلے نوجوان عورتیں ان کے بدن کی مالش کرتی تھیں۔ ظاہر ہے وہ ان حالات میں پارسا نہیں رہتے ہوں گے۔ تھیلما نے ایک اڈے کے منتظم سے پوچھا۔ "مسٹر ٹام مورس کون سے باتھ روم میں ہیں؟"

وہاں کسی کے پرائیویٹ معاملات دوسروں کو نہیں بتائے جاتے تھے۔ منتظم نے پہلے کچھ بتانے سے انکار کیا، پھر میرے مجبور کرنے پر بتا دیا۔ وہ باتھ روم نمبر دس کے دروازے پر پہنچی۔ ایسے دروازے اندر سے بند ہوتے ہیں لیکن میں نے ٹام مورس کی بے خیالی میں دروازہ اس سے کھلا رکھوایا تھا۔ تھیلما نے اچانک دروازہ کھول کر دیکھا تو ٹام ایک دم سے بوکھلا گیا۔ وہ ایسی حالت میں تھا کہ کہیں منہ بھی نہیں چھپا سکتا تھا۔ وہ غصے سے بولی۔ "یو چیٹ! غلاظت کے کیڑے! ابھی اسی وقت گھر آؤ۔ آج ہمارا فیصلہ ہوگا۔"

یہ کہتے ہی وہ تھوک کر چلی آئی۔ ایک گھنٹے بعد وہ دونوں میرے سامنے تھے۔ ٹام نے کہا۔ "ٹھیک ہے، میں نے جو کچھ کیا، وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اپنی عورت جب دوسرے مرد سے عشق کرنے لگے تو مرد بھی باہر جا کر بہکتا ہے۔"

تھیلما نے نفرت سے کہا۔ "تمھیں شرم نہیں آتی۔ اپنے گناہ کا حساب کم کرنے کے لیے مجھے گناہگار کہہ رہے ہو۔"

"مجھے شرم دلانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ تم اب میرے قابل نہیں رہی ہو۔ میں تمھارے ساتھ زندگی نہیں گزاروں گا۔"

"ارے تم زندگی گزارنے کی بات کرتے ہو۔ میں ایک سیکنڈ تمھارے ساتھ رہنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔"

"ایسی بات ہے تو پھر نکلو یہاں سے۔ میرے گھر میں کیا کر رہی ہو؟"

"یہ تمھارے باپ کا گھر نہیں ہے۔ کیا بھول گئے؟ شادی کی پچیسویں سالگرہ پر تم نے یہ مکان مجھے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ باقاعدہ کورٹ پیپر پر میرے نام رجسٹری کرائی تھی۔ ابھی یہاں سے نہیں نکلو گے تو وہ کاغذات لاکر سے نکلوا کر قانونی کارروائی کروں۔

"تم مجھے میرے گھر سے نکالو گی؟ اور اس اڈیل کے بل بوتے پر نکالو گی؟ میں ابھی تمھیں سیدھا کرتا ہوں۔"

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ تھیلما سہم کر مجھ سے بولی "یہ کمینہ بہت ظالم ہے۔ غصے میں آتا ہے تو ہنٹر سے مارتا ہے۔"

میں نے کہا "کمزور مار کھاتے ہیں۔ میرا علم کہتا ہے، تم شہ زور ہو، اس سے ہنٹر چھین کر اس کی پٹائی کرو گی۔"

"بے شک تمھارا علم سچا ہے لیکن وہ ہاتھ پاؤں کا مضبوط ہے۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹام نے ڈرائنگ روم میں آکر "شڑاپ" کی آواز کے ساتھ ہنٹر کو فضا میں لہرایا پھر تھیلما کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں عورت اور گھوڑی کو قابو میں رکھنا جانتا ہوں۔"

میں تھیلما کے دماغ میں تھا۔ اس کا نشانہ چوک نہیں سکتا تھا۔ اس نے گلدان اٹھا کر ٹام کے سر کا نشانہ لیا۔ گلدان ٹھیک سر پر لگا۔ وہ اچھل کر اس کے پاس آئی۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ہنٹر کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا پھر کچھ فاصلے پر جاکر ہنٹر کو لہراتے ہوئے اس کی پٹائی کرنے لگی۔ وہ بچنا چاہتا تھا، میں اس کے دماغ میں رہ کر بچنے نہیں دیتا تھا۔ تھیلما کا کوئی ہاتھ خالی نہیں جا رہا تھا۔ ٹام کا لباس پھٹ رہا تھا۔ جسم پر سرخ نشان پڑ رہے تھے۔ جہاں چمڑے کا ہنٹر پڑتا تھا وہاں سے خون ابل پڑتا تھا۔ ٹام نے کئی بار کوشش کی، اس کے قریب جائے اور ہنٹر چھین لے لیکن میں اسے ناکام بناتا رہا۔ آخر وہ چکرا کر گر پڑا۔ تھیلما پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ ہانپتے ہوئے کہہ رہی تھی "اسی ڈرائنگ روم میں تم نے سیکڑوں بار ڈان کو ہنٹر سے مار مار کر لہولہان کیا۔ پھر اسی جگہ ایک دن ڈان نے ہم سب کی پٹائی کی۔ آج میں تمھاری کھال اتار رہی ہوں۔ اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ پھر کبھی میرے دروازے پر آؤ گے تو ملازموں سے جوتے کھا کر جاؤ گے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے فرش پر بیٹھ گیا۔ ایسی حالت میں وہ اپنے پاؤں پر چل کر نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے

ایک ملازم کو بلا کر کہا "اس کی مرہم پٹی کرو اور لباس [illegible] کراؤ۔"

ملازم حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ جب مرہم پٹی [illegible] لباس بدل گیا تو اس نے کہا "تھیلما! جو ہوا اس پر [illegible] میں تمھارا شوہر ہوں۔ ہم آج سے ایک نئی زندگی [illegible] کریں گے۔"

"نئی زندگی ہم نہیں، میں شروع کروں گی۔ [illegible] سے مار کھانے والا مرد میرا جیون ساتھی نہیں ہو سکتا [illegible] یہاں سے۔"

اس نے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا "تم نے [illegible] علم کو غلط کہا تھا اس لیے میں نے تمھیں مستقبل کی [illegible] نہیں بتائی تھیں۔ اب بتا رہا ہوں۔ اس گھر سے نکلنے [illegible] بعد تم کوڑی کوڑی کے محتاج ہو جاؤ گے۔"

وہ بولا "میں تمھارے علم کو مانتا ہوں۔ مجھے [illegible] سے بچالو۔"

"اگر تمھیں بچاؤں گا اور پھر اس گھر میں رہنے [illegible] موقع دوں گا تو میں مر جاؤں گا۔ سام مجھے ہلاک کرنے [illegible] ناکام رہا، تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں [illegible]"

میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے [illegible]

"تمھارے قسم کھانے سے مقدر نہیں بدلے گا۔ میرا [illegible] ہے، میں یہاں سے جلد ہی جانے والا ہوں۔ میرے [illegible] تم تھیلما کو قتل کر دو گے۔ اگر تم دونوں میں علیحدگی ہو [illegible] تو یہ زندہ رہے گی اور ایک امیر کبیر خاتون کی طرح [illegible] گزارے گی۔ بہتر ہے، تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ تھیلما میرے پاس آ کر [illegible] پر گھٹنے ٹیکتے ہوئے بولی "کیا تم یہاں سے چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ ہم سب تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں [illegible] تدبیریں اور تمھارے آنسو مجھے روک نہیں سکیں گے [illegible] اب میری باتیں غور سے سنو۔ کل سے تمھارے پاس [illegible] دولت آتی رہے گی۔ دولت کے ساتھ دشمن بھی پیدا [illegible] رہیں گے۔ لہٰذا تم اپنی دولت سے غنڈے خرید و گی جو تمھاری [illegible] حفاظت کریں گے اور دشمنوں کے دلوں پر تمھاری [illegible] طاری کریں گے۔"

"او نیل! میں جانتی ہوں، تم جو کہتے ہو، وہی ہوتا [illegible] لیکن یہ سب خواب کی سی باتیں لگ رہی ہیں۔"

"آنے والے کل کو آنے دو اور ابھی مجھے تنہا [illegible]

ہم آج کی رات کلبوں اور قمار خانوں میں گزاریں گے۔"

وہ آج رات میرے ساتھ وقت گزارنے کے خیال سے خوش تھی۔ سام مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔ ان دنوں میں تنہائی میں ٹرانسفارمر مشین اور اس کے نقشوں کو تباہ کرنے کے سلسلے میں خیال خوانی کیا کرتا تھا۔ ہم رات کے آٹھ بجے گھر سے نکلنے لگے۔ میں نے کہا "تمام ملازموں کو اور نائٹ چوکیدار کو چھٹی دے دو۔ گھر کی کھڑکیاں اور دروازے لاک کر دو۔ آج رات یہاں کوئی نہیں رہے گا۔"

اس نے بے چون و چرا میری ہدایات پر عمل کیا۔ وہ صحیح معنوں میں مجھ پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ اس نے تمام دروازوں کو مقفل کر دیا۔ میں نے اس سے چابیاں لے کر ڈیش بورڈ میں رکھ دیں۔ اس نے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ بہت خوش تھی، بڑے موڈ میں کار ڈرائیو کرنے لگی۔ میں نے کہا "تھیلما! کبھی جذبات میں بہہ کر میرے پاس نہ آنا۔ ورنہ بلندی پر جاتے جاتے اچانک ذلت کی پستیوں میں جا گرو گی۔ میں ہمیشہ وہی سمجھاتا ہوں جس سے تمھاری زندگی سنور سکتی ہے۔"

"میں جانتی ہوں، تم کوئی غلط بات نہیں سمجھاؤ گے۔"

ہم ایک بہت بڑے کلب میں آئے۔ وہاں صرف کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار جوا کھیلنے آتے تھے۔ وہاں کے دستور کے مطابق نقد رقم لاتے تھے اور اپنے ساتھ ایک دو مسلح گارڈز رکھتے تھے تاکہ نقد رقم پر کوئی ہاتھ صاف نہ کر سکے۔ ہم ایک کارنر ٹیبل کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ پہلے اپنی اپنی پسند کے مشروب کا آرڈر دیا۔ بیرا چلا گیا تو میں نے کہا "تھیلما! یہاں میری کوئی حرکت عجیب لگے تو خاموش رہنا۔ تمھیں بعد میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور جب میں سر جھکا کر خاموش رہوں یا کھانے میں مصروف رہوں تو مجھے مخاطب نہ کرنا۔ کوئی بیرا یا کوئی اجنبی آئے تو اسے دو چار باتیں کہہ کے ٹال دینا۔"

میں نے ایک اور بیرے کو اشارے سے بلا کر وقت پوچھا۔ اپنی رسٹ واچ یوں ہاتھ میں لی جیسے اپنی گھڑی کا وقت درست کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے وقت بتایا۔ میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "تم جا سکتے ہو، ہم آرڈر دے چکے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ میں دو بیروں کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ وہ جس میز پر سرو آرڈر کی تکمیل کے لیے جاتے تھے میں اس میز والے کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتا تھا، وہ جوا کھیلنے آیا ہے یا محض حسینوں کے ساتھ رقص کرنے کے بعد کھانا کھا کر گھر جانے والا ہے؟ کئی دولت مند افراد کی سوچ نے بتایا کہ وہ خاصی رقم لے کر کھیلنے آئے ہیں۔ مجھے مایوسی ہوئی، کسی کے بیگ یا بریف کیس میں دو چار لاکھ یا پانچ لاکھ ڈالر سے زیادہ رقم نہیں تھی۔

میرے سامنے مشروب سے بھرا ہوا گلاس آگیا تھا۔ میں نے اس کی ایک چسکی لے کر کہا "تھیلما! اب میں بالکل خاموش رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے ایک ایسے رئیس کے دماغ پر قبضہ جمایا جس کے بریف کیس میں پانچ لاکھ ڈالر تھے۔ وہ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی حسینہ سے بولا "میں ذرا باتھ روم سے آتا ہوں۔"

حسینہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔ وہ بریف کیس اٹھا کر باتھ روم میں آیا پھر ایک دروازے پر پہنچا۔ وہاں میں نے پوری طرح اس کے دماغ کو مٹھی میں لے لیا پھر اسے کلب کے پچھلے راستے سے نکال کر تھیلما کی کار میں لے آیا۔ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا تھیلما کے بنگلے میں پہنچا۔ ڈیش بورڈ کھول کر بنگلے کی چابی نکالی۔ ایک ہاتھ سے بریف کیس اٹھایا پھر مقفل دروازوں کو کھولتا ہوا تھیلما کے بیڈ روم میں آیا۔ بریف کیس کھول کر اسے بستر پر الٹ دیا۔ نوٹوں کی گڈیاں پلنگ کی چادر پر دور تک پھیل گئیں۔ اس نے بریف کیس کو دوبارہ بند کیا، پھر اسی طرح تمام دروازوں کو مقفل کرتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ بنگلے کی چابیاں واپس ڈیش بورڈ میں رکھ دیں۔ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا کلب کے اسی حصے میں پہنچا۔ وہاں گاڑی پارک کی پھر کلب کے پچھلے حصے سے داخل ہو کر باتھ روم کے اسی دروازے تک پہنچا، جہاں میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا تھا۔ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر کچھ سوچا، اپنے آس پاس دیکھا۔ دماغ نے سمجھایا، وہ ابھی یہیں دروازے کے سامنے تھا۔ میں نے اسے سوچنے سمجھنے کے لیے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر حاضر ہو کر مشروب سے بھرا گلاس دوبارہ اٹھا کر پینے لگا۔

تھیلما چور نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "تم میری خاموشی سے بور ہو رہی ہو؟"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "تمھاری خاموشی میں بھی مصلحت ہوتی ہے۔ میرے لیے یہ خوشی کیا کم ہے کہ تمھارے ساتھ وقت گزار رہی ہوں۔"

"کیا تمھیں ٹام سے الگ ہونے کا دکھ نہیں ہے؟"

"بائی گاڈ، خوشی ہو رہی ہے۔ میں خود کو ایسی ہلکی پھلکی محسوس کر رہی ہوں جیسے میرے اوپر سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا ہو۔"

میں اس سے باتیں بھی کرتا رہا اور وہاں بیٹھے ہوئے دولت مند عیاشوں کے پاس بھی پہنچتا رہا۔ آخر ایک ایسے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا جس کے پاس ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈالر کالے دھن کی صورت میں تھے۔ اتفاق سے اس کی کوٹھی تھیلما کے بنگلے کے قریب ہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں پھر خاموش رہوں گا۔ تم کھانے کا آرڈر دو مگر مجھے بالکل مخاطب نہ کرنا۔"

میں نے اس کالے دھن والے کے دماغ پر قبضہ جما کر کلب سے اس کی کوٹھی میں پہنچایا۔ وہ تمام دولت بیڈروم کے فرش کے نیچے ایک خفیہ خانے میں چھپائی گئی تھی۔ اس نے ایک بڑے سے بیگ میں تمام نوٹوں کی گڈیاں بھر لیں، وہاں ایک نوٹ بھی نہیں چھوڑا۔ پھر تھیلما کے بنگلے میں آکر، اس کے بیڈروم میں پہنچ کر وہ تمام نوٹ اس کے بستر پر اُلٹ دیے۔ میرے پہلے شکار کی طرح تمام دروازوں کو مقفل کرتا ہوا باہر آیا۔ چابیوں کو ڈیش بورڈ میں رکھا پھر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ایک ویران راستے پر رُک گیا، دروازہ کھول کر اس خالی بیگ کو نکالا جس میں رقم لایا تھا۔ اس بیگ پر لائٹر کا پٹرول چھڑک کر آگ لگائی، اسے ایک طرف پھینکا، پھر دس منٹ کے اندر کلب میں واپس آکر اپنی میز کی اسی کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر تھیلما کو مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولی۔ "اپنے علم میں ڈوبنے کے لیے گھر کی تنہائی مناسب ہوتی ہے۔ تم میری خاطر ہجوم میں پریشان ہو رہے ہو۔ ہم کھانے کے بعد گھر چلیں گے۔"

بیرا ہمارے درمیان کھانے کی ڈشیں لا کر رکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ "اب مجھے تنہائی اور خاموشی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خوب باتیں کریں گے۔ تم مجھے استنبول کی سیر کراؤ گی۔"

ہم کھانے کے بعد کلب سے باہر آئے۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے جیسے عظیم انسان کے لیے آخر میں کیا کروں؟"

"کر تو رہی ہو۔ اتنے دنوں سے مجھے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ میری خدمت کر رہی ہو۔ دن رات میرے آرام کا خیال رکھتی ہو۔ کچھ اور کرنا چاہتی ہو تو گاڑی اسٹارٹ کرو اور اس شہر کی سیر کرا دو۔"

ہماری گاڑی کے ساتھ ہی وہ کار کھڑی ہوئی تھی جس کے مالک کے پانچ لاکھ ڈالر پر میں ہاتھ صاف کر چکا تھا۔ وہ جھنجلا کر اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا تھا۔ اس کے پیچھے آنے والا مسلح گارڈ کہہ رہا تھا۔ "باس! میں سامنے والے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو کہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر بریف کیس آپ کے پاس رکھے رکھے کیسے خالی ہو گیا؟"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

اِدھر تھیلما گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی، میں نے کہا۔ "ذرا رُک جاؤ۔ مجھے اِن لوگوں کی باتیں سننے دو۔"

اُدھر وہ مسلح گارڈ کہہ رہا تھا۔ "باس ہمیں اُس عورت کا تعاقب کرنا چاہیے جو کلب میں آپ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی ایسا چکر چلایا ہے جو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اس کی نازک سی گردن دبوچنے سے..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص پاس آکر کہہ رہا تھا۔ "باس! میں آپ کو ڈھونڈتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ کل صبح میری وائف کا میجر آپریشن ہونے والا ہے۔ اگر میں نے صبح سے پہلے دس ہزار ڈالر اسپتال کے کاؤنٹر پر جمع نہ کرائے تو یہ آپریشن نہیں ہو گا۔ میری گھر والی مر جائے گی۔"

باس نے غصے سے کہا۔ "بھاگ جاؤ یہاں سے۔ کیا تمہیں تنخواہ نہیں ملتی ہے؟"

"ملتی ہے باس! مجھے ایڈوانس دے دیجیے۔"

"یہاں میں لُٹ چکا ہوں۔ میرے پانچ لاکھ ڈالر غائب ہو گئے ہیں اور تم دس ہزار کا دُکھڑا رو رہے ہو؟"

"باس! آپ کے لیے پانچ لاکھ کچھ نہیں ہیں۔ آپ کسی رات جُوئے میں جیت لیتے ہیں اور کبھی ہار جاتے ہیں۔ مجھے اپنی بیوی کی زندگی کو جیتنے کے لیے صرف دس ہزار ڈالر کی ضرورت ہے۔"

"کیوں میرا دماغ چاٹ رہے ہو۔ میں ابھی کسی کو ایک ڈالر بھی نہیں دوں گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ مسلح گارڈ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ باس کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ میں نے اُس ادھیڑ عمر کے شخص سے کہا۔ "مسٹر! اِدھر آؤ۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ پلٹ کر میرے پاس آیا پھر بولا۔ "میرا نام کیشو ایڈوانی ہے۔ فرمائیے؟"

میں نے تھیلما سے پوچھا۔ "تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"تم نے قمار خانے میں جانے کا ارادہ کیا تھا۔ میں بنک سے چالیس ہزار ڈالر لائی تھی۔ میرے اکاؤنٹ میں اتنی ہی رقم تھی۔"

میں نے اس سے پندرہ ہزار ڈالر لے کر کیشو ایڈوانی کو دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی جا کر اسپتال میں دس ہزار جمع کراؤ۔ پانچ ہزار اوپری اخراجات کے لیے رکھو۔"

وہ حیران حیران سا مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک کاغذ پر تھیلما کے بنگلے کا پتا نوٹ کر کے اسے دیتے ہوئے کہا۔ "ایسے لوگوں کی ملازمت چھوڑ دو جو جُوئے میں لاکھوں ہار جاتے ہیں لیکن ضرورت مند ملازم کو دس ہزار نہیں دے سکتے۔ کل شام کو اس پتے پر آؤ۔ تمہیں پہلے سے زیادہ تنخواہ والی ملازمت ملے گی۔"

وہ مجھے دُعائیں دینے لگا۔ تھیلما نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تمہارے پاس زبردست علم ہے۔ تم کسی کو دیکھتے ہی سمجھ لیتے ہو کہ وہ کام کا آدمی ہے یا نہیں؟"

"ہاں۔ مجھے اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں نے بتایا تھا کہ وہ بہترین اکاؤنٹنٹ ہے۔ بڑے بڑے بیوپاریوں کے ساتھ رہ چکا ہے۔ بہت سے کاروبار کے اندرونی رازوں کو جانتا ہے۔ تم اسے اپنا ذاتی مشیر بنا کر رکھو گی اور اس پر اندھا اعتماد کرو گی۔ یہ تمہاری دولت کی حفاظت بھی کرے گا اور دولت کو بڑھانے کے گُر بھی بتاتا رہے گا۔"

"تم جو کہتے ہو، میرے دماغ میں نقش ہو جاتا ہے اور میں تمہاری ہر ہدایت پر بے اختیار عمل کرنے لگتی ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ "یہاں کا بدنام علاقہ کون سا ہے؟ یعنی ایسا علاقہ جہاں چور، بدمعاش اور خطرناک قسم کے مجرم رہتے ہیں۔"

"کیا تم ایسی جگہ جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں! مجھے لے چلو۔"

مختلف راستوں سے گزر کر ہم ایک ایسے علاقے میں پہنچے جہاں کسی قدر گندگی تھی، عورتیں نیم عریانیت کا اشتہار بنی ہوئی تھیں جو بھی مرد نظر آتا تھا مستی میں چور دکھائی دیتا تھا۔ وہاں قہوہ خانے بھی تھے اور شراب خانے بھی۔ کیبرے ہاؤس اور قمار خانے بھی جا بہ جا تھے۔ تھیلما نے ایک قہوہ خانے کے قریب گاڑی روک دی۔

میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو ایک غنڈہ آکر مجھ سے ٹکرا گیا اور اس بہانے میری جیب صاف کر دی۔ میں نے انجان بن کر کہا۔ "بھائی، ذرا دیکھ کر چلو۔"

وہ بولا۔ "راستے میں گاڑی کھڑی کرتے ہو، ٹکر تو ضرور لگے گی۔ جو بگاڑنا چاہو بگاڑ لو۔"

میں نے چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی جیب کا سارا مال اپنی جیب میں منتقل کیا پھر اپنے ایک کان کو پکڑتے ہوئے کہا۔ "معاف کرنا، غلطی ہو گئی۔ قہوہ پینے کے بعد گاڑی یہاں سے ہٹا دوں گا۔"

"اچھا جاؤ۔ شرافت سے معافی مانگ رہے ہو اس لیے معاف کر دیا۔"

وہ ایک طرف چلا گیا۔ دو چار غنڈے مجھے گھور رہے تھے۔ میں نے قہوہ خانے کے مالک سے کہا۔ "دو کپ قہوہ پلا دو۔"

مالک نے اپنے ملازم کو حکم دیا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "آج پہلی بار تمہیں دیکھا ہے۔ اچھا ہوا ٹونی کے مُنہ نہیں لگے اور معافی مانگ لی ورنہ تمہارے ساتھ یہ گاڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جاتی اور تمہاری عورت کا جو حشر ہوتا اسے تم دیکھ نہیں پاتے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ٹونی یہاں کا دادا ہے؟"

"یہاں کا دادا مائیکل ہے۔ ٹونی اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں دیکھنے آیا ہوں، یہاں کا دادا اگر دلیر اور وفادار ہوا تو میں اسے ملازم بنا کر رکھوں گا۔"

دکان کے مالک نے زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر بلند آواز سے کہا۔ "سُنو لوگو! سُنو، یہ جنٹلمین ہمارے دادا مائیکل کو ملازم بنانے آیا ہے۔"

غنڈے بدمعاش جمع ہونے لگے اور مجھے دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔ ٹونی واپس آگیا تھا۔ اس نے میرا گریبان پکڑ کر پوچھا۔ "کیوں بے گدھے کے بچے! تُو نے میرے بھائی کی شان میں کیا گستاخی کی ہے؟"

میں نے عاجزی سے کہا۔ "بھائی گریبان چھوڑ دو۔ قہوہ پینے کے بعد پکڑ لینا۔"

وہ گرج کر بولا۔ "گرم قہوے کی کیتلی لاؤ اور اس کے سر پر انڈیل دو۔ اس کے مُنہ سے جتنی چیخیں نکلیں گی اسے اتنی ہی لاتیں جُوتے پڑیں گے۔"

اسی وقت مسلسل فائرنگ کی آواز سُنائی دی۔ شور اُٹھا

کہ مائیکل دادا آ رہا ہے۔ بہت سے لوگ سامنے والے چوراہے سے اُٹھ کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ دو جیپ گاڑیاں نظر آئیں۔ ان کی سیٹوں پر کھڑے ہوئے غنڈے ہوائی فائرنگ کر رہے تھے اور چوراہے کے وسط میں آ کر رُک گئے تھے۔ اب جیپوں سے کود کر باہر آ رہے تھے۔ ایک نے بلند آواز میں کہا "بولو مائیکل زندہ باد۔"

سب زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ ان نعروں کی گونج میں مائیکل نظر آیا۔ وہ ایک جیپ کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اُٹھ کر کھڑا ہوا تو پتا چلا، اچھا قد آور پہلوان ہے۔ چہرہ شیر کی طرح ہیبت ناک تھا۔ وہ اپنے پاس بیٹھی ہوئی ایک حسینہ کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اٹھاتے ہوئے اور اسے سیٹ پر کھڑا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "دیکھو، اسے اچھی طرح دیکھو اور پہچانو، یہ کنگ آف کرائمز کی بہن جُولی ہے۔ اس کا بھائی جرائم کی دنیا کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ کل اُس نے میرے ایک آدمی کو مارا تھا، میں اس کے بدلے آج اُس کی بہن کو اُٹھا لایا ہوں، وہ جب بھی جُولی کو لینے آئے گا، یہاں سے اس کی لاش جائے گی۔"

ٹونی نے خوشی سے اُچھل کر کہا "بھائی مائیکل زندہ باد۔ تم اپنے بھائی کے لیے حسین کھلونا لائے ہو، میں اسے چھو کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے بھول گیا۔ جُولی کے حسن و شباب کو چھونے کے لیے دوڑتا ہوا گیا۔ میں نے اس کے دونوں پاؤں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا۔ وہ زوردار آواز کے ساتھ اوندھے منہ گرا۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آرمر اور دانیال کو بلایا۔ وہ میرے دماغ میں آ گئے۔ میں نے کہا "ابھی میں غنڈوں کے ایک علاقے میں ہوں۔ ان کے پاس ریوالور اور رائفلیں ہیں۔ تم دونوں چند ہتھیار والوں کو اپنے قابو میں رکھو۔ مجھے کوئی خطرہ پیش آئے تو انھیں آلۂ کار بنا لینا ورنہ خاموش رہنا۔"

اُدھر مائیکل نے ڈانٹ کر چھوٹے بھائی سے کہا "یُو نان سنس، حسین عورت کو دیکھتے ہی دیوانے ہو جاتے ہو۔ اُٹھو وہاں سے۔ یہاں آ کر جُولی کو اٹھاؤ اور اسے کاندھے پر بٹھا کر لوگوں کو دکھاؤ کہ تمھارے بھائی نے کنگ آف کرائمز کی بہن کو تحفے کے طور پر تمھیں دیا ہے۔"

ٹونی کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جُولی سہمی ہوئی چاروں طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے کسی سے مدد کی توقع کر رہی ہو۔ دو آدمی اسے گھسیٹ کر چوراہے کے اونچے چبوترے پر لے آئے تھے۔ ٹونی نے وہاں پہنچ کر ایک فاتح کی شان سے چاروں طرف دیکھا۔ سب لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ وہ جُولی کو دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا "میری جان! آؤ میرے کاندھوں پر بیٹھو۔ میں دنیا کو دکھاؤں گا کہ تم میری آج رات کی دلہن ہو۔"

وہ سہم کر پیچھے ہٹنا چاہتی تھی، ٹونی نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر اُسے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک مرد کے لیے کسی عورت کو اُٹھا کر کاندھے پر بٹھا لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس میں زیادہ محنت نہیں لگتی لیکن وہ محنت کر رہا تھا۔ پوری قوت سے اٹھانا چاہتا تھا مگر زمین سے ایک انچ بھی نہیں اُٹھا پا رہا تھا۔ مائیکل نے غصے سے کہا "یو ایڈیٹ! تم ایک عورت کو نہیں اُٹھا سکتے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "برادر! یہ بہت بھاری ہے۔ اسے کوئی اُٹھا نہیں سکے گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو، ہٹو سامنے سے، میں تمھیں اٹھا کر دکھاتا ہوں۔"

وہ شیر کی طرح چلتا ہوا جُولی کے قریب آیا۔ ذرا جھک کر اس کی پتلی سی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا۔ وہ اتنا طاقتور تھا کہ اسے پھول کی طرح اُٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھ سکتا تھا لیکن وہ بھی نہ اُٹھا سکا۔ اسے حیرانی ہوئی۔ اس نے کچھ زیادہ زور لگایا، پھر اور زیادہ زور لگایا لیکن زور صرف جسمانی قوت کا نہیں ہوتا، اس کے لیے دماغی قوت بھی لازمی ہے اور میں دماغ کو بوجھ اُٹھانے سے روک دیتا تھا۔ جب دماغ ساتھ نہ دے تو جسم کچھ نہیں کر سکتا۔ مائیکل کتنی بار کوشش کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ بے یقینی سے جُولی کو دیکھتے ہوئے بولا "میری سمجھ میں نہیں آتا، تم ضرورت سے زیادہ وزنی ہو یا کوئی جادو جانتی ہو۔ سچ بتاؤ یہ کیا تماشا ہے!"

وہ بولی "گاڈ کی مرضی کے بغیر تم ایک تنکا بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ میں سمجھتی ہوں، مجھے صرف میرا مردِ ہی اُٹھا سکتا ہے۔"

مائیکل نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں اعلان کرتا ہوں، جو اس عورت کو اُٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھائے گا، اُسے انعام کے طور پر مل جائے گی۔"

یہ اعلان سُن کر کتنے ہی جوان ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگے کہ وہ یہ شرط جیت لیں گے۔ مائیکل نے کہا "تم سب کو آزمانے میں رات گزر جائے گی، ہو سکتا ہے اس کا بھائی یہاں حملہ کرنے آ جائے اور ہمارے جھگڑے میں یہ ماری جائے، ہم کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ للٰہذا یہ کڑی شرط سُن لو، جو اسے اُٹھانے میں ناکام رہے گا، میں اسے گولی مار دوں گا۔"

یہ بات سنتے ہی سب ٹھنڈے پڑ گئے۔

اب کوئی اس حسینہ کو اُٹھانے اور انعام کے طور پر پانے کے لیے بے قرار نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "مجھے یہ شرط منظور ہے۔ میں اسے اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

میرا دعویٰ سُن کر کچھ لوگ ہنسنے لگے۔ کچھ آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ تھیلما گھبرا کر کار سے باہر نکل آئی۔ ٹونی نے مائیکل سے کہا "برادر! یہ کوئی پاگل کا بچہ ہے۔ تھوڑی دیر پہلے کہہ رہا تھا، تمھیں اپنا ملازم بنانا چاہتا ہے۔"

مائیکل نے غرّا کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا "تُو کیا بکواس کر رہا تھا؟"

میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "یہاں لوگوں کو کہتے سُنا ہے، تُو مرد کا بچہ ہے۔ بڑے بڑے شہ زوروں کے قدم اُکھاڑ دیتا ہے۔ لیکن تُو ایک کمزور عورت کو اس کے بھائی کی غیر موجودگی میں اُٹھا کر لایا ہے۔ تُو بہادر نہیں، بزدل اور بے غیرت ہے۔ میں تجھے اپنا ملازم نہیں بناؤں گا۔"

کوئی اسے ملازم بنانے والی بات کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا جب کہ میں بھرے مجمع میں اسے ملازم بنانے والی بات سے انکار کر رہا تھا۔ دونوں صورتوں میں اس کی انسلٹ ہو رہی تھی۔ مارے غصے کے اس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اس نے یکبارگی مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں ایک طرف ہو گیا، وہ اوندھے منہ زمین پر گرا۔ اُسی وقت آرمر اور دانیال نے اپنے اپنے معمول کے ذریعے فائرنگ کی۔ ایک ہوائی فائر تھا۔ دوسری گولی ٹونی کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزر گئی۔ دو ریوالور والے اونچے چبوترے پر آ گئے۔ ایک نے کہا "یہ اجنبی اکیلا اور نہتا ہے۔ جو اس پر حملہ کرے گا، اس کا حشر یہی ہو گا، جو تمھارے سامنے ٹونی کا ہو رہا ہے۔"

ایک رائفل والے نے یہ بات کہنے والے کا نشانہ لیا اس سے پہلے ہی ہمارے تیسرے معمول نے اس کے پاؤں میں گولی ماری، وہ چیخ مار کر اُچھلا پھر زمین پر گرا۔ دوسرے نے کہا "اس اجنبی نے مائیکل دادا کو بزدل اور بے غیرت کہا ہے۔ للٰہذا مائیکل اپنے طور پر اسے جواب دے گا۔ اِن دونوں کے درمیان کوئی تیسرا نہیں آئے گا۔"

مائیکل نے گھوم کر مجھے ایک ہاتھ مارنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی میرا ایک ہاتھ اس کی ناک پر پڑا، دوسرا اس کے جبڑے پر۔ اس کے بعد میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ وہ مار کھانے کے دوران سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے ایک آدھ بار جوابی حملے کا موقع ملا۔ لیکن میں نے بچاؤ کر لیا۔ اس چوراہے پر دور تک مردوں اور عورتوں کی بھیڑ تھی۔ سبھی کو اس بات کی حیرانی تھی کہ جو مائیکل دادا بڑے بڑے شہ زوروں کو میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کرتا تھا، وہ مجھ پر ایک حملہ بھی کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ جسم کے کئی حصوں پر چوٹیں آئی تھیں۔ اب وہ ڈگمگانے لگا تھا۔ حملہ کرنے کا خیال دل سے نکال چکا تھا، صرف بچنے کی تدبیر کرتا جا رہا تھا۔

آخر اس نے آنکھوں کے پاس سے لہو پونچھتے ہوئے چاروں طرف دیکھا پھر ہانپتے کانپتے ہوئے کہا "نمک حرامو! میرا کھاتے ہو، اور میری پٹائی کا تماشا دیکھتے ہو۔ میں حکم دیتا ہوں، اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔"

کتنی ہی رائفلیں میری طرف اُٹھ گئیں۔ میں نے مائیکل کو کھینچ کر اپنے سامنے کیا۔ ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ہمارے ایک معمول نے میری طرف ایک ریوالور پھینکا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "اپنے ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ میں اسے گولی مار دوں گا اور ہم کتنے طاقتور ہیں یہ تم ٹونی کی حالت سے سمجھ سکتے ہو۔"

مائیکل نے خوف زدہ ہو کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "ہتھیار پھینک دو۔ کیا میری موت کا تماشا دیکھنا چاہتے ہو؟"

وہ لوگ اپنے ہتھیار پھینکنے لگے۔ میں نے کہا "تھیلما! جُولی کو اپنے پاس گاڑی میں بٹھاؤ۔"

وہ جُولی کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر لے آئی۔ میں مائیکل کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھے ہوئے گاڑی کے پاس آیا۔ ایک معمول نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ مائیکل نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کون ہو؟ کیا کنگ آف کرائمز کے آدمی ہو؟"

میں نے اسے گاڑی کے اندر دھکا دیا۔ وہ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان پھنس گیا۔ میں نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کیا۔ تھیلما نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی پھر رفتار بڑھاتی ہوئی اس علاقے سے باہر نکل آئی۔ میں نے کہا "جُولی! اپنا پتا بتاؤ۔ ہم تمھیں پہنچا دیں گے۔"

اپنا پتا بتاتے ہوئے جُولی کسی خاص خیال کے تحت مجھے بار بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھنے شروع کیے۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ وہ سوچ رہی تھی، میرے ساتھ بھلا معجزہ کیوں ہو گا؟ میں کون سی اللہ والی ہوں؟ البتہ جو ناقابلِ یقین

واقعات میری آنکھوں کے سامنے ہوئے، وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی پیش آسکتے ہیں۔ مائیکل اور ٹونی جیسے جوان مجھے زمین سے ایک انچ اوپر نہ اٹھا سکے۔ یہ اجنبی، دشمنوں کے درمیان ان کے لیڈر سے یوں لڑ رہا تھا کہ اپنی تنہائی کا ذرا خوف نہ تھا۔ اس کی حمایت مائیکل کے دو ایسے ریوالور بردار کر رہے تھے جو مجھے تھوڑی دیر پہلے اُٹھا کر لائے تھے اور وہ دشمنی کرنے والے میری حمایت میں اس اجنبی کا ساتھ دے رہے تھے۔ بے شک و شبہ یہ سارا کھیل ٹیلی پیتھی کا تھا۔

تھیلما نے ایک بڑی سی شاندار کوٹھی کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہاں کتنی ہی گاڑیوں میں مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے والی جیپ میں کنگ آف کرائمز بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب مائیکل کے علاقے پر حملہ کرنے اور جُولی کو واپس لانے جا رہے تھے۔ جُولی ہماری گاڑی سے نکلی تو سب اسے حیرانی سے دیکھنے لگے۔ اس کے بھائی نے جیپ سے اُترتے ہوئے پوچھا ”تم اُس شیطان کے جنگل سے کیسے نکل آئیں؟“

”صرف آئی نہیں، اُس شیطان کو بھی لائی ہوں۔“

میں نے پچھلا دروازہ کھول کر مائیکل کو کھینچ کر باہر نکالا پھر اسے کنگ آف کرائمز کے سامنے دھکیل دیا۔ دانیال نے میرے پاس آکر کہا ”میں اور آرمر ابھی تک تھیلما کے دماغ میں تھے۔ ہمارا خیال ہے، یہاں بھی ہماری ضرورت ہوسکتی ہے۔“

”شاید ہوسکتی ہے۔ ذرا یہ دیکھ لیں کہ کنگ آف کرائمز کا مزاج کیسا ہے۔“

جُولی اپنے بھائی کو میرے متعلق بتا رہی تھی۔ اس نے میرے پاس آکر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے آدمی مائیکل کو گھسیٹ کر کہیں لے جا رہے تھے۔ کنگ آف کرائمز نے کہا ”مجھے کنگ آرتھر کہتے ہیں۔“

میں نے کہا ”میرا نام اونیل مورس ہے اور یہ میڈم تھیلما ہے۔ ہمیں بہت ہی دلیر اور تجربہ کار باڈی گارڈز اور سیکورٹی گارڈز کی ضرورت ہے۔ ہم اسی مقصد کے لیے مائیکل کے علاقے میں گئے تھے۔“

کنگ آرتھر نے کہا ”تم غلط جگہ گئے تھے۔ میں تمھاری تمام ضروریات پوری کروں گا۔ آؤ میرے ساتھ ایک کپ چائے پیو۔ مجھے خوشی ہوگی۔“

وہ مجھے اور تھیلما کو اپنی شاندار کوٹھی میں لایا۔ جُولی کہیں چلی گئی تھی۔ میں نے ایک ذرا خیال خوانی کی تو پتا چلا کہ ہم جس ڈرائنگ روم میں تھے، وہ اس کی ایک دیوار کے پیچھے کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ کنگ آرتھر نے کہا ”مسٹر اونیل! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم نے تنہا مائیکل کی پٹائی کی اور اسی کے علاقے سے اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ لیکن میرے یقین نہ کرنے سے یہ حقیقت نہیں بدلے گی کہ تم میرے دشمن کو اور میری بہن کو لے آئے ہو۔ بائی دی وے میڈم تھیلما سے تمھارا کیا تعلق ہے؟“

”میں تھیلما کا ایک مہمان ہوں۔ یہ دنیا میں اکیلی ہے۔ میں اس کی حفاظت کے لیے قابلِ اعتماد اور باصلاحیت لوگوں کو ملازم رکھنا چاہتا ہوں۔“

ہماری باتوں کے دوران دس جوان اور دس ادھیڑ عمر کے مسلح افراد دو قطاروں میں آئے اور فوجی انداز میں سیلوٹ کر کے ہمارے سامنے کھڑے ہوگئے۔ کنگ آرتھر نے پوچھا ”کیا بات ہے؟“

ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا ”مس جُولی نے ہمیں مسٹر اونیل کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ یہ ہم میں سے اپنے کام کے آدمیوں کو منتخب کرسکتے ہیں۔“

کنگ آرتھر نے ہنستے ہوئے کہا ”میری بہن جلد سے جلد تمھارے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہے۔ تم چاہو تو ان سب کو لے جاؤ۔ یہ لوگ بہت ہی ہوشیار اور تجربہ کار ہیں۔ ساری عمر میڈم تھیلما کی خدمت کریں گے۔ لیکن انھیں ہماری طرف سے تنخواہیں ملتی رہیں گی۔“

میں نے کہا ”سوری مسٹر آرتھر! ہم اسی کو پسند کریں گے جو ہمارا نمک خوار ہوگا۔ آپ ایسی بات نہ کریں جس سے میڈم تھیلما کی انسلٹ ہوتی ہو۔“

وہ جلدی سے بولا ”میں تم دونوں کی انسلٹ کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ میرے جذبات کو سمجھو۔ میں بھی تم لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں۔“

”خدانخواستہ میڈم پر کوئی بُرا وقت آئے تو ضرور کام آنا۔ ابھی ایسی جلدی کیا ہے؟“

میں نے وہاں آنے والوں سے کہا ”تم لوگ باری باری اپنا نام اور مختصر طور پر اپنا کام بتلاتے جاؤ۔“

وہ باری باری بولنے لگے۔ میں انھیں غور سے دیکھ رہا تھا اور ان کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ سبھی کام کے آدمی تھے لیکن ذہنی طور پر کنگ آرتھر سے متاثر تھے۔ ان میں سے تین بہت ضرورت مند تھے۔ وہ آرتھر سے زیادہ رقم کو اہمیت دیتے تھے اور رقم کی خاطر جان جوکھم میں ڈال سکتے تھے۔ میں نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”مجھے فی الحال ان تینوں کی ضرورت ہے۔ میں پتا لکھ دیتا ہوں، یہ کل سے ڈیوٹی پر آسکتے ہیں۔ میں ان کی ماہانہ تنخواہ بتا دیتا ہوں۔“

کنگ آرتھر نے کہا ”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جو دو گے، یہ اس سے انکار نہیں کریں گے۔“

”یعنی ہمارے پاس آکر بھی تمھارے دباؤ میں رہیں گے۔ تم جتنی تنخواہ لینے کا حکم دو گے، یہ اسے قبول کریں گے؟“

”بھئی! یہ میرے پاس سے جا رہے ہیں، میرا حکم ضرور مانیں گے۔“

”مجھے صرف میڈم تھیلما کے لیے وفاداروں کی ضرورت ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ تمھارے پاس سے آنے والے تمھارا حکم بھی مان سکتے ہیں۔“

”اس میں حرج کیا ہے؟“

میں نے پوچھا ”اگر تم حرج نہیں سمجھتے ہو کہ تمھارے گھر کا اور تمھارے دھندوں کا راز ہمیں معلوم ہوتا رہے تو ہمارے بھی دو چار آدمی یہاں آکر تمھارا کام کرتے رہیں گے۔ ہم دونوں کے وفادار ہمیں ایک دوسرے کا راز بتا دیا کریں گے۔“

وہ بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے بولا ”یہ نہیں ہو سکتا۔ میرا کوئی وفادار میڈم تھیلما کو میرا کوئی راز نہیں بتائے گا۔ میں تمھاری بات سمجھ گیا ہوں۔ ان تینوں کو لے جاؤ۔ آج سے میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا۔“

میں نے تھیلما کا پتا لکھ کر دے دیا۔ پھر اس سے رخصت ہونا چاہا۔ وہ ہمیں باہر گاڑی تک چھوڑنے آیا۔ کہنے لگا ”مسٹر اونیل! میں تم دونوں کے کام آنے کے لیے بڑی بے چینی سے کسی موقع کا انتظار کروں گا۔“

میں اس سے مصافحہ کر کے رُخصت ہوگیا۔ راستے میں تھیلما نے کہا ”میں پہلی بار آزادی سے تمھارے ساتھ گھومنے نکلی۔ مگر یہ تفریح بڑی خطرناک ثابت ہوئی۔ اگر مائیکل کے آدمی تمھیں گولی مار دیتے تو کیا ہوتا؟“

”کیسے مار دیتے؟ میرے مقدر میں ابھی زندگی ہے۔“

”میں محسوس کر رہی ہوں، تم صرف نجومی نہیں اور بھی بہت کچھ ہو۔ اوہ گاڈ! تم کتنی مہارت سے لڑ رہے تھے اور یہ کتنے تعجب کی بات تھی کہ مائیکل کے دو آدمی تمھارا ساتھ دے رہے تھے۔“

میں نے جماہی لی۔ اس نے پوچھا ”نیند آرہی ہے؟“

”ہاں! رات کے دو بج چکے ہیں۔“

تھیلما نے بنگلے کے پورچ میں گاڑی روک دی۔ میں نے ڈیش بورڈ سے چابیاں نکالیں، پھر ہم دروازہ کھولتے ہوئے اس کے بیڈ روم میں پہنچے۔ وہ حیرت سے چیخ مار کر جہاں تھی، وہیں کھڑی رہ گئی۔ اسے بستر پر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں نظر آرہی تھیں۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا، دیدے پھیل گئے تھے۔ پھر وہ دوڑتی ہوئی بستر پر گئی۔ ان بھاری گڈیوں کو اُٹھا کر دیکھتے ہوئے بولی ”اتنے ڈالر میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟“

اس نے اپنی ایک انگلی دانتوں میں دبائی پھر چیخ مار کر بولی ”یہ خواب نہیں ہے، مگر اتنی دولت میرے کمرے میں کیسے آگئی؟ یہ نوٹ ہیں، کچرا تو نہیں ہے پھر اسے کون یہاں پھینک گیا ہے؟“

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”میں نے کہا تھا نا کل سے تم بے انتہا دولت مند بننے والی ہو۔ وہ کل آج رات بارہ بجے سے شروع ہوچکی ہے۔“

اس کی آنکھیں خوشی سے بھیگ رہی تھیں۔ وہ مسرت سے کانپتی ہوئی بولی ”تم میرے لیے آسمان سے اُتر کر آئے ہو۔ خدا کے لیے بتا دو، تم کون ہو، نہیں تو میں سوچتے سوچتے مر جاؤں گی۔“

وہ میرے قدموں میں گرنا چاہتی تھی، میں نے اسے پکڑ لیا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ وہ فون کے پاس گئی۔ ابھی کسی سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی، میری حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوگئی تھی۔ اس نے ناگواری سے ریسیور اُٹھا کر کہا ”ہیلو، کون ہے؟“

میں اس کے دماغ میں تھا۔ دوسری طرف سے جُولی نے پوچھا ”کیا تم میڈم تھیلما ہو؟“

”ہاں، تم کون ہو؟“

تھیلما نے اسے آواز سے نہیں پہچانا۔ وہ بولی ”میں کوئی بھی ہوں، فرہاد علی تیمور سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

تھیلما نے حیرانی سے پوچھا ”کون فرہاد علی تیمور؟“

”وہی جو تمھارے پاس ہے۔“

تھیلما نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ میں دھپ سے صوفے پر گر پڑا۔ وہ جُولی میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کا ہاتھ کریڈل پر رکھ دیا۔ دونوں کے درمیان رابطہ ختم ہوگیا۔ اِدھر تھیلما ’ہیلو ہیلو‘ کہہ رہی تھی، اُدھر جُولی سوچ رہی تھی ’میں نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر فون ڈسکنیکٹ کیوں کر دیا؟‘

تھیلما نے میری مرضی کے مطابق بے خیالی میں ریسیور کو کریڈل سے ہٹا کر رکھ دیا تاکہ پھر رابطہ قائم نہ ہو اور مجھے جُولی سے نمٹنے کے لیے کچھ سوچنے کا موقع مل جائے۔

٭٭٭

پہاڑی کے نیچے تمام مسلح افراد "پارس زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ پہاڑی کے اوپر ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا تھا۔ دشمن پسپا بھی ہوئے تھے اور موت کے گھاٹ بھی اُتر چکے تھے۔ سب سے اہم اور قابلِ فخر بات یہ تھی کہ سُپر ماسٹر موجودہ دنیا کی بہت بڑی طاقت تھا، اسے پارس نے شکست دی تھی۔ سلمان رازی اس کے شانے کو تھپک کر کہہ رہا تھا "میرے وفادارو اور جاں نثارو! دیکھو، یہ میرا ہونے والا داماد ہے۔ آس پاس کے ملکوں میں میری بہادری کے چرچے ہیں۔ میں نے آج تک کسی کے سامنے سر نہیں جُھکایا۔ پارس بھی نہ کسی کے آگے جھکتا ہے نہ کسی کو خواہ مخواہ جُھکانا پسند کرتا ہے۔ یہ صرف میرا ہونے والا داماد ہی نہیں، اس جزیرے کا اگلا مالک بھی ہے۔"

سب لوگ خوشی کے نعرے لگانے لگے، پارس کو مبارک باد دینے لگے۔ وہ بولا "مسٹر رازی! ہیلی کاپٹر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اچھلتا ہوا مجھ پر آ رہا تھا، آپ ڈھال بن کر میری جگہ زخمی ہو گئے۔ آپ کی اس محبت کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کو فوری طور پر طبّی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ خوشی سے چیختے ہوئے بولا "آج مجھے اپنے زخموں کی پروا نہیں ہے۔ آج ہم فتح کا جشن منائیں گے۔"

وہ اور بہت کچھ کہنے والا تھا، پارس نے کہا "پلیز آج جشن منانے کا پروگرام نہ بنائیں۔ سُپر ماسٹر جوابی کارروائی کرے گا۔ ہمیں علی تیمور پر پوری توجہ دینا چاہیے۔ وہ پھر میرے بھائی کو آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ اس جزیرے میں اس کے کچھ حمایتی یا ہمارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ جب تک پاپا اس سے نمٹ نہیں لیں گے، ہمیں یہاں بہت محتاط رہنا ہو گا۔"

اس نے کہا "میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں۔ میں جشن مناتے وقت بھی دشمنوں پر نظر رکھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو میرے بچے! یہ سلمان رازی ہر حال میں دشمنوں سے نمٹنا جانتا ہے۔"

وہ قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ پارس اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔ علی تیمور نے کہا "تم اس جزیرے میں ہیرو بن گئے ہو۔"

"علی تیمور! تم بھی ہیرو بن سکتے تھے لیکن یہ دماغ تمہارے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ جب تنویمی عمل کے اثر سے نکلو گے تو میری بات سمجھ میں آئے گی۔"

"میں کسی کے اثر میں نہیں ہوں۔ اور میں اس سلسلے میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔"

"اچھی بات ہے۔ لاحاصل بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے، پاپا تمہیں دشمنوں کے اثر سے ضرور نکالیں گے۔"

وہ ناگواری سے بولا "میرے سامنے پاپا کا نام نہ لو۔"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم پاپا سے بیزاری ظاہر کر رہے ہو؟"

"کیا مجھے تمہاری طرح خوش ہو کر پاپا زندہ باد کہنا چاہیے؟ وہ میرے دماغ میں زلزلے پیدا کر رہے تھے اور تم خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ تم نے اور پاپا نے مجھ سے کُھلی دشمنی کی ہے۔ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو اس طرح ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرتا ہے؟"

پارس نے کہا "کوئی ماں بھی ایسا نہیں کرتی اور تم ماما کو میرے دماغ میں آ کر زلزلہ پیدا کرنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ پاپا وقت پر نہ پہنچتے تو میں اب تک دماغی کمزوری میں مبتلا رہتا اور ہم دونوں بھائی سُپر ماسٹر کی قید میں ہوتے۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "اور اب ہم جزیرے میں قید ہیں۔"

"یہاں ہم آزاد ہیں۔ جلد ہی پاپا اور سلمان رازی میں دوستی ہو جائے گی ... سمجھوتا ہو گا۔"

"تم خود کو آزاد سمجھتے ہو، میں خود کو قیدی سمجھتا ہوں۔ یہ اپنے اپنے سوچنے اور سمجھنے کا انداز ہے۔ میری صحیح بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"اپنی صحیح بات مضبوط دلیل سے پیش کرو، میں قائل ہو جاؤں گا۔"

"آدمی خواہ کتنا ہی ذہین ہو، وہ حسین عورت کے چکر میں احمق بن جاتا ہے۔ تم میری عادت کو سمجھتے ہو، میں دنیا بھر کی حسین ترین لڑکیوں سے متاثر نہیں ہوتا اور تم ہو جاتے ہو۔ یہاں سلمان رازی کی ایک بیٹی کا جادو مجھ پر نہیں چلا، جبکہ دوسری بیٹی کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ تم ایسے ہی چکر میں احمق بن رہے ہو۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بڑی مضبوط دلیل ہے۔ مجھے قائل ہو جانا چاہیے۔ واقعی چکا چوند کرنے والے حسن و شباب کے سامنے عقل کام نہیں کرتی۔ مگر بھائی! میری عقل اب اکیلی نہیں ہے۔ ماما اور پاپا خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں۔ انھیں یاسمینہ کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ میں تو عاشق مزاج ہوں۔ لیکن ہمارے جزیرے میں رہنے یا نہ رہنے کا فیصلہ پاپا کریں گے۔ اس لیے تم اپنی دلیل کے ساتھ انتظار کرو۔ ہم میں سے کون راستی پر ہے، یہ حقیقت جلد سامنے آ جائے گی۔"

وہ خاموش رہا۔ پارس نے کہا "میں نہیں چاہتا، تمہیں یہاں آہنی سلاخوں کے پیچھے رکھا جائے۔ کیا تم نارمل نہیں رہ سکتے؟"

"کیا میں تمہیں پاگل نظر آ رہا ہوں؟"

"تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرو گے یا سلمان رازی کے خلاف کسی کی سازش میں شریک ہو جاؤ گے تو یہ پاگل پن ہو گا۔"

وہ اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بولا "جب سے پاپا نے مجھے دماغی جھٹکا پہنچایا ہے، تب سے میرے دماغ میں وہ پُراسرار آواز نہیں آ رہی ہے۔ وہ آواز سچی ہے۔ سیدھی میرے دل میں اُترتی ہے اسی لیے میں اُس کی بات پر عمل کرتا ہوں، اور عمل کرتا رہوں گا۔"

پارس ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس کا بھائی مجبور تھا، وہ خود اپنی بے بسی کو نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اُن کا قافلہ سلمان رازی کے بنگلے کے سامنے پہنچ رہا تھا۔ یاسمینہ دُور سے دوڑتی ہوئی پاس آئی پھر پارس کو مبارک باد دے کر کہنے لگی "میری بہن زرینہ نے بتایا ہے کہ علی تیمور اس سے دشمنوں جیسا سلوک کر رہا تھا۔ تم نے زرینہ کو اس کے چنگل سے چھڑایا تھا۔"

"میرا بھائی تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہے۔ ان شاء اللہ وہ جلد ہی نارمل ہو جائے گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے بنگلے کے سامنے آئے۔ سب لوگ گاڑیوں سے اُتر آئے تھے، صرف علی تیمور بیٹھا ہوا تھا۔ سلمان رازی کے آدمی اس کے دونوں طرف رائفلیں تانے کھڑے ہوئے تھے۔ پارس نے پوچھا "یہ کیا ہے؟ یہ رائفلیں ہٹا لو۔"

سلمان رازی نے کہا "بیٹے! بے شک یہ تمہارا بھائی ہے لیکن قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ تمہارے پاپا نے کہا تھا، وہ ابھی آ کر مجھ سے باتیں کریں گے۔ لیکن وہ نہیں آ رہے ہیں۔ دانش مندی یہ ہے کہ فی الحال اسے سلاخوں کے پیچھے قید رکھا جائے۔"

"یہ دانش مندی نہیں ہو گی۔ اگر علی تیمور کو سلاخوں کے پیچھے رکھو گے تو پاپا سے دوستی نہیں ہو سکے گی۔ کیوں کہ یہ مجرم نہیں ہے، سحر زدہ ہے۔"

"کیا تم چاہتے ہو میں اسے آزاد چھوڑ دوں؟"

"نہیں، وہ سامنے چھوٹا سا کاٹیج ہے، وہاں علی تیمور کو نظر بند رکھا جا سکتا ہے۔ تمہارے آدمی کاٹیج کے باہر دن رات پہرا دیں گے۔"

"میں تم سے خوش ہوں اس لیے تمہاری بات مان لیتا ہوں۔ ورنہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ جارحانہ انداز میں پیش آنے والے کو زندہ نہیں چھوڑتا۔"

"میرے بھائی کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہ کرو۔ تم اتنے ہی غصّے والے ہو تو جا کر سُپر ماسٹر کو گولی مار دو۔ اسی نے علی تیمور کے دماغ میں رہ کر تمہاری بیٹی سے دشمنوں جیسا سلوک کیا ہے۔"

وہ گھور کر دیکھنے لگا۔ ایسے وقت کوئی اس سے نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ ایک تو وہ جزیرے کا مالک تھا، دوسرے تنویمی عمل کا ماہر تھا۔ اس کی نظریں گولی کی طرح لگتی تھیں۔ لیکن پارس نے بھی شمع بینی کی مشقیں کی تھیں پھر اس کی آنکھوں میں زہریلی کشش تھی، وہ اس کی گھورتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اطمینان سے دیکھتا رہا۔ دونوں کی حالت ایسی تھی جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں جنگ چھڑ گئی ہو اور دونوں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

وہاں آس پاس اور دُور تک کھڑے ہوئے مسلح افراد پریشان ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے، باس سے آنکھیں ملانے والا حرام موت مرتا ہے۔ زرینہ اور یاسمینہ نے خانم سے کہا "ممی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ پلیز آپ ڈیڈی کو مخاطب کریں۔"

خانم اپنے شوہر کے مزاج کو خوب سمجھتی تھی۔ اگر اُس کے گھورنے کے تسلسل کو مخاطب کر کے توڑا جاتا تو میدان چھوڑنے سے اس کی انسلٹ ہوتی جسے وہ کبھی برداشت نہ کرتا، وہ خانم پر غصّہ اتارتا اور پارس پر بھی ٹوٹ پڑتا۔ خانم تیزی سے چلتی ہوئی اُن کے قریب آئی پھر پارس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "بیٹے! ذرا اپنی حالت تو دیکھو، صبح سے کتنے تھکے ہوئے ہو۔"

پارس کی توجہ سلمان رازی سے ہٹ گئی۔ وہ بڑی مصلحت سے بولی: "آئندہ انھیں مسٹر رازی نہ کہنا۔ تم ان کے سامنے بچے ہو، انھیں انکل کہا کرو۔"

سلمان رازی خوش ہو گیا۔ کیوں کہ خانم پارس کو بچہ کہہ رہی تھی۔ وہ اسے بازو سے پکڑ کر زرینہ اور یاسمینہ کے پاس برآمدے میں لے آئی پھر بولی: "رازی! چار بج چکے ہیں، تم لوگوں نے ابھی تک لنچ نہیں کیا۔ چلو میز پر آجاؤ۔"

خانم کچن کی طرف گئی۔ چار مسلح افراد علی تیمور کو سامنے والے کاٹیج میں لے جا رہے تھے۔ زرینہ ٹوٹتے ہوئے دل سے اُسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ پارس نے یاسمینہ سے ہاتھ چھڑایا، پھر زرینہ کو ایک بازو کے حصار میں لے کر بنگلے کے اندر جاتے ہوئے بولا: "تم تو بہت سمجھ دار لڑکی ہو۔ تمھیں محروم رہ کر بھی مسکرانا اور ناکامی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔"

یاسمینہ نے ساتھ چلتے ہوئے کہا: "جب سے یہ پہاڑی سے آئی ہے، میں اسے یہی سمجھا رہی ہوں۔ اگر علی تیمور کے دل میں چاہت نہیں ہے تو تم اس کے دل میں زبردستی چاہت پیدا نہیں کر سکو گی۔"

وہ آنسو بھرے لہجے میں بولی: "آخر مجھ میں کس چیز کی کمی ہے؟ میں توہین کے احساس سے مری جا رہی ہوں۔"

پارس نے کہا: "تم میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے، تم ایک مکمل و حسین دوشیزہ ہو لیکن علی تیمور کا مزاج مختلف ہے۔ اس نے تمھاری توہین نہیں کی بلکہ عزت کی ہے۔ وہ چاہتا تو محبت کا فریب دے کر تمھاری معصومیت سے کھیل سکتا تھا۔ پھر کسی موقع پر تمھیں چھوڑ کر جا سکتا تھا۔ کیا تم وہ جھوٹ اور فریب برداشت کر لیتیں جب کہ یہ سچ تم سے برداشت نہیں ہو رہا ہے؟"

کھانے کی میز پر اس کے ممی اور ڈیڈی بھی تھے اور یہی موضوع زیرِ بحث تھا۔ سلمان رازی نے بیٹی سے کہا۔ "تمھارے باپ نے تم دونوں کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خواہش پوری کی ہے۔ یہ علی تیمور کیا چیز ہے، یہ تم سے شادی کرے گا اور اسی جزیرے میں تمھارے ساتھ زندگی گزارے گا۔"

پارس نے کہا: "انکل! آپ نے ابھی فرمایا، علی تیمور کیا چیز ہے؟ میں آپ کی یہ غلط فہمی دور کر دوں کہ آپ نے اُسے اپنی مرضی سے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ یقین کریں، وہ مُنہ زور طوفان ہے۔ آج میں بھی اسے روک نہیں سکتا تھا۔ پاپا نے اس کے دماغ کو جھٹکے دے کر کمزور کر دیا ہے ورنہ وہ مجھے اور زرینہ کو کسی نہ کسی طرح بے بس کر کے یہاں سے لے جاتا اور آپ کی پوری فوج دیکھتی کی دیکھتی رہ جاتی۔"

"کیا تم میری فوج کو مٹی کا کھلونا سمجھتے ہو؟"

"آپ کی فوج زبردست تربیت یافتہ ہے۔ لیکن زرینہ کو یرغمال بنانے کے بعد فوج کیا کر سکتی تھی۔ کیا بھول گئے آپ سب مجبور تماشائی بن کر رہ گئے تھے؟"

اس نے میز پر گھونسا مار کر کہا: "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

پارس چاہتا تو کراٹے کا ایک بھرپور ہاتھ مار کر ابھی میز کے دو ٹکڑے کر سکتا تھا۔ لیکن دانشوروں کی نصیحت یاد تھی کہ کبھی اپنی طاقت کی نمائش نہ کرو۔ نمائشی جذبوں کو ہمیشہ چھپائے رہو۔ محبت اور طاقت سے جیتو، دہشت طاری نہ کرو۔

ایک ملازم نے آ کر کہا: "جناب! علی تیمور نے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔"

پارس نے اس سے کھانے کی ٹرے لے کر کہا: "میں اسے سمجھا منا کر کھلاؤں گا۔"

وہ ٹرے لے کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خانم نے کہا: "رازی! تم اپنی طرح ایسا ہی زبردست داماد چاہتے تھے۔ پارس دلیر بھی ہے، ذہین بھی ہے اور سچ بولتے وقت تم سے بھی نہیں ڈرتا۔ کیا تمھیں اسی لیے غصّہ آتا ہے کہ یہ تم سے خوف زدہ نہیں ہے؟"

"مجھ سے ساری دنیا ڈرتی ہے۔ یہ جوان کیا چیز ہے؟"

"یہ فولاد ہے، اگر تمھارے سامنے جھک جائے تو پھر تمھارا داماد کہاں رہا؟"

"اچھا اچھا، چپ چاپ کھاؤ۔ دماغ نہ خراب کرو۔"

خانم اٹھ کر سب کی پلیٹیں بدلنے لگی۔ وہ بولا: "بے شک میں ایسے ہی داماد چاہتا ہوں لیکن میری بیٹیوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ میرے معمول بن کر رہیں۔ ورنہ یہ آزاد رہیں گے تو کسی دن یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ یا فرہاد علی تیمور انھیں لے جائے گا۔"

خانم نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا: "میں ماں ہوں، میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ ایسے بہادر اور ہونہار داماد ہمارے قبضے میں رہیں، اور میری بیٹیاں ساری زندگی ان کے ساتھ اس جزیرے میں حکومت کرتی رہیں۔"

"انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ آج رات کھانے کے بعد انھیں جو چائے یا کافی دی جائے گی، اُس میں اعصاب کمزور کرنے والی دوا شامل کی جائے گی۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے دونوں کو اپنا تابع دار بناؤں گا۔"

یاسمینہ لقمہ چباتے چباتے رُک گئی۔ اُس کی ممی خوش ہو رہی تھیں۔ زرینہ بھی مطمئن تھی کیوں کہ اس طرح وہ علی تیمور کو اپنا بنا کر رکھ سکتی تھی۔ لیکن پارس ہوش و حواس میں رہ کر یاسمینہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایسی چاہت انمول تھی، اسے مقدر سے مل رہی تھی۔ وہ اپنے محبوب کو سحر زدہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی، اس لیے سوچ میں پڑ گئی کہ اسے باپ کے تنویمی عمل سے کیسے محفوظ رکھے؟

فتح کا جشن منانے کے لیے بنگلے کے سامنے ایک بڑا سا اسٹیج بنایا گیا تھا جہاں کھیل تماشے اور رقص و موسیقی کا پروگرام پیش کیا جانے والا تھا۔ بنگلے اور اسٹیج کے آس پاس دُور تک جگمگاتی ہوئی روشنیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ کئی جانور ذبح کیے گئے تھے تاکہ رات بھر شراب و کباب کا دور چلتا رہے۔

یاسمینہ اور پارس روشنیوں کی سجاوٹ دیکھتے ہوئے بنگلے سے ذرا دُور چلے آئے۔ آسمان پر پورا چاند نکل آیا تھا۔ جزیرے میں حدِّ نظر تک چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اس کے بازو سے لگ کر بولی: "سچ بتاؤ، کیا تمھیں جزیرے سے جانے کا موقع ملے گا تو مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"میں کبھی تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن حالات نے مجبور کیا تو تمھارے ساتھ بھی وہی ہوگا جو نینسی کے ساتھ ہو چکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمھارے ساتھ اغوا کی جانے والی عورتوں نے بیان دیا ہے کہ تم نے تل ابیب میں ایک ارب پتی تاجر کی نواسی سے شادی کی تھی مگر وہاں تم مجبور تھے۔ تمھیں اغوا کیا گیا تھا، تم وہاں نینسی کو چھوڑنے پر مجبور تھے، یہاں کوئی تمھیں جزیرے سے نہیں لے جا سکے گا۔"

"تمھارے ڈیڈی کا جو رویّہ ہے، اُس کے نتیجے میں میرے پاپا مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔ تمھارے ڈیڈی ٹیلی پیتھی کا راستہ نہیں روک سکیں گے۔"

"کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"تمھیں شاید نہیں معلوم، میرا دماغ پاپا کی مٹھی میں رہتا ہے۔ لیکن وہ محبت کرنے والوں پر کبھی ظلم نہیں کرتے۔ وہ میرے ساتھ تمھیں بھی لے جائیں گے۔ کیا اِن حالات میں تم اپنے ماں باپ کو چھوڑ سکو گی؟"

وہ چلتے چلتے کچھ سوچتے ہوئے بولی: "میں اپنے مرد کا گھر اور اپنے مرد کی آباد کی ہوئی دنیا چاہتی ہوں۔ ممی اور ڈیڈی اقتدار کے نشے میں میرے خیالات اور جذبات کو نہیں سمجھیں گے۔ وہ تمھیں گھر داماد بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ پارس! میں نہیں چاہتی کہ تم میرے ڈیڈی کے زیرِ اثر رہو۔ میں راز کی بات بتا رہی ہوں، وہ تمھیں اور علی تیمور کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ آج رات کے کھانے کے بعد چائے یا کافی میں ایک ضرر رساں دوا ملائی جائے گی۔ پھر تم دونوں پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔ ڈیڈی تم دونوں کو اپنا تابع دار بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔"

پارس اس کی یہ بات سُن کر چونک گیا۔ پھر رِسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے بولا: "آٹھ بج رہے ہیں، ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

"میں محفل میں جا کر تم سے دُور رہنا نہیں چاہتی۔"

"ہم رات کے کھانے کے بعد پھر چہل قدمی کے بہانے یہاں آئیں گے۔ ابھی مجھے علی تیمور کے پاس جانا چاہیے۔ میں اسے اعصاب شکن دوا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم پہلے اپنی فکر کرو۔ وہ تمھیں بھی دھوکے سے یہ دوا پلائیں گے۔"

"میں اپنی بھی فکر کروں گا۔ چلو۔"

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر واپس بنگلے کی طرف جانے لگے۔ وہ بولی: "مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں ڈیڈی سمجھ نہ لیں کہ میں نے دوا والی بات تمھیں بتائی ہے۔"

"انھیں معلوم نہیں ہوگا۔"

"جب تم ان کی کوشش ناکام بناؤ گے تو وہ مجھ پر شبہ کریں گے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں انھیں شبہ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

بنگلے کی سمت سے ناچنے گانے اور قہقہے لگانے کی آوازیں دُور دُور تک گونج رہی تھیں۔ وہ لوگ جشن منا رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوائی فائرنگ بھی کر رہے تھے۔ وہ دونوں اُس کاٹیج کی طرف آئے جہاں علی تیمور کو نظر بند رکھا گیا تھا۔ وہ کھڑکی کی سلاخیں تھامے ہوئے تھا۔ زرینہ کھڑکی کے باہر کھڑی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ یاسمینہ اور پارس کو دیکھ کر جانے لگی۔ پارس نے کہا: "یاسمینہ! تم بہن کے ساتھ جاؤ، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ زرینہ کے ساتھ چلی گئی۔ پارس نے کھڑکی کے پاس آ کر کہا: "میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بولو، میں قید میں رہ کر بھی کانوں سے سُن لیتا ہوں۔"

"تم قیدی نہیں ہو۔ میں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم یہاں میرے بغیر کھانے سے انکار کر دیا کرو۔"

"اس کے پیچھے تمھارا کوئی مقصد ہوگا۔"

"میں نہیں چاہتا، یہاں کوئی دشمن تمھارے کھانے

کو ضرر رساں بنائیے، میں تمھارے ساتھ کھایا کروں گا تو سلمان رازی ہمارا کھانا اچھی طرح چیک کر کے بھیجا کرے گا۔"

وہ ابھی علی تیمور کو صحیح بات نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ وہ پھر سپر ماسٹر کے زیر اثر ہو کر سلمان رازی کو بتا دے کہ جانے یا کافی کو نقصان دہ بنایا گیا ہے اور یہ بات پارس نے بتائی ہے، یوں سلمان رازی سمجھ لے گا کہ پارس کو یاسمینہ نے بتایا ہوگا۔

علی تیمور سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "آج کون سا دن ہے؟"

"یہ ہفتے کی رات ہے، کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، میں بے چینی محسوس کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں، میرا عامل آکر مجھ پر تنویمی عمل کرے کیونکہ اس عمل کی خواہش شدت اختیار کر رہی ہے۔"

پارس نے کہا "اس کا مطلب ہے، تمھارے دماغ کو ہر ہفتے تنویمی عمل کا پابند بنایا گیا ہے۔ یہ عمل نہ ہو تو تم بے چینی محسوس کرنے لگتے ہو۔"

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہوگی۔"

"پھر تو اچھی بات ہے۔ سپر ماسٹر، پاپا کے خوف سے تمھارے دماغ میں نہیں آئے گا۔ اگر سپر ماسٹر کے کسی عامل نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا تو وہ اس جزیرے میں نہیں ہوگا۔ یوں دوبارہ عمل نہ ہونے کے نتیجے میں تم اس کے اثر سے نکلتے رہو گے۔"

ایک مسلح پہرے دار نے آکر کہا "مسٹر پارس! ہمارے باس نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

اس نے کہا "اچھی بات ہے علی! میں جا رہا ہوں کھانے کے وقت ملاقات ہوگی۔"

"جاؤ، مگر زرینہ کو سمجھاؤ، وہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"اگر ہمارے مقدر میں طویل زندگی ہے تو پتا نہیں کتنی حسین دوشیزائیں میرے خوبرو بھائی پر جان دیتی رہیں گی، میں کس کس کو سمجھاؤں گا۔ بھئی یہ تمھارا معاملہ ہے، تم سمجھو، میں تو کسی حسینہ کا دل توڑنا گناہ سمجھتا ہوں۔"

علی تیمور نے کہا "انسانی تاریخ اٹھا کر پڑھو جہاں موت ناکام ہوتی ہے وہاں حسین عورت کی مکاری مار ڈالتی ہے۔ پاپا ٹیلی پیتھی نہ جانتے تو کوئی حسینہ ان کی فاتحہ پڑھ چکی ہوتی۔ وہ تڑپتے رہے ہیں مگر تم کسی لڑکی کی آغوش میں ضرور مرو گے۔"

"ذرا غور کرو، وہ موت کتنی حسین ہوگی۔"

"جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے۔ گدھے کہیں کے!"

وہ ہنستا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ یاسمینہ ایک جگہ نیم تاریکی میں کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں سے وہ کاٹیج نظر آ رہا تھا جہاں علی تیمور کھڑکی کے اندر اور پارس کھڑکی کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھے اس چھپنے جھپٹنے والے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کو دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا۔

اسٹیج کی طرف سے قہقہے سنائی دے رہے تھے، وہاں دلچسپ تماشا ہو رہا تھا۔ سلیمان رازی ہاتھ میں جام لیے تماشائیوں کی بھیڑ سے گزر رہا تھا، اپنے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا "پارس کہاں ہے؟ ابھی تک کیوں نہیں آیا؟ جاؤ اسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔"

اس کی بات پر خانم، زرینہ اور یاسمینہ ہنسنے لگیں، اس نے پوچھا "کیوں ہنس رہی ہو؟"

پارس نے کہا "ہنسنے کی بات ہی ہے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں اور آپ مجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

اس نے پلٹ کر دیکھا پھر ڈانٹ کر پوچھا "تم میرے سامنے کیوں نہیں آ رہے تھے؟"

"فرماں بردار بچوں کو بزرگوں کے پیچھے رہنا چاہیے۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا "شاباش! اسے کہتے ہیں فرماں بردار داماد..."

وہ پارس کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا اسٹیج کی طرف لے جاتے ہوئے بولا "میرے وفادارو! میرے جاں نثارو! دیکھو! یہ میرا ہونے والا داماد ہے، یہ میری طرح دلیر ہے، تنہا پوری فوج پر بھاری پڑتا ہے۔"

وہ اسے لے کر اسٹیج پر آ گیا۔ کہنے لگا "اسے اچھی طرح پہچان لو، یہ اس جزیرے کا آئندہ مالک ہوگا بلکہ ایک نہیں دو مالک ہوں گے، اس کا بھائی علی تیمور سپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہے۔ میں نے اسے کاٹیج میں نظر بند کر رکھا ہے۔ میرے لیے وہ بھی پارس جیسا ہے، میں اسے دشمنوں کے سحر سے نکال کر اپنا داماد بناؤں گا۔ تم لوگوں نے آج اسے دشمن کے روپ میں دیکھا ہے لیکن وہ جلد ہی میرا تابع دار بن جائے گا۔"

پارس کو اس کی یہی بات بُری لگتی تھی۔ وہ دونوں بھائی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کی عائد کردہ پابندیوں میں نہیں رہتے تھے اور یہ کم بخت انھیں تابع دار بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "جب میرے گھر میں بیٹیاں پیدا ہوئیں تب ہی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میرے ہونے والے داماد میری طرح جسمانی طور پر شہ زور ہوں گے اور دماغی طور پر میری طرح ذہین اور چالاک ہوں گے۔ سنا ہے، یہ اچھے نشانے باز ہیں، اگر ان میں کمی ہو گی تو میں سکھا دوں گا۔ میں سسر بننے سے پہلے ان کا استاد بن کر اپنی طرح ہر فن مولا بنا دوں گا۔"

مسلح ماتحتوں کے ایک افسر نے کہا "باس! آپ کے ہاتھ میں بندوق ہو تو دشمن کی موت یقینی ہوتی ہے کیوں کہ آپ کا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔ آج خوشی کے موقع پر ہم سب کی خواہش ہے کہ آپ سچی نشانہ بازی کا مظاہرہ کریں۔"

سب لوگ ہاتھ اٹھا اٹھا کر تائید کرنے لگے۔

سلمان رازی نے فخر سے پارس کو دیکھا، پھر کہا "آج فتح کی خوشی میں تم لوگوں کی کسی بات سے انکار نہیں کروں گا، ٹارگٹ بناؤ اور دو اچھے ریوالور لاؤ، پارس بھی نشانہ لگائے گا۔"

پھر اس نے قریب آکر پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا "بیٹے! اتنے مجمع میں اپنے حواس بحال رکھو گے تو صحیح نشانہ لگا سکو گے، ویسے میں تمھیں گائیڈ کروں گا۔"

"انکل! میں اپنے حواس میں ہوں مگر آپ نے کتنی پی رکھی ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میرے پینے پر نہ جاؤ، میں نشے میں بھی صحیح نشانہ لگاتا ہوں۔"

وہ دونوں اسٹیج پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر ایک ٹارگٹ بورڈ لا کر رکھا گیا۔ پارس اور سلمان رازی کو بھرا ہوا ایک ایک ریوالور دیا گیا۔ سلمان رازی نے ٹارگٹ کی طرف پشت کی پھر تماشائیوں کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا "میں نے صرف ایک بار ٹارگٹ کو دیکھا ہے، اب فوراً پلٹتے ہی فائر کروں گا۔ میری گولی دائرے کے ٹھیک درمیانی نقطے میں پیوست ہو جائے گی۔"

اس نے کہنے کے مطابق فوراً پلٹ کر گولی چلائی۔ درمیانی نقطے میں سوراخ ہو گیا۔ پورا مجمع اُچھل اُچھل کر تالیاں بجانے لگا۔ اس نے فخر سے مسکراتے ہوئے پارس سے کہا "دیکھو بیٹے! اسے کہتے ہیں نشانہ، تم بھی کوشش کرو۔"

پارس نے مجمع کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "یہاں بے شمار حسین اور جوان لڑکیاں ہیں، ان میں سے کسی کے پاس لپ اسٹک ضرور ہوگی۔"

دہشت گردی کی ٹریننگ حاصل کرنے والیاں عام طور پر میک اپ نہیں کرتی تھیں، ہمیشہ مردانہ لباس میں رہتی تھیں۔ آج جشن منانے کے لیے سب نے بلاؤز اسکرٹ پہنا تھا، میک اپ بھی کیا تھا۔ کتنی ہی لڑکیوں نے لپ اسٹک نکال کر دکھائی۔ پارس نے کہا۔ "مجھے ایک چاہیے۔"

ایک لڑکی نے لپ اسٹک اچھالی۔ اس نے کیچ کی پھر ٹارگٹ بورڈ کے پاس آیا۔ سلمان رازی نے جس نقطے پر سوراخ کیا تھا، اس کے چاروں طرف وہ چھوٹے چھوٹے اور نقطے بنانے لگا۔ سب لوگ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے سر اُٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا۔ اسٹیج کے پردے کو تین جگہ رسّیوں سے باندھا گیا تھا۔ اس نے ریوالور اٹھا کر درمیانی رسّی پر فائر کیا۔ رسّی گرہ کی جگہ سے ٹوٹ کر نیچے جھولنے لگی۔ سلمان رازی نے پوچھا "کیا واقعی بدحواس ہو گئے ہو؟ یہ کیا کر رہے ہو؟"

اس نے رسّی کے نچلے سرے کو اپنی کمر سے باندھ لیا۔ پھر بلند آواز میں کہا "ٹارگٹ پر درمیانی نقطے کے چاروں طرف پانچ سُرخ نقطے بنے ہوئے ہیں۔ میں اس رسّی سے بندھا ہوا تیزی سے گول گھومتا رہوں گا۔ اور اُن پانچ سُرخ نقطوں پر سوراخ کرتا جاؤں گا کیوں کہ میرے ریوالور میں اب پانچ گولیاں رہ گئی ہیں۔"

سارا مجمع مکھیوں کی طرح بھنبھنانے لگا۔ کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ اس طرح کوئی صحیح نشانہ لگا سکتا ہے۔ سب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔ سلمان رازی نے کہا "تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ اس طرح گھوم کر نشانہ لگاؤ گے تو گولیاں ہم میں سے کسی کو بھی لگ سکتی ہیں۔"

وہ رسّی سے بندھا ہوا گول گھومتا ہوا بولا "جسے جان کا خوف ہے وہ زمین پر لیٹ جائے۔"

وہ اسٹیج پر پاؤں ٹیکتا جا رہا تھا اور گول گھومتا جا رہا تھا۔ سب کے سب زمین پر لیٹ گئے تھے مگر سر اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ اس کے گھومتے رہنے سے جب رسّی پوری طرح بل کھا گئی تو اس نے زمین پر سے پاؤں اٹھا لیے۔ اب وہ رسّی واپس گھوم رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ بھی گول چکر کھا رہا تھا۔ اور ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ فائر کرتا جا رہا تھا۔ اس کا حساب بالکل درست تھا، وہ آدھے سیکنڈ میں ایک چکر پورا کر کے ٹارگٹ کی طرف رُخ کرتا تھا۔ اتنی تیزی سے گھومتے ہوئے درست حساب رکھنا بچوں کا کھیل نہیں ہوتا مگر وہ دونوں بھائی بچپن سے یہ کھیل کھیلتے آئے تھے۔ پانچویں گولی چلانے کے بعد وہ زمین پر پاؤں ٹیک کر رُک گیا۔ اپنی کمر سے رسّی کھولنے لگا۔ سب لوگ اٹھ کر دیکھ رہے تھے۔ ان پانچوں سُرخ نقطوں میں سوراخ ہو چکے تھے۔ وہ سب کے سب اس قدر حیران تھے کہ تالیاں بجا کر داد دینا بھول گئے تھے۔

سلمان رازی بے یقینی سے کبھی ٹارگٹ کو اور کبھی پارس کو دیکھ رہا تھا پھر سب سے پہلے یاسمینہ نے تالی بجائی، اس کے ساتھ ہی سب کے سب چونک کر تالیاں بجانے لگے۔ سلمان رازی ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالیاں بجانے والوں کو دیکھ رہا تھا اور یوں گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے پارس نے بھرے مجمع میں اُسے اٹھا کر پٹخ دیا ہو۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک کوشش کرتا تب بھی ہونے والے داماد کی طرح ایسی حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین نشانہ بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔

یہ اس کے بچپن کی عادت تھی، کبھی کسی سے شکست تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ خود کو اتنا شہ زور، دہشت ناک اور صاحبِ اقتدار بنا لیا تھا کہ کوئی اسے کسی معاملے میں کم تر بنانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آج پہلی بار ایک نوجوان اسے کم تر بنا رہا تھا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، اگر اس نے پارس کو ابھی کسی معاملے میں نیچا نہ دکھایا تو برسوں کا رُعب اور دبدبہ خاک میں مل جائے گا۔ وہ جزیرے کا مالک اور حاکم ہو کر کسی سے نظریں نہیں ملا سکے گا۔ اب اپنی عزت رکھنے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا کہ کسی طرح پارس کی انسلٹ کی جائے اور یہ سارا مجمع جو تالیاں بجا رہا ہے، اس کا مذاق اڑانے لگے۔

اس نے شراب کی دو بوتلیں منگوائیں۔ حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اسٹیج پر ایک میز لا کر رکھی گئی۔ اس پر دو بھری بوتلیں، دو گلاس اور چار سوڈا واٹر کی بوتلیں لا کر رکھی گئیں۔ سلمان رازی نے کہا "میرے وفادارو! اور جاں نثارو! تم نے ابھی حیرت انگیز نشانہ بازی دیکھی ہے۔ میں بھی ایسا ہی کمال دکھا سکتا ہوں لیکن ابھی نشے میں ہوں۔ یہ نوجوان ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مجھ سے ہر معاملے میں آگے ہے۔"

اس نے دونوں بوتلیں اٹھا کر کہا "یہ شراب سے بھری ہوئی ہیں۔ میں آدھی بوتل پیوں گا۔ یہ نوجوان مجھ سے آگے رہنے کے لیے پوری ایک بوتل پیے گا۔"

کچھ لوگوں نے تالیاں بجائیں، کچھ نے حیرانی کا اظہار کیا۔ سلمان رازی نے کہا "اگر تم لوگوں میں سے کوئی، ایک پوری بوتل پینے کا مظاہرہ کرے گا تو یہ نوجوان اس سے بھی آگے رہنے کے لیے دو بوتل پیے گا۔"

پارس نے قریب آ کر آہستگی سے کہا "انکل! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ شراب حرام ہے اور آپ مجھے حرام چیز پینے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ بولا "جو چیز میں پیتا ہوں، وہ میرے لیے حرام نہیں ہوتی۔ تمھارے لیے بھی حرام نہیں ہے۔ اب میدان چھوڑ کر بھاگنے کا بہانہ نہ کرو۔ تم نے مجھے نشانہ بازی میں نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اب پینے کے مقابلے میں بھاگو گے تو لوگ تمھارا مذاق اڑائیں گے اور زیادہ پینے کی حماقت کرو گے تو سب کے سامنے نشے میں اوندھے منہ گر دو گے۔ تمھارے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

وہ ہنسنے لگا پھر اس نے اپنی بوتل کھولی، ایک گلاس میں ڈبل پیگ بنایا پھر سوڈا واٹر کی بوتل کھولنے لگا۔ پارس نے بلند آواز سے کہا "مائی انکل بنیے یا اناڑی پینے والے وسکی میں سوڈا ملا کر پیتے ہیں۔ آپ تو پینے میں ماسٹر ہیں، آپ کو سوڈا یا پانی ملائے بغیر پینا چاہیے۔"

سلمان رازی نے وسکی سے پورا گلاس بھر لیا پھر اُسے اٹھا کر مجمع کو دکھاتے ہوئے بولا "کچھ ملائے بغیر

پینا گویا آگ کو حلق سے اتارنا ہے۔ میں تو پرانا پاپی ہوں اسے کسی طرح پی جاؤں گا لیکن اس جوان کو بھی کچھ ملائے بغیر پینا ہوگا۔ اگر مجھے زیادہ نشہ ہو جائے تو تم سب مل کر اسے زبردستی پلانا، میں ہوش میں آنے کے بعد اس کا انجام دیکھوں گا۔"

خانم تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیج کے قریب آئی۔ دونوں لڑکیاں زرینہ اور یاسمینہ بھی اس کے ساتھ تھیں وہ بولی "رازی! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ خالص وسکی حلق سے اُترتے ہی آگ ہو جاتی ہے، دن رات پینے والوں کا بھی سر گھما دیتی ہے، تم اپنے ہونے والے داماد سے دشمنی کر رہے ہو۔"

وہ بولا "یہ دشمنی نہیں، دوستانہ مقابلہ ہے۔ یہ مغرور جوان مجھ سے ہر مقابلے میں سبقت لے جانا چاہتا ہے پھر تم اعتراض کرنے کیوں آئی ہو؟"

یاسمینہ نے پوچھا "ڈیڈی! اگر پارس مقابلہ نہ کرنا چاہے اور اپنی شکست تسلیم کر لے تو کیا بات ختم ہو جائے گی؟"

پارس نے کہا "یاسمینہ! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ میں مرد ہوں، شکست تسلیم کر کے تمھارا سر نہیں جھکاؤں گا۔ اگر تمھیں شکست کھانے والا مرد پسند ہے تو میرا خیال دل سے نکال دو۔"

وہ چُپ رہی، اسے پریشان ہو کر دیکھنے لگی۔ اس نے بوتل کھولی پھر اسے ایک ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے کہا "انکل کو شبہ ہے کہ انھیں نشہ ہوگا تو میں پینے سے بھاگ جاؤں گا۔ للذا پہلے میں پیتا ہوں۔ لوگ ایک چھوٹا سا جام اٹھا کر کسی کے نام پر پیتے ہیں۔ میں یہ پوری بوتل اپنی یاسمینہ کے نام سے پی رہا ہوں۔"

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینے لگا۔ سب اسے پھر ایک بار حیرانی سے دیکھنے لگے۔ سلیمان رازی کا خیال تھا کہ وہ دو چار گھونٹ کے بعد ہی بوتل منہ سے ہٹا لے گا۔ یہ پینے والے جانتے ہیں کہ خالص وسکی کس طرح حلق میں انگارے بھر تی ہے اور سینے میں آگ لگا کر رکھ دیتی ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایسا نشہ طاری ہوتا ہے کہ پینے والا اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ اکثر ہوش میں آ کر پینے والے اپنا ذہنی توازن کھو دیتے ہیں، انھیں بڑی مشکلوں سے نارمل حالت میں لایا جاتا ہے۔

یاسمینہ نے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ آہستہ آہستہ اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی تاکہ وہ چکرا کر گرے تو اُسے اپنی ریشمی بانہوں میں تھام لے۔ سلمان رازی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ بوتل جونک کی طرح منہ سے لگی ہوئی خالی ہوتی جا رہی تھی۔ آنکھوں سے دیکھ کر یقین نہیں آ رہا تھا کہ تمام خالص وسکی پارس کے اندر چلی گئی ہے۔ اس نے آخری گھونٹ حلق سے اتار کر بوتل کو منہ سے الگ کیا پھر اُسے اُلٹ کر لوگوں کو دکھایا کہ وہ خالی ہو چکی ہے۔

تالیوں کا شور دیر تک اور دُور تک گونجنے لگا۔ لوگ اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور اب اس کے چکرا کر گرنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن وہ اپنے پیروں پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر جھکا جھکا کر داد وصول کر رہا تھا پھر وہ سلمان رازی کے قریب آیا۔ اس نے بھرا ہوا گلاس اٹھا کر مجمع کو دکھایا۔ سب خاموش ہو گئے۔ وہ بولا "آپ نے دیکھا، میں نے پوری بوتل خالی کر دی۔ اس کے باوجود نارمل ہوں۔ میری زبان بھی نہیں لڑکھڑا رہی ہے۔ اب میں انکل سے درخواست کروں گا کہ یہ اپنے حصے کا گلاس خالی کریں۔"

لوگ اپنے آقا کے لیے تالیاں بجانے لگے۔ سلمان رازی نے مجبور ہو کر گلاس ہاتھ میں لیا۔ وہ گلاس خالی کرنے کے بعد بھی پارس سے کم تر رہتا کیوں کہ گلاس اور بوتل میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ لوگوں کی تالیوں نے اسے پینے پر مجبور کر دیا۔ اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا۔ پارس نے بلند آواز سے کہا "لوگو! توجہ سے دیکھو۔ انکل میری طرح گلاس کو خالی کیے بغیر ہونٹوں سے الگ نہیں کریں گے۔"

پھر تالیاں بجنے لگیں۔ سلمان رازی نے دل ہی دل میں ہونے والے داماد کو گالی دی پھر غٹاغٹ پینے لگا۔ چند گھونٹ میں ہی حلق اور سینے کی جلن ناقابلِ برداشت ہو گئی مگر گلاس کو خالی کیے بغیر ہٹانے سے جو بے عزتی ہوتی اُسے وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں، سانس روک لی پھر خود پر جبر کرتے ہوئے جلدی جلدی گلاس کو خالی کر دیا۔

لوگ اپنے آقا کو خوش کرنے کے لیے تالیاں بجا رہے تھے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو سر ذرا سا چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے تمام لوگ اِدھر سے اُدھر ڈولتے دکھائی دے رہے تھے۔ پارس نے دل ہی دل میں کہا "بیٹے! اب تم تنویمی عمل کرنے کے قابل نہیں رہے۔ آج علی تیمور تم سے محفوظ رہے گا۔"

وہ خالی گلاس میں وسکی انڈیلنے لگا۔ سلمان رازی نے گھبرا کر پوچھا "یہ کیا؟ مم۔۔ میں او۔۔۔ اور نہیں پیوں گا۔"

خانم نے کہا" پارس! یہ کیا کر رہے ہو؟ رازی کو اور نہ دو۔"

وہ بولا" آنٹی! ابھی مقابلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اگر آپ ختم کرانا چاہتی ہیں تو انکل سے اسی طرح شکست تسلیم کرنے کے لیے کہیے جس طرح یاسمینہ نے مجھ سے کہا تھا۔ میں نے عورت کی بات نہیں مانی، شاید انکل مان لیں۔"

وہ اپنی باتوں سے سلمان رازی کو طیش دلا رہا تھا۔ اس کی کھوپڑی میں خالص وھسکی پہلے ہی چیخ رہی تھی، نشہ تیزی سے غالب آرہا تھا۔ وہ گرج کر بولا" میرا نام سلمان رازی ہے۔ میں وہ دلیر باغی ہوں، جسے لیبیا کی حکومت آج تک زندہ یا مُردہ گرفتار نہ کرسکی۔ میں وہ شہ زور ہوں جسے سُپر ماسٹر کی حکومت نے یہ جزیرہ جاگیر کے طور پر انعام میں دیا ہے۔ میں یہاں ڈھائی ہزار دہشت گردوں پر حکومت کرتا ہوں اور یہ کل کا چھوکرا مجھے شکست تسلیم کرنے کو کہہ رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ میں یہ مقابلہ جیت کر اس دشمن چھوکرے کو گولی مار دوں گا۔"

اس نے اپنی برتری دکھانے کے لیے گلاس لیا پھر اسے ہونٹوں سے لگا کر پینے لگا۔ اکثر لوگ جو زندگی بھر کامیابیاں حاصل کرتے رہتے ہیں، وہ بھول جاتے ہیں کہ بڑھاپا انھیں کمزور بنا دیتا ہے۔ سلمان رازی پچاس برس کا ہو چکا تھا۔ اب اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ دو گلاس خالص وھسکی کے تیز نشے کو برداشت کرپاتا۔ دوسرا گلاس خالی ہونے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ بھی لڑکھڑایا مگر گرنے سے پہلے ہی پارس نے اسے سہارا دے دیا۔ دوسری طرف سے خانم نے آکر تھام لیا پھر وہ مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ "تم لوگ کھیل تماشے جاری رکھو۔ میں تھوڑی دیر بعد آکر دلچسپی لوں گی۔"

دو ہٹے کٹے باڈی گارڈز نے آکر سلمان رازی کو اٹھالیا پھر بنگلے میں لے جانے لگے۔ خانم نے گھور کر پارس کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اُس نے پوچھا" آنٹی! کیا بات ہے؟"

وہ سخت لہجے میں بولی" میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اپنی بیٹیوں کے ساتھ جانے لگی۔ پارس ان کے پیچھے تھا۔ یاسمینہ اپنی رفتار سُست کر کے پارس کے... شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے بولی" میں تم پر جتنا فخر کروں، اتنا ہی کم ہے۔ خوشی سے میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں۔ ساری دنیا میں میرے محبوب کی مثال نہیں مل سکتی لیکن تم نے ڈیڈی کو شکست دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد تمھارے دشمن بن جائیں گے۔ تم نے انھیں اچھی طرح نہیں سمجھا ہے، میں سمجھتی ہوں اور تمھارے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔"

خانم زرینہ کے ساتھ آگے آگے چل رہی تھی، اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر ڈانٹ کر کہا" یاسمینہ! چلو ادھر آؤ۔"

اس نے بے بسی سے پارس کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر ماں کے ساتھ چلنے لگی۔ دونوں باڈی گارڈز نے سلمان رازی کو اس کی خواب گاہ میں لاکر لٹا دیا۔ دو ملازم اور آگئے تھے، اپنے آقا کو لیموں کا رس پلا رہے تھے۔ وہ اس قدر مدہوش تھا کہ خود پی نہیں سکتا تھا۔ اس کے حلق میں چمچے سے زبردستی لیموں کا رس پہنچایا جارہا تھا۔ سر پر برف کی تھیلی رکھی جارہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ قے کرنے لگا۔ ملازموں نے اسے اٹھا کر پھر خواب گاہ میں پہنچایا۔ اس کا لباس تبدیل کیا۔ اسے گہری نیند آگئی تھی، وہ خراٹے لے رہا تھا۔

پارس ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ خانم اس کے سامنے کچھ فاصلے پر آکر کھڑی ہوگئی، پھر سرد لہجے میں بولی۔ "سیکڑوں افراد نے تمھیں پوری ایک بوتل پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا وہ شراب نہیں تھی، پانی تھا؟"

"پورا مجمع گواہ ہے، وہ خالص شراب تھی۔"

"پھر تم نارمل کیسے ہو؟ رازی تھوڑی اور پیتا تو اس کا دماغ اُلٹ جاتا۔ مگر تم نے اس سے کئی گنا زیادہ پی، تم بے ہوش نہیں ہوئے۔ تم ذرہ برابر نشے میں نہیں لگتے۔"

"آنٹی! کسی کو ایک چھوٹے پیگ سے نشہ ہو جاتا ہے، کسی کو ایک بوتل سے بھی نہیں ہوتا۔ میں ہلکا ہلکا سرور محسوس کر رہا ہوں، دو بوتلیں اور پینے کے بعد مجھے کچھ نشہ ہوگا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا" یعنی تین بوتلوں کے بعد کچھ نشہ ہوگا!"

"جی ہاں، چھ بوتلوں کے بعد اچھا خاصا نشہ ہوتا ہے۔"

"میں نے بڑے بڑے پینے والے دیکھے ہیں لیکن آج تک خالص وھسکی کی چھ بوتلیں پیتے ہوئے نہ کسی کو دیکھا نہ کسی سے سُنا۔ تم انسان کی نہیں شیطان کی اولاد ہو۔"

"میں فرہاد علی تیمور کی اولاد ہوں۔ تم بہت خوش قسمت ہو کہ ایک عورت ہو۔ اگر کوئی مرد میرے باپ کو شیطان کہتا تو میں اس کا مُنہ توڑ دیتا۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی" تم مجھے چیلنج کر رہے ہو۔ تم کہنا چاہتے ہو کہ میرا مُنہ توڑ سکتے ہو۔ میں ابھی تمھاری کھال کھینچ لوں گی۔"

وہ پاؤں پٹختی ہوئی دوسرے کمرے میں گئی پھر بجلی کے تار سے بنا ہوا ایک چابک لے آئی۔ زرینہ اور یاسمینہ اس کے اطراف چلتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ "ممی! یہ انصاف اور انسانیت نہیں ہے۔ غصہ تھوک دیجیے۔ پارس نے کوئی قصور نہیں کیا ہے۔"

وہ ڈانٹ کر بولی" یُو شٹ اپ۔ مجھ سے دور رہو۔"

زرینہ، پارس کے سامنے ڈھال بن کر بولی" میں مانتی ہوں، ڈیڈی نے بڑے لاڈ پیار سے ہماری پرورش کی ہے لیکن جب مجھے اغوا کیا جارہا تھا، تب ڈیڈی اور ان کی پوری فوج بے بس ہوگئی تھی۔ مجھے صرف پارس نے جان پر کھیل کر بچایا ہے۔ اس بات کو ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے اور آپ نے اتنا بڑا احسان بھلا دیا۔"

وہ ناگواری سے بولی" جو ہمارے جزیرے میں رہتا ہے اور ہمارا کھاتا پیتا ہے، اُس کا کوئی احسان نہیں ہوتا۔ ہمارے یہ فوجی جو جزیرے کی حفاظت کرتے ہیں اور دشمنوں سے لڑتے ہوئے ہماری سلامتی کے لیے جانیں دیتے ہیں تو کیا ہم ان سب کا بھی احسان مانتے رہیں؟ ذرا عقل کی بات کرو۔ ہماری حفاظت کرنا، ہمارے احکامات کی تعمیل کرنا ان کی ڈیوٹی ہے اور یہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ احسان نہیں کرتے۔"

یاسمینہ نے کہا" پارس کسی کا ماتحت یا ملازم نہیں ہے۔ یہ آپ کا ہونے والا داماد ہے اور آپ داماد سے بھی غلاموں جیسا سلوک کرنا چاہتی ہیں؟"

خانم نے اُسے گھور کر دیکھا پھر کہا" ابھی اس رشتے کی بات نہ کرو۔ جس طرح ایک جانور کو چابک مار کر سدھایا جاتا ہے اسی طرح تمھارے ڈیڈی اپنی ٹھوکروں سے اسے سمجھائیں گے کہ ہمارے داماد کو یہاں سر جھکا کر رہنا چاہیے۔"

پارس نے ناگواری سے خانم کو دیکھا پھر کہا" میں جوابا سخت بات کہہ سکتا ہوں لیکن تم میری یاسمینہ کی ماں ہو، میں گستاخی نہیں کروں گا۔"

خانم نے کہا" رازی کے ہوش میں آنے تک گستاخی کرسکتے ہو۔ اس کے بعد تمھیں موقع نہیں ملے گا۔"

اس نے مسلح محافظوں کو بلا کر کہا" اس مغرور کو علی تیمور کے ساتھ قیدی بنا کر رکھو۔"

یاسمینہ نے پوچھا" ممی! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ پارس کا جرم کیا ہے؟"

"تمھارے باپ کی جان بچ گئی اس لیے تمھیں پارس کا جُرم سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کیا اس نے تمھارے باپ کی انا اور برتری کو بھڑکا کر اُس کی برداشت سے زیادہ خالص وھسکی پینے پر اسے مجبور نہیں کیا؟ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح رازی مر جائے۔ مقابلے کا مقابلہ رہے گا، اس پر الزام نہیں آئے گا پھر یہ تم سے شادی کر کے اس جزیرے کا مالک بن جائے گا۔"

زرینہ نے کہا" ممی! یہ انصاف نہیں ہے۔ ڈیڈی نے پہلے اسے ایک بوتل خالص وھسکی پینے کے لیے چیلنج کیا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنے کمروں میں جاؤ اور تم لوگ مُنہ کیا دیکھ رہے ہو؟ اس مُجرم کو یہاں سے لے جاؤ۔"

مسلح گارڈز آگے بڑھے۔ پارس نے کہا" رُک جاؤ۔ مجھے پکڑ کر لے جانا چاہو گے تو میں کبھی ہاتھ نہیں آؤں گا لہٰذا مجھ سے دور رہنا۔ میں خود تمھارے ساتھ چلوں گا۔"

مسلح گارڈز نے خانم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "ٹھیک ہے، اسے خود جانے دو مگر محتاط رہو۔"

پارس نے یاسمینہ پر ایک نظر ڈالی۔ وہ بڑی محبت اور بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ مسلح گارڈز اُس کے پیچھے جانے لگے۔ ایسے وقت میں خیال خوانی کے ذریعے سُپر ماسٹر کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا پھر اس کے ذریعے دوسرے اہم افراد تک پہنچتا رہتا تھا۔ اس دوران موقع ملنے پر دونوں بیٹوں کے پاس بھی آتا رہتا تھا۔ میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا" یہ کیا ہو رہا ہے بیٹے؟"

اس نے کہا" پاپا! یہ سلمان رازی خر دماغ ہے۔ ہمیں تنویمی عمل کے ذریعے ہمیشہ تابع دار بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے خود مجھے نشانے بازی اور شراب نوشی کے مقابلے کے لیے چیلنج کیا تھا۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا" کیا تم نے اس کے مقابلے میں شراب پی؟"

"ہاں پاپا! یہ میرے لیے حرام نہیں ہے کیوں کہ مجھے نشہ نہیں ہوتا۔"

میں بھول گیا تھا۔ مجھے فوراً یاد آیا کہ ماریہ کے زہر نے انتہائی نشے کو بھی پارس کے لیے پانی کر دیا ہے۔ اس نے مجھے مختصر طور پر بتایا کہ ابھی اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ بنگلے سے نکل کر مجمع کے درمیان سے گزرتا جا رہا تھا۔

سلمان رازی نے فتح کا جشن منانے کے لیے قیدیوں کو بھی اسٹیج تماشا دیکھنے کی اجازت دی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر مسلح ماتحتوں کی نگرانی میں ایک طرف بٹھایا گیا تھا۔ وہاں کمی کارمن بھی ہتھکڑیاں پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس کو دیکھ کر اُٹھ گئی۔ حیرانی سے بولی "پارس! یہ دونوں تمھارے پیچھے رائفلیں کیوں تانے ہوئے ہیں؟"

وہ بولا "میں نے ان کے آقا کی کھوپڑی اُلٹ دی ہے اس لیے قیدی بنایا گیا ہوں۔ سلمان رازی ہوش میں آنے کے بعد میرے لیے سزا تجویز کرے گا۔"

وہ نفرت سے بولی "یہ لوگ احسان فراموش ہیں۔ میں تمھارے خلاف یہ زیادتی برداشت نہیں کروں گی۔"

"نہیں کمی! کوئی ایسا قدم نہ اُٹھانا جس سے تمھیں جانی نقصان پہنچے۔ میں اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لوں گا۔"

میں نے پارس سے کہا "اس عورت سے کہو میں تھوڑی دیر بعد اس سے دماغی رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے قریب ہو کر کمی کے کان میں کہا "میرے پاپا تمھارے دماغ میں جلد ہی آئیں گے، اُن کے کوڈ ورڈز ہیں، فرہاد ٹو کس یور مائنڈ۔"

خانم نے برآمدے سے ڈانٹ کر پوچھا "ان قیدیوں کو باتیں کرنے کی اجازت کیوں دی جا رہی ہے؟ اُس عورت کو لے جاؤ۔"

دو مسلح ماتحتوں نے کمی کو پکڑ کر پیچھے ہٹا لیا۔ پارس کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ میں نے کمی کارمن کے متعلق پوچھا۔ اس نے مختصر طور پر بتایا کہ جس طیارے سے اسے اغوا کیا گیا تھا، اس میں کمی ایئر ہوسٹس تھی۔ وہ بہت زبردست فائٹر ہے۔ پہلے سُپر ماسٹر کی وفادار تھی۔ بعد میں پارس نے اس کی جان بچائی تو وہ سُپر ماسٹر سے بدظن ہو کر اس کی حمایتی اور دوست بن گئی ہے۔

پارس کو اس کاٹیج میں پہنچا کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ علی تیمور نے مسکرا کر کہا "ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا "دوست ہوں یا دشمن سب یہی چاہتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی ایک جگہ رہیں، اس لیے میں تمھارے پاس آگیا ہوں۔"

میں نے علی تیمور کے پاس آکر کوڈ ورڈز دُہرائے پھر کہا "مجھے یقین ہے، تم تنویمی عمل کے اثر سے نکل رہے ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ آپ نے کیسے جان لیا؟"

"میں اُس پُراسرار آواز تک پہنچ گیا ہوں جس سے تمھارا دماغ متاثر تھا۔ اب وہ آواز تمھیں کبھی سنائی نہیں دے گی۔ وہ دراصل سُپر ماسٹر ہے۔ آج کل سخت بیمار ہے۔ بیمار نہ بھی ہوتا تو تمھارے پاس نہ آتا کیوں کہ تمھارے دماغ میں میری موجودگی کا علم اُسے ہو گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ اُسے آسانی سے ختم کر سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ کچھ اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اُس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے دماغ میں جانے سے معلوم ہوا کہ اس کا ایک عامل ہے جس نے تمھارے دماغ میں یہ بات نقش کرا دی ہے کہ ایک پُراسرار آواز ہر ہفتے تمھارے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کرے گی۔ کسی وجہ سے یہ عمل نہ ہو سکا تو تم پچھلے عمل کے اثر سے نکل آؤ گے اور وہ ہفتے کا دن گزر چکا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں خود کو ہلکا پھلکا اور آزاد محسوس کر رہا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم ایکشن کے لیے تیار ہو؟"

"جی ہاں پاپا! یہ سلمان رازی نامعقول شخص ہے اس نے پارس کو بھی قیدی بنا لیا ہے۔"

میں نے کہا "لوگ اپنے مطلب اور مقاصد کے لیے خود غرض بن جاتے ہیں۔ وہ اقتدار کے نشے میں ہے۔ اس جزیرے میں کسی کی برتری برداشت نہیں کرتا۔ تم دونوں دلیر ہو، حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ وہ ایسے ہی داماد چاہتا ہے، لیکن دامادوں کو خود سے کم تر بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"اس کا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہوگا۔"

دروازہ کھولنے کی آواز آئی۔ ایک ملازم مختلف کھانوں سے بھری ہوئی بڑی سی ٹرے لایا اور اسے ایک میز پر رکھ کر چلا گیا۔ پارس نے قریب آکر علی تیمور سے سرگوشی میں کہا "میں ہر کھانا چکھنے کے بعد تمھیں دوں گا۔ کھانے کے بعد چائے یا کافی نہ پینا۔ اگرچہ رازی تنویمی عمل کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن خانم ہم دونوں بھائیوں کو ابھی سے اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھنا چاہتی ہے۔"

میں نے کہا "سوچ سمجھ کر کھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں کمی کے پاس آیا۔ اس کے دماغ نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن وہ کوڈ ورڈز سُن کر خوشی سے بولی "فرہاد صاحب! میں بہت خوش نصیب ہوں کہ آپ کو اپنے دماغ میں پا رہی ہوں۔ سب سے پہلے یقین دلاتی

چاہوں گی کہ آپ باپ بیٹوں کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔ آپ میرے چور خیالات پڑھ لیں، میں تھوڑی دیر خاموش رہوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا بیٹا تمھاری قدر کرتا ہے، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ تمھیں شاید نہیں معلوم، میں اجازت حاصل کیے بغیر کسی عورت کے دماغ میں نہیں جاتا اور نہ ہی اس کے چور خیالات پڑھتا ہوں۔ ہاں اگر وہ دشمنوں سے تعلق رکھتی ہو تو میں اس کے دماغ کی تہ تک پہنچ جاتا ہوں۔"

"میری بڑی خواہش ہے کہ میں پارس کے کسی کام آؤں۔"

"تمھاری یہ خواہش ابھی پوری ہو گی۔ تم کچھ کھا پی لو پھر پتا نہیں کب کھانا نصیب ہو۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ اسٹیج سے کچھ فاصلے پر طرح طرح کے کھانوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس کا دل چاہتا تھا، وہ وہاں جا کر اپنی پسند کی چیزیں کھاتا تھا اور اپنی پسند کی شراب پیتا تھا۔ قیدیوں کو بھی کھانے پینے کی اجازت تھی، ہر طرف مسلح افراد تھے، اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ قیدی فرار ہو جائیں گے۔ ایک تو ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوتی تھیں۔ دوسرے جزیرے سے باہر جانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کمی وہاں جا کر کھانے پینے لگی۔

میں نے پوچھا "تمھیں ہتھکڑی کس نے پہنائی تھی؟"

وہ بولی "یہاں ہر دس قیدیوں پر ایک سیکیورٹی افسر ہے۔ مجھے جس افسر نے ہتھکڑی پہنائی، وہ ابھی کاؤنٹر کے پاس کھڑا وہسکی پی رہا ہے اور اسٹیج پر ہونے والا تماشا دیکھ رہا ہے۔"

"تم اس کے پاس جا کر باتیں کرو۔"

وہ اپنی پلیٹ اٹھا کر ایک بوٹی چباتی ہوئی سیکیورٹی افسر کے پاس آئی پھر بولی "ہیلو آفیسر! مجھے یوں لگتا ہے تم میری ہتھکڑی کھولنے والے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا "تم راضی ہو جاؤ میں تمھارے ہاتھ کھول دوں گا۔"

وہ بھی مسکرا کر بولی "سمجھو راضی ہو گئی۔ بولو کہاں چلوں؟"

"میں اپنے کیبن میں لے جاؤں گا لیکن دو مسلح گارڈ باہر موجود رہیں گے۔ میں اپنے ہتھیار گارڈز کو دے دوں گا تاکہ تم مجھ سے ہتھیار چھین کر یہاں سے فرار ہونے کی حماقت نہ کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھ پر مرتے بھی ہو، مجھ سے ڈرتے بھی ہو۔"

"کیا کروں؟ یہ دل تمھاری جیسی زبردست عورتوں کے لیے ہی مچلتا ہے، مجھے نازک عورتیں پسند نہیں آتیں۔"

"تو پھر چلو اور مجھے جی بھر کے پسند کرو۔"

اس افسر نے دو مسلح ماتحتوں کو ساتھ لیا پھر کمی کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر جانے لگا۔ میں نے کہا "کمی! میں دو چار منٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ اِسے اُلو بناتی رہو، میں ابھی آجاؤں گا۔"

میں سلمان رازی کے دماغ میں آیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ دماغ پر ابھی تک نشہ حاوی تھا، اس کی کوئی سوچ ایک جگہ قائم نہیں رہتی تھی اور نہ ہی میں اس کے مدہوش ذہن کو قابو میں رکھ کر اس پر تنویمی عمل کر سکتا تھا۔ اگر ایسا ہو سکتا تو چشم زدن میں بازی پلٹ جاتی۔ میرے بیٹوں کو تنویمی عمل سے اپنا تابع دار بنانے والا خود ہمارا غلام بن جاتا۔ پھر بھی میں نے سوچا اس کے دماغ میں آتا جاتا رہوں گا۔ جب بھی اس کی مدہوشی ختم ہو گی، میں اس پر

عمل کروں گا۔"

میں پھر کمی کے پاس آگیا۔ وہ افسر کے ساتھ بیٹھی دوسرے کیمپ میں پہنچ رہی تھی۔ اُس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! ہم پارس کو اغواء کر کے سُپر ماسٹر کے پاس لے جا رہے تھے۔ مگر ہمیں اغواء کر کے یہاں پہنچا دیا گیا۔ میں حیران ہوں کہ سُپر ماسٹر ہماری خبر کیوں نہیں لے رہا ہے؟"

"سُپر ماسٹر بیمار ہے اور اس کا دماغ میری مُٹھی میں ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن زندہ نہیں ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے ہیں۔ میری کوشش ہے کہ یہ دو نئے آخری ثابت ہوں اور مشین کا طلسم ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے۔"

وہ جیپ ایک کیبن کے سامنے آکر رُک گئی۔ سیکیورٹی افسر نے گاڑی سے اُتر کر اپنے تمام ہتھیار مسلح ماتحتوں کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں مستعدی سے پہرا دیتے رہو۔ اگر کمی تنہا کیبن سے نکل کر جانا چاہے تو اسے دوبارہ ہتھکڑی پہنا دینا، اگر یہ قابو میں نہ آئے تو اسے گولی مار کر زخمی کر دینا۔"

ایک ماتحت نے کہا۔ "جناب! ہم محتاط اور مستعد رہیں گے۔"

افسر نے کمی کے ہاتھ کھول کر ہتھکڑی ماتحت کو دی پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کیبن میں لے آیا۔ میں نے ایک ماتحت کی آواز سنی تھی۔ اس نے اپنی رائفل... سیدھی کرتے ہوئے مسلح ساتھی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے، تمہاری زندگی کی سانسیں ختم ہو رہی ہیں۔ ٹرائیگر دبنے تک اپنی سانسوں کو گن سکتے ہو تو گن لو۔"

وہ گھبرا کر بولا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

یہ اس کی زندگی کے آخری الفاظ تھے۔ ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ گولی چل گئی۔ کیبن کے اندر افسر نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا پھر پوچھا۔ "کس نے فائر کیا ہے؟"

اس کے مسلح ماتحت نے اندر آتے ہوئے کہا۔ "تمہارے باپ نے گولی چلائی ہے۔"

اس نے کمی کے سامنے اسٹین گن، رائفل اور ریوالور پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ تمام ہتھیار لے سکتی ہو لیکن اس افسر سے نمٹنے سے پہلے مجھے گولی مار دو۔ ورنہ میں کسی وقت بھی تمھیں نقصان پہنچا سکتا ہوں۔"

افسر نے غرّا کر ماتحت کو دیکھا، پھر آگے جُھک کر ہتھیار اُٹھانا چاہا، کمی نے اس کے مُنہ پر ایک ٹھوکر ماری، وہ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ میں نے کہا۔ "ابھی اسے ہلاک نہ کرنا۔ البتہ اس کے ماتحت کو ختم کر دو۔"

اس نے ریوالور اُٹھا کر ماتحت کو گولی مار دی۔ کیبن کے باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "کمی! اب میں اس کے دماغ میں ہوں۔ اسے ریوالور دے دو۔"

کمی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ افسر نے مُردہ ماتحت کی جیب سے ہتھکڑی اور چابی نکالی۔ کمی کو دوبارہ ہتھکڑی پہنائی۔ باہر سے مسلح افراد پوچھ رہے تھے۔ "کیبن کے اندر کون ہے؟ ہمارے آدمیوں کو کس نے گولی ماری ہے؟"

افسر، کمی کو ریوالور کی زد پر باہر لا کر بولا۔ "میں اس کے ساتھ عیاشی کرنے آیا تھا۔ اس نے موقع پا کر ہمارے دو آدمی مار دیے۔ میں اسے ماسٹر رازی کے پاس لے جا رہا ہوں۔ تم میں سے ایک آدمی پیچھے جیپ میں آکر بیٹھ جائے۔"

وہ کمی کے ساتھ اگلی سیٹوں پر بیٹھ گیا۔ ایک مسلح جوان پیچھے آگیا۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ افسر اُسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا کیمپ کے احاطے سے باہر آیا پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد جیپ روک دی۔ کمی کی ہتھکڑی کھول کر بولا۔ "میں اپنے ماتحت کو نہتا کر کے جیپ سے باہر جا رہا ہوں۔ تم ہم سے جس طرح نمٹنا چاہو نمٹ سکتی ہو۔"

اس نے اپنے ماتحت کو ریوالور کی زد پر رکھ کر نہتا کیا۔ اس کے ہتھیار جیپ کی اگلی سیٹ پر پھینک کر بولا۔ "گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے گریبان پکڑ کر اُسے باہر کھینچ لیا۔ کمی نے ریوالور نکال کر کہا۔ "تم افسر ہو۔ مجھے پارس کو آزاد کرانے کے لیے تمہاری ضرورت ہوگی۔ تم واپس آؤ اور اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالو۔"

اس نے ماتحت کو گولی مار دی۔ افسر نے واپس آکر ڈرائیو جیپ اسٹارٹ کی پھر وہ کاٹیج کی طرف جانے لگے۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا۔ "تیار رہو، کمی آرہی ہے۔"

علی تیمور نے پوچھا۔ "اگر ہم رازی کے خلاف محاذ آرائی نہ کریں، آپ اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھیں تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا؟"

"بیٹے! وہ بُری طرح مدہوش ہے۔ میں اس کے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کروں گا۔ سُپر ماسٹر کی طرف سے جوابی کارروائی کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔"

"آپ نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا، اس کا دماغ آپ کے قابو میں ہے۔"

"ہاں میں نے اُس سُپر ماسٹر کے متعلق کہا تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور ابھی بیمار ہے۔ کسی سُپر ماسٹر کا انتخاب کرنے والے نادان نہیں ہو سکتے۔ اس کے بیمار پڑتے ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم خیال خوانی کرنے والے اُس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں۔ للٰہذا اس کی جگہ فوراً کوئی دوسرا سُپر ماسٹر لایا گیا ہوگا۔ اس کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ میرے دونوں بیٹوں کو فوراً یہاں سے اغواء کیا جائے اور سلمان رازی کو نافرمانی کی سزا دی جائے۔ میں نہیں چاہتا ایسی جوابی کارروائی کے دوران تم دونوں ایک جگہ قید رہو اور اپنی سلامتی کے لیے جدوجہد نہ کر سکو۔ تم بھائیوں کو جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہیے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ میں یہ سمجھا، کمی آگئی ہے۔ میں مدد کے لیے اُس کے پاس پہنچا تو پتا چلا، ابھی وہ راستے ہی میں ہے۔ میں واپس بیٹوں کے پاس آیا۔ اُس وقت تک کاٹیج کا دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ کئی مسلح جوان دندناتے ہوئے اندر آئے۔ ایک نے کہا۔ "علی تیمور! ہم تمہاری رہائی کے لیے آئے ہیں۔ یہاں سے نکلو۔"

دوسرے نے کہا۔ "لیکن ہم یہاں پارس کی توقع نہیں کر رہے تھے۔ یہ پھر ہمارے راستے کی رکاوٹ بنے گا۔"

علی تیمور نے پارس کے سامنے ڈھال بن کر کہا۔ "گولی نہ چلانا۔ اسے عقل آگئی ہے۔ یہ اب سلمان رازی کا حمایتی نہیں بلکہ قیدی ہے، اس لیے اسے میرے ساتھ یہاں قید کیا گیا ہے۔"

آنے والے نے کہا۔ "اگر تمہارا بھائی ہمارے ساتھ شرافت سے چلنے کو تیار ہے تو فوراً چلو لیکن یہ ہمارے خلاف کوئی حرکت کرے گا تو ہم فوراً گولی مار دیں گے۔"

فائرنگ کی آوازیں بنگلے اور اسٹیج تک گئی تھیں۔ سب چونک گئے تھے۔ خطرہ محسوس کرتے ہوئے محتاط انداز میں کاٹیج کو دور سے گھیرنے آرہے تھے۔ یوں محاصرہ کرنے سے پہلے ہی پارس اور علی تیمور وہاں سے نکل گئے۔ مسلح افراد کے درمیان دوڑتے ہوئے وہاں سے دور جانے لگے۔ میں نے ایک کے دماغ میں جا کر معلوم کر لیا کہ میرے بیٹوں کو رہائی دلانے والے وہ عیسائی اور یہودی ہیں جن پر سلمان رازی کبھی بھروسا نہیں کرتا تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ سُپر ماسٹر سے کبھی محاذ آرائی ہوگی تو یہ لوگ اس کے خلاف ہو جائیں گے اور سُپر ماسٹر کا ساتھ دیں گے۔"

سلمان رازی کا خیال درست تھا۔ انھیں خفیہ پیغام موصول ہوا تھا کہ آدھی رات تک جزیرے پر طیارے پرواز کرتے ہوئے بمباری کریں گے۔ وہ اس سے پہلے دونوں پارس کو جزیرے کے شمالی ساحل کی طرف لے جائیں گے، وہاں کسی وقت ہیلی کاپٹر آئے گا جس میں وہ میرے دونوں بیٹوں کو بحفاظت وہاں سے نکال کر لا سکتے ہیں۔

میں نے دونوں بیٹوں کو اُن کے بارے میں بتایا۔ پھر کمی کے پاس پہنچا۔ مجھے دیر ہوگئی۔ وہ کاٹیج کے قریب آکر اُلجھن میں پڑ گئی تھی۔ ایک تو میں جیپ ڈرائیو کرنے والے افسر کے دماغ سے نکلا ہوا تھا، وہ صرف کمی کے ہتھیاروں سے سہما ہوا تھا۔ دوسرے کاٹیج کے حالات بدل گئے تھے۔ دونوں پارس وہاں سے جا چکے تھے۔ اُس نے افسر کو ایک جگہ جیپ روکنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تھی تاکہ افسر کی پسلی سے لگا ہوا ریوالور کسی کو نظر نہ آئے۔ اُسے میرا انتظار تھا۔ وہ کاٹیج کے حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔

میں نے افسر کی زبان سے کہا۔ "سوری کمی! مجھے آنے میں دیر ہوگئی۔ ہتھیار اسے واپس کر دو۔ اس کے ساتھ بنگلے کے پچھلے دروازے سے اندر جاؤ، وہاں سے یاسمینہ کو گن پوائنٹ پر لے آؤ، پھر اُسے لے کر جزیرے کے شمالی ساحل کی سمت جاؤ۔ راستے میں کہیں پارس وغیرہ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ میں افسر کے اندر موجود تھا۔ وہ دونوں بنگلے کے پچھلے حصے میں آئے۔ وہاں بھی مسلح گارڈز موجود تھے۔ انھیں للکار کر کہا گیا۔ "ہالٹ! وہیں رُک جاؤ۔"

افسر نے میری مرضی کے مطابق شناخت کرائی پھر کہا۔ "میں دو نمبر کیمپ کی قیدی کمی کارمن کے ساتھ آیا ہوں۔ یہ بالکل نہتی ہے اور خانم کو سُپر ماسٹر کے متعلق اہم اطلاع دینا چاہتی ہے۔"

خانم نے کھڑکی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اُسے اندر لے آؤ۔"

افسر، کمی کو اسٹین گن کی زد پر رکھتے ہوئے بنگلے کے

ڈرائنگ روم میں آیا۔ توقع کے مطابق زرینہ اور یاسمینہ نظر نہیں آ رہی تھیں، صرف خانم، دو مسلح باڈی گارڈز کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ کمی نے کہا "جیسا کہ آپ جانتی ہیں، میں سُپر ماسٹر کے لیے کام کرتی ہوں جزیرے میں ماسٹر کے جو جاسوس ہیں، وہ ابھی میرے پاس آئے تھے۔ انھوں نے اس افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر میری ہتھکڑی کھلوائی، وہ کہہ رہے تھے، اس جزیرے پر ہوائی حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے مجھے اور دونوں پارس کو ایک محفوظ مقام پر پہنچایا جائے گا، وہاں سے وہ ہمیں ہیلی کاپٹر میں جزیرے سے باہر لے جائیں گے۔"

خانم نے افسر کو دیکھ کر پوچھا "کیا یہ درست کہہ رہی ہے؟"

"بالکل درست کہہ رہی ہے۔ آپ نے کمی کے لڑنے کا انداز اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، میری توقع کے بالکل خلاف اس نے رہائی دلانے والوں پر حملہ کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان سے ہتھیار چھین کر انھیں مار ڈالا، وہ تعداد میں تین تھے تینوں مر گئے۔"

خانم نے کمی سے پوچھا "تم نے اپنے حمایتیوں کو کیوں مار ڈالا؟"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں، آپ نے اور پارس نے میری جان بخشی تھی۔ یہ نئی زندگی آپ کی امانت ہے۔ میں التجا کرتی ہوں، آقا رازی اور دونوں بیٹیوں کو لے کر یہاں سے کسی محفوظ مقام کی طرف چلی جائیں۔ دشمنوں کو آپ کی رہائش گاہ کا علم ہے، وہ یہاں ضرور بمباری کریں گے۔"

خانم سوچ میں پڑ گئی۔ افسر نے کہا "آپ وقت ضائع نہ کریں۔ کاٹیج کا دروازہ توڑ کر دشمن دونوں پارس کو لے گئے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سُپر ماسٹر کی طرف سے جلد ہی زبردست انتقامی کارروائی ہوگی۔"

خانم نے کہا "بات سمجھ میں آ رہی ہے، تم لوگوں کو ملنے والی اطلاع پر بھروسا کرنا چاہیے۔ حالات بھی کچھ ایسے ہی ہیں، ہمیں احتیاطاً یہاں نکل جانا چاہیے۔"

اس نے حکم دیا "سلمان رازی کو اسٹریچر پہ ڈال کر ایک ویگن میں پہنچایا جائے۔" وہ تھوڑی دیر کے لیے ایک کمرے میں گئی، جب باہر آئی تو اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ہتھیاروں سے لیس تھی۔ پھر وہ قافلہ ایک ویگن میں وہاں سے روانہ ہوا۔ کمی اور افسر اپنی جیپ میں ان کے پیچھے چل پڑے۔ خانم اور سلمان رازی نے بُرے وقت کے لیے اُس جزیرے میں ضرور کوئی پناہ گاہ بنائی ہوگی وہ شاید اسی طرف جا رہے تھے۔

میں پارس کے پاس آیا۔ وہ لوگ کاٹیج سے دور نکلنے کے بعد ایک جیپ میں سوار ہو گئے تھے۔ اُس میں چھ افراد کی گنجائش تھی۔ دو میرے بیٹے اور چار مسلح دشمن تھے انھیں علی تیمور کی طرف سے اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اُسے اپنا آدمی سمجھتے تھے اسی لیے اُسے اگلی سیٹ پر بیٹھایا گیا تھا۔ پارس پچھلے حصے میں تین افراد کے نرغے میں تھا۔ میں ان کی آواز سُن کر ان کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا "یہ جہاں جا رہے ہیں، وہاں ان کے آدمی کافی تعداد میں ہیں لہٰذا راستے میں ہی نجات حاصل کر لو۔"

دُور سے کئی طیاروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں پھر بم کے دھماکے سنائی دیے۔ میں نے ایک دشمن کے دماغ پر قبضہ جما کر اس سے فائرنگ کرائی۔ پیچھے بیٹھے ہوئے دو افراد ختم ہو گئے۔ ڈرائیو کرنے والے نے جیپ روک دی، وہ پلٹ کر فائرنگ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا، اسے بھی ایک گولی نے تمام کر دیا۔

پارس نے فائرنگ کرنے والے سے تمام ہتھیار لے لیے۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ پریشان ہو گیا اور اپنے مُردہ ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ علی تیمور نے کہا "وہاں سے اُٹھو اور اپنے آدمیوں کی لاشیں باہر پھینکو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ تیسری لاش پھینکتے وقت وہاں سے بھاگنے لگا لیکن وہ گولی سے تیز نہیں جا سکتا تھا۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی۔ اس کے بھاگتے ہوئے قدم زمین سے اُکھڑے پھر وہ اوندھے مُنہ گر کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں نے کہا "جیپ ڈرائیو کرنے والے کے پاس قطب نما تھا، اسے لے کر دیکھو اور مغربی ساحل کی طرف جاؤ۔ خانم کا قافلہ اسی سمت گیا ہے۔"

علی تیمور نے لاش کی جیب سے قطب نما نکال کر دیکھا۔ بہت دُور پھر دھماکے سنائی دیے۔ اُس نے ایک سمت دیکھتے ہوئے کہا "اس قطب نما سے پتا چلتا ہے مغربی ساحل پر بمباری ہو رہی ہے۔"

میں فوراً ہی کمی کے پاس پہنچا۔ اُس نے افسر کو پھر ریوالور کے ذریعے قابو میں کر رکھا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے پوچھا "تم لوگوں کی گاڑیاں کیوں رُک گئی ہیں؟"

وہ بولی "ہم جدھر جا رہے ہیں، اُدھر بمباری ہو رہی ہے۔"

میں نے کہا "مغربی ساحل پہ رازی کی جتنی موٹر بوٹس

اور لانچیں ہیں انھیں دشمن تباہ کر رہے ہوں گے تاکہ یہ فیملی جزیرے سے فرار نہ ہو سکے۔"

"خانم راستہ بدل رہی ہے۔ کسی دوسری سمت جائے گی۔"

"کمی! اس کا راستہ روکو، شمالی ساحل پہ خطرات زیادہ ہیں۔ میں افسر کے ذریعے فائرنگ شروع کرتا ہوں، تم جیپ سے نکل کر کسی درخت یا پتھر کی آڑ میں چلی جاؤ۔"

افسر نے جیپ میں رکھی ہوئی اسٹین گن اُٹھائی پھر وہاں سے اُتر کر ویگن کے پچھلے پہیوں پر فائر کرنے لگا۔ ویگن راستہ بدلنے کے لیے ایک سمت گھوم رہی تھی۔ اچانک دھماکے ہوئے، دونوں پہیے بے کار ہو گئے۔ افسر دوڑتا ہوا ایک درخت کی طرف جانے لگا۔ خانم کے آدمی ویگن سے نکل کر اس پر گولی چلانے لگے۔ وہ یکبارگی... چیخ مار کر لڑکھڑایا، اسٹین گن ہاتھ سے نکلی، پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ ہم نے اس کم بخت سے بڑے کام لیے تھے، اب وہ کم بخت کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

اُدھر ایک مسلح گارڈ، کمی کی فائرنگ سے ہلاک ہو گیا تھا۔ دوسرا گارڈ کہہ رہا تھا "بیوقوف عورت! تم اکیلی ہو، ہتھیار پھینک کر سامنے آ جاؤ۔ ورنہ حرام موت مرو گی۔"

"کیا ہتھیار پھینکنے کے بعد جو موت تم مجھے دو گے، وہ حرام نہیں ہوگی؟"

خانم نے پوچھا "تمھاری سازش کامیاب ہوئی تم ہمیں بنگلے سے نکال کر یہاں لے آئیں۔ یقیناً تم سُپر ماسٹر کے لیے ایسا کر رہی ہو۔"

وہ بولی "خانم! تم جزیرے کی مالکہ ہو، مگر عقل سے پیدل ہو، اگر میں سپر ماسٹر کے لیے کام کرتی تو یوں تنہا نہ ہوتی۔"

"پھر ہم سے کیوں دشمنی کر رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تم لوگوں نے پارس سے خواہ مخواہ دشمنی شروع کر دی ہے۔ میں زندگی کی آخری سانس تک پارس کی احسان مند رہوں گی۔ وہ یاسمینہ کو دل و جان سے چاہتا ہے، میں یاسمینہ سے پوچھتی ہوں، اس کا محبوب ایک طرف سُپر ماسٹر کے آدمیوں سے نمٹ رہا ہے، دوسری طرف اس کے والدین کی دشمنی بھگت رہا ہے۔ ایسے وقت کیا وہ اپنے محبوب کا ساتھ دینا چاہے گی؟ میں اس کے پاس جا رہی ہوں، کیا وہ میرے ساتھ چلے گی؟"

یاسمینہ نے ویگن کی کھڑکی سے سر نکال کر کہا "میں اپنے پارس کے پاس جاؤں گی۔"

خانم اسے کھڑکی کے اندر کھینچ کر بولی "شٹ اَپ، کیا دیوانی ہو گئی ہو، ماں باپ اور بہن کا ساتھ چھوڑنا چاہتی ہو؟"

"ممی! آپ کے ساتھ جزیرے کے ہزاروں فوجی ہیں، پارس اکیلا ہے، موت آئے گی تو میں اُس کے ساتھ مرنا چاہوں گی۔"

خانم کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تھا۔ اس کے ایک وفادار کی آواز آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "دشمن کے طیاروں نے مغربی ساحل کی ایک موٹر بوٹ اور ایک لانچ کو تباہ کر دیا ہے۔ ہمارے کئی آدمی مارے گئے ہیں، کئی زخمی ہو چکے ہیں، انھیں طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔"

خانم نے حکم دیا "جزیرے میں جتنے غدار عیسائی اور یہودی ہیں، انھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرو۔ یہ آستین کے سانپ ختم ہو جائیں گے تو ہیلی کاپٹر یا پیراشوٹ سے اُترنے والے دشمنوں کو نابود کرنا آسان ہوگا۔"

ویگن کی آڑ میں کھڑے ہوئے گارڈز نے کمی کو للکار کر کہا "تم بے بی یاسمینہ کو بہلا پھسلا کر یہاں سے نہیں لے جا سکو گی، ہماری بے بی نادان نہیں ہے۔ ہم تمھیں آخری وارننگ دیتے ہیں، ہتھیار پھینک کر سامنے آ جاؤ۔"

کمی نے ایک گولی چلائی، بولنے والا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ وہ بولی "میرے پاس ہینڈ گرینیڈ ہیں، صرف ایک ہی پھینکوں گی تو تم سب ویگن سمیت تباہ ہو جاؤ گے۔ میں تم لوگوں کو ویگن سے نکل کر جانے بھی نہیں دوں گی۔

اس سے پہلے ہی موت کے دھماکے شروع ہو جائیں گے۔ خانم اپنی فیملی کو موت سے بچانا چاہتی ہے تو یاسمینہ کو خالی ہاتھ یہاں بھیج دے۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر کمّی نے کہا ”میں جانتی ہوں، تم ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے وفاداروں کو یہاں بُلا رہی ہو۔ بہت بڑی حماقت کر رہی ہو۔ ذرا عقل سے سوچو، جب تم میرے لیے موت کو اٹل بنا دو گی تو میں تم لوگوں کو کیسے زندہ چھوڑوں گی؟ مرتے مرتے بھی ہینڈ گرینیڈ کے ذریعے تم سب کے چیتھڑے اُڑا دوں گی۔ میں دس تک گنتی ہوں۔ اس کے بعد جو ہوگا، اس کی ذمّے داری مجھ پر نہیں ہوگی۔“

پھر اُس نے گنتی شروع کی ”ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ ...“

خانم نے پوچھا ”جس یاسمینہ کو پارس کے پاس لے جانے آئی ہو، کیا اسے بھی ہمارے ساتھ مار ڈالو گی؟“

”یاسمینہ کی موت سے پارس کو صدمہ ہوگا لیکن مرنے والوں کے لیے لوگ کتنے دن روتے ہیں؟ آخر صبر آجاتا ہے۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ۔ ...“

ویگن کا دروازہ کھل گیا۔ چاندنی میں یاسمینہ دکھائی دی۔ وہ خالی ہاتھ تھی۔ آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی پوچھ رہی تھی ”تم کہاں ہو؟ میں آرہی ہوں۔“

”سیدھی چلی آؤ۔“

وہ بہت دُور تک سیدھی چلتی رہی۔ کتنے ہی درخت آس پاس سے گزر گئے، ویگن نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اس نے پوچھا ”آخر تم کہاں ہو؟“

”میں زیادہ دور نہیں ہوں۔ اپنے دائیں طرف مُڑ جاؤ۔ پھر اسی سمت چلتی رہو۔ میں تمھیں دیکھ رہی ہوں۔“

وہ دائیں جانب مُڑنے کے بعد اسی سمت چلتے ہوئے بولی ”تم سامنے کیوں نہیں آتیں؟“

جواب میں گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایک گارڈ کی آخری چیخ دُور تک گونجتی ہوئی گئی۔ کمّی نے کہا ”تمھارے باپ کے وفادار تمھارے آس پاس چھپ کر آرہے ہیں۔ میں گوریلا جنگ لڑنا جانتی ہوں۔ تمھیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمھارے سامنے کیوں نہیں آرہی ہوں۔“

وہ جہاں سے بول رہی تھی، اُدھر کئی جگہ سے فائرنگ ہوئی۔ پھر چند لمحوں کے لیے خاموشی چھاگئی۔ خیال تھا کہ کمّی ماری گئی ہے یا زخمی ہوگئی ہے۔ گھنے درختوں کے باعث چاند کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ دُور تک گہرے سائے تھے۔ کتنے ہی سائے دوڑتے ہوئے دکھائی دیے۔ پھر جوابی فائرنگ ہوئی۔ دوڑنے والے دو سائے اُچھل کر گر پڑے۔ کمّی کی آواز سنائی دی ”میں ہر بار بولنے کے بعد جگہ بدل دیتی ہوں۔ یاسمینہ! تمھیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ تم پر کوئی گولی نہیں چلائے گا۔ تم سیدھی آتی رہو۔“

وہ درست کہہ رہی تھی۔ یاسمینہ کی حفاظت کرنے والے اُس پر گولی چلا رہے تھے اور وہ جوابی فائرنگ کر رہی تھی۔ یاسمینہ کو دونوں طرف سے تحفّظ حاصل تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی جارہی تھی۔ وہ جزیرے میں پیدا ہوئی تھی، وہیں جوان ہوئی تھی۔ وہاں کے چپّے چپّے سے واقف تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جزیرے کے کس حصّے سے گزر رہی ہے اور کس سمت جارہی ہے لیکن کب تک چلتے رہنا ہوگا؟ یہ نہیں جانتی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اس نے بیزار ہو کر کہا ”کمّی! میں ایک چٹان کے آس پاس آکر رُک گئی ہوں۔ کوئی اِدھر گولی نہ چلائے۔ میں اب آگے نہیں بڑھوں گی۔“

جواب میں پارس کی آواز سُن کر وہ خوشی سے کھل گئی۔ وہ کہہ رہا تھا ”یاسمینہ! میں آگیا ہوں۔ کمّی کی چال کو سمجھو، ہم مصلحتاً تم سے دُور ہیں۔ تم اپنے باپ کے وفاداروں سے اور ماں سے کہو، تمھارے پیچھے نہ آئیں۔“

یاسمینہ نے کہا ”میں تمام وفاداروں کو حکم دیتی ہوں، وہ واپس چلے جائیں۔“

خانم کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی ”کوئی واپس نہیں جائے گا۔ یاسمینہ! تم واپس آؤ۔ اب ہماری طرف کوئی ہینڈ گرینیڈ نہیں پھینکے گا۔ ہم محفوظ ہیں۔ میری بچی یاسمینہ! واپس آجاؤ۔“

وہ بولی ”ممّی! تھوڑی سی عقل مجھ میں بھی ہے۔ آپ نے پارس سے دشمنی کی ہے۔ میں اس کا ساتھ دوں گی تو آپ اور ڈیڈی میری خاطر اسے دوست بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ آپ میری واپسی کا خیال دل سے نکال دیں اور اپنے وفاداروں کے ساتھ ڈیڈی کو خفیہ پناہ گاہ میں لے جائیں۔ میں یقین دلاتی ہوں، پارس کبھی دشمن بن کر اس خفیہ پناہ گاہ کی طرف نہیں آئے گا۔“

میں خیال خوانی کے ذریعے کبھی پارس اور علی تیمور کے پاس اور کبھی کمّی کے پاس آتا تھا۔ وہ اب ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے، کسی وقت بھی مل سکتے تھے۔ میں نے سُپر ماسٹر کے ذریعے جن اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنائی تھی ان کے ذریعے مجھے تین ایسے خفیہ اڈّوں کے

متعلق معلومات حاصل ہونے والی تھیں جہاں ٹرانسفارمر مشین کے نقشے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا ”میں سُپر ماسٹر کے ذریعے اہم خفیہ اڈّوں تک پہنچنے والا ہوں۔ مجھے یقین ہے، تم دونوں حالات پر قابو پالو گے۔“ انھوں نے کہا کہ میں اطمینان سے جاؤں، اُن کی فکر نہ کروں۔ اگر دوسری جگہ دن رات کی مصروفیت رہے تو آرمر ان کی خیریت معلوم کرتا رہے گا لیکن ان کی ماما رسونتی کو ان کے دماغوں میں آنے سے روکا جائے ورنہ وہ ممتا کی ماری پھر کچھ گڑبڑ کریں گی۔ میں نے رسونتی کو سختی سے منع کیا۔ وہ بولی ”ایک ماں ایسی پابندی برداشت نہیں کرسکتی۔“

میں نے کہا ”ایک ماں کو کچھ قربانیاں بھی دینا پڑتی ہیں۔ تمھارے وہاں نہ جانے میں ہی دونوں بیٹوں کی بھلائی ہے۔ تمھیں زیادہ پریشانی ہو تو آرمر سے ان کی خیریت... دریافت کرلینا۔“

آرمر نے بھی رسونتی کو سمجھایا کہ دونوں پارس دو طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، انھیں اپنے طور پر اُن سے نمٹنے دیا جائے۔ مختصر یہ کہ میں جزیرے سے چلا آیا۔ ابھی سُپر ماسٹر کی حکومت سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جزیرے سے میرے بیٹوں کو اغوا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں اُس حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں کی دانست میں غافل تھا۔ ابھی میں نے ٹیلی پیتھی جاننے والے سُپر ماسٹر کو چھیڑا نہیں تھا اور تین خفیہ اڈّوں تک پہنچنے سے پہلے چھیڑنے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ وہ سب تذبذب میں تھے۔ انھیں شُبہ تھا کہ میں بیمار سُپر ماسٹر کے دماغ تک پہنچ گیا ہوں لیکن یہ بھی معلوم تھا کہ میں خود بیمار ہوں اور خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ ایسی ہی خوش فہمیوں اور غلط فہمیوں کے ذریعے حالات اور واقعات کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔

یاسمینہ، پارس کی آواز سُننے کے بعد چٹان کے پاس ٹھہر نہ سکی۔ اس کی آواز کی سمت جانے لگی۔ علی تیمور نے کہا ”ایسا تمام رات ہوتا رہے گا۔ یاسمینہ تمھاری طرف بڑھتی رہے گی اور خانم اس کے پیچھے آتی رہے گی۔ میں دوسری سمت جارہا ہوں۔ اُدھر سے فائرنگ کرکے خانم اور اس کے وفاداروں کو اپنی طرف بلاؤں گا۔“

وہ پارس سے الگ ہو کر درختوں اور پتھروں کی آڑ لیتا ہوا کہیں نیم تاریکی میں گم ہوگیا۔ وہاں پہلے ہی کمّی اور پارس دو مختلف سمتوں سے فائرنگ کر رہے تھے۔ جب علی تیمور نے تیسری سمت سے فائرنگ شروع کی تو خانم اور اس کے وفادار اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ انھیں یاسمینہ سے دُور ہونا پڑا۔ وہ ایک گاڑی کے بغیر نہ کہیں جا سکتے تھے نہ کسی جگہ رُک سکتے تھے کیوں کہ سلمان رازی غافل پڑا ہوا تھا۔ اسے اپنے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ایک مسئلہ بن گیا تھا۔

پارس نے آواز دی ”یاسمینہ! میری آواز کی سمت آؤ۔“

یہ کہتے ہی وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ذرا دُور ایک درخت کے پیچھے آگیا۔ اگر دشمن شوٹنگ ٹارگٹ کے فاصلے پر ہوتے تو ضرور اس کی آواز پر گولی چلاتے۔ ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ آواز کی سمت گولی نہیں آئی۔ یاسمینہ دیوانہ وار دوڑتی ہوئی آئی۔ پارس نے آواز دی ”میں اُدھر نہیں اِدھر ہوں۔“

اس نے آواز کی سمت ایک درخت کو دیکھا۔ وہ کچھ فاصلے پر تھا مگر صرف درخت تھا، وہ نہیں تھا۔ اس نے پاؤں پٹخ کر پوچھا ”کیا مجھ سے آنکھ مچولی کھیل رہے ہو؟ دیکھو میں تمھارے لیے اپنا میکا چھوڑ کر آئی ہوں۔“

”جس درخت کو دیکھ رہی ہو، اُسی کے سائے میں چلی آؤ۔“

وہ دوڑتی ہوئی آگئی، چاروں طرف گھوم کر دیکھنے لگی ”پارس! تم کہاں ہو؟“

”میں زمین اور آسمان کے بیچ میں ہوں۔“

اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا اس کی طرف جھکا ہوا کہہ رہا تھا ”ہاتھ بڑھاؤ۔“

اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔ پارس اس کے ہاتھوں کو تھام کر اوپر اٹھانے لگا۔ وہ گھبرا کر بولی ”یہ کیا کر رہے ہو؟“

”میری جان! آسمان نامہربان ہے اور زمین پر گولے برس رہے ہیں۔ اب پیار کرنے والوں کے لیے یہی جگہ رہ گئی ہے۔“

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ پارس نے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا ”مُنہ سے آواز نہ نکالنا، ایک ذرا حرکت نہ کرنا۔ یہیں پتّوں میں چھپی رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ آہستگی سے اُٹھ کر دو شاخوں پر پاؤں جما کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں ہاتھوں میں اسٹین گن سنبھال کر نیچے دیکھنے لگا۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز قریب آرہی تھی۔ دونوں بھائیوں کی قوتِ سماعت کو اس قدر تیز اور حسّاس بنایا گیا تھا کہ وہ دُور کی آہٹ کو بھی سُن لیتے تھے۔ وہ آنے والے اُسی درخت

کے نیچے آکر رُک گئے تھے، وہ صرف دو تھے ایک نے کہا "وہ کہاں غائب ہو گئی، میں نے اسی درخت کے پاس دیکھا تھا۔"

دوسرے نے کہا "تمھیں دھوکا ہوا ہے۔"

"کیسی بات کرتے ہو، میں نے دُوربین سے دیکھا تھا، یہ درخت کا تنا ذرا سا کھوکھلا ہے۔ لڑکی یہیں تھی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ سلمان رازی کی بیٹی ہو گی۔"

"اگر وہ ہاتھ آجائے تو سُپر ماسٹر خوش ہو جائے گا۔"

ایک نے سَر اُٹھا کر دیکھا۔ پارس بالکل تیار تھا۔ لیکن سَر اُٹھا کر دیکھنے والا مایوس ہو گیا تھا۔ درخت گھنا تھا، بے شمار پتوں نے انھیں چھپا رکھا تھا۔ چاند کی روشنی کافی نہیں تھی۔ وہ ٹارچ کے ذریعے دیکھ سکتے تھے مگر ٹارچ نہیں ہو گی یا اُسے روشن کر کے وہ کسی کی گولی کا نشانہ نہیں بننا چاہتے ہوں گے۔

اُس جزیرے میں آج سب ہی کا رَت جگا تھا۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک سب ہی دوڑتے بھاگتے، مارتے اور مرتے پھر رہے تھے۔

درخت کے سائے میں کھڑے ہوئے دونوں مسلح افراد اُچھل کر تنے کی آڑ میں چلے گئے۔ ایک گاڑی کی آواز قریب آرہی تھی۔ پھر کوئی پچیس یا تیس گز کے فاصلے پر ایک جیپ آکر رُک گئی۔ اس میں چھ مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ اس میں سے دو افراد اُتر کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ایک نے جیپ کے اندر سے بوتل اُٹھائی پھر اُسے کھول کر چند گھونٹ پینے کے بعد مُنہ بنا کر بولا "آخر وہ دونوں بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ سلمان رازی بھی ان کا دُشمن ہو گیا ہے، ہم بھی انھیں جزیرے کے آخری سرے تک نہیں چھوڑیں گے۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے کال کیا جا رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلی کاپٹر آچکا ہے۔ دونوں پارس کہاں ہیں؟ اوور۔"

"ہم تلاش کر رہے ہیں، وہ جلد ہی ہمارے ہاتھ آجائیں گے۔ اوور۔"

"ہم جس ٹیم سے رابطہ قائم کرتے ہیں، وہ یہی کہتی ہے کہ انھیں تلاش کیا جا رہا ہے۔ آخر وہ کب ہاتھ آئیں گے؟ شمالی ساحل پر سلمان رازی کے وفاداروں کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر یہاں زیادہ دیر رُک نہیں سکے گا۔ ہم زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک انتظار کریں گے۔ اوور اینڈ آل۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ وہ ایک بوتل سے باری باری پی رہے تھے۔ درخت کی آڑ میں کھڑے ہوئے دو میں سے ایک شخص نے کہا "گولی نہ چلانا، ہم تمھارے آدمی ہیں۔"

اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے۔ پھر اپنے ساتھی کے ساتھ درخت کے پیچھے سے نکل آیا۔ کہنے لگا "ہم نے تھوڑی دیر پہلے یہاں ذرا فاصلے پر دونوں پارس اور سلمان رازی کی فیملی کے درمیان فائرنگ ہوتے دیکھی تھی۔"

جیپ والے ایک شخص نے پوچھا "کیا تم لوگوں نے دونوں پارس کو ادھر دیکھا ہے؟"

"ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر خانم اپنی بیٹی کو پارس کے پاس جانے سے منع کر رہی تھی۔ ایک بار پارس کی بھی آواز سُنائی دی۔ جلد ہی خانم کو اپنے آدمیوں کے ساتھ میدان چھوڑ کر جانا پڑا۔ کیوں کہ اُن پر تین طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔"

تعجب سے پوچھا گیا "تین اطراف سے کیسے فائرنگ ہو سکتی ہے! وہ صرف دو بھائی ہیں۔ کیا انھوں نے اپنے حمایتی پیدا کر لیے ہیں؟"

"یہی بات ہو سکتی ہے۔ خانم کے جانے کے بعد میں نے دوربین سے دیکھا، میدان صاف ہو گیا تھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ بڑی دیر بعد ایک لڑکی اس درخت کے پاس دکھائی دی۔ وہ سلمان رازی کی بیٹی ہو گی۔ ہم ادھر آئے تو وہ غائب ہو چکی تھی۔"

جیپ والے نے گھور کر پوچھا "کیا تم کوئی جادوئی واقعہ سُنا رہے ہو؟"

دوسرے جیپ والے نے کہا "ہمیں محتاط رہنا چاہیے، اگر وہ رازی کی بیٹی تھی تو اس کے ساتھ دونوں پارس بھی ہوں گے۔"

ان کا اطمینان ختم ہو گیا۔ وہ اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگے۔ دُور جہاں چاندنی تھی، وہاں تک دُوربین سے بھی دیکھا جا رہا تھا۔ پھر شمال سے گولی چلی۔ دُوربین سے دیکھنے والے کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہر طرف سے فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ سلمان رازی کے وفادار بڑی دیر سے چُپ چاپ انھیں گھیر رہے تھے اور اب ہر طرف سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ جیپ والوں نے بھاگتے ہوئے جوابی فائرنگ کی مگر ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکا۔ دیکھتے ہی

دیکھتے سب فنا ہو گئے، صرف ایک شراب کی بوتل رہ گئی، وہ جیپ کے مڈگارڈ پر ترچھی پڑی ہوئی تھی اور اس میں سے شراب ایک پتلی سی دھار کی صورت میں گرتی جا رہی تھی اور زمین پر پڑی ہوئی ایک لاش کے چہرے کو دھوتی جا رہی تھی۔ اس پینے والے کا آخری غسل بھی شراب سے ہو رہا تھا۔

کامیاب حملہ کرنے والے وفادار محتاط انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے آئے، وہ تعداد میں دس تھے۔ ایک نے کہا "وہ لوگ بے بی یاسمینہ کو یہاں سے لے گئے ہیں۔ ہمیں خانم کے حکم کے مطابق شمالی ساحل کی طرف جانا چاہیے۔"

وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر چلے گئے۔ پارس آہستگی سے یاسمینہ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ بولی "تم اپنے بھائی کے ساتھ کب تک اور کہاں تک بھاگتے رہو گے؟ یہاں جتنی بھی پناہ گاہیں ہیں، وہاں ڈیڈی کے وفادار پہنچ گئے ہوں گے تاکہ ہمیں کہیں پناہ لینے کی مناسب جگہ نہ ملے۔"

"کیا تم خوف زدہ ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ میں تمھارے ساتھ جینے اور تمھارے ساتھ مرنے آئی ہوں۔"

"تو پھر اطمینان رکھو، میں اپنی کوششوں کی حد تک تمھیں مرنے نہیں دوں گا اور نہ ہی تمھارا سر جھکنے دوں گا۔ انشاءاللہ! تم اپنے فیصلے پر نہیں پچھتاؤ گی۔"

"تم اتنے مطمئن کیسے ہو؟ آخر تم نے کچھ تو سوچا سمجھا ہو گا؟"

"میں یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اس جزیرے میں تمھارے باپ کے اقتدار کا سورج ڈوب چکا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"ایسے کہ یہاں دو بڑی طاقتوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے، ایک طاقت سُپر ماسٹر کی ہے، دوسری طاقت ہمارے پاپا کی۔ سپر ماسٹر کی حکومت نے لیبیا کے خلاف محاذ آرائی کے لیے یہ جزیرہ تمھارے ڈیڈی کو دیا تھا، تمھارے ڈیڈی اب اُن کے لیے قابلِ اعتماد نہیں رہے اب وہ سلمان رازی کی جگہ دوسرا مُہرہ یہاں لائیں گے تاکہ یہاں سے لیبیا میں دہشت گردی اور تخریب کاری کا سلسلہ جاری رہے۔ دوسری اہمیت ہم بھائیوں کی ہے۔ پاپا ہمیں سُپر ماسٹر کے ہاتھوں میں جانے نہیں دیں گے اور اس جزیرے سے دہشت گردوں کا خاتمہ کریں گے۔ اس طرح یہ جنگ ہمارے پاپا اور سُپر ماسٹر کے درمیان ہو رہی ہے، تمھارے ڈیڈی کی اب کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

وہ خاموش ہو گیا، پھر آہٹ سُنائی دے رہی تھی۔ ذرا دیر بعد ہی کمی اور علی تیمور نظر آئے، وہ محتاط انداز میں جیپ کی طرف جا رہے تھے۔ پارس نے آواز دی "علی! گولی نہ چلانا۔ ہم آرہے ہیں۔"

کمی اور علی تیمور دونوں ہی چونک کر اُچھل پڑے تھے۔ علی فوراً ہی آواز کی سمت معلوم کر کے گولی چلاتا تھا اور اُس نے ریوالور کا رُخ ٹھیک اسی درخت کی شاخ کی طرف کیا تھا مگر بھائی کی آواز نے اُسے روک دیا تھا۔

پارس نے یاسمینہ کا ہاتھ تھام کر اسے شاخ سے نیچے اتارا پھر کود کر نیچے آیا۔ علی تیمور نے کہا "تمھیں تلاش کرتے کرتے ہم دُور چلے گئے تھے، پھر ادھر مسلسل فائرنگ کی آواز سُن کر واپس آگئے۔ کیا یہ لاشیں تم نے گرائی ہیں؟"

پارس نے اسے مختصر طور پر بتایا کہ وہ سُپر ماسٹر کے آدمی تھے۔ سلمان رازی کے دس آدمیوں نے انھیں گھیر کر مار ڈالا۔ وہ لوگ ان بھائیوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

جیپ والوں کا ٹرانسمیٹر سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ اس میں سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ علی تیمور نے اُسے اُٹھا کر آپریٹ کیا۔ پارس ان کے کوڈ ورڈز سُن چکا تھا۔ اس نے وہ کوڈ ورڈز دُہرائے۔ دوسری طرف سے کہا گیا "بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم لوگ دو بھائیوں کو نہ پکڑ سکے۔ سلمان رازی کے سپاہیوں نے ہمارے تمام آدمی مار ڈالے ہیں۔ شمالی ساحل پر ہم نہیں رہ سکتے تھے اس لیے ہیلی کاپٹر پرواز کر چکا ہے۔ ہم جا رہے ہیں، تم لوگ ہتھیار ڈال دو۔ سُپر ماسٹر سلمان رازی کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ جلد ہی تم لوگوں کو رہائی مل جائے گی۔ اوور۔"
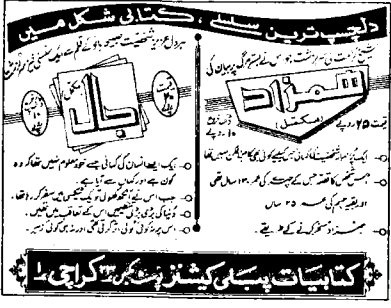
علی تیمور نے کہا "یہاں سے جا رہے ہو، بڑا احسان کر رہے ہو۔ تمھارے آدمی ہتھیار ڈالنے سے پہلے ہی زمین پر سو رہے ہیں، کیوں کہ آدمی کو آخری نیند مٹی میں ہی آتی ہے، اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا اور کمی کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پارس نے پچھلی سیٹ پر یاسمینہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا "کہاں چلنے کا ارادہ ہے؟"

وہ جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "ہم جہاں جائیں گے، مسلح دشمنوں سے سامنا ہوتا رہے گا۔ ہمارے لیے ایک پناہ گاہ ضروری ہے۔"

یاسمینہ نے کہا "یہاں کی کئی پناہ گاہیں میرے علم میں ہیں لیکن وہاں ڈیڈی کے مسلح وفادار ہوں گے۔"

علی نے کہا "ہمیں اُن کی پروا نہیں ہے۔ تم کسی ایسی پناہ گاہ کی طرف رہنمائی کرو جہاں ہمیں ہتھیار اور کھانے پینے کی چیزیں مل جائیں۔"

"ہماری ہر پناہ گاہ میں یہ ضروری چیزیں موجود ہیں۔ بعض پناہ گاہوں کے چور راستے بھی ہیں۔"

"ان چور راستوں کا علم تمھارے ڈیڈی اور ان کے سپاہیوں کو بھی ہوگا۔ وہ راستے ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گے۔ کوئی ایسی جگہ بتاؤ، جہاں سے ہم چاروں طرف نظر رکھ سکیں۔"

وہ بولی "جزیرے کے چاروں طرف ایسے مورچے بنے ہوئے ہیں جہاں سپاہی محفوظ بھی رہتے ہیں اور چھت پر رہ کر کسی طرف سے بھی آنے والے دشمن کو دیکھ کر ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔"

"یہ ہمارے کام کی جگہ ہے، ایسے ہی کسی مورچے کی طرف لے چلو۔"

وہ مشرقی ساحل کی طرف اُن کی رہنمائی کرنے لگی۔

صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ سلمان رازی مدہوشی اور گہری نیند سے واپس آ رہا تھا۔ زرینہ اور خانم جاگ رہی تھیں۔ بار بار ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے وفاداروں سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ یاسمینہ کو واپس لانے میں کامیاب ہو گئے ہیں یا نہیں؟ انھیں ہر بار مایوس کن جواب ملتا تھا۔ سلمان رازی کے کراہنے کی آواز سُن کر ماں بیٹی اس کے پاس آئیں۔ وہ آنکھیں کھول کر سوچتی ہوئی نظروں سے پتھریلی چھت کو تک رہا تھا۔ خانم نے لیموں کے رس سے بھرا ہوا گلاس بڑھاتے ہوئے کہا "اسے پی لو، طبیعت سنبھل جائے گی۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا "یہ تو ہماری خفیہ پناہ گاہ ہے، ہم یہاں کیوں ہیں؟"

"سپر ماسٹر نے جزیرے پر حملہ کر دیا ہے، تم فکر نہ کرو، وہ پسپا ہو رہا ہے۔ پارس ہماری یاسمینہ کو لے گیا ہے لیکن وہ جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گا، تم اسے پی لو۔"

اُس نے گلاس کو ایک ہاتھ مار کر دُور پھینکتے ہوئے کہا "ہم پر اتنی تباہی آ گئی اور میں مدہوش پڑا رہا۔ یہ پارس کی سوچی سمجھی اسکیم تھی۔ وہ مجھے مدہوش کر کے میری بیوی اور بیٹیوں کو در بدر بھٹکانا چاہتا تھا۔ اس نے ایک خاص منصوبے کے مطابق یاسمینہ کو اغوا کیا ہے۔"

زرینہ نے کہا "ڈیڈی! ٹھنڈے دماغ سے سوچیے۔ پارس نے مجھے اغوا ہونے نہیں دیا تھا۔ اس نے اپنے ہی بھائی کے جال سے مجھے نکالا تھا۔ اس نے آپ کو مدہوش نہیں کیا۔ آپ نے ہی اُسے مقابلے پر مجبور کیا تھا۔"

وہ گرج کر بولا "بکواس مت کرو، کیا تمھاری ماں غلط کہہ رہی ہے کہ اس نے یاسمینہ کو اغوا کیا ہے؟"

"اس نے میری بہن کو اغوا نہیں کیا، اپنی سلامتی اور تحفظ کی ضمانت بنایا ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں جب وہ واپس آئے گی تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہوگا۔"

خانم نے ایک گہری سانس لے کر کہا "یہ دونوں لڑکیاں ان لڑکوں پر مرمٹی ہیں۔ اب تو میں بھی کہتی ہوں ذرا ٹھنڈے دماغ سے کام لے کر پارس اور علی سے دوستی کر لیں، پھر پہلے منصوبے کے مطابق تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابع دار بنا لیں۔"

سلمان رازی ایک طرف گھورتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ خانم نے کہا "آج آپ دونوں بھائیوں سے ٹکرائیں گے، کل ان کا باپ جزیرے میں پہنچے گا تو کیا ہوگا؟ اس سے پہلے بیٹوں کو اپنی غلامی میں لینا بہت ضروری ہے۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "میں طاقت اور اقتدار کے نشے میں سیاسی چالیں چلنا بھول جاتا ہوں۔ اگر میں پارس کے ساتھ بیٹے کا مقابلہ نہ کرتا تو ابھی تک دونوں بھائیوں پر تنویمی عمل کر چکا ہوتا۔ وہ اس طرح باغی نہ ہوتے، میرے غلام اور میری بیٹیوں کے فرماں بردار ہوتے۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ میں بگڑی ہوئی بات بنا سکتا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر ٹرانسمیٹر کے پاس آیا۔ پھر اسے آپریٹ

کرنے کے بعد بولا "میں تمھارا آقا سلمان رازی بول رہا ہوں۔ جزیرے کے تمام وفاداروں کو بتا دو، میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ پارس اور علی تیمور تک یہ پیغام پہنچاؤ کہ رازی تمھارا بزرگ اور دوست ہے اور یہ زبان دیتا ہے کہ اس کی ذات سے دونوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ یاسمینہ کے ساتھ واپس آ جائیں۔"

اس نے کئی ماتحت افسروں کو یہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا، پھر ٹرانسمیٹر کو آف کر کے بولا "سپر ماسٹر کو یہ دشمنی مہنگی پڑے گی۔ اب میں ماسک مین سے دوستی کروں گا۔ میرے وحشت گرداب سپر ماسٹر کے حمایتی ملکوں میں تخریبی کارروائیاں کریں گے۔ اُس نے جو گڑھا لیبیا کے لیے کھودا تھا آئندہ خود اس میں گرے گا۔"

وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔ خالص وھسکی کا نشہ نہیں رہا تھا مگر کچھ اثرات رہ گئے تھے۔ خانم نے لیموں کا دوسرا گلاس لا کر دیا۔ اس نے ایک ہی سانس میں اُسے خالی کر دیا۔ کچھ فاصلے پر زرینہ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بیٹی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ خانم نے کہا "میری یہ بیٹی یاسمینہ سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ یہ علی تیمور کو چاہتی ضرور ہے لیکن ماں باپ کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔"

زرینہ نے کہا "ممی! یاسمینہ بھی آپ دونوں کو اہمیت دیتی ہے۔"

"میں تم سے زیادہ جانتی ہوں، پارس کی طرف جاتے وقت اسے ہمارے پاس واپس آنے کے بہت سے مواقع ملے تھے مگر وہ نہیں آئی۔"

"ممی! اگر علی تیمور مجھے بلاتا تو میں بھی اس کے پاس چلی جاتی۔ ایسے وقت میں بھی واپس نہ آتی۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"میں سوچ سمجھ کر بول رہی ہوں۔ وہ دونوں ہم بہنوں کو جزیرے سے باہر نہیں لے جا سکتے تھے۔ ہم اپنی محبت سے انھیں آپ کے پاس آنے پر راضی کر لیتے۔ مجھے یقین ہے، یاسمینہ بھی یہی کرے گی اور پارس اتنا سمجھ دار ہے کہ وہ آپ سے دشمنی کر کے یاسمینہ کا دل نہیں دُکھائے گا۔"

خانم نے مسکرا کر اپنے شوہر کو دیکھا پھر کہا "میری بیٹیاں ابھی سے اتنی سمجھ دار ہیں کہ اپنے شوہروں کو اپنے دل و دماغ کا تابع دار بنائے رکھنے کے گُر جانتی ہیں۔ مجھے اس بات کا دُکھ ہے کہ وہ کم بخت علی تیمور اسے پسند نہیں کرتا۔"

سلمان رازی نے کہا "اس کا تو باپ بھی اسے پسند کرے گا۔ یہ یاسمینہ سے کسی بات میں کم نہیں ہے۔ دراصل علی تیمور مزاج میں پارس سے مختلف ہے، اس کی طبیعت میں سنجیدگی ہے۔ اسے جو کرنا ہوتا ہے چپ چاپ کر گزرتا ہے۔ جب میں اپنے عمل سے اُسے زرینہ کی طرف مائل کروں گا تو پھر وہ اِسے دل و جان سے چاہنے لگے گا۔"

زرینہ خوش ہو کر بولی "ڈیڈی! میں بچپن سے جس بات کی ضد کرتی آئی ہوں، آپ اسے پورا کرتے آئے ہیں۔ یہ میری آخری ضد، آخری خواہش ہے، آپ علی تیمور پر عمل کرنے میں دیر نہ کریں۔ مجھے ڈر ہے، وہ کہیں ہاتھ سے نکل نہ جائے۔"

"بیٹی! وہ کہیں نہیں جائے گا۔ میں اُسے جزیرے..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ وہ اسے آپریٹ کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا "رپورٹ دو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "آقا! دونوں بھائیوں نے مشرقی ساحل کے مورچے سے ہمارے سپاہیوں کو پسپا کر دیا ہے۔ اب اس مورچے پر ان کا قبضہ ہے۔"

"نان سنس! وہاں میرے ایک سو پچیس سپاہی طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس رہتے ہیں۔ تم مجھے فلمی اسٹوری سُنا رہے ہو کہ دو جوانوں نے پوری ایک فوج کو مورچا چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ کیا اسے عقل تسلیم کرتی ہے؟"

"حضور! میری پوری بات سُن لیں۔ ہمارے سپاہی ان پر بھرپور جوابی حملے نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ ان کے ساتھ بے بی یاسمینہ ہے۔ خدانخواستہ کوئی گولی ہماری بے بی کو بھی لگ سکتی تھی۔"

"او آئی سی۔ انھوں نے یاسمینہ کو سامنے رکھ کر ہمارے ایک مورچے پر قبضہ جمایا ہے۔ کوئی بات نہیں میں اُدھر آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر رکھ کر دوسرے کمرے میں لباس تبدیل کیا۔ فوجی طرز کے جوتے پہنے، کمر سے کارتوس کی بیلٹ باندھی، ہولسٹر میں ریوالور رکھا، کمر سے ایک شکاری چاقو لٹکایا، شانے سے اسٹین گن لٹکائی، پھر پناہ گاہ سے باہر آیا۔ وہاں بے شمار مسلح افراد "آقا رازی زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس کی روانگی کے لیے کئی گاڑیاں ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ خانم اور زرینہ ایک گاڑی کے پاس اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ رات کی تاریکی چھٹ گئی تھی، دن نکل آیا تھا۔ خانم نے ایک ٹرانسمیٹر

اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے لے کر سنا، ایک ماتحت افسر ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "آقا! صبح سویرے خوش خبری سنا رہا ہوں، سپر ماسٹر کو پھر ایک بار شرمناک شکست ہوئی ہے۔ ہمیں صرف شمالی ساحل پر کچھ نقصان پہنچا ہے اور آپ کی رہائش گاہ تباہ ہوگئی ہے۔ میں پورے جزیرے پر پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، ان نقصانات کے عوض ہم نے پچھلی رات ان کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا ہے، جزیرے میں سپر ماسٹر کے جتنے آدمی ہمارے وفادار بن کر رہتے تھے، ان میں سے بیشتر ہلاک ہوگئے ہیں، باقی قیدی بنا لیے گئے ہیں۔ میں نے ابھی مشرقی مورچے کی چھت پر بے بی یاسمینہ کو پارس کے ساتھ دیکھا ہے، آپ اس سلسلے میں کوئی حکم دینا چاہیں گے؟ اوور۔"

سلمان رازی نے کہا "میں بے بی کی طرف جا رہا ہوں۔ واپسی پر ہر کیمپ میں جاکر دیکھوں گا کہ میرے زخمی جاں نثاروں کو کس طرح طبی امداد پہنچائی جا رہی ہے۔ مجھے ایک گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہوگی۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کرکے کہا "میرے ساتھ گارڈز کی صرف ایک گاڑی جائے گی۔ باقی لوگ اپنے اپنے محاذ پر رہیں گے، سپر ماسٹر کی طرف سے پھر کوئی حملہ ہو سکتا ہے۔"

وہ ایک گاڑی میں خانم اور زرینہ کے ساتھ بیٹھ کر مشرقی ساحل کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک ماتحت افسر سے رابطہ قائم کرکے کہا "میں مشرقی مورچے کی طرف جا رہا ہوں۔ ابھی ان دو بھائیوں کو بالکل نہ چھیڑنا۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ ان کی نظروں میں آئے بغیر مورچے کے چاروں طرف بالکل مستعد رہیں۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ خانم نے پوچھا "آپ یہ کیسا حکم دے رہے ہیں؟ تھوڑی دیر پہلے آپ کہہ رہے تھے، ان لڑکوں سے دوستی کریں گے، پھر ان پر عمل کریں گے، انھیں تابع دار بنا کر رکھیں گے؟"

"بے شک، میں انھیں دوست اور فرماں بردار بنا کر رکھوں گا لیکن میں ایک فوجی آدمی ہوں۔ اپنے دشمن کو صلح نامہ پیش کرنے سے پہلے اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہوں تاکہ دوستی نہ ہو تو دشمنی نبھانی نہ پڑے۔"

وہ اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک گھنٹے میں مشرقی مورچے کے قریب پہنچا۔ آنکھوں سے دوربین لگا کر دیکھا۔ چھت پر کبی اسٹین گن لیے کھڑی تھی۔ وہ بھی دوربین سے دیکھ رہی تھی۔ سلمان رازی گاڑی سے اتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا مورچے کے قریب آ رہا تھا۔ کبی نے ایک کاغذ پر جلدی جلدی کچھ لکھ کر اس کاغذ کو ایک پتھر پر لپیٹا اور رازی کی طرف پھینکا۔ رازی نے اسے اٹھا کر کھولا۔ اس پر اس نے لکھا تھا "مورچے سے دور رہو۔ پارس، یاسمینہ اور علی تیمور رات بھر کے جاگے ہوئے تھے اس لیے آرام کر رہے ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ میں اکیلی ہوں۔ میں ایک فائر کروں گی، وہ تینوں ہتھیاروں کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔ بیٹی سے ملنا چاہتے ہو تو دوپہر کو آؤ!"

اس نے وہ تحریر پڑھ کر سوچا "دونوں بھائی سو رہے ہیں۔ ایسی غفلت کے دوران میرے سپاہی چپ چاپ مورچے کی چار دیواری میں داخل ہو جائیں تو انھیں آسانی سے گرفتار کر سکتے ہیں۔ اس طرح یاسمینہ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

وہ پلٹ کر جیپ کے پاس آیا۔ خانم نے پوچھا "اس عورت نے چھت پر سے کیا پھینکا تھا؟"

وہ بولا "دونوں بھائی پچھلی رات کی نیند پوری کر رہے ہیں۔ یہ اچھا موقع ہے۔ ہمارے سپاہی انھیں گرفتار کر سکتے ہیں۔"

وہ ٹرانسمیٹر اٹھا کر اپنے ماتحت افسر سے بات کرنا چاہتا تھا، خانم نے ہاتھ پکڑ کر کہا "یہ دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نہیں مانتی کہ صرف کبی کو پہرے پر چھوڑ کر دونوں بھائی غافل ہو گئے ہوں گے۔ اگر اس بار ہم نے دوستانہ قدم نہ بڑھایا تو وہ ہم پر کبھی بھروسا نہیں کریں گے۔"

وہ کبی کی تحریر دکھاتے ہوئے بولا "اس نے لکھا ہے، ہم بیٹی سے ملنے دوپہر کو آئیں۔ کیا میں اس عورت کی مرضی پر چلوں گا۔ کیا ہماری بیٹی ان کی ملکیت ہو گئی ہے کہ ہم اپنی مرضی سے مل نہیں سکتے۔"

خانم نے کہا "اس عورت کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے۔ میں ابھی زرینہ کے ساتھ وہاں جا رہی ہوں۔ آپ ہتھیاروں سے لیس ہیں لہٰذا آپ نہ جائیں، یہاں سپاہیوں کے ساتھ ہماری واپسی کا انتظار کریں۔"

"اگر انھوں نے تم ماں بیٹی کو بھی یرغمال بنا لیا تو کیا ہوگا؟"

"وہ ایسا نہیں کریں گے۔ دوستی کرنے کے لیے دشمنوں پر ایک حد تک بھروسا کرنا پڑتا ہے۔"

وہ زرینہ کے ساتھ گاڑی سے اتر کر مورچے کی طرف

جانے لگی۔ کمی نے اسٹین گن کا رُخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا ”رُک جاؤ، مجھے فائرنگ پر مجبور نہ کرو۔“

خانم نے آگے بڑھتے ہوئے کہا ”ایک ماں کو بیٹی کے پاس پہنچنے سے کسی کی فائرنگ نہیں روک سکتی۔ احمق نہ بنو۔ اچھی طرح آنکھیں کھول کر دیکھو، ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میرا شوہر اور مسلح سپاہی اپنی جگہ رہیں گے، یہاں نہیں آئیں گے کیوں کہ میں دوستی اور محبت کے لیے آئی ہوں۔“

علی تیمور نے مورچے کی چار دیواری سے نکلتے ہوئے کہا ”کمی! انھیں آنے دو۔ یہ محبت سے دو قدم آگے آئی ہیں، میں استقبال کے لیے دس قدم آگے بڑھوں گا۔“

اس نے خانم کے سامنے آکر سر جھکا کر سلام کیا۔ خانم نے مسکرا کر اپنا دایاں ہاتھ پیش کیا۔ اس نے ہتھیلی کی پُشت کو بوسہ دے کر کہا ”تشریف لائیے۔“

زرینہ حسرت سے اسے دیکھ رہی تھی اور ڈوبتے ہوئے دل سے سوچ رہی تھی ’یہ ایسا پتھر کیوں ہے؟ کیا میں حسین اور جوان نہیں ہوں؟ یہ چور نظروں سے ایک بار تو مجھے دیکھ سکتا ہے۔ آہ! میں یاسمینہ کی طرح خوش نصیب نہیں ہوں۔ میں ڈیڈی کے عمل سے ہی اسے جیت سکتی ہوں۔‘

وہ ماں کے ساتھ مورچے کی چار دیواری کی طرف جا رہی تھی۔ سلمان رازی نے بلند آواز سے کہا ”علی تیمور! انھیں جانے دو۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

علی تیمور رُک گیا، پلٹ کر بولا ”اگرچہ ہمارے درمیان طویل فاصلہ ہے تاہم میں تمھاری آواز سُن رہا ہوں۔ قریب آنا ضروری نہیں ہے۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”تم کچھ کہے سُنے بغیر بھی سمجھ سکتے ہو۔ تم لوگوں نے یاسمینہ کو یرغمال بنایا ہے، میں نے اپنی ایک اور بیٹی اور بیوی کو تمھارے پاس بھیج دیا۔ میں آپس میں اعتماد قائم کرنے کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں فوجی افسر ہوں، اس جزیرے کا مالک ہوں۔ تم بچوں کے سامنے ہتھیار ڈالنا میری توہین ہوگی۔ لہٰذا تم دونوں ہاتھ اٹھا کر میرے پاس آجاؤ۔“

”ہتھیار ڈالنے والے اور قیدی بننے والے ہاتھ اُٹھا کر آتے ہیں۔ کوئی عقل کی بات کرو۔“

ان کی باتوں کے دوران خانم اور زرینہ مورچے کی چار دیواری میں داخل ہوگئی تھیں۔ وہاں ایک طرف سوکھی گھاس پر یاسمینہ اور پارس بے خبر سو رہے تھے۔ ان کے پاس دو رائفلیں رکھی ہوئی تھیں۔ یوں تو وہاں کئی طرح کے ہتھیار تھے لیکن دو رائفلیں نسبتاً قریب تھیں۔ خانم نے زرینہ کا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے سے روک دیا اور سونے والوں کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اس کا خاوند جھک کر دوستی نہیں کرنا چاہتا تھا، ایک فاتح کی شان سے دونوں دامادوں کو اپنا فرماں بردار بنانا چاہتا تھا اور یہ اس کی انا اور خودداری کو برقرار رکھنے کا مناسب موقع تھا۔

خانم نے دبے قدموں آگے بڑھ کر دونوں رائفلیں اُٹھا لیں۔ ایک رائفل زرینہ کی طرف اچھالی، دوسری کی نال پارس کے سینے پر رکھ کر بولی ”بہت سو چکے، اُٹھ جاؤ۔“

پارس نے آنکھیں کھولیں۔ یاسمینہ بھی اُٹھ بیٹھی۔ زرینہ نے کہا ”یاسمینہ! اپنی جگہ بیٹھی رہو۔ جب تک ممی کا حکم نہ ہو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔“

پارس نے خانم سے پوچھا ”کیا یہ دوستی اور محبت کرنے کا طریقہ ہے؟“

”ہماری بیٹی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے والے کو گولی ماردی جاتی ہے، ہمارا احسان مانو کہ تم اسے اغوا کرنے کے بعد بھی زندہ ہو۔ اور ہم تمھیں زندہ رکھیں گے مگر بڑی محبت سے غلام بنا کر...“

اس نے زرینہ سے کہا ”اپنے ڈیڈی سے کہو، ایک ہماری گرفت میں آگیا ہے، دوسرے کو وہ اندر نہ آنے دیں۔“

زرینہ نے چھوٹی سی کھڑکی کے پاس آکر کہا ”ڈیڈی! یہاں ممی نے پارس کو گن پوائنٹ پر رکھ لیا ہے، آپ علی تیمور کو اندر نہ آنے دیں۔“

سلمان رازی نے یہ سنتے ہی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر علی تیمور پر فائر کیا، اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ علی چھلانگیں لگاتے ہوئے ایک درخت کی شاخ پر پہنچ گیا تھا۔ کمی اس کے بچاؤ کے لیے چھت پر سے فائرنگ کر رہی تھی۔ چاروں طرف سے چھپ کر مورچے کو گھیرنے والوں نے بھی گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ پارس نے کہا ”خانم! میں بار بار یاسمینہ کو سمجھا رہا ہوں کہ اس کے ماں باپ موقع ملتے ہی کس طرح کمینگی پر اُتر آتے ہیں۔ تم ماں بیٹی کی رائفلیں خالی ہیں، انھیں پھینک دو۔“

وہ کروٹ بدلتے ہوئے اپنے نیچے سے ریوالور نکال کر بیٹھ گیا۔ خانم نے بڑی پھرتی سے نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا۔ زرینہ نے بھی یہی کیا۔ پھر دونوں کے ہاتھوں سے رائفلیں چھوٹ گئیں۔ وہ واقعی خالی تھیں۔ ایک گوشے میں کئی طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ خانم نے اُدھر پلٹ کر دوڑ لگائی۔ اس سے پہلے ہی پارس اچھل کر سامنے آگیا۔ خانم کا گریبان پکڑ کر اس کی کنپٹی سے ریوالور لگاتے ہوئے بولا ”زرینہ! کھڑکی کے پاس جا کر اپنے باپ سے کہو، اس جزیرے کی مالکہ کا گریبان میرے ہاتھ میں ہے۔ اگر فائرنگ بند نہ ہوئی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔“

وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس گئی پھر چیخ کر بولی۔ ”ڈیڈی! فائرنگ روک دیجیے، ہم دھوکا کھا گئے ہیں۔ ممی کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر فائرنگ بند نہ ہوئی تو پارس انھیں گولی مار دے گا۔“

سلمان رازی پریشان ہو کر کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پارس نے زرینہ کو دھکا دے کر وہاں سے ہٹایا، پھر خانم کو کھڑکی کے پاس لا کر کہا ”جزیرے کے مغرور حاکم! اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ ریوالور تیری ملکۂ عالیہ کی کھوپڑی سے لگا ہوا ہے۔ اگر میرے بھائی اور کمی کو گولی لگے گی تو یہ بھی تجھے مُردہ ملے گی۔“

وہ جلدی سے گاڑی کے پاس آیا، وہاں سے ٹرانسمیٹر اُٹھا کر اُسے آن کرتے ہوئے چیخ چیخ کر بولا ”فائرنگ بند کرو، تمام سپاہیوں سے کہہ دو، کوئی گولی نہ چلائے۔“

وہ بار بار چیخ کر حکم دے رہا تھا۔ فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ ٹرانسمیٹر کے قریب مُنہ لے جا کر بولا ”میری باتیں غور سے سُنو۔ علی تیمور ہماری فائرنگ سے بچنے کے لیے درختوں کے جھنڈ میں گیا تھا۔ اپنے اپنے ریوالور میں سائلنسر لگاؤ اور خاموش فائرنگ کے ذریعے اسے مورچے کی طرف واپس آنے سے روکو۔ اُسے رگیدتے ہوئے یہاں سے دُور لے جاؤ، میں تھوڑی دیر میں آرہا ہوں۔ دشمن کے ایک اہم مہرے کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔“

پارس اسے کھڑکی سے دیکھ رہا تھا مگر یہ سُن نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں سے کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے بلند آواز سے کہا ”کمی! تم چھت پر چاروں طرف گھوم کر علی کو پکارو، اُسے مورچے میں آنے کے لیے کہو۔“

کمی تھوڑے تھوڑے وقفے سے علی کو پکارنے لگی۔ سلمان رازی اور اس کے سپاہی چند قدم آگے بڑھے تو وہ للکار کر بولی ”پیچھے جاؤ۔ ہماری اجازت کے بغیر ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔“

سلمان رازی نے کہا ”میں سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔ اتنی دُور سے باتیں نہیں کی جاسکتیں۔“

پارس نے کہا ”علی کی واپسی تک کوئی بات نہیں ہوگی۔ کمی انھیں تین تک گنتی سناؤ، وہ پیچھے نہ جائیں تو گولیاں برساؤ۔ ان کی طرف سے جوابی فائرنگ ہوئی تو میں خانم کو گولی مار دوں گا۔“

کمی کے گننے سے پہلے ہی وہ سب پیچھے چلے گئے۔ سلمان رازی نے اپنے آدمیوں سے کہا ”ان لڑکوں کا وقت پورا ہو گیا ہے، تم سب یہاں رُکو، ایک گولی بھی نہ چلانا تمھاری مالکہ کی جان عذاب میں ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، پھر اسے موڑ کر مورچے سے دور ہوتا گیا۔ یاسمینہ نے کہا ”ڈیڈی کہیں گئے ہیں۔ وہ تمھارے لیے ایک نیا خطرہ بن سکتے ہیں۔“

زرینہ نے کہا ”تمھیں شرم نہیں آتی، تم اپنے ڈیڈی کے خلاف اسے ہوشیار کر رہی ہو۔“

وہ بولی ”شرم تو ہمارے والدین کو آنی چاہیے۔ تھوڑی دیر پہلے میں پارس سے کہہ رہی تھی کہ ممی اور ڈیڈی یہاں محبت اور دوستی کے لیے آئے ہیں، ہمیں ان پر بھروسا کرنا چاہیے۔“

پارس نے کہا ”میں نے یاسمینہ کو سمجھایا جو لوگ طاقت اور اقتدار کے نشے میں ہوتے ہیں ان پر کبھی بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔“

یاسمینہ نے کہا ”میں پارس کی بات نہیں مان رہی

تھی۔ مجھے اپنے والد پر بھروسا تھا۔ تب پارس نے دو رائفلیں خالی کر کے اُدھر رکھ دیں اور میرے ساتھ گہری نیند سونے کا ناٹک کیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہو رہا ہے، شرم سے میری گردن جھک رہی ہے۔ اب میں کبھی ماں باپ کی حمایت میں نہیں بولوں گی۔"

پارس بولا۔" یاسمینہ! تم تھوڑی دیر کے لیے چھت پر چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا تم اپنی ماں اور بہن کو یوں بے بسی کی حالت میں ذلتیں اٹھاتے ہوئے دیکھو۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی، ماں کو محبت سے دیکھتے ہوئے بولی۔" ممی تمھارے قابو میں ہیں، ڈیڈی مجبور ہیں۔ پوری فیملی تمھارے قبضے میں ہے، اب اور کیا چاہتے ہو؟ کیا ان کے ساتھ قیدیوں جیسا سلوک کرو گے؟"

"تمھارا باپ کسی شیطانی مقصد سے گیا ہے۔ اگر اُس نے علی کو کچھ نقصان پہنچایا تو میں زرینہ اور خانم کو اذیتیں پہنچاؤں گا۔ جو سلوک میرے بھائی کے ساتھ کیا جائے گا، وہ میں تمھاری ماں اور بہن سے کروں گا۔"

"پھر تو میں نہیں جاؤں گی۔ اپنی ماں اور بہن پر ظلم نہیں ہونے دوں گی۔"

"حالات کو سمجھو یاسمینہ! ابھی تک علی واپس نہیں آیا ہے۔ اگر وہ گرفتار ہوگا تو میں ان ماں بیٹی پر ظلم کر کے ہی اُسے رہائی دلا سکوں گا۔"

"میرے سامنے میری ماں اور بہن پر ظلم کرنے کی بات نہ کرو۔ میں تمھارے لیے انھیں چھوڑ کر آئی تھی۔ میں تمھارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں لیکن ماں اور بہن کی محبت کو خواہ مخواہ نفرت میں نہیں بدل سکتی۔ میں انھیں تمھارے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

پارس نے ممی کو آواز دے کر نیچے بلایا۔ اس سے کہا۔" یاسمینہ کو اوپر اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔" میں نہیں جاؤں گی۔ کیا تم یہی میری محبت کا صلہ دے رہے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ جس طرح تم اپنے خون کے رشتوں پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتیں، اسی طرح پارس سے میرا خون کا رشتہ ہے، میں اُس پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکوں گا۔"

"تمھارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک لاوارث ہے۔"

"اگر میں لاوارث ہوں تو میرا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ جس ماما اور پاپا نے مجھے اولاد کی طرح پالا ہے، میں اُن کے بیٹے علی تیمور کے لیے تمھاری محبت کو ٹھکرا دوں۔"

"پارس! تم میرا دل توڑ رہے ہو۔"

"تم اپنی نادانی سے یا خون کے رشتوں کی محبت میں مجھے دل توڑنے پر مجبور کر رہی ہو۔ ورنہ میں اب بھی تمھیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

یاسمینہ نے ایک گہری سانس لی پھر کہا۔" ممی! آپ بزرگوں کے غلط اقدام نے ہمیں زندگی کے اس موڑ پر پہنچا دیا ہے۔ جب میں یہ کہتی ہوں کہ پارس کے لیے جان بھی دے سکتی ہوں تو اس کے لیے خون کے رشتوں کو بھی چھوڑ سکتی ہوں۔ اپنے ضمیر کو سمجھا سکتی ہوں کہ آپ لوگوں کی غلطیوں نے ایسے حالات پیدا کیے۔ ان حالات کو ہم سب کے موافق بنانا آپ ہی بزرگوں کی ذمے داری ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ممی کے ساتھ چھت پر چلی گئی۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ زرینہ نے سہم کر پوچھا۔" تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا۔" کوئی سوال کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ کل میں اپنے بھائی کے خلاف تمھارا محافظ تھا، آج دشمن ہوں۔ مجھے تمھارے ماں باپ نے کیسی کیسی حماقتوں سے دشمن بنا دیا ہے، یہ سمجھنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

زرینہ نے لاجواب ہو کر ماں کو دیکھا۔ ماں نے کہا۔

"تمھارے باپ نے آج تک کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ وہ جزیرے کا حاکم ہے۔ ایک حاکم اپنا سر بلند رکھنے کے لیے کوئی بھی چال چل سکتا ہے۔ تم نے یاسمینہ کو چھت پر بھیج کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔ میں رازی کی عدم موجودگی میں اس جزیرے پر حکومت کرتی ہوں۔ اب میری سیاسی چال دیکھو۔"

وہ زرینہ کے قریب جا کر بولی۔" اپنے باپ کی سربلندی چاہتی ہو تو میری ایک ایک ہدایت پر عمل کرو۔ چلو چیخنا چلانا شروع کرو۔"

یہ کہتے ہی اس نے بیٹی کو زور کا تھپڑ مارا۔ اس نے چیخ ماری۔ وہ زرینہ کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر جھٹکے دیتے ہوئے لبنانی زبان میں بولی۔" چیخ چیخ کر کہو، پارس مجھے چھوڑ دو۔ میری عزت پر ہاتھ نہ ڈالو۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ میں تمھاری یاسمینہ کی بہن ہوں۔ بس اسی طرح الزامات دینے کے لیے چیختی جاؤ۔"

پارس نے پہلے تو حیرانی سے سوچا کہ خانم اپنی بیٹی کو مار پیٹ کر کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے؟ جب زرینہ

چیخ چیخ کر اسے شرمناک الزامات دینے لگی تو وہ ماں بیٹی کو الگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔" یہ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟"

خانم نے زرینہ کا گریبان پھاڑ دیا۔ چیخ کر کہنے لگی۔" ایسا نہ کرو۔ ہمیں جان سے مار ڈالو، میری بیٹی کا لباس سلامت رہنے دو۔"

یاسمینہ سیڑھیوں سے اُترتی ہوئی اور پارس کو آواز دیتی آ رہی تھی۔ اس نے بند دروازے کو پیٹتے ہوئے کہا۔" تم کیا کر رہے ہو؟ دروازہ کھولو۔ ابھی علی تیمور نے کسی نے ظلم نہیں کیا ہے، تم میری ماں اور بہن کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟"

پارس نے دروازہ کھول کر کہا۔" تمھاری ماں مجھ پر خواہ مخواہ الزامات عائد کرنا چاہتی ہیں۔"

یاسمینہ اندر آتے ہی ٹھٹک گئی۔ بہن کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔ وہ اپنے گورے بدن کو ڈھانپتے ہوئے رو رہی تھی۔" ہائے یاسمینہ! تُو نے کس شیطان سے دل لگایا ہے۔ اس نے تیری بہن کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کے لیے تجھے چھت پر بھیج دیا تھا۔ دیکھ اپنی آنکھوں سے دیکھ! میں ماں ہو کر یہ شرمناک ظلم دیکھ رہی ہوں۔ تُو بے غیرت بہن ہو کر دیکھ۔ تُو نادانی کر کے اس کے ساتھ نہ آتی، تو ہم بھی یہاں آ کر بے عزت نہ ہوتے۔ ہائے! میں اپنے وفاداروں اور غلاموں کو بھی مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہی۔"

یاسمینہ نے طیش میں آ کر پارس کا گریبان پکڑ لیا۔ اسے جھنجوڑتے ہوئے بولی۔" میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری ہی بہن کے گریبان پر ہاتھ ڈالو گے۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں تمھاری صورت بھی دیکھنا نہیں ..."

وہ ڈانٹ کر بولا۔" بکواس مت کرو۔ اپنی ماں کے فریب میں نہ آؤ۔ میں خود کو بہت چالاک سمجھتا ہوں مگر تمھاری ماں کی چالاکی سے دھوکا کھا گیا ہوں۔ یہ ماں نہیں، صرف جزیرے کی ملکہ ہے، اپنی جیت کے لیے ایک بیٹی کی بے غیرتی کا ناٹک بھی کر لیتی ہے۔"

"میں تمھارے فریب میں نہیں آؤں گی۔ تم مجھے نادان سمجھ کر سمجھانا چاہتے ہو کہ یہ ناٹک ہے۔ میری ماں نے یا بہن نے خود یہ گریبان پھاڑا ہے اور میری بہن کے گالوں پر آپ ہی آپ طمانچوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ میں آج تک تم سے دھوکا کھاتی رہی۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔"

پارس نے اچانک اسے ایک طرف دھکا دے کر فائر کیا۔ خانم موقع غنیمت جان کر ہتھیاروں کے پاس جا رہی تھی۔ گولی چلتے ہی چیخ مار کر دوسری طرف جا گری۔ وہ بولا۔" دیکھو، یہ تمھاری ماں کا ڈراما ہے۔ تمھارے دل میں میرے لیے نفرت پیدا کی پھر ہمیں آپس میں اُلجھا کر ان ہتھیاروں تک پہنچنا چاہا۔"

خانم فرش پر سے اُٹھتے ہوئے بولی۔" ہاں! میں ہتھیاروں تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ مجھے صرف ایک رائفل یا ریوالور دو۔ میں زرینہ کو گولی مار کر خود مر جاؤں گی۔ مگر تمھارا ظلم برداشت نہیں کروں گی۔"

یاسمینہ روتے ہوئے بولی۔" ممی! مجھے معاف کر دیجیے۔ میں اس فریبی سے اب دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی تلافی کروں گی۔ اس ہوس پرست نے میرے بعد اب میری بہن پر میلی نظر ڈالی ہے۔ میں اسے مار ڈالوں گی یا خود مر جاؤں گی۔"

وہ غصے اور نفرت سے دوڑتی ہوئی ہتھیاروں کی طرف آئی۔ اس کے مُنہ پر ایک اُلٹا ہاتھ پڑا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی ماں کے پاس آ گئی۔ ہتھیاروں کے سامنے ممی تن کر کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی۔" یاسمینہ! شاید پارس تمھارا لحاظ کرے گا لیکن میں نہیں کروں گی۔ اگر تم جان پر کھیل کر ہتھیار حاصل کرنا چاہو گی تو اس سے پہلے میں تمھاری ماں اور بہن کو گولی مار دوں گی۔ تمھارے جان پر کھیلنے سے پہلے تمھاری آنکھوں کے سامنے یہ مریں گی۔ یقین نہ ہو تو اِدھر ایک قدم بھی بڑھا کر دیکھ لو۔"

یاسمینہ کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ وہ یہ بے غیرتی اور بے حیائی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ پارس اس کے حُسن و شباب سے کھیلنے کے بعد اس کی بہن کے گریبان تک پہنچے۔ وہ سچ مچ پارس کو گولی مار کر خود مر جانا چاہتی تھی لیکن یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ماں اور بہن ممی کے ہاتھوں ماری جائیں، اس لیے وہ پارس کو نفرت سے دیکھتی رہ گئی۔

وہ بولا۔" مجھے اس سے مطلب نہیں ہے کہ تم اپنی ہی ماں کے فریب میں آ گئی ہو۔ میرے لیے سبق حاصل کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسی لڑکی کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزارنا چاہیے، جس کا باپ خرد ماغ ہو اور ماں ایک طوائف کی طرح اپنی بیٹی سے ننگا ڈراما پلے کراتی

ہو۔ تم لوگوں کو ایک جزیرہ انعام میں مل گیا لیکن شرم اور شرافت کبھی انعام میں نہیں ملتی۔ اس کے لیے اچھا خاندان، اچھی پرورش اور اعلیٰ ظرفی لازمی ہوتی ہے اور یہ تمہارے خاندان میں نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وقت سے پہلے آنکھ کھل گئی اور تم سے نجات مل رہی ہے۔"

پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "میں علی تیمور کی ذہانت کو تسلیم کرتا ہوں، وہ کہتا ہے، 'ایک لڑکی سے دور رہ کر ایک ہزار پریشانیوں سے دور رہا جا سکتا ہے۔' یہی دیکھ لو صرف تمہاری خاطر میں نے اس جزیرے میں اتنا وقت برباد کیا اور اپنے دن رات کا سکون غارت کرتا رہا۔ بہر حال، اب تم بھی اپنی ماں اور بہن کی طرح صرف ایک قیدی ہو۔"

اس نے کمی سے کہا۔ "ان ماں بیٹیوں کے لیے تمہاری جیسی ظالم عورت مناسب ہے، میں چھت پر جا رہا ہوں، میری واپسی تک ان میں سے کوئی مصیبت بننا چاہے تو اسے گولی مار دینا۔"

اس نے ہتھیاروں کے پاس جا کر ایک اسٹین گن لی، کارتوس کے کئی بیلٹ اٹھائے پھر وہاں سے باہر چلا گیا۔

علی تیمور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر، ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں لگاتا ہوا شوٹنگ رینج سے دور نکل آیا تھا۔ ہر طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی ایسے میں درختوں کی شاخوں اور پتوں نے اسے گولیوں کی بوچھاڑ سے بچایا تھا۔ اس نے بھی بچاؤ کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہت دور نکل آنے کے بعد ایک درخت کی شاخ پر رک گیا۔ اسے خوش فہمی نہیں تھی کہ وہ دشمنوں سے بچ نکلا ہے۔ فائرنگ رک گئی تھی، اس کی کوئی وجہ ہو سکتی تھی۔

اس نے پوزیشن بدل دی۔ وہ درخت سے چھلانگ لگا کر قریبی چٹان پر آیا پھر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ تعاقب کرنے والوں میں سے کچھ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اسٹین گن شانوں سے لٹکا کر اپنے اپنے ریوالور پر سائیلنسر لگا رہے تھے کیوں کہ ادھر پارس نے دھمکی دی تھی کہ کمی اور علی پر فائرنگ کی گئی تو وہ خانم اور زرینہ کو گولی مار دے گا۔ سلمان رازی نے پارس کو دھوکا دینے کے لیے فائرنگ بند کرا دی تھی لیکن چپ چاپ حکم دیا تھا کہ سائیلنسر لگا کر علی تیمور کو شکار کیا جائے۔

علی نے دیکھا، وہ سائیلنسر لگانے کے بعد چٹان کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ چٹان کے پیچھے لیٹ گیا۔ ادھر اونچی نیچی پتھریلی زمین تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا کچھ دور ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے آیا۔ اسی پتھر کے پیچھے ایک شخص ریوالور لیے رینگتا آ رہا تھا۔ دونوں کا اچانک سامنا ہوا۔ دونوں اوندھے منہ لیٹے ہوئے تھے، اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی چلائی۔ وہ لیٹے ہی لیٹے قلابازی کھا کر اس کے اوپر آیا، پھر اسے دبوچ لیا۔ اس کی گردن پر کراٹے کا فولادی ہاتھ جمایا۔ بس ایک ہی ہاتھ میں گردن ڈھلک گئی اس لیے ریوالور اور کارتوس کی پیٹی لی، پھر رینگتا ہوا دوسری چٹان کے پیچھے آیا۔ قریب ہی کوئی کہہ رہا تھا۔ "وہ اسی طرف کہیں چھپا ہوا ہے۔ تم ادھر جاؤ، میں ادھر جا رہا ہوں۔"

وہ ادھر آیا اور علی کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ اس نے دوسرا ریوالور اور کارتوس کی پیٹی بھی رکھ لی۔ پتا نہیں یہ مقابلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔ وہ احتیاطاً زیادہ ہتھیار پاس رکھنا چاہتا تھا۔ یہ احتیاط بعد میں درست ثابت ہوئی۔ جنگل اور اس پہاڑی کے حصے میں دو گھنٹے تک خاموش فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ وہ ان سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا پھر انھیں ڈاج دے کر پہاڑی کے پیچھے آ گیا۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں گزشتہ روز وہ زرینہ کو اغوا کر کے ہیلی کاپٹر میں سپر ماسٹر کے پاس لے جانا چاہتا تھا لیکن پارس راستے کی دیوار بن گیا تھا۔ وہاں زبردست جنگ ہوئی تھی۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا تھا۔ وہاں جو کاٹیج تھا، وہ بھی کھنڈر بن گیا تھا۔ اس کھنڈر میں سلمان رازی دکھائی دے رہا تھا۔

علی نے دبے قدموں آگے بڑھ کر دیکھا۔ رازی کے ساتھ دو مسلح گارڈز بھی تھے۔ وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "علی تیمور اتنی آسانی سے قابو میں نہیں آئے گا۔ میں پہاڑی کے اوپری حصے میں ہوں۔ یہاں پچاس جوانوں کو فوراً بھیجو۔ اس شیطان کے پیچھے پہاڑ پر بھی حملہ ہونا چاہیے۔ اوور اینڈ آل۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا، اسی وقت ایک مسلح گارڈ چیخ مار کر اچھلا پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کی کھوپڑی سے بہنے والا خون بتا رہا تھا کہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور اس کے اپنے ہی آدمی پر استعمال ہو رہا تھا۔ وہ خطرہ محسوس کرتے ہی شکستہ دیواروں کی آڑ میں جانا چاہتے تھے، اتنی دیر میں دوسرا گارڈ بھی گولی کھا کر گر پڑا۔ سلمان رازی ایک دیوار کے پیچھے اپنی اسٹین گن کے

ساتھ تیار تھا۔

علی نے کہا۔ "رازی! تو اکیلا رہ گیا ہے، اکیلا میں بھی ہوں، پھر ایک دوسرے سے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔"

رازی نے اچانک دیوار کی آڑ سے نکل کر آواز کی سمت اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ پھر اچھل کر دوسری دیوار کے پیچھے چلا گیا۔ اس کی تمام گولیاں ضائع ہو گئی تھیں۔ اسے علی کی آخری چیخ سنائی نہیں دی تھی۔ وہ دبے قدموں دوسری طرف جانے لگا۔ تب اسے آواز سنائی دی۔

"میں ادھر نہیں ادھر ہوں۔"

اس نے گھبرا کر چھت کی طرف دیکھا۔ پچھلے روز دھماکے سے چھت اڑ گئی تھی۔ اوپر ایک خالی دیوار پر علی کھڑا ہوا تھا۔ وہ جتنی دیر میں اسٹین گن کا رخ اوپر کرتا، خاموش ریوالور سے گولی چلی پھر اس کے ہاتھ سے اسٹین گن نکل گئی۔ علی نے کہا۔ "ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کی حماقت نہ کر بلکہ دیوار کی طرف منہ کر لے اور بڑی سہولت سے ریوالور نکال کر دور پھینک دے۔"

وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ پھر آہستہ آہستہ ریوالور کو ہولسٹر سے نکالنے لگا۔ جیسے ہی وہ پوری طرح ہولسٹر سے باہر آیا، اس نے اچانک زمین پر گر کر اوپر کی طرف فائر کیا۔ لیکن مایوسی ہوئی، علی وہاں نہیں تھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ اس نے منہ گھما کر ریوالور نکالنے کو کیوں کہا تھا۔ اچانک اس کے ریوالور کو جھٹکا سا لگا۔ خاموش گولی نے اس ریوالور کو بھی اس کے ہاتھ سے گرا دیا۔ علی تیمور نے ایک دیوار کی آڑ سے نکل کر کہا۔ "اسی طرح آرام سے زمین پر لیٹے رہو اور سمجھتے رہو، تم ایک چھوٹے سے جزیرے کے آقا ہو، بڑے بڑے شہنشاہ بھی ایک دن اسی طرح مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔"

اس نے قریب آ کر ریوالور کو ٹھوکر مارتے ہوئے دور کیا۔ اس کی کمر سے شکاری چاقو نکال کر اسے بھی دور پھینک دیا پھر کہا۔ "مغرور آقا! تم میرے قدموں میں ہو، میں نے تمہاری تمام طاقت چھین لی ہے۔ اب جسمانی قوت رہ گئی ہے، میں اسے آزمانے کا پورا موقع دوں گا۔"

اس نے پیچھے ہٹ کر اپنے دونوں ریوالور دور پھینک دیے۔ کمر سے کارتوس کی پیٹی بھی الگ کر دی۔ سلمان رازی تیزی سے اٹھ بیٹھا پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پلک جھپکتے ہی اس نے اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ علی نے ذرا جھک کر اسے فضا میں کیچ کر لیا۔ اسی طرح دونوں ہاتھوں پر سر سے بلند کیے ایک گول چکر لگا کر زمین پر آرام سے اتار دیا۔ پھر کہا۔ "تجھے اپنی انسلٹ کا بہت خیال آتا ہے۔ میں تجھے ہاتھوں میں اٹھانے کے بعد دیوار پر دے مارتا۔ مگر دیوار کی انسلٹ ہوتی۔ تو نے زندگی میں جتنے داؤ پیچ سیکھے ہیں اور جتنی طاقت حاصل کی ہے، ان سب کو آزما لے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، اگر تو مجھے ایک ہاتھ بھی مارنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تجھے زندہ چھوڑ دوں گا۔"

سلمان رازی سچ مچ اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔ علی نے اسے اتنے آرام سے زمین پر اتار دیا تھا جیسے اسے بچہ سمجھ رہا ہو اور اب چیلنج کر رہا تھا کہ وہ اسے ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکے گا۔ اس نے اچانک ایک ہاتھ مارا۔ لیکن اس ہاتھ کی کلائی گرفت میں آ گئی۔ پھر وہ کلائی یوں مڑ گئی کہ وہ جوڈو کے داؤ سے گزرتا ہوا دور جا کر زمین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

جہاں وہ گرا، وہاں قریب ہی اس کا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ اس نے فوراً کروٹ بدل کر ریوالور پر ہاتھ مارا، اسی لمحے علی اچھل کر اس کے ہاتھ پر آ کھڑا ہوا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی، کئی انگلیوں کی ہڈیاں کڑکڑائی تھیں، وہ پھر اچھل کر دور ہو گیا۔ سلمان رازی کا ہاتھ اب بھی ریوالور پر تھا مگر وہ اسے اٹھا نہیں سکتا تھا۔ انگلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

علی نے اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر کہا۔ "اسے دوسرے ہاتھ سے آپریٹ کرو، اپنے ماتحت افسر سے کہو، ادھر جو پچاس جوان آ رہے ہیں انھیں واپس بلایا جائے۔ علی تیمور جزیرے کے کسی دوسرے حصے میں چلا گیا ہے۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بیٹھ گیا۔ علی نے کہا۔ "پہلے کراہنا بند کرو۔ اگر تمہارے کسی آدمی کو شبہ ہو گا اور وہ ادھر آئے گا تو تمہارے حق میں برا ہو گا۔"

اس نے تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اس ماتحت افسر سے رابطہ قائم کیا جو پچاس جوانوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ وہ اپنے آقا کا دوسرا حکم سن کر رک گیا پھر بولا۔ "میں علی تیمور کو تلاش کرنے دوسری طرف جا رہا ہوں۔"

سلمان رازی نے 'اوور اینڈ آل' کہہ کر ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ علی نے ایک ریوالور اٹھا کر کہا۔ "تمہارا دایاں ہاتھ بے کار ہو چکا ہے۔ کیا بائیں ہاتھ سے میرا نشانہ لے سکتے ہو؟"

وہ ذلت کے احساس سے کانپتے ہوئے بولا۔

"خدا کی قسم، ایک بار یہ ریوالور ہاتھ آجائے تو اس کی ایک گولی بھی ضائع نہیں کروں گا۔ سب تمھارے ناپاک وجود میں اُتار دوں گا۔"

وہ بولا۔ "دنیا جانتی ہے، فرہاد علی تیمور زبان کا دھنی ہے، جو زبان سے کہہ دیتا ہے، اسے جان کی بازی لگا کر بھی نباہتا ہے۔ میں اپنے باپ کی قسم کھا کر زبان دیتا ہوں اگر تم مجھ سے پنجہ لڑانے میں جیت جاؤ گے تو یہ ریوالور تمھیں دے دوں گا۔"

سلمان رازی فوراً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں شدید تکلیف تھی لیکن اس میں برداشت کرنے کا حوصلہ تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے بائیں ہاتھ کو آگے بڑھایا۔ ان کی انگلیاں ایک دوسرے میں اُلجھ گئیں۔ سلمان رازی نے فوراً ہی پوری طاقت صرف کرتے ہوئے اس کی انگلیوں کو موڑنا چاہا تو کچھ پریشان ہو گیا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا، اس کی انگلیاں لوہے کی سلاخوں میں پھنس گئی ہیں۔ علی نے کہا۔ "جتنا زور لگا سکتے ہو لگاؤ۔ میں صرف ایک بار زور لگاؤں گا۔ صرف ایک بار۔"

سلمان رازی کو یاد نہیں تھا کہ اس نے آج تک کتنے شہ زوروں سے پنجہ لڑایا ہے لیکن یہ یاد تھا کہ اس نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی تھی۔ اس نے سوچا تھا، ہمیشہ جیتنے کا یہ ہنر آج کام آئے گا اور وہ ریوالور جیت لے گا۔ مگر اب وہ پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی انگلیاں چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ علی نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، تم اپنے حصّے کا سارا زور لگا چکے ہو، اب نجات چاہتے ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ رازی کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ علی نے 'دانشور کی زندہ باد' کہہ کر اُسے چھوڑ دیا۔ اُس کی چار انگلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے اِدھر سے اُدھر ڈگمگا رہا تھا۔ ہتھیاروں کے پاس سے بھی گزر رہا تھا مگر کسی ہتھیار کو چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بے کار ہو گئی تھیں۔

علی نے کارتوس کی بیٹی دوبارہ کمر سے باندھتے ہوئے کہا۔ "مجھ میں اور پارس میں ایک بڑا فرق ہے۔ وہ ہمہ وقت تفریح کے موڈ میں رہتا ہے، میں کبھی وقت ضائع نہیں کرتا۔ اگر میں پہلے ہی دن تنویمی عمل کے اثر میں نہ ہوتا تو وہی پہلا دن تمھاری زندگی کا آخری دن ہوتا۔ میں اسی دن اِس منحوس جزیرے سے نکل جاتا۔"

اس نے ایک ریوالور اٹھایا، پھر اسٹین گن شانے سے لٹکاتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں، اب ہم تمھارے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر اس جزیرے سے جائیں گے اور تم جو ہمیں تابعدار بنانے والے تھے، بڑی تابع داری سے ہماری روانگی کا انتظام کرو گے۔ چلو۔"

اس کے دونوں ہاتھ بے جان ہو کر شانوں سے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ اتنی ذلت آمیز شکست کھا کر اپنے ماتحتوں کو مُنہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ علی نے اس کی گردن پکڑ کر آگے دھکا دیا۔ وہ ذرا لڑکھڑایا، پھر بوجھل قدموں سے اُن کے آگے آگے چلنے لگا۔ پہاڑی کے دامن میں وہ گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس میں وہ دو مسلح گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔

وہ تکلیف کی شدت سے کانپتے ہوئے بولا۔ "پہلے مجھے طبّی امداد پہنچاؤ، میں تمھیں انسانیت کا واسطہ دیتا ہوں۔"

وہ گردن دبوچ کر بولا۔ "اس بلندی سے دھکا دوں گا تو کٹے ہوئے شہتیر کی طرح لڑھکتے ہوئے نیچے جاؤ گے۔ انسانیت کا واسطہ پارس کو دینا ہو سکتا ہے وہ سُسرالی رشتے کا کچھ خیال کرے۔ میں ایسی بیماریاں نہیں پالتا۔ تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم بھائیوں کو جزیرے سے جانے دو۔ جانے میں کوئی رکاوٹ ہو گی تو دونوں پاؤں بھی ٹوٹ جائیں گے۔"

جزیرے کے آقا نے اسے بے بسی سے دیکھا، پھر سنبھل سنبھل کر پہاڑی سے اُترنے لگا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ جزیرے میں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے اپنے ہونے والے دامادوں کو رخصت کر دینا ہی بہتر ہے۔ پھر اس کی حاکمانہ اور ظالمانہ فطرت کہنے لگی۔ نہیں، اگر اپنی ذلت اور بے عزتی کا انتقام نہ لیا اور انھیں جانے دیا تو سر ہمیشہ جھکا رہے گا۔ اتنے بڑے جزیرے کا مالک جھکے ہوئے سر سے حکومت نہیں کر سکے گا۔ ان دونوں کے ہاتھ پاؤں توڑنے کے بعد ہی انھیں جزیرے کے باہر پھینکا جائے گا۔"

وہ سنبھل سنبھل کر پہاڑی سے اُتر گیا۔ علی نے کہا۔ "تم کسی ہاتھ سے گاڑی کا دروازہ نہیں کھول سکو گے پھر کس طرح اندر بیٹھو گے؟"

وہ جھنجلا کر بولا۔ "تم میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہو۔ کیا میرے لیے دروازہ نہیں کھول سکتے؟"

"میں تمھاری گاڑی کا دروازہ کھولنے والا ملازم نہیں ہوں۔ اگر پاؤں سے کھول کر اندر بیٹھ سکو تو اچھی بات ہے ورنہ میں گاڑی میں بیٹھوں گا اور تم آگے آگے دوڑتے جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں، میں مر جاؤں گا مگر ایسا نہیں کروں گا۔ تم مجھے ذلیل کرنے کے لیے میری رعایا کے سامنے اپنے آگے کتے کی طرح دوڑانا چاہتے ہو۔"

"میں آدمی کی طرح دوڑنے کو کہہ رہا ہوں، مگر کتا آخر کتے ہی کی طرح دوڑنے کی بات سوچتا ہے۔"

وہ غصّے سے غرّانے لگا، پھر تن کر بولا۔ "مجھے گولی مار دو۔ میں یہاں سے جا کر کسی سے آنکھیں نہیں ملانا چاہتا۔"

اس نے شکاری چاقو نکال کر کہا۔ "جو ہاتھوں سے مجبور ہو، اس پر ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہیے۔ میں اس چاقو سے تمھارا لباس تار تار کروں گا تو تم اور زیادہ تماشا بن جاؤ گے۔ پھر بھی تم نے دوڑنے سے انکار کیا تو لباس کی ایک دھجّی بھی تمھارے بدن پر نہیں رہے گی۔"

اس نے بشرٹ پر چاقو کا ایک ہاتھ مارا۔ اسے اوپر سے نیچے تک چیرتا چلا گیا۔ وہ گھبرا کر بولا۔ "مم۔ مجھے بے لباس نہ کرو۔ میں... میں دوڑوں گا۔"

"چلو گاڑی کے آگے جاؤ، اور مشرقی مورچے تک دوڑتے چلو۔"

وہ اپنی بے بسی پر غرّاتا ہوا آگے آیا۔ اگر اس کے پاؤں توڑ دیے جاتے تو وہ ہاتھ سے کوئی ہتھیار اٹھا کر خودکشی کر لیتا۔ وہ اپنے لباس کی سلامتی کے لیے دوڑنے لگا۔ دونوں ہاتھوں کی ٹوٹی ہوئی انگلیوں سے زبردست ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ وہ خاصی قوّتِ برداشت کا مالک تھا۔ اگر قوّتِ برداشت نہ ہوتی اور وہ حوصلہ ہار کر گر پڑتا تو صیاد اُسے لباس سے محروم کر دیتا۔

وہ آج سے پہلے کئی بار اپنے جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑتا رہا تھا۔ اس کے ساتھ دوڑنے والے افسر تھک جاتے تھے مگر وہ دم لینے کے لیے کہیں نہیں رُکتا تھا۔ آج اسے صرف مشرقی مورچے تک جانا تھا جو ایک میل کے فاصلے پر تھا لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میلوں دُور سے دوڑتا آ رہا ہو اور نہ جانے کتنے میل ابھی اور دوڑنا پڑے گا۔ وہ ڈگمگانے لگا تھا۔ علی نے کہا۔ "سنبھل کر دوڑتے رہو۔ رُکو گے یا گرو گے تو لباس کی دھجیاں اُڑیں گی۔"

وہ لباس کی خاطر ہی اپنی آخری قوّتِ برداشت سے کام لیتے ہوئے مشرقی مورچے کے قریب پہنچ گیا۔ پارس چھت پر اسٹین گن لیے کھڑا تھا۔ سلمان رازی کے مسلح

جوانوں نے مورچے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ انھوں نے اپنے آقا کو بُری حالت میں ہانپتے کانپتے دیکھا تو اپنی رائفلوں کا رُخ علی کی طرف موڑ دیا۔ علی نے گاڑی سے اُتر کر سلمان رازی کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا: "ہتھیار پھینک دو۔ تمھارا آقا آدھا مر چکا ہے۔ باقی آدھے کے لیے میری ایک گولی کافی ہوگی۔"

چھت پر سے پارس نے کہا: "نادانو! اب کس کی اطاعت اور حفاظت کے لیے ہتھیار کا بوجھ اُٹھا رہے ہو۔ اُدھر تمھارا آقا اور اِدھر تمھاری ملکہ اور ملکہ زادیاں ہمارے قبضے میں ہیں۔"

مورچے کی چار دیواری میں خانم نے پہلے علی تیمور کی زبان سے سُنا کہ رازی آدھا مر چکا ہے۔ اُسے یقین نہیں آیا۔ جب پارس نے چھت پر سے کہا کہ اس کا پورا خاندان دونوں بھائیوں کے قبضے میں آ چکا ہے تو وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی۔ وہاں سے کافی دُور ایک کھلی جگہ سلمان رازی لڑکھڑا رہا تھا۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے گھٹنوں کے بل زمین پر آ گیا۔ کوئی اور ہوتا تو وہ اوندھے مُنہ گر پڑتا۔ مگر وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خانم نے کھڑکی سے چیخ کر کہا: "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ میرے سر کا تاج ہے۔ اس جزیرے کا آقا ہے۔ کوئی اسے توڑ نہیں سکتا۔"

وہ کھڑکی سے پلٹ کر دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف آئی۔ وہ باہر رازی کے پاس جانا چاہتی تھی۔ کمی نے اس کے مُنہ پر ایک کراٹے کا ہاتھ مارا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف چلی گئی۔ دونوں لڑکیوں نے کھڑکی سے جھانک کر اپنے شہ زور باپ کو دیکھا۔ علی کہہ رہا تھا: "میں نے تمھارے آقا کے دونوں ہاتھ توڑ دیے ہیں۔ اگر تین گننے تک تم لوگوں نے ایک جگہ ہتھیاروں کا ڈھیر نہیں لگایا تو کمی تمھاری مالکہ کے پاؤں توڑ دے گی۔ ایک... دو..."

سب ایک جگہ اپنے اپنے ہتھیار لا کر پھینکنے لگے۔ پارس نے چھت پر سے کہا: "علی! رازی کے پورے خاندان کو ایک جگہ رہنا چاہیے۔ میں اس کی بیوی اور بیٹیوں کو لا رہا ہوں اور نہتے جوانوں کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ دُور چلے جائیں۔"

پارس چھت سے اُتر کر چار دیواری میں آیا۔ خانم نے تڑپ کر کہا: "رازی کو فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔ تمھیں خدا کا واسطہ اسے زندہ رہنے دو۔ ہم نے بے شک تم سے دشمنی کی مگر خدا گواہ ہے، ہم تمھاری جان کے دشمن نہیں تھے۔ تمھیں تابع دار بنانے کے لیے سختی سے پیش آ رہے تھے۔"

پارس نے کہا: "مجھے تمھاری جیسی بے غیرت ماں پر ترس نہیں آئے گا۔ تم نے صرف یاسمینہ کا دل پھیرنے کے لیے زرینہ کے ساتھ ایک ننگا ڈراما پلے کیا۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کا گریبان پھاڑ کر مجھے الزام دیا۔ دیکھو اور عبرت حاصل کرو کہ کس طرح خدا کی مار پڑ رہی ہے۔ ان لمحات میں نہ تمھارے پاس اقتدار ہے، نہ طاقت ہے، نہ فوج ہے۔ تم لوگوں کی عزت دو کوڑی کی نہ رہی۔ چلو اب باہر چلو۔"

یاسمینہ سوچتی اور پچھتاتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی: "ممی! اگر پارس کی نیت خراب ہوتی تو وہ میرے ساتھ آپ کو بھی چھت پر بھیج دیتا اور آپ کو گن پوائنٹ پر جانا ہی پڑتا۔ پھر یہ تنہائی میں زرینہ کے ساتھ من مانی کر سکتا تھا۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں تھا۔ اتنی سی بات میری سمجھ میں پہلے نہیں آئی۔ جواب دیجیے، آپ نے ایسی شرم ناک حرکت کیوں کی؟"

خانم نے پریشان ہو کر کہا: "بکواس مت کرو۔ تمھارا باپ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم اپنا دُکھڑا رو رہی ہو۔ پہلے اپنے باپ کے پاس چلو۔"

یاسمینہ، پارس کے پاس آئی، پھر گلے کا ہار بن کر بولی: "مجھے معاف کر دو۔ میں ممی کے بہکانے میں آ گئی تھی!"

پارس نے کہا: "کمی! میں عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ اسے دُور کرو۔"

کمی نے یاسمینہ کے بالوں کو مُٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیختی ہوئی الگ ہو گئی۔ پارس نے کہا: "میں مانتا ہوں، تم بہک گئی تھیں۔ تمھارا زیادہ قصور نہیں ہے۔ لیکن تمام زندگی گزارنے کے لیے صرف لڑکی کو نہیں اس کے خاندان کو بھی دیکھا جاتا ہے اور میں تمھارے باپ کا کھوکھلا غرور اور ماں کی بے حیائی دیکھتا آ رہا ہوں۔"

وہ دروازے سے باہر آیا۔ ماں بیٹیاں سر جھکا کر اس کے پیچھے چل رہی تھیں۔ ان کے پیچھے کمی اسٹین گن اُٹھائے ہوئے تھی۔ وہ کھلی جگہ پر رازی کے پاس آئے۔ خانم اس کے قریب جا کر اسے کچھ سہارا دینا چاہتی تھی۔ علی نے اس کے پاؤں کے پاس فائر کیا۔ وہ اُچھل کر پیچھے چلی گئی۔ اس نے کہا: "خانم! تم ماں بیٹیاں، رازی سے دُور رہو گی۔ میں نہیں چاہتا کوئی قریب جا کر اس کے لیے ڈھال بن جائے اور ضرورت پڑنے پر میں اُسے گولی نہ مار سکوں۔"

خانم نے گڑگڑاتے ہوئے کہا: "میرے شوہر پر رحم کرو۔ یہ پیاسا ہے۔ اسے مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

"تم ہماری ضرورت پوری کرو، ہم تمھاری ضرورت پوری کریں گے۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"ہم حکومتِ فرانس سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں سے ہمارے لیے ہیلی کاپٹر یا طیارہ آئے گا۔"

"ہمارا ایک لانگ رینج ٹرانسمیٹر خفیہ پناہ گاہ میں ہے۔ تم اس کے ذریعے آس پاس کی کسی بھی حکومت سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ ویسے میں چاہتی ہوں تم دونوں بھائی جلد سے جلد چلے جاؤ۔ ہمارا ایک ہیلی کاپٹر تمھیں وہاں پہنچا دے گا۔"

علی نے پوچھا: "کیوں پارس! تمھارا کیا خیال ہے؟"

اس نے جواب دیا: "ہم کسی کے بھی ہیلی کاپٹر میں جائیں گے تو ماں بیٹیوں کو یرغمال بنا کر لے جائیں گے تاکہ پرواز کرتے ہی ان کے وفادار ہیلی کاپٹر کو تباہ نہ کر سکیں۔"

خانم نے کہا: "میں نہیں جاؤں گی۔ رازی کو ایسی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ مجھ پر ایسا ظلم نہ کرو۔"

"ہم تمھیں زیادہ دُور نہیں لے جائیں گے۔ اٹلی کے جنوبی ساحل پر چھوڑ دیں گے۔ تم اپنی بیٹیوں کے ساتھ بخیریت واپس آ جاؤ گی۔"

"تم میری دونوں بیٹیوں کو لے جاؤ۔ مجھے یقین ہے، میری بیٹیاں خیریت سے واپس آئیں گی۔ تم دونوں ایک شریف اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ میری بچیوں کی عزت پر آنچ نہیں..."

وہ کہتے کہتے پارس کو دیکھ کر رُک گئی۔ پارس نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا: "میں نے تھوڑی دیر پہلے تمھارے ہی جزیرے کی پناہ گاہ کے ایک مورچے میں زرینہ کی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا۔ پھر تم اسی بے حیا زبان سے کیسے کہتی ہو کہ جزیرے کے باہر لے جا کر ہم تمھاری جوان لڑکیوں کو عزت و آبرو سے واپس آنے دیں گے۔"

وہ بات بدل کر بولی: "خواہ مخواہ بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ رازی کو دواؤں اور مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

علی نے کہا: "وقت تم ضائع کر رہی ہو۔ تم ہمارے ساتھ جانے کے بعد یہاں واپس آؤ گی تو تمھارے وفادار اس کی مرہم پٹی کر چکے ہوں گے۔ تمھارے جانے اور آنے میں زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے لگیں گے۔"

"بازی تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ میں اپنی بات نہیں منوا سکوں گی لیکن مجھے رازی کے پاس جا کر مشورہ کرنے کی اجازت دو۔"

علی نے کہا: "ہم نے فاتح کی حیثیت سے حکم دیا ہے اور حکم صادر ہونے کے بعد کسی مشورے کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔"

سلمان رازی اسی طرح گھٹنے ٹیکے، ٹوٹے ہوئے ہاتھوں کو زانوں پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تکلیف سے کراہتے ہوئے اور جھنجلاتے ہوئے کہا: "بے وقوف عورت! میں یہاں تڑپ رہا ہوں، تُو ان سے ناکام مذاکرات کر کے مجھے اور موت کے قریب پہنچا رہی ہے۔ اُلّو کی پٹھی! جا اُن کے ساتھ۔ اپنی اولاد کو بھی لے جا۔ تیرے دفع ہونے سے میری مرہم پٹی تو ہو سکے گی۔"

خانم نے ایک افسر سے ٹرانسمیٹر لے کر رابطہ قائم کیا۔ پھر ایک ہیلی کاپٹر لانے کا حکم دیا۔ یاسمینہ نے کمی سے کہا: "مجھے پارس سے دو باتیں کرنے دو۔"

کمی نے کہا: "تم تیمور خاندان کو نہیں جانتی ہو۔ اس خاندان کے افراد جو کہہ دیتے ہیں، وہ بات پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔ جب اس نے کہہ دیا ہے کہ تمھیں قریب بھی نہ آنے دیا جائے تو پھر بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کمی! تم عورت ہو۔ یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ ایک لڑکی اپنا سب کچھ جس کے حوالے کرتی ہے، پھر اس کے سوا کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کرتی۔"

"میں ایسی لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔ میں نے آج تک اپنے آپ کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔ شاید اس لیے کہ کوئی مرد مجھے جیت نہیں سکا۔"

"میں سمجھ گئی، پارس نے تمھیں جیت لیا ہے۔ تم اپنے چانس میں ہو، اس لیے میرا راستہ کاٹ رہی ہو۔"

"بکواس کرو گی تو مُنہ توڑ دوں گی۔ میں پارس کو چھوٹے بھائی یا بیٹے جیسا سمجھتی ہوں۔ اُسے تمھارے خاندان سے دور رکھنا، میرا فرض ہے۔ میں آہنی دیوار ہوں۔ تمھارا باپ بھی مجھے توڑ کر تمھیں پارس تک نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ بے بسی سے دُور کھڑے ہوئے پارس کو دیکھنے لگی۔

ایسے ہی وقت میں پارس کے پاس آیا۔ وہاں میری توقع کے خلاف سچویشن بدلی ہوئی تھی۔ میرے بیٹوں نے سلمان رازی سمیت اس کی پوری فیملی کو قیدی بنایا ہوا تھا۔ پارس نے پچھلی رات سے اب تک کے حالات بتائے۔ میں نے کہا: "کمی سے کہو، وہ سلمان رازی کو گن پوائنٹ پر رکھے، تم دونوں بھائی ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ میں تمھارے ذریعے علی سے بھی گفتگو کروں گا۔"

پارس نے کمی کو میری ہدایات سنائیں۔ وہ سلمان

رازی کو نشانے پر رکھ کر اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑی ہوگئی۔ دونوں بیٹے قریب ہوگئے۔ دور سے ہیلی کاپٹر کی آواز آرہی تھی۔ میں نے پارس کے ذریعے کہا "علی! ابھی یہ جزیرہ چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے۔ تم دونوں کو صرف اپنی نجات کا راستہ نہیں دیکھنا چاہیے۔ تم جب چاہو گے، اپنی صلاحیتوں کے بل پر یہاں سے نکل آؤ گے۔ اگر زیادہ مشکلات پیش آئیں گی تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھاری مدد کریں گے۔"

علی نے کہا "پاپا! ہمیں کہیں نہ کہیں مصروف رہنا ہے۔ اگر یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھنا پڑے تو میں جزیرے میں رہوں گا۔"

"یہاں تمھاری کافی مصروفیات ہوں گی۔ یہاں کے دہشت گرد لیبیا جیسے اسلامی ملک میں تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ یہ دہشت گردی کرنے والے نہ کسی ملک اور قوم کے دشمن ہوتے ہیں نہ کسی سے مذہبی بغض رکھتے ہیں۔ یہ صرف رقم کی خاطر بے گناہوں کو قتل کرتے ہیں اور شہری امن و امان غارت کرتے ہیں۔ سلمان رازی، سپر ماسٹر سے دشمنی مول لینے کے بعد اپنی فوج کے جوانوں کو بھاری معاوضہ نہیں دے سکے گا۔ اس کے لیے وہ ماسک مین سے سودے بازی کرے گا۔ ماسک مین لیبیا کا دوست ہے لیکن کسی دوسرے اسلامی ملک میں ان دہشت گردوں کو استعمال کرے گا۔"

"یس پاپا! بات سمجھ میں آگئی ہے۔ ہم یہاں رہ کر ان دہشت گردوں کو کسی بڑے طاقتور ملک کا آلۂ کار نہیں بننے دیں گے۔"

پارس نے کہا "لیکن انھیں اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے ہمیں بھاری معاوضہ ادا کرتے رہنا ہوگا۔"

میں نے کہا "ہمارے لیے دولت حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم انھیں تنخواہ دار سپاہی بنا کر رکھو گے، انھیں انعام و اکرام سے نوازتے رہو گے تو یہ تمھارے وفادار اور جاں نثار بن جائیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے ہمیں اس جزیرے میں سلمان رازی کے اقتدار کو ختم کرنا ہوگا؟"

"وہ تو تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ جب یہ تمام مسلح جوان تمھارے تنخواہ دار ہوں گے تو رازی کس پر حکم چلائے گا؟ کس پر حکومت کرے گا؟"

علی نے کہا "درست ہے، کوئی ملک ہو یا جزیرہ، وہاں کی فوج جس کے کنٹرول میں ہوگی، وہی اس علاقے کا حکمران ہوگا اور ہمیں سپر ماسٹر کے بعد ماسک مین کو یہاں کا کنٹرول سنبھالنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا "پاپا! میں سمجھتا ہوں، یاسمینہ اپنی بہن اور ماں باپ سے مختلف ہے۔ ان کی بے حیائی دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ یاسمینہ پر بھی ان کا اثر ہوگا۔ آئندہ وہ بھی کسی موقع پر بے حیائی کا مظاہرہ کر سکتی ہے کیوں کہ اس خاندان کے افراد رہ رہ کر اپنا مزاج اور اپنا رویّہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ سوچ کر میں اس سے نفرت ظاہر کرنے لگا ہوں مگر دل کہتا ہے، میں اس سے ناانصافی کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تم علی کے ساتھ ان کے سامنے ابھی فیصلہ بدلو۔ میں یاسمینہ کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرتا ہوں۔"

ہیلی کاپٹر کچھ دور آکر اتر گیا تھا۔ خانم نے کہا "علی! میں اپنی بیٹیوں کو لے کر تم لوگوں کے ساتھ چل رہی ہوں۔ آؤ دیر نہ کرو۔ رازی کو میڈیکل ایڈ ملنے دو۔"

علی نے کہا "ذرا صبر کرو۔ ابھی ہم کچھ اہم فیصلے کر رہے ہیں۔ کیا یہاں ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنے اور پلاسٹر کرنے والے ڈاکٹر ہیں؟"

خانم نے کہا "یہاں ہر طرح کا علاج ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں نہایت تجربے کار ڈاکٹر ہیں۔"

"میں نے اس کی انگلیاں توڑی ہیں، اپنی آنکھوں کے سامنے اس کا علاج کراؤں گا، پھر جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم لوگ جب تک رہو گے، ہمیں رازی کے قریب جانے نہیں دو گے۔"

"اگر اپنی خفیہ پناہ گاہ میں اس کا علاج کراؤ گی تو تم ماں بیٹیاں اس سے آزادی کے ساتھ مل سکو گی۔ اس پناہ گاہ میں ہم بھی رہیں گے۔ ہماری اجازت کے بغیر کوئی ملازم یا افسر اندر نہیں آئے گا۔"

سلمان رازی نے پھر تکلیف سے پریشان ہو کر جھنجلاتے ہوئے کہا "بحث مت کرو۔ یہ جو کہتے ہیں، مان لو۔ ڈاکٹر کو فوراً یہاں بلاؤ۔"

علی نے قریب جا کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "ڈاکٹر یہاں نہیں آئے گا۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ اور ہیلی کاپٹر میں چل کر بیٹھو۔ تمھارا علاج خفیہ پناہ گاہ میں ہوگا۔"

وہ بڑی مشکل سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ کسی کو قریب آکر سہارا دینے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلے علی ہیلی کاپٹر کے اندر گیا پھر رازی کو اندر آنے کے لیے سہارا دیا۔ اس کے بعد خانم، اس کی بیٹیاں، کمی اور پارس آکر بیٹھ گئے۔ میں یاسمینہ کے دماغ میں آیا، وہ سانس روکنا چاہتی تھی، میں

نے کہا "میں فرہاد ہوں۔"

اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟ تم کوئی دشمن بھی ہو سکتے ہو۔"

"فی الحال اس دنیا میں ہمارے سوا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اگر تمھیں یقین نہیں ہے تو میں جا رہا ہوں۔"

اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے پارس کو دیکھا پھر کہا "آپ ان کے پاپا ہیں تو نہ جائیں۔ آپ کے آنے سے مجھ ڈوبنے والی کو سہارا مل رہا ہے۔"

"مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر سچ اور جھوٹ کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

وہ خاموش رہی مگر شرماتی رہی کہ شاید میں پارس کے لیے اس کے جذبات کو پڑھ رہا ہوں۔ میں اس کے چور خیالات اور چور ارادے پڑھ رہا تھا۔ اس کا دل اور دماغ پارس کے لیے آئینے کی طرح صاف تھا۔ وہ ایک بار اس کے کردار پر شبہ کر کے پچھتا رہی تھی اور اس کے چور ارادے بتا رہے تھے کہ وہ کسی بھی آزمائشی موقع پر پارس کی خاطر اپنے ماں باپ کی جانی دشمن بن جائے گی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ میں کیا سوچ رہی ہوں! جس ماں نے مجھے پیدا کیا، جس باپ نے مجھے لاڈ پیار سے پالا۔ مجھے بچپن سے لے کر آج تک کسی چیز سے محروم نہیں رکھا، جوانی میں میرے لیے پارس جیسے جوان مرد کو اغوا کیا اور مجھے اس کی آغوش میں پہنچایا۔ میں انھی ماں باپ سے دشمنی کی بات سوچ رہی ہوں۔"

میں نے اسے مثبت اور منفی سوچوں کے درمیان الجھا دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنی موجودگی بھلا دی۔ وہ بولی "مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ یہ بات ایک موٹی سی عقل سے بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ دونوں پارس کو ہمیشہ کے لیے ہم دونوں بہنوں کا وفادار بنا کر رکھنے کی خاطر ہی ممی اور ڈیڈی اتنی مصیبتیں اٹھا رہے ہیں۔ یہ سچ ہے، اولاد جوانی میں اندھی ہو جاتی ہے۔ محبوب کے دماغ سے سوچتی ہے تو ماں باپ سمجھ میں نہیں آتے۔ محبوب کی آنکھوں سے دیکھتی ہے تو والدین کچرا نظر آتے ہیں۔ مجھے اپنی ممی اور ڈیڈی سے محبت ہے۔ میں ان کے سر جھکے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا "ابھی ان کے سر جھک گئے۔ اور میں ہوں کہ ان کے سر جھکانے والے کی دیوانی ہو رہی ہوں۔ آخر کیوں؟"

وہ کشمکش میں رہی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "ابھی میری ایک ذرا سی بھول پر پارس کے تیور بدل گئے۔ اس نے مجھے دھتکار دیا ہے۔ اس کا ساتھ دینے والی کمی نے مجھے مارا بھی ہے اور وہ تماشا دیکھتا رہا ہے۔ مجھے اور میرے خاندان کو یہ جس قدر ذلیل کر سکتا ہے، کرتا جا رہا ہے۔ جب ڈیڈی اسے تنویمی عمل کے ذریعے تابع دار بنا لیں گے تو پھر یہ کبھی ہمارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔ ہمیشہ میرے اشاروں پر چلے گا۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "ہاں پھر میرے والدین کے سر نہیں، دونوں پارس کے سر جھکے رہیں گے۔ خدا کرے، میرا پارس جزیرے سے نہ جائے اور میرے ڈیڈی جلد صحت یاب ہو جائیں۔ پھر وہ اس پر عمل کریں گے۔ اسے ہمیشہ کے لیے اپنا بنائے رکھنے کے لیے مجھے یہی دعا کرنا چاہیے۔"

میں نے پھر دوسرے پہلو سے خیالات پیدا کیے۔ "لیکن یہ تو یک طرفہ محبت ہوگی۔ یعنی محبت صرف میں کروں گی اور پارس کے دماغ میں تنویمی عمل کے ذریعے زبردستی محبت ٹھونسی جائے گی۔"

اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا "چلو جبری محبت ہی سہی۔ وہ کبھی مجھے چھوڑ کر اس جزیرے سے نہیں جائے گا۔ اب مجھے پارس پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

سلمان رازی کو خفیہ پناہ گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر، ایک اسسٹنٹ اور دو نرسوں کو اس کے پاس جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ اس کی انگلیوں کی ہڈیوں کو جوڑنے میں مصروف تھے۔ میں نے پارس سے کہا "یاسمینہ تمھیں بے شک چاہتی ہے لیکن اس کی رگوں میں سلمان رازی کا اقتدار پسند خون ہے۔ تمھیں چاہتے رہنے کے لیے تم پر قبضہ جمائے رکھنا چاہتی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو یہ ہر عورت کا حق ہے، وہ اپنے مرد پر صرف اپنا قبضہ دیکھنا چاہتی ہے لیکن تعویذ گنڈوں، جادو ٹونوں اور تنویمی عمل کے ذریعے مرد کے دل و دماغ کو اپنی طرف پھیرنا سراسر سازش ہے۔ جب کسی عمل سے کسی کی مردانگی کو زیر کر لیا جائے تو اس عورت کے پاس ایک مکمل مرد نہیں رہتا۔ صرف اس کی ضرورت پوری کرنے والا ایک آدمی رہ جاتا ہے۔"

"پاپا! ان کا پورا خاندان ناقابل اعتماد ہے۔ انھیں جب بھی موقع ملے گا، یہ ہمیں تابع دار بنا کر رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

میں نے کہا "انھیں تابع دار بنانے کے لیے تمھیں کچھ عرصہ یاسمینہ کے ساتھ رہنا ہوگا۔ تم، علی اور کمی ایک ساتھ

اس خفیہ پناہ گاہ میں نہیں رہو گے۔ میں نہیں چاہتا، کوئی مصیبت آئے تو تم سب ایک ساتھ اُس میں گرفتار ہو جاؤ۔ اس لیے تم کسی دوسری پناہ گاہ میں یاسمینہ کے ساتھ رہو گے۔ وہیں کمّی، خانم کی نگرانی کرے گی۔ علی یہاں سلمان رازی اور زرینہ کے ساتھ رہے گا۔"

"میں اور کمّی باری باری سوتے جاگتے خانم اور یاسمینہ کی نگرانی کر سکتے ہیں لیکن علی یہاں تنہا رہے گا۔"

"میں ابھی تم لوگوں کے لیے سچے وفادار تلاش کرتا ہوں۔ ابھی کمّی باہر جائے گی۔"

میں نے کمّی کے پاس آ کر کہا "ہمیں وفاداروں کی ضرورت ہے۔ ہم ابھی سے رازی کے سپاہیوں پر بھروسا نہیں کریں گے۔ تم نے دو نمبر کیمپ میں قیدیوں کو دیکھا ہے، وہ مظلوم ہیں، سلمان رازی سے نفرت کرتے ہیں وہی ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں۔"

وہ بولی "جب میں اے کلاس جیل میں جاتی تھی تو وہ مشقت کرنے والے اور ظلم سہنے والے قیدی مجھے حسرت سے دیکھتے تھے۔ مجھے یقین ہے، وہ ہمارے حمایتی بن جائیں گے۔"

"ان قیدیوں میں فریبی اور مکار بھی ہو سکتے ہیں۔ تم ابھی ہیلی کاپٹر میں جاؤ، وہاں ان سے باتیں کرو۔ میں تمھارے ذریعے ان کے اندر پہنچ کر وفاداروں کا انتخاب کروں گا۔"

وہ خانم کے پاس آ کر بولی "میں کیمپ نمبر دو میں جا رہی ہوں۔ اپنے سینئر افسر سے کہو، وہ میرے ساتھ رہے گا۔ میں جس قیدی کو چاہوں گی اسے قید خانے سے نکال کر مسلح کروں گی۔ وہ اس سلسلے میں میری مدد کرے گا۔"

خانم نے ایک سینئر افسر کو اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جانے کا حکم دیا۔ وہ دس منٹ میں وہاں پہنچ گئی۔ ایک ایک قیدی سے باتیں کرنے لگی۔ میں ہر ایک کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اس کی فطرت اور اس کے ارادوں کو سمجھ رہا تھا۔ کمّی اُن سے کہتی جا رہی تھی کہ جزیرے پر اب فرہاد علی تیمور کے بیٹوں کا قبضہ ہے۔ انھیں فوری طور پر وفاداروں کی ضرورت ہے۔ یہ سُن کر سب قیدی خود کو وفاداری کے لیے پیش کرتے تھے۔ اسی بہانے قید سے رہائی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہ سوچ کر خوش ہوتے تھے کہ رہائی کے ساتھ ہتھیار بھی ملیں گے۔ پھر ہیلی کاپٹر اور بڑی لانچوں میں بیٹھنے کا موقع ملے گا تو وہ کمّی اور دونوں پارس کو جُل دے کر جزیرے سے فرار ہو جائیں گے۔

میں نے ایسے مکاروں کو قید ہی رہنے دیا۔ تقریباً بیس ایسے قیدیوں کو رہائی دلائی جو اپنے حالات کے پیشِ نظر ذہانت اور سنجیدگی سے میرے بیٹوں کے وفادار رہنا چاہتے تھے۔ اُن میں سے بیشتر ایسے تھے جن کا دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ وہ جزیرے سے باہر نکلنے کے لیے بے چین نہیں تھے۔ بعض نئے وفادار میرے نام سے اور شخصیت سے متاثر تھے۔ انھوں نے سوچا، فرہاد صاحب پلک جھپکتے ہی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں، ہم اُن کے ذریعے اپنے بیوی بچوں کی خیریت معلوم کر سکتے ہیں، انھیں مالی امداد پہنچا سکتے ہیں۔ ہمیں دونوں پارس کی خدمت کرتے رہنے سے ذاتی اور گھریلو خوشحالی نصیب ہوگی۔

ہمارے متعلق ایسے خیالات رکھنے والے وفادار، دوسرے قیدیوں کو بھی یہی باتیں سمجھاتے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو باری باری مخاطب کیا۔ اُن کے ملکوں، شہروں اور گھروں کے پتے پوچھ کر نوٹ کیے اور انھیں یقین دلایا کہ میں چھ گھنٹے کے اندر تمام وفاداروں کی فیملی تک پہنچ کر ان کی خیریت معلوم کروں گا۔ ان میں سے ہر فیملی کو ماہانہ پانچ ہزار ڈالر ملتے رہیں گے۔ اس رقم کی ادائیگی آج ہی سے شروع ہوگی۔

ایک تو انھیں رہائی مل گئی تھی، دوسرے بیوی بچوں کو جانی اور مالی تحفظ حاصل ہو رہا تھا۔ ایسے میں وہ دونوں پارس کی خاطر اپنی گردنیں کٹانے کے لیے بھی تیار ہو گئے تھے۔ ان میں سے بارہ، فیملی والے تھے۔ ان کی وفاداری کبھی بدل نہیں سکتی تھی۔ اُن میں سے پانچ علی کے اور پانچ پارس کے خاص باڈی گارڈ بنائے گئے۔ باقی دو افراد کو ان کا کھانا تیار کرنے یعنی کچن کا کام سنبھالنے کا حکم دیا گیا کیوں کہ کسی اور کے ہاتھوں کا کھانا نقصان پہنچا سکتا تھا۔

علی اُس خفیہ پناہ گاہ میں زرینہ اور سلمان رازی کے ساتھ تھا۔ اس کے پانچ گارڈز باری باری ڈیوٹی پر رہتے تھے۔ انھیں اور ایک باورچی کو اندر آنے کی اجازت تھی۔ باقی نو وفادار پناہ گاہ کے باہر مسلح رہ کر پہرا دیتے تھے۔ زرینہ کو یقین تھا، وہ علی کے اس قدر قریب رہ کر اسے اپنی طرف مائل کر لے گی۔ باقی مائل کرنے میں جو کسر رہ جائے گی، وہ باپ صحت یاب ہونے کے بعد پوری کر لے گا۔ مگر علی، پتھر تھا۔ پتھر پر ایک حسین اور پُرشباب عورت آ کر بیٹھ جائے یا لیٹ جائے تو وہ پگھلتا نہیں ہے۔ وہ پتھر ہی رہتا ہے۔ زرینہ اُس پتھر سے ٹکرا کر مر سکتی تھی لیکن محبت نامی کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

پارس اپنے وفاداروں کے ساتھ یاسمینہ اور خانم کو لے کر دوسری پناہ گاہ میں آ گیا تھا۔ خانم کو ایک کمرے میں بند رکھا گیا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ دونوں بھائی جزیرے سے واپس نہیں جائیں گے۔ قیدیوں کو رہائی دلا کر مسلح کرنے کا مطلب یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ جزیرے پر رفتہ رفتہ چھا رہے ہیں۔

پارس نے صاف طور پر کہہ دیا تھا "تمھارے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے۔ سلمان رازی کے ہاتھوں پر پلاسٹر چڑھایا جا چکا ہے۔ دوسرے دن رازی اپنے تمام افسروں اور عہدیداروں کو پناہ گاہ کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دے گا، ان کے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرے گا اور اقتدار ہمیں منتقل کرنے کا فیصلہ سُنا کر گوشہ نشین ہو جائے گا۔"

خانم نے کہا "تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ضرور ہو مگر اقتدار حاصل کرنے کا خواب نہ دیکھو۔ اس معاملے میں ابھی بچے ہو۔ تم دونوں بھائیوں کو اور تمھارے باپ کو موجودہ کامیابی پر بہت زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ یہ عارضی کامیابی ہے۔ رازی کے اقتدار کا سورج کبھی غروب نہیں ہو سکتا۔ ہمارا اقتدار بحال کرانے کے لیے ایک طاقتور ملک کی فوج بہت جلد اس جزیرے میں اُترنے والی ہے۔"

وہ اُس طاقتور ملک کا نام نہیں لے رہی تھی۔ مگر ہم جانتے تھے، وہ آئندہ سُپر ماسٹر کے حملوں اور سیاسی سازشوں سے بچنے کے لیے ماسک مین سے امداد حاصل کر رہے ہیں۔ جزیرے میں ایک بڑی فوج کے اُترنے سے پہلے ہی ماسک مین کو وارننگ دے سکتا تھا کہ وہ میرے بیٹوں کے خلاف ایسا قدم نہ اُٹھائے لیکن وہ میری مخالفت سے بچنے کے لیے صاف جھوٹ بول دیتا کہ سلمان رازی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی طرح بھی اس کی مدد کر رہا ہے۔

سیاسی چالیں کچھ ایسی ہی ہوتی ہیں۔ سُپر پاور کہلانے والے شاذ و نادر ہی اپنی فوج کسی دوسرے ملک میں بھیجتے ہیں۔ وہ خود کو غیر جانب دار ثابت کرنے کے لیے اپنے زیرِ اثر رہنے والے چھوٹے ممالک کے فوجی جوانوں کو بھیجتے ہیں۔ ماسک مین میری خیال خوانی سے محفوظ رہنے کے لیے ایسی ہی چال چلنے والا تھا۔

میں نے آمر اور ڈینی دانیال سے کہا "میں دوسرے اہم معاملات میں مصروف ہوں۔ اپنے چند نئے وفاداروں کے نام اور پتے بتا رہا ہوں۔ ان وفاداروں کے فیملی ممبر مختلف ممالک میں رہتے ہیں۔ تم دونوں ان کے بیوی بچوں تک پہنچو، ان کی خیریت معلوم کرو اور ہر فیملی کو پانچ ہزار ڈالر ادا کر دو۔"

میں نے انھیں دو خاندانوں کے پتے نہیں بتلائے کیوں کہ ان دو وفاداروں کا خاندان استنبول میں تھا۔ میں براہِ راست ان سے ملاقات کر سکتا تھا۔ فی الحال میں ٹرانسفارمر مشین اور نقشوں کے سلسلے میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جب تک میرے بیٹے جزیرے میں قدم جمانے اور اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرنے میں مصروف ہیں، تب تک میں اپنے کچھ دلچسپ واقعات پیش کر رہا ہوں۔

ءءء

میں نے تھیلما کی نیند اڑا دی تھی۔ وہ دیوانی ہو کر کبھی بستر کے اِدھر آ رہی تھی کبھی اُدھر جا رہی تھی۔ جہاں اسے سونا چاہیے تھا، وہاں نوٹوں کی بے شمار گڈیاں جاگ رہی تھیں۔ نوٹ اتنے تھے کہ بستر کی چادر کہیں سے نظر نہیں آ رہی تھی، صرف سو ڈالر کے نوٹ ہی نوٹ نظر آ رہے تھے۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی دولت نہیں دیکھی تھی۔ وہ ایک ایک گڈی کو اٹھا کر کبھی سینے سے لگا رہی تھی،

کبھی آنکھوں سے لگا رہی تھی، کبھی چوم رہی تھی۔ یقین کر رہی تھی کہ یہ بے شمار دولت خواب میں نہیں حقیقت میں ملی ہے۔

میں نے کہا۔ "دیر نہ کرو۔ کوئی بھی آسکتا ہے، انھیں الماری میں چھپا دو۔"

اس نے مجھے چونک کر دیکھا۔ وہ خوشی میں بھول گئی تھی کہ دولت آتی ہے تو اس کے لٹ جانے کا دھڑکا شروع ہو جاتا ہے۔ اس نے جلدی سے الماری کھولی اور اس کا ایک بڑا سا خانہ خالی کیا۔ پھر نوٹوں کی گڈیوں کو سلیقے سے ایک پر ایک رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں صبح انھیں بینک میں جمع کر دوں؟"

"کل تمھارا مشیر آئے گا، وہی اس سلسلے میں معقول مشورے دے گا۔"

فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ تھیلما نے بیزار ہو کر کہا۔ "پتا نہیں کون عورت ہے، فرہاد علی تیمور کو پوچھ رہی ہے۔ بھلا میرے گھر میں کوئی فرہاد کہاں سے آئے گا۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو، رات کے تین بج رہے ہیں۔ کسی کی نیند خراب کرنے سے پہلے گھڑی دیکھ لینا چاہیے۔"

جولی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں خوب جانتی ہوں، میری نیند اڑانے والے کو میری بددعا لگی ہے۔ اے سنگ دل! تو بھی کروٹیں بدل رہا ہے۔"

"تم رانگ نمبر پر بول رہی ہو۔"

"میں ریسیور رکھتی ہوں، تم دماغ کے صحیح نمبر پر آجاؤ۔"

"یہ دماغ کا صحیح نمبر کیا ہوتا ہے؟ کیا تم نیند میں بول رہی ہو؟ پلیز، مجھے سونے دو، بڑی مہربانی ہوگی۔"

"ریسیور رکھنے سے پہلے یہ یقین کر لینا کہ جب تک مجھ سے چھپنا چاہو گے، میں تمھیں سونے نہیں دوں گی۔ بڑی آرزوؤں، بڑی دعاؤں اور بڑے انتظار کے بعد ملے ہو۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ تھیلما تمام گڈیاں رکھنے کے بعد الماری بند کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "آخر یہ کون ہے؟ بار بار فون پر پریشان کر رہی ہے۔"

"میں نے ریسیور ہٹا کر رکھ دیا ہے، تم آرام سے سو جاؤ۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔" میں کمرے سے باہر آیا۔ اسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ دروازہ اندر سے بند کر لے۔ دولت خود ہی محتاط بنا دیتی ہے۔ میں بنگلے کے بیرونی دروازے کے پاس آیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ میں نے اندر کا لاک لگوا دیا۔ اب کوئی بھی باہر سے دروازہ کھول کر آسکتا تھا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آکر لیٹ گیا۔ آج تھیلما نیند کی گولیاں کھا لیتی تب بھی اسے نیند نہ آتی۔ اس میں ایک دولت مند کی بے چینی، فکر اور پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے دوسری صبح نو بجے تک کے لیے سلا دیا۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد بنگلے کا بیرونی دروازہ آہستگی سے کھلا۔ جولی دبے قدموں اندر آئی۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ وہ مجھے سونے نہیں دے گی۔ لہٰذا میری نیند اڑانے آگئی تھی۔ میں نے تمام بنگلے کی روشنیاں بجھا دی تھیں۔ وہ پنسل ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا، وہ بھٹکتی ہوئی تھیلما کے دروازے پر جائے، اس لیے میں اس کے دماغ کی راہنمائی اپنی خواب گاہ کی طرف کر رہا تھا۔

وہ میرے دروازے تک آئی پھر ٹھٹک گئی۔ اسے اپنے پیچھے آہٹ سی سنائی دی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ڈرائنگ روم میں ایک ٹارچ کی روشنی جھلملا رہی تھی۔ وہ چپ چاپ ادھر گئی۔ اسے تین سائے نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ وہ تینوں ڈرائنگ روم سے گزرتے ہوئے آرہے تھے۔ جولی نے آہستگی سے چبھتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ٹارچ کی روشنی میری طرف نہ کرنا۔ ورنہ گولی چلا دوں گی۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ ٹارچ بجھ گئی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو؟"

ٹام مورس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یہی سوال میں کروں گا، تم کون ہو؟"

"میں اس گھر کی مالک ہوں۔"

"جھوٹ کہہ رہی ہو۔ میں پچیس برس سے تھیلما کی آواز اندھیرے میں پہچانتا آرہا ہوں۔ آج اس کی زندگی کی یہ آخری رات ہے۔ تم چوری کی نیت سے آئی ہو تو چلی جاؤ۔ یہاں تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔"

میں نے اتنی دیر میں معلوم کر لیا۔ ٹام مورس انتہائی خطرناک غنڈوں کے ساتھ آیا تھا۔ غنڈوں کا دعویٰ تھا کہ وہ کئی قتل کر چکے ہیں۔ ٹام تھیلما کو قتل کرانے کے بعد مجھے اس واردات میں پھنسانے آیا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اچانک ان میں سے ایک نے گولی چلائی۔ جولی کے حلق سے چیخ نکلی۔ ٹام مجھے کسی کے بھی قتل کے الزام میں پھانسنا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے تھیلما نہیں جولی آئی۔ اس کے غنڈے نے جولی کو ہی گولی مار دی، پھر وہاں سے بھاگنے لگے۔ بنگلے کے احاطے کے باہر ان کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ اسے اسٹارٹ کیا، پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگے۔ میں انھیں چھوڑنے والا نہیں تھا مگر فی الحال چھوڑ دیا کیوں کہ جولی کو سنبھالنا ضروری تھا۔ میں نے مین سوئچ کو آن کیا۔ پورے بنگلے کے اندر اور باہر روشنی ہو گئی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے جہاں گرتے ہوئے دیکھا تھا، تیزی سے وہاں پہنچا مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ میں پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ہاتھ میں پستول لیے ان کے پیچھے دوڑتی ہوئی گئی تھی۔ بڑی جی دار تھی، گولی لگنے کے باوجود ان کا تعاقب کر رہی تھی مگر رفتار سست تھی اس لیے وہ تینوں فرار ہو گئے۔ وہ بھی اپنی کار میں آئی تھی، ان کا تعاقب کر سکتی تھی لیکن مجھ سے ملنے کی شدید خواہش اسے یہاں لائی تھی۔ وہ مجھے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے اپنے زخم کو دیکھ رہی تھی۔ گولی دائیں پسلیوں کے قریب ذرا سے گوشت اور کھال کو ادھیڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔۔۔ بلاؤز کا وہ حصہ خون سے تر ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم بہت ضدی ہو، آخر مجھ سے ملنے چلی آئیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "جان چلی جاتی تو تمھیں میری چاہت کا اندازہ ہوتا۔"

"صرف اندازہ نہیں، یقین ہو گیا ہے۔ آؤ میں مرہم پٹی کر دوں گا۔"

میں نے اسے سہارا دیا۔ وہ اپنی آواز میں جان بوجھ کر کمزوری پیدا کرتے ہوئے بولی۔ "میں اپنے پیروں سے چل نہیں سکوں گی۔"

"میں جانتا ہوں، تم اس حالت میں بھی دشمنوں کے پیچھے دوڑ کر جا سکتی تھیں۔ ان تینوں کو بے موت مار سکتی تھیں۔ مگر جس کی خاطر زخم کھا چکی ہو، وہ تمھیں آرام سے لے جائے گا۔"

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں میرے سینے پر بجنے لگیں۔ اس کے منہ سے آہ نکلی، میں سمجھا، زخم سے ٹیس اٹھی ہے۔ اس نے کہا۔ "ہائے! قیامت کا انتظار ختم ہوا۔ آج میں تمھارے بازوؤں میں مر جاؤں گی۔"

میں اسے مرہم پٹی کے لیے اٹھا کر خواب گاہ میں لے جا رہا تھا۔ اس کے بدن کی زرخیزی اپنا تعارف پیش کر رہی تھی۔ ٹام مورس دشمنی کرنے آیا تھا مگر اس کی نرم و گرم دوستانہ قربت دے کر چلا گیا تھا۔ وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، مگر بدن کی شادابی سے نکلنے والی آنچ پوچھ رہی تھی، 'کہاں بچ کے جاؤ گے؟'

میں اسے بستر پر لٹا کر فرسٹ ایڈ باکس لینے گیا۔ جب واپس آیا تو دل کی دھڑکنیں وحشت ناک ہو گئیں۔ دشمن کی گولی نے عجیب تماشا دکھایا۔ زخم ایسی جگہ آیا تھا کہ پٹی باندھنے کے لیے بلاؤز کو الگ کرنا ضروری تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کیسے لہو صاف کیا، کس طرح مرہم لگایا اور کیسے ہانپتے کانپتے پٹی باندھی۔

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے گھڑی دیکھی، چار بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ وہ بولی۔ "کیا تم خیال خوانی کے ذریعے آنے والوں کو لوٹا نہیں سکتے؟"

"جب تک میں کسی آنے والے کی آواز نہیں سنوں گا، اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔"

"میں یہاں تک پہنچنے کے بعد تمھیں اور کہیں پہنچنے نہیں دوں گی۔ ذرا سمجھنے کی کوشش کرو، ایسے بے وقت کون آسکتا ہے۔ کوئی رشتے دار یا بے تکلف دوست، یا پھر کوئی دشمن ہی ہو گا۔"

اس کی بات سنتے ہی میں نے ٹام مورس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ کم بخت وہی تھا۔ پولیس والوں کو ساتھ لایا تھا، تاکہ جسے گولی ماری گئی ہے، میں اس کی لاش کہیں چھپا نہ دوں۔ میں نے کہا۔ "جولی! میں جسمانی طور پر تمھارے پاس رہوں گا لیکن تھوڑی دیر تک دماغی طور پر غائب رہوں گا۔"

میں نے ٹام کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ بے اختیار قہقہہ لگانے لگا۔ پولیس انسپکٹر دوسری بار کال بیل کا بٹن دبانے جا رہا تھا۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیوں ہنس رہے ہو؟ کیا پاگل ہو گئے ہو؟"

ٹام اچھل کر پیچھے گیا۔ پھر جیب سے ریوالور نکال کر بولا۔ "پاگل ہو گا تمھارا باپ۔ کس گدھے نے تمھیں انسپکٹر بنایا ہے۔ میں صبح چار بجے قتل کی رپورٹ دینے آیا اور

تم اپنے سپاہیوں کے ساتھ دوڑے چلے آئے۔ ارے قتل اس بنگلے میں نہیں ہوا ہے۔ میرے آگے آگے احاطے سے باہر چلو، میں ابھی بتاتا ہوں قتل کیسے ہونا چاہیے اور کہاں ہونا چاہیے؟"

انسپکٹر آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ اپنے ہولسٹر کی طرف لے جا رہا تھا۔ ٹام نے للکار کر کہا "خبردار! ذرا بھی چالاکی دکھاؤ گے تو گولی مار دوں گا۔ فوراً یہاں سے چلو۔"

وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر ہمارے احاطے سے باہر گیا۔ ٹام انھیں اسی حالت میں ذرا دُور مین روڈ پر لے آیا۔ پھر اس نے کہا "قتل یہاں ہونا چاہیے اور ایسے ہونا چاہیے۔"

میں نے اس کے ذریعے ایک سپاہی کی ٹانگ پر گولی ماری پھر وہ اُچھل اُچھل کر قہقہے لگانے لگا۔ انسپکٹر نے ریوالور نکال کر کہا "اپنا ریوالور پھینک دو، ورنہ..."

ٹام نے پلٹ کر اس کے بائیں بازو میں گولی ماری، وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ اپنی سلامتی کے لیے مجرم پر گولی چلانا لازمی ہوگیا تھا۔ میں نے انسپکٹر کے دماغ میں پہنچ کر ٹام کو گولی مار دی۔ ہمیشہ کے لیے اس کا قصہ تمام کر دیا۔ جُولی نے مجھے مسکراتے دیکھ کر پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے کہا "اب کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔"

وہ خوش ہوگئی۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ کون آیا تھا؟ اور اس سے پہلے آنے والوں نے اسے گولی کیوں ماری تھی؟ اسے کچھ پوچھنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ زیادہ سے زیادہ مسرتیں سمیٹنے میں مصروف ہوگئی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ صبح کے سات بج رہے تھے۔ میں نے کہا "پچھلی رات تمھیں اغوا کیا گیا تھا۔ میں نے تمھیں بخیریت تمھارے بھائی کے پاس پہنچا دیا تھا۔ کیا اب تمھارا بھائی پریشان نہیں ہوگا؟ کیا وہ تمھیں تلاش نہیں کرے گا؟"

"میں اپنے بیڈ روم میں ایک پرچی چھوڑ آئی ہوں، وہ اسے پڑھ کر مطمئن ہو جائے گا۔"

"میں نے تھیلما کے دماغ کو صبح نو بجے تک سونے کی ہدایات دی ہیں۔ تم کہو تو میں اس کی نیند کا وقت بڑھا دوں گا۔"

"نہیں، بے چاری کو وقت پر جاگنے دو، اب میں جاؤں گی۔"

وہ جانے سے پہلے اپنی محبت میں دیوانگی کا ثبوت دیتی رہی، وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر جانا ضروری تھا۔ میں نے کہا "ایسی بھی کیا بے قراری ہے، یہ ہماری پہلی ملاقات ہے، آخری تو نہیں ہے۔"

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ہر خوشی آخری خوشی ہوتی ہے، وصال کا ہر لمحہ آخری ہوتا ہے۔"

اس وقت یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی، میں حسن و شباب کی رنگینیوں میں زیادہ گہری باتیں سمجھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ پتا نہیں وہ کوئی غیر معمولی حسینہ تھی جو مجھے اپنی ذات میں گم کر رہی تھی یا ایک طویل مدت کے بعد توبہ توڑنے کی وجہ سے اس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اس نے صبح چار بجے سے آٹھ بجے تک مجھے ساری دنیا سے چھڑا دیا تھا۔ میرے کانوں میں صرف اس کی رس بھری آواز تھی، میری نگاہوں کے سامنے صرف اسی کا جلوہ رہا۔ جب وہ رخصت ہونے لگی تو مجھے جیسے ہوش آیا۔ میں نے اعتراف کیا "تم بہت زبردست فنکارہ ہو، تم نے اپنی دلفریب اداؤں میں مجھے گم کر رکھا تھا۔ میں تمھیں بھلا نہیں سکوں گا۔ آج رات تم جہاں کہیں رہو گی، میں خیال خوانی کی ہتھیلی پر تمھیں بٹھا کر لے آؤں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بڑے پیار سے رخصت ہوگئی۔ میں نے بنگلے کے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ تمام بتیاں ابھی تک آن تھیں، میں نے آف کر دیں۔ تھیلما کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی، کوئی چالیس منٹ کے بعد بیدار ہونے والی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ بیدار ہونے کے بعد میری نیند میں مداخلت نہ کرے۔ میں خود ہی اپنے وقت پر بیدار ہو جاؤں گا۔

میں نے دونوں بیٹوں کی خبر لی۔ ان کے ساتھ آدھے گھنٹے تک مصروف رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر نیند پوری کرنا چاہتا تھا کہ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

جُولی نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا "میں نے کہا تھا نا وصال کا ہر لمحہ آخری لمحہ ہوتا ہے۔ میں وہ آخری لمحہ گزار آئی ہوں، تم آئندہ مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، اُسے تم سمجھ نہیں پاؤ گے۔"

"ریسیور رکھو، میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"

"تم میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

وہ اچانک پُراسرار بن رہی تھی۔ میں کئی بار اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اب کوئی نئی بات کیسے ہوسکتی تھی۔ میں نے آزمائش کے طور پر خیال خوانی کی پرواز کی، اس کے دماغ میں جگہ مل گئی، اس نے دعویٰ کیا تھا، میں اس کے اندر نہیں آسکوں گا۔ اس لیے میں خاموشی سے اس کے خیالات پڑھنے لگا کہ اس نے آخر ایسا کیوں کہا تھا؟

وہ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کر رہی تھی اور میرے متعلق سوچ رہی تھی، "مجھے پورا یقین ہے کہ مجھے دشمنوں کے نرغے سے نکال لانے والا فرہاد علی تیمور ہی ہے، کل رات مجھے موقع نہیں مل سکا، میں ابھی ناشتا کر کے اس سے ضرور ملنے جاؤں گی۔"

میں شدید حیرانی سے اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ صبح چار بجے سے آٹھ بجے تک میرے پاس نہیں تھی، یعنی اس نے جسمانی طور پر ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ٹیلیفون کا ریسیور میرے کان سے لگا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "اچھا تو تم نے خیال خوانی کی اور جُولی کے دماغ میں پہنچ گئے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔"

"میں پھر پوچھ رہا ہوں، تم کون ہو؟"

"میں ایک بدنصیب لڑکی ہوں۔ میری عمر صرف چھ گھنٹے کی تھی، جس میں سے چار گھنٹے تمھارے ساتھ گزارے، اب میری چند سانسیں رہ گئی ہیں، میرے آس پاس میری جان کے دشمن موجود ہیں، ایک ریوالور کا رُخ میری طرف ہے، میں جا رہی ہوں میرے محبوب!"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟ اچانک معمّا کیوں بن گئی ہو؟ اگر یہ درست ہے کہ تمھارے آس پاس دشمن موجود ہیں تو مجھے دماغ میں آنے دو، جُولی کے لہجے میں نہ بولو، اپنی اصلی آواز سناؤ، میں تمھیں مرنے نہیں دوں گا۔"

"مجھے افسوس ہے فرہاد! میں نے تمھارے ساتھ تنہائی میں مسرت بھرے لمحات گزارنے کے لیے اپنی جان کا سودا کیا تھا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو چند ساعتوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ مجھے معاف کرنا میرے محبوب! میں جا رہی..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی، اٹھائیس سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی، اس کے ساتھ ہی اُس پُراسرار حسینہ کی آخری چیخ ریسیور سے اُبھری، میں نے چیخ کر کہا "نادان نہ بنو، اگر زخمی ہوئی ہو تو اب بھی اپنی اصل آواز سناؤ، میں تمھاری جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ بولو، تم کون ہو؟"

اچانک رابطہ ختم ہوگیا۔ دوسری طرف سے یقیناً وہاں ٹیلیفون کا تار الگ کیا گیا ہوگا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح ریسیور تھامے گم صم سوچتا رہا، یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ کون تھی، جو چند گھنٹوں کے لیے میرے پاس آئی پھر خود کو دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ میں اس کے متعلق جتنا سوچتا جا رہا تھا، اتنا ہی اُلجھتا جا رہا تھا۔

پھر میں ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ وہ کہہ رہی تھی، اس نے میری چاہت میں میرے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے زندگی کا سودا کسی سے کیا تھا۔ وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ آخری وقت اس کے پاس کئی دشمن تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ میرے دشمن تھے، انھوں نے اس حسینہ کے ذریعے یہ تصدیق کی تھی کہ میں ہی فرہاد علی تیمور ہوں، تصدیق کرنے کے بعد وہ مجھے گھیرنے والے تھے یا اب تک گھیر چکے تھے، پتا نہیں کیوں ابھی تک خاموش تھے؟ نہ مجھ پر حملہ کر رہے تھے، نہ مجھے چیلنج کر رہے تھے، کیا وہ میرے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے؟

میں خواب گاہ سے باہر آیا۔ ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا کر دیکھا، احاطے کے مین گیٹ کے پاس دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں، اُن میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، میں نے پردے کو برابر کیا پھر تیزی سے چلتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ اس زینے پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچا، وہاں سے چاروں طرف دیکھا، بنگلے کے چاروں طرف گاڑیاں ہی گاڑیاں کھڑی دکھائی دے رہی تھیں۔ اُن میں مسلح اجنبی نظر آ رہے تھے۔ تھیلما کا وہ بنگلا سانپ کا بِل بن گیا تھا۔ اُن کے آگ دکھانے کی دیر تھی، میں سانپ کی طرح مجبور ہو کر اس بِل سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جاتا۔

میں زینے سے اُتر کر نیچے آیا۔ تھیلما بیدار ہوگئی تھی، اپنی خواب گاہ سے باہر آ رہی تھی، مجھے دیکھ کر خوشی سے کچھ کہنا چاہتی تھی، گولی چلنے کی آواز پر سہم کر دوڑتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ باہر سے فائرنگ کر کے مین دروازے کے لاک کو توڑا گیا تھا۔ چار مسلح شخص دندناتے ہوئے اندر آئے پھر مجھے دیکھ کر رُک گئے، ایک نے میری طرف انگلی اٹھا کر کہا "ہمیں ملنے والی اطلاع کے

مطابق اس بنگلے میں ایک ہی مرد ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

تھیلما نے کہا "یہ اونیل ہے۔ اونیل مورس۔ تم لوگ کون ہو؟"

"اے عورت! چپ رہ۔ اب بولے گی تو ریوالور کی ایک گولی تجھے خاموش کر دے گی۔"

میں نے کہا "تھیلما! میری اصلیت یہی ہے جو یہ بیان کر رہا ہے۔ میں اونیل نہیں فرہاد علی تیمور ہوں۔ اب ہمارے درمیان کچھ نہ بولنا۔"

اُس شخص نے کہا "چلو اچھا ہوا، تم نے خود ہی اپنے فرہاد ہونے کا اعتراف کر لیا۔ میرا خیال ہے، پہلے تم ہمارے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوششیں کر لو، اس کے بعد ہم اپنی بات کریں گے۔"

ایک تو اپنی آواز سنا رہا تھا۔ باقی تینوں بھی اپنی آواز سنانے لگے۔ میں نے کہا "میں خیال خوانی ضروری نہیں سمجھتا، کام کی بات کرو۔"

"جلدی کیا ہے؟ تم ہمارے دماغوں میں نہیں آنا چاہتے، نہ آؤ مگر خیال خوانی کے ذریعے اپنے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کو بلا لو۔ اپنے بچاؤ کے جتنے ذرائع استعمال کر سکتے ہو کر لو۔ ہم چاہتے ہیں تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہے۔"

میں نے کہا "تمہارا یہ چیلنج بتا رہا ہے کہ آج میری کوئی احتیاطی تدبیر کام نہیں آئے گی۔ اتنی سی عقل مجھ میں بھی ہے۔ تمہارے آدمیوں نے اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اگر میرے آدمی یا قانون کے محافظ ان کا محاصرہ توڑنا چاہیں گے یا میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی کسی طرح تم لوگوں کو ٹریپ کرنا چاہیں گے تو تم میں سے کوئی بھی مجھے فوراً گولی مار دے گا۔"

"کافی سمجھ دار ہو۔"

"ہاں میں نے سمجھ داری کا ثبوت دیا ہے، اب بتاؤ ارادہ کیا ہے؟"

"سپر ماسٹر تمہیں اپنا خاص مہمان بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔"

"تمہارا یہ نیا سپر ماسٹر کچھ زیادہ ہی دلیر ہے۔ اب سے پہلے جتنے بھی سابق سپر ماسٹر اور ماسک مین آئے، وہ مجھ سے ٹکراتے وقت اپنا نام اور اپنی شخصیت چھپاتے تھے تاکہ ان کے ملک اور قوم پر ٹیلی پیتھی کی آفت نازل نہ ہو۔"

"موجودہ سپر ماسٹر فولادی دماغ رکھتا ہے۔ وہ تمہاری ٹیلی پیتھی کے شعلوں سے کبھی نہیں پگھلے گا۔ اُس کا پیغام ہے، دشمنی ابھی شروع ہوئی ہے، ابھی ختم ہو جائے گی۔ بس ایک شرط ہے، اپنے دونوں بیٹوں سے کہو، وہ دو گھنٹے کے اندر اس جزیرے کو چھوڑ دیں کیوں کہ سپر ماسٹر نے ان دونوں کو اغوا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ وہ جزیرہ ہمارا ہے اور ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اسے سلمان رازی سے خالی کرا لیں گے۔"

"مجھے اور میرے بیٹوں کو اس جزیرے سے بس اتنی ہی دلچسپی ہے کہ آئندہ وہاں دہشت گرد تیار نہ کیے جائیں۔ میں اس سلسلے میں خود تمہارے سپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں، تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔"

"نہیں مسٹر فرہاد! ہمارا سپر ماسٹر تم سے براہِ راست گفتگو نہیں کرے گا اور نائب سپر ماسٹر کو موجودہ معاملات کے اس نئے رُخ کا علم نہیں ہے۔ تم جو گفتگو کرنا چاہو گے، مجھ سے کرو گے۔ میرا نام ہرمین گیبل ہے۔ سپر ماسٹر کے خاص معاملات میرے ذریعے رازداری سے طے کیے جاتے ہیں۔"

میں نے اسے ناگواری سے دیکھا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کیا اور کہا "میں موجودہ سپر ماسٹر سے بات کروں گا۔"

وہ کمپیوٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ ہرمین گیبل نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا "اے مسٹر! کیا منع کرنے کے باوجود تم ادھر سے رابطہ قائم کر رہے ہو؟"

اسی وقت رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے پوچھا "کیا ہرمین گیبل نامی شخص کے ذریعے تم مجھے ٹریپ کر رہے ہو؟"

کمپیوٹر کی اسکرین پر جواب اُبھرا "کون ہرمین گیبل؟ میں اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتا۔ آخر معاملہ کیا ہے؟ تمہاری باتوں سے پتا چل رہا ہے کہ وہ میرے نام کی آڑ لے کر تمہیں ٹریپ کر رہا ہے۔ اگر تم کسی طرح بے بس ہو گئے ہو تو مجھے فوراً بتاؤ، میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟"

میں نے کہا "میں ابھی تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے آرمر کو مخاطب کیا، اسی لمحے شدید تکلیف کا احساس ہوا۔ ہرمین نے فائر کیا۔ ایک گولی میرے بائیں بازو کو چھید کر گزر گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "تمہاری خاموشی بتا رہی تھی کہ تم سپر ماسٹر کو زحمت دے رہے ہو مگر اب نہیں دے سکو گے۔ میں تمہاری قوتِ برداشت کا اندازہ کر رہا ہوں۔ اگر تم ایک گولی کھا کر بے ہوش نہ ہوئے تو ہم ایک انجکشن کے ذریعے تمہیں گہری نیند سلا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

گولی بازو میں رہ جاتی تو ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی۔ وہ زخم پہنچا کر گزر گئی تھی۔ میں زخم سے اٹھنے والی ٹیسوں کو برداشت کر رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ دشمنوں کے چنگل سے نکل نہیں پاؤں گا۔ فوری طور پر ماسک مین کی چال سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ سپر ماسٹر کے کاندھے پر بندوق رکھ کر جزیرہ خالی کرانا چاہتا تھا۔ میرے الزام دینے پر وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گا کہ وہ سلمان رازی کی مدد کرنے اور میرے بیٹوں کو جزیرے سے نکالنے کے لیے مجھے قیدی بنا رہا ہے۔

اور اگر یہ ماسک مین کی چال ہے تو سپر ماسٹر خاموش تماشائی نہیں ہو گا۔ وہ بھی اپنے جزیرے کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوئی گہری چال چل رہا ہو گا۔ بہرحال دو سپر طاقتوں کے درمیان ہم باپ بیٹے بُری طرح پسنے والے تھے۔

میرے بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ تھیلما اپنی میکسی کے دامن کو چیر کر بازو پر پٹی باندھنے اور خون کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی ـــــ پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تم میرے ساتھ رہنے کی سزا پا رہے ہو؟ تم اونیل ہو یا فرہاد، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم ایک عظیم انسان ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، میں تمہارے کس طرح کام آؤں۔ اب گولی چلے گی تو ڈھال بن جاؤں گی۔"

وہ مجھ سے ڈھال بن کر لپٹ گئی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے ہٹا کر کہا "میں نہیں چاہتا، یہ لوگ تمہارے ساتھ بدتمیزی کریں۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد ہی باہر نکلنا۔ تم میرے لیے کچھ کرنا ہی چاہتی ہو تو فوراً میرے مشورے پر عمل کرو۔"

"کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ مگر جلد ہی واپس آؤں گا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "تم جو کہتے ہو، وہی کرتے ہو۔ مجھے یقین ہے، تم واپس آؤ گے۔"

وہ چلی گئی۔ ہرمین نے کہا "مسٹر فرہاد! تم بہت سخت جان ہو۔ میرے ریوالور کی ایک گولی نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ تمہیں نیند کا انجکشن لگانا ہی ہو گا۔"

میں زخمی ہونے کے باعث تکلیف میں مبتلا تھا۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ گولی لگنے سے پہلے ہی میں نے آرمر کو مخاطب کیا تھا۔ وہ میرے دماغ میں آ گیا تھا۔ مجھے دشمنوں کے نرغے میں دیکھ کر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ میری مدد کیسے کرے؟ وہ بہت ہی سیدھا سادہ اور امن پسند آدمی تھا۔ اس نے رسونتی کو بلایا، وہ مجھے مصیبت میں دیکھ کر رو سکتی تھی، دشمنوں کو رُلانے کی تدبیر نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے ناگواری سے کہا۔ "وقت ضائع نہ کرو۔ ڈینی دانیال کو بلاؤ۔"

وہ گئی اور دانیال کو بُلا کر لے آئی۔ اس وقت تھیلما میرے پاس سے اُٹھ کر جا رہی تھی اور ہرمین گیبل اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا "انجکشن تیار کرو۔ ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

میں نے دانیال سے کہا "یہ شخص جو انجکشن لگانے کی بات کر رہا ہے، اس کا نام ہرمین ہے۔ خود کو سپر ماسٹر کا خاص ماتحت کہہ رہا تھا۔ ابھی سپر ماسٹر نے کہا ہے کہ وہ کسی ہرمین کے ذریعے مجھے قیدی نہیں بنا رہا ہے۔ اس انکار کے بعد ایک ماسک مین ہی ایسا ہے جو مجھے قیدی بنانے کی جرأت کر سکتا ہے۔"

ڈینی دانیال نے کہا "ذرا ایک منٹ، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تھیلما کے پاس گیا۔ تھیلما اپنے بیڈ روم میں پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔ اس نے دماغ میں رہ کر معلوم کیا۔ اس کے پاس ریوالور وغیرہ ہے یا نہیں؟ پھر اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر الماری کے پاس لے گیا۔ تھیلما نے الماری کو کھولا، اس کے ایک حصے میں نوٹوں کی گڈیاں ہی گڈیاں نظر آ رہی تھیں، ان گڈیوں کے اوپر ایک بھرا ہوا ریوالور رکھا ہوا تھا۔ وہ ریوالور لے کر کھڑکی کے پاس آئی، پردے کو ذرا سا سرکا کر دیکھا۔ ہرمین اپنے تین ماتحتوں کے ساتھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہرمین کے دائیں بازو کا نشانہ لیا، پھر ٹرائیگر دبا دیا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی ہرمین کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی بازو کے بجائے سینے میں پیوست ہو گئی تھی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا تھا۔

ڈینی دانیال چاہتا تھا، اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جائے اور اس کے ذریعے تمام ماتحتوں کو کنٹرول کرے لیکن وہ دَم توڑ رہا تھا۔ اس نے اس کے ڈوبتے ہوئے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے لیکن اسی لمحے میں اس نے دَم توڑ دیا۔ اس کے دو ماتحت دوڑتے ہوئے تھیلما کے کمرے کی طرف آ رہے تھے۔ دانیال نے پھر تھیلما کے دماغ پر قبضہ جما کر ریوالور سے فائر کرایا۔ ایک گولی ضائع

ہوگئی۔ آنے والوں میں سے ایک دیوار کی آڑ میں ہوگیا تھا اُور دوسرا صوفے کے پیچھے کُود کر جا رہا تھا، دوسری گولی نے اُسے گرا دیا۔ تھیلما اس کھڑکی سے ہٹ گئی۔ وہاں سے دوڑتی ہوئی دوسرے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھول کر ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی پھر بنگلے کے مختلف حصّوں سے گزرتی ہوئی ڈرائنگ روم کی ایک کھڑکی کے پاس پہنچی۔ اب دو دشمن رہ گئے تھے۔ ایک اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ دوسرا میرے سامنے کھڑا اس کے بیڈ روم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں تمھیں وارننگ دے رہا ہوں، میرے دس گننے تک ہتھیار پھینک کر سامنے آجاؤ، ورنہ فرہاد کو گولی مار دوں گا۔"

وہ گننے کے لیے ایک بھی نہ کہہ سکا۔ ایک گولی اس کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئے گزری۔ ریوالور قالین پر گرا تو میں نے اُسے اٹھا لیا۔ آرمر نے میرے دماغ میں آکر کہا۔ "کسی طرح چند منٹ اور انھیں الجھائے رکھو۔ میں نے استنبول کی انتظامیہ کو چیلنج کیا ہے کہ اگر تمھاری جان کو کچھ ہوا تو پورے شہر میں ٹیلی پیتھی کا زلزلہ آجائے گا۔ کافی تعداد میں پولیس فورس یہاں پہنچ رہی ہے۔"

میں نے کہا۔ "اِس زخمی کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرو کہ یہ لوگ کس کے لیے کام کر رہے ہیں؟"

میری بات ختم ہوتے ہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ تھیلما کی چیخ سنائی دی۔ میں صوفے پر سے لڑھک کر قالین پر آیا۔ اگر ذرا بھی دیر کرتا تو صوفے کی پشت میں پیوست ہونے والی گولی مجھے چاٹ جاتی۔ میں نے کروٹ بدل کر فائر کیا۔ وہ چوتھا اور آخری شخص تڑپ کر اُچھلا پھر فرش پر پہنچ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں اٹھ کر تھیلما کی طرف آیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "میرے پاؤں میں گولی لگی ہے سمجھ میں نہیں آتا، مجھ میں اچانک اتنی دلیری کیسے پیدا ہوگئی۔ میں نے پہلے کبھی ریوالور نہیں پکڑا۔ آج میں نے ایک کو زخمی کیا اور دو کو مار ڈالا۔"

ڈپٹی دانیال نے کہا۔ "فرہاد صاحب! میں تھیلما کے ذریعے ہرمین کو صرف زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن تھیلما اناڑی ہے اور میرا نشانہ بھی کوئی خاص نہیں ہے۔ وہ کمبخت ہمارے اناڑی پن سے مر گیا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع نہیں ملا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

آرمر نے کہا۔ "فرہاد! یہ زخمی کرائے کا ٹٹو ہے۔ اِن سب کو ہرمین بڑی بڑی رقمیں دے کر لایا تھا۔ یہ لوگ کسی سُپر ماسٹر یا ماسک مین کو نہیں جانتے۔"

دانیال نے کہا۔ "جو لوگ اس بنگلے کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں، ان میں سے شاید کوئی اصل دشمن کا نام بتا سکے۔"

میں ان باتوں کے دوران فرسٹ ایڈ بکس لاکر تھیلما کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ اسی وقت باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ میں نے مردہ دشمنوں کے ہتھیار اٹھائے پھر تھیلما کو کاندھے پر لاد کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پر جانے لگا۔ باہر سے شیلنگ ہو رہی تھی۔ آنسو گیس کے گولے کھڑکیوں کے شیشے توڑ کر اندر آ رہے تھے۔ دشمن چاہتے تھے کہ میں مجبور ہو کر باہر نکل آؤں۔ میں چھت پر پہنچتے ہی تھیلما کے ساتھ لیٹ گیا۔ حملہ کرنے والے ہمیں دیکھ لیتے تو چھت پر شیلنگ شروع کر دیتے۔ وہاں ہم کھلی فضا میں سانس لے رہے تھے۔

باہر زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ آرمر نے آکر بتایا، استنبول کی پولیس فورس پہنچ گئی ہے۔ دشمن مر رہے ہیں یا پھر فرار کا راستہ پاکر بھاگ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد فائرنگ بند ہوگئی، سنّاٹا چھا گیا۔ چند لمحوں کے بعد ایک پولیس افسر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم اندر آ رہے ہیں۔"

میں نے چھت پر کھڑے ہو کر دیکھا، میدان دشمنوں سے صاف ہو چکا تھا۔ صرف مسلح سپاہی نظر آ رہے تھے۔ ہم چھت سے اُتر کر ڈرائنگ روم میں آگئے۔ پولیس افسر آرمر کی ہدایت کے مطابق پہلے ہی ایک ڈاکٹر کو ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے میری اور تھیلما کی مرہم پٹی کی۔ افسر نے فائرنگ کے سلسلے میں رسمی سوالات کیے۔ پھر دو دشمنوں کو میرے سامنے لایا گیا۔ وہ فرار ہونے میں ناکام رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "اپنے اپنے نام اور پتے بتاؤ۔"

وہ بتانے لگے۔ میں نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہارے دماغوں میں آ رہے ہیں۔ اگر سانس روکو گے تو میں تمھیں گولی مار کر زخمی کروں گا۔"

ایک نے کہا۔ "ہم سانس نہیں روکیں گے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔"

ڈپٹی دانیال، رسونتی اور آرمر ان دونوں کے دماغوں میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے پوچھا۔ "کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

ایک نے جواب دیا۔ "ہم کنگ آف کرائمز کی بہن جُولی کے آدمی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "کیا بکواس کرتے ہو؟ وہ تو میری احسان مند ہے۔ وہ مجھ سے دشمنی کیوں کرے گی؟"

"جناب! ہماری بات کا یقین کریں۔ ہم دشمنی کی وجہ نہیں جانتے۔ جُولی صبح آٹھ بجے آپ کے پاس سے یہاں کے چھ نمبر بنگلے میں آئی تھی۔ ہم اس کے حکم کے مطابق اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے آکر کہا۔ "ہرمین گیبل، فرہاد کے بنگلے کا محاصرہ کر رہا ہے۔ ہمیں ہرمین کی مدد کے لیے جانا چاہیے۔ مگر پہلے وہ یقین کرنا چاہتی تھی کہ آپ بنگلے میں سو رہے ہیں یا کہیں باہر جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ اس کے ساتھی نے کہا۔ "جُولی نے ہمارے سامنے ریسیور اٹھا کر آپ سے رابطہ قائم کیا اور آپ کو یہ تاثر دیا کہ اس نے آپ کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنے کے لیے دشمنوں سے اپنی جان کا سودا کیا تھا۔ اس کے آس پاس دشمن ہیں اور وہ اسے گولی مارنے والے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور کے قریب ریوالور سے ہوائی فائر کیا، خواہ مخواہ چیخ مار کر خاموش ہوئی۔ پھر ٹیلیفون کا پلگ نکال کر ہمیں حکم دیا کہ ہم ہرمین کی مدد کے لیے چلے جائیں۔ اب ہم حکم کی تکمیل کے لیے یہاں آکر پھنس گئے ہیں۔"

دانیال نے میرے پاس آکر کہا۔ "میں نے ان کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اِن کا بیان درست ہے۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "میں ابھی جاکر جُولی کو حراست میں لوں گا۔"

میں نے کہا۔ "جُولی بے قصور ہے۔ میں زخمی ہونے سے پہلے اس کے دماغ کو پڑھ چکا ہوں۔ وہ میرے پاس یہاں نہیں آئی تھی۔ میرے پاس آکر جانے والی جُولی ایک فراڈ حسینہ ہے۔ جُولی کے یہ دونوں ماتحت بھی دھوکا کھا گئے۔ ان کا بیان درست ہونے کے باوجود جُولی بے قصور ہے۔ پلیز! آپ جُولی اور اس کے بھائی کنگ آف کرائمز کے خلاف میرے سلسلے میں قانونی کارروائی نہ کریں۔"

پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ باہر چار مسلح سپاہی ڈیوٹی پر چھوڑ گیا تھا۔ رسونتی نے پوچھا۔ "اگر جُولی بے قصور ہے تو وہ عورت کون تھی؟"

میں نے کہا۔ "اس عورت نے معمّا بننے کی کوشش کی تھی مگر اس حد تک معلوم ہوگیا کہ وہ سُپر ماسٹر یا ماسک مین کی آلۂ کار تھی۔ اس نے میرے پاس آکر تصدیق کی کہ میں فرہاد ہی ہوں۔ اس کے بعد مجھے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی اور گھیرنے والے ہم سے جزیرہ خالی کرانا چاہتے تھے۔"

"کیا آپ پھر سے عیّاشی کے راستے پر چل پڑے ہیں؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"واقعی یہ فضول باتیں ہیں، میں نہیں کروں گی مگر دنیا کرے گی۔ یہ بات جوان بیٹوں کو معلوم ہوگی تو کیا آپ کو شرم نہیں آئے گی؟"

"بیٹے نادان نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ موت یا عورت کسی بھی عمر میں آجاتی ہے۔"
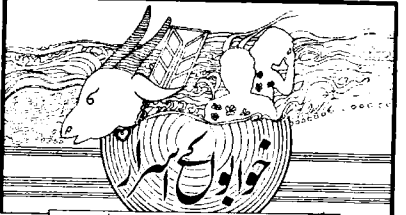
"یہ سراسر ڈھٹائی ہے۔ وہ عورت جو ناکام ہوئی ہے، وہ پھر آئے گی اور آپ عادت سے مجبور ہو کر پھر پھنسیں گے۔"

میں نے سوچا، کیا وہ پھر آئے گی؟ اگرچہ دشمنِ جاں تھی مگر بہت خوب تھی۔ میری یادوں میں اپنی اداؤں کی بہت سی رنگینیاں چھوڑ گئی تھی۔ اس نے بڑی چالاکی سے دشمنی بھی کی تھی اور دوستی بھی۔ جدائی کے آخری لمحے تک یقین دلاتی رہی کہ میری خاطر دشمنوں کی گولی کا نشانہ بن رہی ہے۔ ایسی مکّار حسینہ میرے کسی دشمن کی معمولی آلۂ کار نہیں ہوگی۔ وہ کسی خاص اہمیت کی حامل ہوگی۔ اس کے لیے دماغ سے سوچنا چاہیے مگر دل سوچ سوچ کر، دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا، وہ مجھے پھانسنے کے لیے پھر کسی نئے روپ میں آئے گی۔

*

سلمان رازی کی ٹوٹی ہوئی انگلیاں جوڑنے کے لیے پلاستر چڑھایا گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے بستر میں بیٹھا رہتا تھا یا پناہ گاہ کے اندر چلتا پھرتا رہتا تھا۔ اس نے علی تیمور سے کہا۔ "اس چار دیواری میں میرا دَم گھُٹ رہا ہے۔ مجھے باہر کھُلی فضا میں جانے دو۔"

اس نے جواب دیا۔ "جب تمھارا دَم گھُٹ جائے گا تو چار آدمی کاندھوں پر اٹھا کر باہر لے جائیں گے۔ فی الحال یہاں

آرام سے رہو۔ زیادہ بولو گے تو اسٹور روم میں بند کردوں گا۔"

وہ کمرے میں جاکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے پارس اور رمّی سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ وہ تینوں جزیرے میں مضبوطی سے قدم جمائے رکھنے کے لیے منصوبے بناتے تھے پھر اس پر عمل کرتے تھے۔ علی تیمور نے تمام جزیرے میں اعلان کرایا تھا "اب سلمان رازی اپنی فیملی کے ساتھ محض شکست خوردہ قیدی ہے۔ لہٰذا اس کے تمام وفادار میری اور پارس کی پناہ گاہوں کے سامنے آکر ہتھیار ڈال دیں اور کیمپ نمبر دو میں جاکر اگلے احکامات کا انتظار کریں۔ جو لوگ ہتھیار نہیں ڈالیں گے اور گوریلا جنگ لڑنے کی حماقت کریں گے، انھیں کتّے کی موت مارا جائے گا۔"

رمّی اپنے فرائض انجام دے رہی تھی۔ وہ ہتھیار ڈالنے والوں کو دونوں پارس کی وفاداری کے لیے کہتی تھی۔ ان سے روبرو باتیں کرتی تھی۔ آرمر اور دانیال ان کے دماغوں میں جاکر سچّے اور کھرے وفاداروں کی پہچان کرتے تھے۔ باقی لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ شمالی ساحل پر جمع ہوجائیں، انھیں جزیرے سے باہر بھیجنے کے انتظامات کیے جارہے ہیں۔

پارس تمام مورچوں اور کیمپوں میں جاکر دیکھتا تھا کہ ہتھیار ڈالنے سے انکار کرنے والا کوئی رہ نہ گیا ہو۔ وہ خانم کو اپنے ساتھ گن پوائنٹ پر رکھ کر لے جاتا تھا۔ اس طرح کوئی چھپ کر رہنے والا سلمان رازی کا وفادار اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ جب مجھے اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا منصوبہ ناکام ہوگیا تو دونوں سُپر طاقتیں رسونتی اور میرے دونوں بیٹوں سے رابطہ قائم کرنے لگیں۔ سُپر ماسٹر نے کہا "مادام رسونتی! وہ کمبخت سلمان رازی ہم دونوں کا مشترکہ دشمن ہے، اسے جزیرے سے نابود کرنے کے لیے فوجی امداد ضروری ہے۔ میں یہ امداد پہنچانے کے لیے تیار ہوں۔"

رسونتی نے جواب دیا "سپر ماسٹر! کمبخت رازی سے پہلے تم دشمن تھے، تم نے میرے دونوں بیٹوں کو اغوا کرنے اور قیدی بناکر رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔"

"یہ سابقہ سُپر ماسٹر کی غلطی تھی۔ فرہاد صاحب نے اس غلطی کی سخت سزا دی ہے۔ تمام ٹرانسفارمر مشینیں اور نقشے برباد کر دیے اور اس سُپر ماسٹر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب آپ لوگوں کا غصہ ختم ہوجانا چاہیے۔ میں سُپر ماسٹر کا عہدہ سنبھال کر آپ لوگوں سے دوستی کی نئی مثال قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آج تک جتنے سُپر ماسٹر آئے، سب نے دوستی کی عبرتناک مثالیں قائم کیں۔ مجھے افسوس ہے مسٹر فرہاد تمام بڑے ممالک سے رسمی تعلقات تو رکھ سکتے ہیں، اندھی دوستی نہیں کر سکتے اور نہ ہی جزیرے میں کسی کی امداد قبول کر سکتے ہیں۔"

"دنیا کا کوئی ملک بڑے ممالک کی امداد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا اور یہ تو ایک ننّھا سا جزیرہ ہے اور اس جزیرے کے قانونی مالک ہم ہیں۔ اگر مسٹر فرہاد کسی بھی ملک کی فوج کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت دیں گے یا درپردہ لیبیا کو اس جزیرے سے فائدہ پہنچائیں گے تو یہ معاملہ بین الاقوامی عدالت میں جائے گا، جزیرہ ہماری ملکیت ہے اس لیے مقدمے کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟ آپ لوگ آئے دن کی مصروفیات چھوڑ کر خواہ مخواہ کسی مقدمے میں ملوث ہونا نہیں چاہیں گے۔ آپ اس معاملے پر اچھی طرح غور کرلیں۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

ماسک مین نے جناب شیخ الفارس سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے رسونتی کو بلایا۔ اس کی موجودگی میں ماسک مین سے کہا "سلمان رازی نے تمھاری فوج کو جزیرے میں آنے کی دعوت دی۔ تم اس کی مدد نہیں کروگے تو وہ اسرائیلی فوج کو بلائے گا۔ وہ جزیرہ حقیقتاً سُپر ماسٹر کی ملکیت ہے۔ وہ اپنی ملکیت سے دست بردار نہیں ہوگا جس کے نتیجے میں یہ معاملہ ایک طویل جنگ کی صورت اختیار کرلے گا۔"

ماسک مین نے کہا "اگر فرہاد صاحب ہمارا تعاون حاصل کرنا پسند کریں تو سپر ماسٹر اس جزیرے میں اپنے دہشت گرد تیار نہیں کرسکے گا۔"

انھوں نے کہا "فرہاد کسی بھی چھوٹی بڑی طاقت کا تعاون حاصل نہیں کرے گا۔ ہم کل صبح تک جزیرے کے متعلق ایک اہم فیصلہ سنائیں گے۔"

ماسک مین نے رابطہ ختم کردیا۔ جناب شیخ صاحب نے رسونتی سے کہا "فرہاد سے پوچھو، جزیرے سے اس کی کیا دلچسپی ہے؟"

رسونتی نے کہا "وہ چاہتے ہیں اس جزیرے میں اسلامی ممالک کے خلاف دہشت گرد تیار نہ کیے جائیں۔"

"یہ بہت ہی نیک مقصد ہے اور یہ مقصد جزیرے سے دور رہ کر بھی پورا کیا جاسکتا ہے۔ دونوں بیٹوں کو وہاں سے نکل جانے کے لیے کہو اور سُپر ماسٹر سے معاہدہ کرو کہ وہ جزیرے کو تمام دہشت گردوں سے خالی رکھے گا اور وہاں کبھی فوجی اڈا نہیں بنائے گا تو اس کی ملکیت اُسی کی رہے گی۔"

رسونتی نے مجھ سے رابطہ قائم کرکے جناب شیخ صاحب کی ہدایات سنائیں۔ اگرچہ جزیرے پر پوری طرح دونوں پارس چھا گئے تھے، کوئی ان کے قدم نہیں اکھاڑ سکتا تھا۔ تاہم شیخ صاحب کی ہدایات بلکہ احکامات کے سامنے ہم دم نہیں مارتے تھے۔ ان کی نظر دور رس نتائج پر رہتی تھی۔ میرے بازو کے زخم کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔ میں پھر خیال خوانی کے قابل ہوگیا تھا۔ میں نے دونوں بیٹوں سے کہا "جناب شیخ صاحب نے تمھیں جزیرے سے نکلنے کی ہدایت کی ہے۔ وہاں سے واپسی کے لیے تیار رہو۔ میں سُپر ماسٹر سے معاملات طے کررہا ہوں۔"

میں نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "مسٹر فرہاد! مجھے یقین ہے جزیرے کے سلسلے میں دوستانہ معاملات طے ہوں گے۔"

میں نے پوچھا "اگر ہم وہ جزیرہ تمھارے حوالے کردیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں سے دہشت گردوں کو نکال دیا جائے گا اور وہاں کوئی فوجی اڈا قائم نہیں کیا جائے گا؟"

اس نے کہا "ہماری حکومت کی طرف سے آج شام تک بابا صاحب کے ادارے میں یہ تحریری بیان پہنچ جائے گا کہ ہم نے وہاں ایک بھی دہشت گرد رکھا یا فوجی اڈا قائم کیا تو فرہاد علی تیمور اور اس کے بیٹے جوابی کارروائی کرکے پھر اس جزیرے پر قبضہ کرسکتے ہیں۔ اس تحریری معاہدے کی رُو سے ان حالات میں تم باپ بیٹے جزیرے کے قانونی مالک بن جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ تحریری معاہدہ بھیج دو۔ کل صبح تک میرے بیٹے اس جزیرے سے نکل جائیں گے۔"

وہ خوش ہوکر بولا "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ معاملہ اتنی آسانی سے طے ہوجائے گا۔"

"ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ سلمان رازی کی فیملی میں تین عورتیں ہیں۔ ایک بیوی اور دو جوان بیٹیاں، میں چاہتا ہوں تم انھیں جسمانی سزا نہ دو۔ اس جزیرے سے نکال دو، یہی بہت بڑی سزا ہوگی۔"

"میں آپ کی خواہش کے مطابق یہی کروں گا۔"

میں نے پوچھا "اب بتادو، وہ حسینہ کون تھی؟"

اس نے تعجب سے پوچھا "کون حسینہ؟"

"وہی جو چار گھنٹے کے لیے میری تنہائی میں آئی تھی اور مجھے تمھارا قیدی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"آپ مجھ پر غلط شبہ کررہے ہیں۔ آپ کو جلد ہی یقین ہوجائے گا۔ ایسی چالیں ماسک مین ہی چلتا ہے۔"

"ہاں ابھی تو شبہ ہے۔ میں زیادہ بحث نہیں کروں گا۔"

"فرہاد صاحب! میں تو کھلی ہوئی کتاب ہوں۔ جب ہمارے درمیان خوش اسلوبی سے معاملات طے پارہے ہیں تو میں احمقانہ چالیں کیوں چلوں گا؟"

"ایسی چالیں چلنے کی ایک بہت ہی اہم وجہ ہے۔ میں نے تمھارے ملک کے خلاف جو تباہی مچائی ہے، اس کے بعد اب کوئی ٹرانسفارمر مشین تیار نہیں ہوسکے گی۔ تمھارے ہاتھوں میں اب صرف دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں تم ان کے ذریعے ہمیں نیست و نابود کردینے کی ہر ممکن کوشش کروگے تاکہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار صرف تمھارے ملک میں رہے۔"

"آپ اپنے نقطۂ نظر سے الزام عائد کررہے ہیں۔ میں نیا سُپر ماسٹر ایک نئے دوستی کے جذبے سے رابطہ قائم کررہا ہوں اور جلد ہی اپنے بہترین دوست ہونے کا ثبوت پیش کروں گا۔"

"چلو یہی سہی۔ کل وہ جزیرہ تمھارا ہوگا، اس سے پہلے اُدھر کا رخ نہ کرنا۔ خدانخواستہ میرے بیٹوں کے خلاف کوئی سازش ہوگی تو تم پر الزام آسکتا ہے۔ کل تک جزیرے سے دور رہو۔ دیٹس آل۔"

میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے کہا کہ وہ شام چھ بجے تک ایک طیارہ اس جزیرے میں بھیج دے۔ وہاں سے علی تیمور، پارس اور ان کے تقریباً پچاس وفادار پیرس آئیں گے۔ پھر میں نے رسونتی، آرمر اور ڈینی دانیال سے کہا "جب تک ہمارے دونوں بیٹے اپنے وفاداروں کے ساتھ پیرس بخیریت نہ پہنچیں، اس وقت تک وہ خیال خوانی کے ذریعے جزیرے میں موجود رہیں۔ انھیں ہر

طرح کا تحفظ فراہم کرتے رہیں اور دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے مستعد رہیں۔“

رسونتی کو اس بہانے اپنے بیٹے علی تیمور کے دماغ میں رہنے کا موقع مل گیا۔ آرمر اور دانیال وہاں مختلف لوگوں کے دماغوں میں چپ چاپ آتے جاتے رہتے تھے اور پارس سے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ پارس نے دانیال سے کہا: ”بہت دنوں بعد میرے دماغ میں آئے ہو۔“

دانیال نے کہا: ”میں نے کئی بار تم سے رابطہ قائم کرنا چاہا پھر سوچا، آجکل تمہارے پاپا سے تم بھائیوں کی گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ شاید میری خدمات کی ضرورت نہ ہو۔“

”کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں، جو پاپا سے کہی نہیں جاسکتیں۔ مثلاً میں تمہارے ہی ذریعے نینسی تک یہ پیغام پہنچا سکتا ہوں کہ وہ کل تک پیرس پہنچ جائے۔ انشا اللہ وہاں ہماری ملاقات ہوگی۔“

”میں ابھی تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ کیا وہ میری بات کا یقین کرے گی؟“

”تم پاپا کی آواز اور لہجے میں بولو۔ وہ یقین کرلے گی۔“

دانیال اسی وقت نینسی کے پاس پہنچ کر میرے لہجے میں بولا: ”بیٹی! میں تمہارے پارس کا پاپا فرہاد بول رہا ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولی: ”اوہ پاپا! آپ کہاں تھے؟ کسی دشمن نے پارس کو اغوا کیا ہے، اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی ہے۔“

”فکر نہ کرو۔ خوش ہو جاؤ۔ پارس خیریت سے ہے۔ اگر کل تک تم پیرس پہنچ جاؤ تو اس سے ملاقات ہو جائے گی۔“

وہ مارے خوشی کے اُچھل کر کھڑی ہوگئی: ”میں ابھی جاؤں گی پاپا! میں اُڑ کر جاؤں گی۔ اوہ گاڈ، مجھے قوتِ پرواز دے۔ میں کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔“

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ مایوس ہو کر سوچنے لگی: ”کیا میں اپنے ملک سے باہر جاسکوں گی؟ حکومت کی طرف سے سخت باز پُرس ہوگی۔ یہ بات اب چھپی نہیں رہی ہے کہ میں پارس کی شریکِ حیات اور فرہاد علی تیمور کی بہو ہوں۔“

دانیال نے کہا: ”بیٹی! میں تمہاری سوچ پڑھ رہا ہوں، فرہاد کی فیملی کا راستہ صرف خدا روک سکتا ہے۔ اس دنیا کا کوئی بندہ روک نہیں سکتا۔ تم پاسپورٹ نکال کر رکھو۔ یہاں کا کوئی اعلیٰ حاکم خود تمہارے گھر چل کر آئے گا۔ تم سے پاسپورٹ لے جائے گا پھر آج رات یا کل صبح کی کسی فلائٹ سے وہ تمہارے لیے سیٹ بھی ریزرو کرا دے گا۔ تم سفر کی تیاری کرو۔“

دانیال وعدے کے مطابق ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ کر بولا: ”میں فرہاد تم سے مخاطب ہوں۔“

وہ بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پریشان ہو کر بولا: ”آپ؟ فرہاد صاحب؟ آپ کیسے آگئے؟ کیا ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟“

”کیا میری بہو کے ملک سے باہر جانے پر پابندی ہے؟“

”آں؟ نہیں۔ کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔ دراصل نینسی پر مصلحتاً پابندی عائد کی گئی ہے۔ ہم جانتے تھے، آپ اس پابندی کے خلاف کچھ بولنے آئیں گے تو اس طرح آپ سے ضروری باتیں ہو جائیں گی۔“

”میں آگیا ہوں۔ آپ ضروری باتیں کریں۔“

”ہم جانتے ہیں، شیبا کی ہلاکت کے بعد ہمارے آپ کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ یہ فاصلہ کبھی کم نہیں کریں گے، کبھی ہم پر اعتماد نہیں کریں گے لیکن آپ نے نینسی کو بہو بنا کر ہمارے دلوں میں اُمید کی کرن پیدا کردی ہے۔ آپ ہماری قوم کی ایک بیٹی سے رشتہ جوڑ چکے ہیں۔ ہمارے لیے بھی اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا کر سکتے ہیں۔“

دانیال نے کہا: ”دل میں نرم گوشہ پیدا نہیں کیا جاتا، خود پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔ فی الحال یہ کہنے آیا ہوں کہ نینسی کا پاسپورٹ جاکر لیں اور آج رات کسی فلائٹ سے اسے پیرس روانہ کردیں۔“

”میں خود ابھی جاتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں، نینسی آج پیرس پہنچ جائے گی۔ پلیز! آپ ہم سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے کا وقت مقرر کریں۔“

”ضرور مقرر کروں گا۔ فی الحال خدا حافظ!“

دانیال اتنا کہہ کر اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ وہ میرا نام لے کر مجھے مخاطب کر رہا تھا اور بہت کچھ کہنا چاہتا تھا جب مسلسل خاموشی رہی اور اسے یقین ہو گیا کہ فرہاد جا چکا ہے تو اس نے ریسیور اٹھا کر دوسرے حکام سے رابطہ قائم کیا پھر کہا: ”ابھی فرہاد علی تیمور میرے دماغ میں آیا تھا۔“

دوسری طرف سے پوچھا گیا: ”کیا دشمن بن کر آیا تھا؟“

”نہ دشمن بن کر، نہ دوست بن کر۔ وہ نینسی کو آج رات پیرس پہنچانے کے لیے کہہ رہا ہے۔“

”وہ دوست بھی نہیں تھا، دشمن بھی نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے، کوشش کی جائے تو وہ دوست بن سکتا ہے۔ ہمیں فوراً نینسی کو روانہ کرنے کے انتظامات کرنے چاہئیں۔ ہم ابھی آرہے ہیں۔“

دانیال ان کے دماغ سے چلا آیا۔ پارس کو بتایا: ”تمہاری نینسی آج ہی رات کو پیرس پہنچ جائے گی۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی ہے۔ میں اس کے اندر رہ کر آیا ہوں اور یقین سے کہہ رہا ہوں، وہ صدقِ دل سے اور اپنی جان سے زیادہ تمہیں چاہتی ہے۔“

پارس نے کہا: ”یوں تو پہلی بار میرا نکاح جوجو سے ہوا تھا لیکن صحیح معنوں میں نینسی میری شریکِ حیات ہے۔ وہ میری زندگی کی پہلی ازدواجی مسرت ہے۔ میں بھی اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔ بائی دی وے، تم مجھے اس کی چاہت کا یقین کیوں دلا رہے ہو؟“

دانیال نے کہا: ”میں بھی یہودی ہوں اور ہم یہودی دوستی نبھانے کے معاملے میں اکثر ناکام رہے ہیں۔ ابھی تک آپ لوگوں نے صرف شیبا پر اندھا اعتماد کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم نینسی پر بھی اتنا ہی اعتماد کرو۔ وہ مر جائے گی لیکن تم سے کبھی بے وفائی نہیں کرے گی۔ رہ گئی میری بات تو میں اپنے عمل سے اور دن رات کی خدمات سے تمہارے پاپا کے دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔“

”دانیال! تم نے ابھی سے ہم باپ بیٹوں کے دل جیت لیے ہیں۔ تم ایسے ایسے حالات میں ہمارے اور پاپا کے کام آتے رہے ہو جہاں خدا کے سوا کوئی کام نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے لوث اور وفادار دوست بنا کر ہمارے لیے بھیجا ہے۔ ہم شیبا ہی کی طرح تم پر بھروسا کرتے ہیں۔“

علی تیمور، پارس اور کمّی بڑا مصروف دن گزار رہے تھے۔ انھوں نے اپنی روانگی کا ذکر صرف اپنے وفاداروں سے کیا تھا تاکہ وہ تیار رہیں۔ سلمان رازی اور اس کی فیملی سے یہ بات چھپائی گئی تھی۔ اس کے وفاداروں کو جیلوں میں ٹھونس کر باہر سے دروازے مقفّل کر دیے گئے تھے۔ وہ وفادار ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ سب کے لیے جیلوں میں گنجائش نہیں تھی، جو بچ رہے تھے انھیں باہر درختوں کے ساتھ رسّیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس طرح کوئی ان کی روانگی کے وقت رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔

شام کو ساڑھے چار بجے ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ ایک مسافر بردار طیارہ چھ بجے تک جزیرے میں پہنچ جائے گا۔ آرمر نے خیال خوانی کے ذریعے اس اطلاع کی تصدیق کی۔ رسونتی نے کہا۔ ”جو پائلٹ اور کو پائلٹ طیارہ لے کر آرہے ہیں، میں ان کے دماغوں میں جگہ بنا چکی ہوں۔ کسی شبہے کی بات نہیں ہے۔ طیارہ فرانس کا ہے اور اس کا عملہ محبِ وطن ہے۔“

علی تیمور اس پناہ گاہ سے سلمان رازی اور زرینہ کو پارس، خانم اور یاسمینہ کے پاس لے آیا تھا۔ کمّی نے کہا: ”ہماری دانست میں ان کا کوئی وفادار نہیں ہے۔ سب ہی جیل خانوں میں ہیں یا درختوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ اگر ہماری نادانستگی میں کوئی آزاد ہوگا تو یہاں آکر سلمان رازی کو بھی اس مقفّل رہائش گاہ سے آزاد کرا لے گا۔“

سلمان رازی نے پوچھا: ”کیا تم ہمیں یہاں قید کر کے کہیں جا رہے ہو؟“

علی تیمور نے کہا: ”ہاں۔ تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ ہم ہمیشہ کے لیے یہ جزیرہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔“

وہ خوش ہو گیا مگر دونوں بیٹیاں اداس ہوگئیں۔ یاسمینہ نے پارس کا بازو تھام کر پوچھا: ”کیا یہ سچ ہے؟ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟“

زرینہ بھی سوالیہ نظروں سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ پارس نے یاسمینہ کا ہاتھ اپنے بازو سے الگ کرتے ہوئے کہا: ”مجھ سے محبوبانہ انداز میں سوال نہ کرو۔ میں تمہارے باپ کا غلام اور تمہارے حسن و شباب کا بھوکا نہیں ہوں۔ اپنے باپ سے کہو، بیٹیوں کے لیے دوسرے مرغے پھانس کر لائے اور ان پر تنویمی عمل کر کے انھیں تم بہنوں کا غلام اور گھر داماد بنا کر رکھے۔“

انھوں نے پوری فیملی کو اس رہائش گاہ میں بند کر دیا۔ باہر سے تمام دروازے مقفّل کر دیے۔ کھڑکیاں جالی دار تھیں۔ انھیں بڑی محنت سے توڑنے کے بعد ہی باہر نکلا جاسکتا تھا۔ علی تیمور نے وارننگ دیتے ہوئے کہا: ”گھڑی پر نظر رکھو۔ سات بجے سے پہلے کھڑکیاں یا دروازے توڑ کر باہر نہ نکلنا۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔“

اس رن وے پر آ گئے جہاں جزیرے سے تعلق رکھنے والے طیارے لینڈ کرتے تھے۔ وہ تقریباً پچپن وفاداروں کے ساتھ طیارے کا انتظار کر رہے تھے۔ اندیشہ تھا کہ کسی بھی دشمن کی طرف سے سازشی اقدامات کیے جا سکتے ہیں یا کوئی اَن دیکھی مصیبت راستہ روک سکتی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ میں، رسونتی، آرمر اور دانیال خیال خوانی کے ذریعے ان کی حفاظت کر رہے تھے۔ وہ بخیریت پیرس پہنچ گئے۔

فرانس کے جنوب میں جہاں اسپین کی سرحد ہے، وہاں چار مربع ایکڑ زمین میرے نام تھی۔ حکومتِ فرانس نے بابا صاحب کے ادارے کی عمدہ کارکردگی اور میری پائدار دوستی سے خوش ہو کر یہ زمین میری فیملی کے لیے دی تھی۔ سونیا وہاں ہمارے لیے اور ہمارے وفاداروں کے لیے رہائشی مکانات تیار کروا رہی تھی۔ پارس اور علی تیمور کے ساتھ آنے والی کمّی اور تمام وفاداروں کو سونیا کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ علی تیمور، بابا صاحب کے ادارے میں اپنی ماما سے ملنے چلا گیا۔ پارس کو نینسی کا انتظار تھا، یوں بھی وہ بابا صاحب کے ادارے میں جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا کیونکہ جوجو وہاں ایک ڈمی پارس کے ساتھ اپنی ازلی معصومیت سے زندگی گزار رہی تھی، وہاں دوسرے پارس کو دیکھ کر اُلجھ سکتی تھی۔

دانیال نے بتایا تھا کہ نینسی رات گیارہ بجے پہنچنے والی ہے۔ پارس ایک سرکاری بنگلے میں اس کا منتظر تھا۔ ابھی دشمنوں کی طرف سے کوئی نئی سازش، نیا ہنگامہ درپیش نہیں تھا۔ راوی میرے بیٹوں کے لیے چین لکھ رہا تھا لیکن میرے نصیب میں چین و آرام نہیں تھا۔ لہٰذا میں داستان کا رخ اپنی طرف موڑ رہا ہوں۔

←

تھیلما کے بنگلے میں جیسے طوفان آ کر گزر گیا تھا۔ وہ حیران پریشان تھی۔ مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ میں اچانک اونیل سے فرہاد علی تیمور بن گیا تھا اور اس کی نظروں میں ایسا معمّا تھا جو شاید پوری طرح حل نہیں ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا، تم کون ہو؟ کیا ہو؟ تمھارے سامنے سے جتنے پردے اٹھتے جاتے ہیں، تم اتنے ہی پُراسرار ہوتے جاتے ہو۔"

میں نے مسکرا کر کہا "میرے بارے میں زیادہ نہ سوچو۔ بس اتنا سمجھ لو، میں جو بھی ہوں، جیسا بھی ہوں، ایک انسان ہوں۔"

"مگر بہت خطرناک ہو۔ دشمنوں کے لیے خطرناک اور دوستوں کے لیے مہربان۔ پچھلی رات غنڈوں کے علاقے میں اکیلے گئے اور اس علاقے کے دادا کی پٹائی کر دی۔ درجنوں غنڈوں کی موجودگی میں اسے پکڑ لائے اور مہربان ایسے کہ مجھے ایک رات میں کروڑپتی بنا دیا۔ ابھی دشمنوں نے تمھیں مارنے یا قیدی بنا کر لے جانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"میں تمھاری دلیری کی وجہ سے بچ گیا۔ تم نے ریوالور سے گولیاں چلا کر کسی کو زخمی کیا، کسی کو ہلاک کر دیا۔ تم بھی کمال دکھانے میں مجھ سے پیچھے نہیں رہیں۔"

"مجھے اور زیادہ نہ بناؤ۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی، تمھارے پُراسرار علم نے مجھ میں دلیری اور صحیح نشانہ بازی کا ہُنر پیدا کیا تھا، ورنہ آج سے پہلے میں نے کبھی گولی نہیں چلائی، مجھے گولی چلنے کی آواز سے ہی ڈر لگتا ہے۔"

پولیس آفیسر چار سپاہیوں کو بنگلے کے باہر پہرا دینے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ ایک سپاہی نے کہا "کوئی مسٹر کیشو ایڈوانی اور کنگ آف کرائمز کی بہن جولی دو آدمیوں کے ساتھ آئی ہے۔"

میں نے کہا "انھیں اندر آنے دو۔"

سپاہی چلا گیا۔ میں نے تھیلما سے کہا "تمھارا مشیرِ خاص کیشو ایڈوانی آ گیا ہے۔ جولی ان دو باڈی گارڈز کو بھی لائی ہے جو ہمیشہ تمھاری حفاظت کریں گے۔"

"میں صرف تمھاری حفاظت میں رہنا چاہتی ہوں۔"

"سوری، میں نے کل ہی کہہ دیا تھا کہ ہم بچھڑ جائیں گے اور وہ وقت آ گیا ہے۔ اگر میں ابھی نہیں جاؤں گا تو دشمن پھر یہاں حملہ کر سکتے ہیں۔ میں اپنی اصلیت کہیں ظاہر نہیں کرتا۔ کل رات کسی طرح ظاہر ہو گئی تو یہ مصیبت آ گئی تھی۔ میں ابھی یہاں سے نکلتے ہی روپوش ہو جاؤں گا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں دشمنوں کی نظروں میں آ تا رہوں؟"

"نہیں، میں تمھاری سلامتی چاہتی ہوں۔"

"تمھارے ساتھ رہوں گا تو سلامتی مشکوک رہے گی۔"

جولی اور کیشو ایڈوانی اندر آئے۔ ان کے پیچھے دو باڈی گارڈز تھے۔ میں نے ان سب سے مصافحہ کیا۔ جولی نے کہا "میں دو گھنٹے پہلے اِدھر آئی تھی، مگر زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ میرے بھائی نے پولیس والوں سے معلوم کیا، پتا چلا کہ نامعلوم دشمنوں نے فرہاد علی تیمور کو گھیر لیا ہے مگر پسپا ہو رہے ہیں۔ ہمیں اِدھر آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔"

وہ باتیں کرتی ہوئی میرے قریب ایک صوفے پر بیٹھ گئی، پھر بولی "کل رات غنڈوں کے علاقے میں جب دو لونڈے بھائی مجھے بازوؤں میں نہ اُٹھا سکے اور تم نے تنہا ان سب کو بے دست و پا کر دیا۔ تب میں سمجھ گئی کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو اور شاید فرہاد علی تیمور ہو۔ آج اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔"

میں نے کہا "ہاں! ابھی یہی بات تھیلما کو سمجھا رہا تھا، میری اصلیت ظاہر ہو جائے تو دشمن مجھے یہیں چین سے [illegible]

لہٰذا میں پھر روپوش ہونے جا رہا ہوں۔"

جولی نے کہا "میرے بھائی نے اس بنگلے سے ذرا دور ہر طرف اپنے مسلح ماتحتوں کا جال بچھا دیا ہے۔ ہمارے ہوتے ہوئے تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں التجا کرتی ہوں، میرے ساتھ چلو، ہم پر بھروسا کرو۔ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دو۔"

تھیلما نے کہا "اگر تم جولی کے بھائی کے ساتھ رہو تو مجھے اطمینان ہو گا کہ مجھ سے زیادہ دور نہیں ہو۔"

"میں جب کسی چار دیواری سے باہر قدم نکالتا ہوں تو خود نہیں جانتا کہ حالات مجھے کدھر لے جائیں گے۔"

جولی نے کہا "میں تمھارے حالات کو اپنے قابو میں رکھوں گی، میرے ساتھ چلو۔"

"میں ذرا باتھ روم سے آتا ہوں، پھر چلوں گا۔"

میں وہاں سے اٹھ کر اپنی خواب گاہ کے باتھ روم میں گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور مائیٹی پاشا کو مخاطب کیا۔ کچھ عرصہ پہلے دشمنوں نے پارس اور جوجو کو اغوا کیا تھا اور انھیں پرنس آئی لینڈ میں لائے تھے، وہاں کا سب سے خطرناک غنڈہ مائیٹی پاشا میرا وفادار بن گیا تھا۔ میرے مخاطب کرنے پر وہ خوش ہو کر بولا "جناب، آپ نے ایک طویل عرصے کے بعد ناچیز کو یاد کیا ہے۔ حکم دیجیے! میں حاضر ہوں۔"

میں نے اسے تھیلما کے بنگلے کا نمبر بتا کر کہا "میں یہاں سے پندرہ منٹ بعد نکلوں گا اور ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ ایک کار میں جاؤں گا۔ کار کا رنگ اور نمبر نوٹ کرو۔"

میں نے اسے کار کے متعلق بتانے کے بعد پوچھا "کنگ آف کرائمز کو ضرور جانتے ہو گے؟"

"اس شیطان کو پورا استنبول جانتا ہے۔"

"میں اسی کی بہن جولی کے ساتھ نکلنے والا ہوں۔ اپنے ساتھ ریڈی میڈ میک اپ رکھو۔ راستے میں گاڑیاں بدلنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ لہٰذا ایک سے زیادہ گاڑیاں لے کر نکلو اور ایسی جگہ بتاؤ جہاں میں جولی کے ماتحتوں کو چکّر دے کر آ سکوں۔"

"آپ وہاں سے پندرہ منٹ بعد نکلیں۔ میں راستے میں کوئی جگہ بتاؤں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ باتھ روم کے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ شیو بڑھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا، کیا اسمارٹ بن کر نکلنا چاہیے؟ شیو کرنے اور غسل وغیرہ سے فارغ ہونے میں بڑا وقت لگتا، اس لیے میں نے صرف غسل کیا۔ پھر لباس تبدیل کر کے جولی کے پاس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس کے برعکس تھیلما اداس ہو گئی تھی۔ میں اس سے رخصت ہو کر بنگلے سے باہر آیا۔ جولی نے اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

وہ بلاشبہ بے حد حسین اور اسمارٹ تھی، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ وہی جولی ہو جو حسن و شباب کی چکاچوند میں میرے لیے شکست اور ذلت چھوڑ گئی تھی۔ اگرچہ یہ اصلی جولی تھی مگر اب میں عورتوں کے چکّر میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔

جب وہ کار بنگلے کے احاطے سے باہر نکلی تو میں نے آگے پیچھے گاڑیاں دیکھیں۔ جولی نے فخر سے کہا "میرے بھائی نے تمھاری حفاظت کے لیے زبردست انتظامات کیے ہیں۔ تم پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑے گا۔"

میں نے کہا "میرے دشمن معمولی واردات کرنے والے مجرم نہیں ہوتے۔ وہ سُپر پاور کہلاتے ہیں۔ سُپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی مجھے اغوا کرنے آئیں گے تو تمھارے بھائی کے تمام انتظامات دھرے رہ جائیں گے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ تمھارے بھائی کو کم تر کہہ رہا ہوں، صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہماری دنیا میں سیر پر سوا سیر موجود رہتے ہیں۔"

وہ بولی "جب تم بخیریت ہماری رہائش گاہ پر پہنچ جاؤ گے تو تمھیں یقین آ جائے گا کہ میرا بھائی سب پر سوا سیر ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ذرا خاموش رہ کر دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں تم خیال خوانی کرو گے۔ ہائے تمھارے پاس کتنا زبردست علم ہے، بیٹھے بیٹھے دوستوں اور دشمنوں کے پاس پہنچ جاتے ہو!"

میں نے مائیٹی پاشا کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "کنگ آف کرائمز نے آپ کے لیے بڑے سخت انتظامات کیے ہیں۔ میں بھی اس سے کم نہیں ہوں۔ اگلے چوراہے پر دھوئیں کے گولے پھٹیں گے پھر اتنا دھواں پھیلے گا کہ ایک دوسرے کو دیکھنا محال ہو جائے گا۔ میرا کوئی آدمی آپ کو گن پوائنٹ پر جولی کی گاڑی سے لے جائے گا۔ وہ جہاں کہے آپ اس کے ساتھ بے دھڑک چلے جائیں۔ میں آپ کے آس پاس ہی رہوں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر جولی سے کہا "بڑی مشکل ہے، بعض اوقات خیال خوانی بھی کام نہیں آتی۔ میں جن دشمنوں کو جانتا ہوں ان کے دماغوں میں پہنچ کر دیکھ چکا ہوں۔ وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہیں۔"

"پھر پریشانی کیا ہے؟"

"یہی کہ دشمن نادان نہیں ہیں، وہ ایسے آلۂ کار استعمال کریں گے جو میرے لیے اجنبی ہوں گے۔ تمھیں شاید نہیں معلوم، میں کسی بھی اجنبی کی آواز سُنے بغیر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔"

"تم ناحق پریشان ہو رہے ہو۔ تم نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ کیا اتنا نہیں جانتے، جو عورت اپنا دل دیتی ہے، وہ جان دے کر بھی دل والے کی حفاظت کرتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک دھماکا ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے مسلسل دھماکوں سے ہلچل سی مچ گئی۔ دھواں تیزی سے پھیل رہا تھا۔ مردوں اور عورتوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں چونکہ سامنے راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس لیے جولی کار روک کر ڈیش بورڈ سے ریوالور نکال رہی تھی۔ اسی وقت کسی نے کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن دبوچ لی۔ میری طرف کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص نے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ کر کہا "میرے دماغ پر تمھاری خیال خوانی کا اثر نہیں ہوگا۔ فوراً باہر آؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

میں باہر آ گیا۔ وہ سرگوشی میں بولا "گستاخی معاف کیجیے گا۔ یہاں سے صرف چند قدم چلیں اور یہ ماسک پہن لیں۔"

میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے ماسک پہنا۔ میری پشت پر ایک سلنڈر باندھ دیا گیا۔ ایک جگہ رک کر ایک شخص نے زمین پر جھک کر گٹر کا ڈھکن ہٹایا۔ مجھ سے کہا "اس کے اندر چلے جائیں۔"

میں مین ہول کے اندر اتر گیا۔ نیچے گہرائی میں جانے کے لیے آہنی سیڑھیاں لگی ہوئی تھیں۔ جب میں اندر آیا تو اوپر سے ڈھکن لگا دیا گیا۔ نیچے ٹارچ روشن ہو گئی۔ اس گٹر میں میری رہنمائی کرنے والے موجود تھے۔ میں سیڑھی سے اتر کر گندے پانی میں آ گیا۔ اگر ناک اور منہ پر ماسک نہ ہوتا تو وہاں کی بدبو سے دماغ پھٹ جاتا۔ گندہ پانی کہیں ٹخنوں تک اور کہیں پنڈلیوں تک تھا۔ دیواروں کے کنارے غلاظت سے آلودہ تھے۔ چوہے ادھر سے ادھر دوڑ رہے تھے۔ میں رہنمائی کرنے والوں کے ساتھ آدھے گھنٹے تک اس غلاظت میں چلتا رہا۔ پھر وہ ایک آہنی سیڑھی کے پاس رک گئے۔ ایک شخص اس پر چڑھتا ہوا اوپر گیا۔ پھر اپنی ٹارچ کے ذریعے گٹر کے ڈھکن کو نیچے سے بجایا۔ اوپر کھلی فضا میں ہمارا انتظار کیا جا رہا تھا۔ کسی نے اوپر سے ڈھکن کو ہٹا دیا۔ میں بھی سیڑھی پر چڑھتا ہوا روشن اور کھلی فضا میں آ گیا۔ ایک شخص نے میرے غلاظت سے آلودہ جوتے، جرابیں اور پتلون اتاری۔ میں نے گیس ماسک اتار دیا۔ صرف نیکر پہن کر ایک کار میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار وہاں سے چل پڑی۔

وہ کار مائٹی پاشا ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا "میں اپنے ایک خفیہ اڈے کی طرف جا رہا ہوں جہاں میں تنہا رہتا ہوں۔ میرے کسی خاص ماتحت کو بھی اس جگہ کا علم نہیں ہے۔ میں نے سوچا کبھی برا وقت آئے گا اور اپنے بھی دغا کریں گے تو میں وہاں روپوش رہ کر دغا کرنے والوں سے نمٹ لوں گا۔ آج وہ جگہ آپ کے کام آئے گی۔"

ہم شہر کے ایک مہنگے علاقے میں پہنچے۔ وہاں ایک سے ایک شاندار کوٹھی نظر آ رہی تھی۔ پاشا نے بتایا "اس علاقے میں صرف کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار رہتے ہیں۔ غنڈے بدمعاش تو دور کے لوگ ہیں، پولیس والے بھی یہاں کسی کوٹھی میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔"

اس نے ایک بہت ہی خوبصورت کوٹھی کے سامنے گاڑی روکی، اتر کر بڑے سے گیٹ کو کھولا پھر دوبارہ آ کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک سایہ دار پورچ میں آیا۔ پھر کار کا انجن بند کرتے ہوئے کہا "میں نے خاص طور پر یہ جگہ گاڑی روکنے کے لیے بنائی ہے تاکہ باہر والے نہ دیکھ سکیں کہ کار سے کون اتر کر کوٹھی کے اندر جا رہا ہے۔"

ہم کوٹھی کے اندر آئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ جدید طرز کا شاہی محل ہو۔ اس نے کہا "آپ نے جو نقد رقم اور ہیرے جواہرات دیے تھے، ان میں سے ایک ہیرے کو فروخت کر کے میں نے یہ کوٹھی خریدی ہے۔ آپ کی مہربانی سے اس مہنگے علاقے میں کوئی میرے مقابلے کا دولت مند نہیں ہے۔"

"پاشا! تم نے بے انتہا دولت مند بننے کا خواب پورا کر لیا ہے تو اب یہ بدمعاشیاں چھوڑ دو اور شریفوں کی طرح زندگی گزارو۔"

"میں یہاں شریف آدمی کہلاتا ہوں۔ تھانے میں اور انٹیلی جنس والوں کے پاس میری غنڈا گردی کے جتنے دستاویزی ثبوت تھے انھیں میں نے رشوت دے کر حاصل کیا۔ پھر وہ تمام ثبوت نذرِ آتش کر دیے۔ آج بہت عرصے بعد میں نے آپ کے لیے غنڈوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا۔ کام نکل جانے کے بعد انھیں بہت دور چھوڑ آیا ہوں۔"

"میں یہاں چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ میرے دشمن تمھارے ذریعے پہنچ جائیں گے۔"

"پلیز آپ نہ جائیں۔ یہ کوٹھی اور یہاں کا عیش و آرام سب آپ کے لیے ہے۔ آپ کو مجھ پر اعتراض ہے تو میک اپ کے ذریعے میری صورت بدل دیں۔"

"فی الوقت دو خیال خوانی کرنے والے دشمن ہیں۔ وہ کسی دن تمھارے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کر لیں گے۔ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ تم مائٹی پاشا ہو اور فرہاد علی تیمور کے ساتھ اس کوٹھی میں رہتے ہو۔"

"پھر بھی آپ نہ جائیں۔ میں چلا جاؤں گا۔ آپ سے دور رہ کر خدمت کروں گا۔"

"تم دور رہو گے تب بھی تمھارے دماغ سے دشمنوں کو اس کوٹھی کا پتا معلوم ہو جائے گا۔"

"آہ! کاش، میں سانس روک سکتا، یا میرا دماغ حساس ہوتا۔ کیا میں شراب پینا چھوڑ دوں تو میرا دماغ حساس ہو سکتا ہے؟"

"بری عادت چھوڑنے کی یہ مخصوص شرط نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے فلاں فائدہ پہنچے گا۔ جبکہ بری عادتیں چھوڑنے سے کسی شرط کے بغیر ہی بے شمار فائدے پہنچتے ہیں۔ میرا خیال ہے، میں برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ برائی کوئی سی ہو اُسے جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے۔"

"مجھے ریوالور میں سائیلنسر لگا کر دو۔ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔ تم سر سے پاؤں تک بری عادتوں کے حامل ہو۔ نہ تم رہو گے نہ برائیاں رہیں گی۔"

وہ گھبرا کر جبراً مسکراتے ہوئے بولا "آ... آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"بھئی، تم مصیبت کی جڑ ہو۔ زندہ رہو گے تو خیال خوانی کرنے والے مجھ تک پہنچیں گے۔"

"جی ہاں۔ یہ تو درست ہے کہ میں آپ کے لیے مصیبت بن گیا ہوں۔"

"تم دعوے کرتے آئے ہو کہ میری خاطر جان بھی دے سکتے ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک الماری کے پاس گیا۔ اسے کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ اس کے چیمبر میں گولیاں بھریں۔ اس میں سائیلنسر لگایا۔ پھر میرے پاس آ کر دونوں ہتھیلیوں کی طشتری پر ریوالور رکھ کر مجھے پیش کیا۔ میں نے ریوالور لے کر کہا "اپنی خواب گاہ میں چلو۔"

وہ ایک شکار کی طرح آگے آگے چلتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آیا۔ پھر بولا "مجھے یقین ہے، میری موت کے بعد میری دولت اور جائداد آپ میرے بیوی بچوں کو دے دیں گے۔"

"پاشا! ہماری موت کے بعد بیوی بچوں اور محبت کے دوسرے رشتوں کے ساتھ وہ بھلائی نہیں ہوتی جو ہم زندگی میں سوچتے ہیں۔ اس اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ہم دوستوں پر کرتے ہیں۔ لہٰذا صرف خدا پر بھروسا کر کے دنیا سے جاؤ۔ وقت ضائع نہ کرو۔ بستر پر آرام سے لیٹ جاؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما یا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ موت کو آنے میں جا ہے جتنی دیر لگتی ہو، جب وہ آتی ہے تو لگتا ہے، جلدی آ گئی ہے۔ میری انگلی نے ٹرائیگر کو دبایا۔ ایک گولی سنسناتی ہوئی نکلی اور مائٹی پاشا کے سینے میں ٹھیک دل کی جگہ پیوست ہو گئی۔

یہ سب خیال خوانی کا کمال تھا۔ اسے وہی محسوس ہو رہا تھا جو میں محسوس کرا رہا تھا۔ اسے اپنے سینے میں زبردست تکلیف کا احساس ہوا تھا، جیسے گولی وہاں پیوست ہو گئی ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اس کا دماغ میری مٹھی میں رہ کر تسلیم کر رہا تھا کہ موت کی تاریکی چھا گئی ہے۔ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی ہیں اور اس کے کان دنیا کی تمام آوازوں سے محروم ہو گئے ہیں۔

یہ تنویمی عمل کرنے کا نیا تجربہ تھا۔ وہ جلد ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں نے رسونتی کو بلا کر کہا "کاغذ قلم لے کر بیٹھو۔ میں مائٹی پاشا کی ذاتی زندگی کے متعلق جو معلومات حاصل کر رہا ہوں تم انھیں نوٹ کرو۔"

وہ نوٹ کرنے کے لیے کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئی۔ میں ایک عامل کی حیثیت سے ضروری سوالات کرتا رہا۔ پاشا جواب دیتا رہا۔ میں نے آخر میں کہا "تم مائٹی پاشا نہیں ہو۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تم اپنی ذات کو اور ماضی کو بھول جاؤ گے۔ تمھارا نام مائیکل گارڈن ہے، تم پیرس سے یہاں آئے تھے اور آج ہی پیرس چلے جاؤ گے۔"

میں نے ضروری ہدایات دینے کے بعد اسے تنویمی نیند سلا دیا اور رسونتی سے کہا "فرانس کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرو۔ وہ مائٹی پاشا کو یہاں سے پیرس پہنچائیں گے۔ تم یہ انتظامات کرانے کے بعد میرے پاس آؤ۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پاشا کے دماغ سے معلوم کیا تھا کہ ضرورت کی کون کون سی چیز کہاں رکھی ہے۔ میں نے ریوالور کو واپس الماری میں رکھا۔ کوٹھی کے بیرونی دروازے کو اندر سے بند کیا۔ ایک کمرے میں جا کر میک اپ کا سامان نکالا، پھر ایک بڑے آئینے کے ساتھ تمام سامان لے کر مائٹی پاشا کی خواب گاہ میں آ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں اسے دیکھ کر اپنے چہرے پر تبدیلیاں لانے لگا۔

پندرہ منٹ کے بعد رسونتی نے آ کر پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"پہلے اپنے کام کی رپورٹ دو۔"

"وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گا تو چار آدمی ایک ویگن میں آئیں گے۔ پھر اسے ایک فلائنگ کلب میں لے جائیں گے۔ وہاں سے اُسے پیرس پہنچا دیا جائے گا۔ پیرس میں اس کی رہائش کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے۔"

"کیا تم خیال خوانی کے ذریعے ان چار آدمیوں کو چیک

کرو گی جو پاشا کو لے جانے آئیں گے؟"

"ہاں۔ میں انھیں چیک کروں گی۔ اب بتاؤ کیا تم یہاں پاشا کے میک اپ میں رہو گے؟"

"ہاں۔ تمھارے لیے ایک خوش خبری ہے۔"

"کیسی خوش خبری؟"

"ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا مرد اس کے اشاروں پر چلے اور اپنے میاں کی دن رات کی مصروفیات کا علم اسے ہوتا رہے۔ اگر تمھیں بھی یہ سہولتیں حاصل ہو جائیں تو؟"

"کیا تم اپنی لگام میرے ہاتھوں میں دے رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہ غلطی کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی نہیں۔ یہ غلطی نہیں، دانشمندی ہے۔ بیوی کو اختیارات حاصل ہوں تو وہ شوہر کو سیدھے راستے پر چلاتی ہے۔"

"چلو! ایک تجربہ کر کے دیکھ لیتا ہوں۔ تم ایک ہفتے کے لیے مجھ پر تنویمی عمل کرو گی، میرے دماغ سے عارضی طور پر میری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو بھلا دو گی اور میرے ذہن میں یہ نقش کر دو گی کہ میں فرہاد نہیں، مائٹی پاشا ہوں۔"

"میں سمجھ گئی۔ تم چاہتے ہو، وہ خیال خوانی کرنے والے دشمن کبھی اتفاق سے تمھارے دماغ میں آنا چاہیں تو انھیں آسانی سے جگہ مل جائے اور وہ تمھیں مائٹی پاشا سمجھ کر پیچھا چھوڑ دیں۔"

"وہ بالکل ہی پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ جانتے ہوں گے کہ میں نے کبھی پاشا کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا۔ ہو سکتا ہے، اسے آئندہ بھی آلۂ کار بناؤں، اس خیال سے وہ پاشا سمجھ کر میری نگرانی کریں گے۔ اگر ایسا وقت آئے تو تم ڈیبی دانیال کے ساتھ ان نگرانی کرنے والوں کے اصل نام اور پتے معلوم کرو گی اور اگر وہ خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنے کا یقین ہو جائے تو مجھے فوراً تنویمی عمل کے اثر سے نکال لینا۔ میں ان سے خود نمٹنا چاہتا ہوں گا۔"

"کیا میں تمھارے دماغ میں آ کر گفتگو کیا کروں گی؟"

"ہرگز نہیں۔ اگر دشمن میرے دماغ میں آئیں گے تو تمھاری باتیں سن کر میری اصلیت معلوم کر لیں گے۔ تم پاشا کی سوچ اور لب و لہجے میں مجھے گائیڈ کرو گی۔ اب تم جاؤ۔ ایک گھنٹے بعد آ کر تنویمی عمل کرنا۔"

"کیوں بھگا رہے ہو؟"

"تنویمی عمل کے بعد یہ دماغ حساس نہیں رہے گا۔ یہاں تمھاری حکمرانی ہوگی پھر شکایت کیسی؟ تھوڑی دیر اس مرد آزاد کو آزاد رہنے دو۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے باری باری پارس اور علی تیمور کو مخاطب کیا اور جو کچھ میں کرنے جا رہا تھا، اس کے متعلق انھیں بتایا۔

دونوں بیٹوں نے کہا "وہ ہماری ماما ہیں، ہم ان کا بھلا چاہتے ہیں لیکن آپ انھیں اتنی بڑی ذمے داری نہ سونپیں۔ ان کی ایک ذرا سی غلطی سے آپ پر مصیبت نازل ہو سکتی ہے۔"

میں نے کہا "یہ ذمے داری کسی کو تو دینی ہوگی۔ آرمر سیدھا سادہ بندہ ہے۔ تمھاری ماما کسی موقع پر دشمنوں کے لیے ظالم بن سکتی ہیں مگر آرمر نہیں بنے گا۔ ڈیبی دانیال نے اگرچہ بڑے سخت آزمائشی مرحلوں میں دوستی اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ پھر بھی عارضی طور پر دماغی طور پر خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑنا دانشمندی نہ ہوگی۔"

پارس نے کہا "میں سمجھتا ہوں، آپ وہ خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچنے کے لیے یہ چال چل رہے ہیں۔ پاپا! آپ بے شمار خطرات سے کھیلتے آ رہے ہیں، اب بس کریں، ہم جوان ہو چکے ہیں۔ ہم نے آپ سے اور سونیا ممی سے دشمنوں پر غالب آنا سیکھا ہے۔ آپ آرام کریں۔ میں ان آخری خیال خوانی کرنے والے شیطانوں کو ٹریپ کروں گا۔"

"نہیں بیٹے! آرام کرنے سے بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے اور بڑھاپا موت کی سلو موشن ریہرسل ہے۔ میں ابھی یہ ریہرسل کرنا نہیں چاہتا۔ انتظار کرو۔ جب تھک کر گر جاؤں اور ہانپنے لگوں تو جوان بازوؤں سے سہارا دینا۔"

"آپ دو دھاری تلوار کی طرح چلتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ بہرحال آپ نے کوئی احتیاطی تدبیر تو کی ہوگی؟"

"ہاں۔ میں ایک ہفتے کے لیے خود کو تمھاری ماما کے حوالے کر رہا ہوں۔ علی تیمور روزانہ اپنی ماما سے معلوم کرے گا کہ میں کہاں ہوں؟ کیا کر رہا ہوں اور کن حالات سے گزر رہا ہوں؟ اگر کسی دن میں خیال خوانی کے ذریعے تم دونوں سے رابطہ قائم نہ کر سکوں تو سمجھ لینا، تمھاری ماما کسی چکر میں پڑ گئی ہیں اور میں کسی مصیبت میں مبتلا ہو چکا ہوں۔"

پارس نے کہا "آپ جانتے ہیں۔ مجھے ماما سے فوری معلومات حاصل نہیں ہو سکیں گی۔ آپ موجودہ معاملے میں انکل آرمر کو بھی راز دار بنا لیں۔ وہ چپ چاپ آپ کے دماغ میں آیا کریں گے اور اپنی سوچ کی لہروں کو ظاہر کیے بغیر واپس آ جایا کریں گے۔ مجھے ان کے ذریعے صبح و شام آپ کی خبر ملتی رہے گی۔"

میں نے پارس کی بات مان لی۔ جب رسونتی تنویمی عمل کرنے آئی تو میں نے آرمر کو بھی اپنے دماغ میں بلا لیا اور اسے سمجھا دیا کہ پارس کو میرے دن رات کی مصروفیات کی اطلاع دیتا رہے۔

یہ وہ وقت تھا جب دونوں بیٹے جزیرے سے نکل کر ہیرا پہنچ گئے تھے۔ علی تیمور اپنی ماما کے پاس بابا صاحب کے ادارے

میں چلا گیا تھا اور پارس ایک سرکاری رہائش گاہ میں نینسی کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ رات کے گیارہ بجے پیرس پہنچ گئی۔ اسے یقین تھا پارس بڑی بے تابی سے ائیرپورٹ پر اسے لینے آئے گا لیکن وہ لگیج ہال سے نکل کر دور دور تک نظریں دوڑا کر مایوس ہوگئی۔ امیگریشن کاؤنٹر پر ایک افسر نے اسے بتایا تھا کہ باہر ایک پولیس افسر اس کا منتظر ہے۔

اس پولیس افسر نے کہا "آپ سمجھ سکتی ہیں، مسٹر پارس دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں اگر وہ یہاں آتے تو آپ بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتیں۔ آئیے میں ان کے پاس آپ کو بخیریت پہنچا دوں گا۔"

وہ افسر کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئی۔ افسر کو کارڈلیس ریسیور کے ذریعے اطلاع مل رہی تھی کہ راستہ صاف ہے۔ نینسی کو سیدھا پارس کے پاس پہنچایا جا سکتا ہے۔ گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ بیس منٹ کے بعد اطلاع ملی۔ اُن کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لٰہذا وہ پولیس ہیڈ کوارٹر چلے آئیں۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کی حفاظت کے لیے راستہ بدل دیا گیا ہے مگر دل ڈوب رہا تھا۔ اتنے دنوں سے پارس کے لیے تڑپ رہی تھی۔ تل ابیب میں جس رات اس سے ملاقات ہونے والی تھی اسی دن دشمنوں نے اس کے محبوب کو اغوا کر لیا تھا۔ آج وہ میکے سے ہزاروں میل کا سفر کر کے آئی تھی اور دشمن پھر راستے کی دیوار بن رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی، کیسے محبوب سے دل لگایا ہے، اس سے ملنے کے لیے ہمیشہ کسی میدانِ جنگ میں جانا پڑتا ہے۔

پارس نے پولیس ہیڈ کوارٹر میں ٹیلیفون کے ذریعے اسے مخاطب کیا۔ وہ تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے بولی "اوہ پارس! یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا میں صرف تصور کی آنکھ سے تمھیں دیکھتی رہوں گی اور دور سے تمھاری آواز سنتی رہوں گی؟"

"میری جان! ذرا تحمل سے کام لو۔ ابھی ہم ملنے والے ہیں۔ پولیس کے جاسوس اب تعاقب کرنے والوں کا تعاقب کر رہے ہیں اور جلد ہی انھیں گرفتار کر لیں گے۔"

"جہنم میں جائیں گرفتار کرنے والے مجھے ان کی گرفتاری سے کیا لینا ہے۔ میں ابھی تمھارے پاس آؤں گی۔"

"یعنی اپنے ساتھ دشمنوں کو بھی لاؤ گی۔"

"کیا ہم ایسی جگہ نہیں جا سکتے جہاں دشمن نہ ہوں؟"

"ہمارے لیے دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

پولیس افسر نے آکر کہا "مسز پارس! آئیے راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

وہ خوشی سے چیخ کر بولی "پارس! میں آرہی ہوں۔ راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

وہ ریسیور رکھ کر افسر کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی عمارت سے باہر آئی۔ اس سے بولی "آفیسر! کیا تم میری طرح تیز نہیں چل سکتے؟"

وہ مسکراتے ہوئے تیزی سے چلنے لگا۔ یہ اس کے قدم سے قدم ملانے کے لیے دوڑنے لگی۔ وہ ایک گاڑی میں آکر بیٹھ گئے۔ افسر نے گاڑی اسٹارٹ کی نینسی گھڑی دیکھنے لگی ٹھیک پندرہ منٹ میں وہ ایک سرکاری بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ گاڑی سے اتر کر دوڑتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی۔ اسی وقت ایک فائر کی آواز کے ساتھ اس گاڑی کا پہیہ ایک دھماکے سے بیکار ہو گیا جس میں وہ ابھی آئی تھی۔ کسی کی آواز سنائی دی "آفیسر دونوں ہاتھ اٹھا لو۔ ورنہ پہیے کی طرح تم بھی برسٹ ہو جاؤ گے۔"

نینسی نے گھوم کر دیکھا، پولیس افسر کے پیچھے ماسک پہنے ہوئے دو شخص گن لیے کھڑے تھے۔ ایک شخص، افسر سے ریوالور چھین رہا تھا۔ پھر نینسی کی کنپٹی سے ایک ریوالور کی نال آکر لگی۔ اس کے قریب بھی ایک شخص ماسک میں چہرہ چھپائے کہہ رہا تھا۔ "یہ فرہاد کا بیٹا تو چوہا ثابت ہوا۔ ہمارے آتے ہی دُم دبا کر بھاگ گیا۔ مگر کہاں جائے گا۔ سنا ہے، تم پر جان دیتا ہے تمھاری سلامتی کے لیے ہمارے پیچھے ضرور آئے گا۔ چلو۔"

انھوں نے پولیس افسر کو ایک کمرے میں بند کر دیا نینسی کو زبردستی کھینچتے ہوئے ایک کار کے پاس لائے، اسے دھکا دے کر اس میں بٹھایا، پھر وہ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "اے حسینہ! اپنی جوانی پر ترس کھا۔ پارس کو چھوڑ اور ہمارا ساتھ دے۔ اگر اسے گرفتار کرانے میں ہم سے تعاون کرے گی۔ تو تیرے خوبصورت جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئے گی۔"

وہ غصے سے بولی "تم لوگ کون ہو؟ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہو مجھے پارس کے پاس جانے دو۔ مجھ سے سودا کرو۔ بتاؤ دشمنی ختم کرنے کے لیے کتنی رقم لو گے؟"

"تم ارب پتی نانا کی نواسی ہو، ہمیں بہت کچھ دے سکتی ہو۔ مگر ہمیں رقم نہیں پارس چاہیے۔ تم ایسے نوجوان کے لیے رقم دینا چاہتی ہو جو تمھیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"وہ میدان سے بھاگنا نہیں بھگانا جانتا ہے۔ ابھی موت کی طرح تم لوگوں کا پیچھا کر رہا ہو گا۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا "ایک گاڑی بڑی دیر سے ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

نینسی خوشی سے سر گھما کر پیچھے آنے والی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ تعاقب کرنے والی تین گاڑیاں تھیں۔ تینوں میں بیٹھے ہوئے دشمن ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ ایک میں سپر ماسٹر کے آلۂ کار بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ٹرانسمیٹر کے ذریعے کہہ رہا تھا "جناب! وہ لڑکی کو ہائی وے کی طرف لے جا رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "آخر وہ کون لوگ ہیں؟"

"وہ ماسک مین کے آدمی ہو سکتے ہیں۔"

دوسری گاڑی میں تعاقب کرنے والے اسرائیلی ایجنٹ تھے۔ ایک یہودی کہہ رہا تھا "ہم نینسی کو تل ابیب سے یہاں لا کر پارس کو پھانسنا چاہتے تھے مگر وہ خود اغوا کی جا رہی ہے، یقیناً اغوا کرنے والوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ پارس کو اپنے پیچھے لگا کر اسے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔"

"آخر نینسی کو کون اغوا کر رہا ہے؟"

"سپر ماسٹر یا ماسک مین کے آدمی ہو سکتے ہیں۔"

تیسری گاڑی میں ماسک مین کے آلۂ کار بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "یہ نینسی کو کون اغوا کر رہا ہے؟"

دوسرے نے کہا "جب تک ہم اغوا کرنے والوں کو نہیں پکڑیں گے، حقیقت معلوم نہیں ہو گی۔"

"افسوس تو یہ ہے کہ نینسی کے اغوا ہونے سے پارس ہاتھ سے نکل گیا۔"

"تم عقل سے پیدل ہو۔ وہ شمع کا پروانہ ہے۔ ابھی اس کے پیچھے آ رہا ہو گا اور ہم نینسی کے پیچھے نہیں، اسی عاشق کے پیچھے جا رہے ہیں۔ دیکھ لینا، جہاں نینسی کو اغوا کرنے والے رکیں گے، وہاں پارس سے ٹکراؤ ہو گا۔ ہم اس ٹکراؤ سے فائدہ اٹھا کر پارس کو زخمی کر کے لے اڑیں گے۔"

ایک طرح کی اندھی بھاگ دوڑ لگی ہوئی تھی۔ سب کے سب نینسی کا تعاقب کر رہے تھے لیکن پارس کو شکار کرنا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سب نے دیکھا۔ نینسی کو اغوا کرنے والے ایک فلائنگ کلب کے احاطے میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کا مطلب تھا وہ نینسی کو شہر سے یا ملک سے باہر لے جا رہے ہیں۔ کسی نے ایسی سچویشن کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا اور سوچتے بھی کیسے؟ نینسی کا اغوا محض پارس کو پکڑنے کے لیے تھا اور پارس اسی شہر میں تھا، پھر نینسی کو شہر سے باہر لے جانے کی تک سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

سب نے فلائنگ کلب کے انفارمیشن کاؤنٹر پر دریافت کیا "ابھی جو لوگ ایک لڑکی کو لے کر یہاں آئے ہیں، وہ کہاں ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "یہاں دو گھنٹے سے کوئی کسی لڑکی کے ساتھ فلائی کرنے نہیں آیا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی خطرے کا الارم بجنے لگا۔ اسپیکر کے ذریعے وہاں کے ایک سیکورٹی افسر سے کہا جا رہا تھا۔ "ہری اپ پلیز، کچھ لوگ ہمارا ایک طیارہ اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔ آگے رن وے پر رکاوٹ پیدا کرو۔ کم آن۔ کم اِن ایکشن۔ ہری اپ۔"

اسپیکر کے ذریعے چیخ چیخ کر خبردار کیا جا رہا تھا۔ فلائنگ کلب میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ سیکورٹی فورس کے مسلح افراد گاڑیوں میں بیٹھ کر رن وے کی طرف جا رہے تھے۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی ایجنٹ ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہو گئے تھے۔ وہ بھی رن وے کی طرف دوڑ لگا رہے تھے لیکن وہ طیارہ تیزی سے دوڑتا ہوا رن وے سے بلند ہو گیا تھا۔ سیکورٹی فورس کو رکاوٹیں پیدا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ سب کے سب سر اٹھا کر بے بسی سے اس طیارے کو فضا میں بلند ہوتے اور دور جاتے دیکھ رہے تھے۔

سیکورٹی فورس کے مسلح جوانوں نے تینوں تنظیموں کے آلۂ کاروں کو گھیر لیا۔ پھر دریافت کیا "تم لوگ کون ہو اور اجازت کے بغیر رن وے پر کیوں آئے ہو؟"

ان میں سے کسی نے جواب دیا کہ وہ اُدھر سے گزر رہے تھے، ہنگامہ دیکھ کر چلے آئے۔ کسی نے کہا۔ وہ ایک طیارہ چارٹرڈ کرانے آئے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک بولا "تم ہمارا محاسبہ کرنے میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ تمھیں طیارہ اغوا کرنے اور پرواز کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف اقدامات کرنے چاہئیں۔"

فلائنگ کلب کے ایک افسر نے پوچھا "تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کس نے ہمارا طیارہ اغوا کیا ہے؟"

سپر ماسٹر کے ایک ماتحت نے حیرانی سے کہا "ابھی کچھ لوگ یہاں سے جبراً ایک طیارہ لے گئے ہیں۔ تعجب ہے، تم انجان کیوں بن رہے ہو!"

"مسٹر! ہمارے فلائنگ کلب سے طیارہ اغوا کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تم لوگ مختلف تنظیموں کے ایجنٹ ہو، ہمارے ملک میں آکر امن پسند شہریوں کو پریشان کرتے ہو۔ ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ تم سب سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آلۂ کار ہو۔ ہم نے تمھیں چکر میں ڈالنے کے لیے طیارے کے اغوا ہونے کا شور مچایا تھا۔"

ایک نے افسر سے کہا "تم شاید اغوا کرنے والوں سے

ملے ہوئے ہو۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے نینسی نامی حسینہ کو غنڈوں کے ساتھ یہاں تک آتے دیکھا ہے۔ اس حسینہ کو اغوا کیا گیا ہے۔"

"مسٹر! کوئی اپنی بیوی کو اغوا نہیں کرتا۔ پارس اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ہنی مون منانے گیا ہے۔"

ان سب کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ وہ چند ساعتوں تک سکتے میں رہ گئے۔ بے اختیار سب ہی آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ طیارہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو کر بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ نینسی تنہا تھی۔ پریشان ہو کر کبھی اٹھ رہی تھی، کبھی بیٹھ رہی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا طیارہ تھا جس کی وہ تنہا مسافر تھی۔ کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر جب اسٹیورڈ کا کیبن کھلا اور وہاں پارس نظر آیا تو وہ حیرت سے اُچھل پڑی۔ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا: "کیوں رو رہی ہو؟ کیا میری ملاقات سے دُکھ پہنچ رہا ہے؟"

وہ اسے بڑی محبت سے مارتے ہوئے بولی: "تم نے اپنے ساتھ زندگی گزارنا مشکل بنا دیا ہے۔ اب میں تمھیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔ اغوا کرنے والوں سے کہوں گی کہ مجھے بھی تمھارے ساتھ لے جائیں۔ موت سے کہوں گی، تمھارے ساتھ مجھے بھی دنیا سے اٹھا لے۔"

وہ رو رہی تھی اور بول رہی تھی: "ہائے میرے محبوب! کوئی سوکن تمھیں مجھ سے چھینا چاہتی تو میں اس کے ٹکڑے کر دیتی مگر تمھارے دشمنوں کی کوئی گنتی نہیں ہے۔ یہ دھڑکا ہمیشہ رہے گا کہ جانے کون تمھیں کب چھین کر الگ کر دے۔ میں کیا کروں؟ کس طرح تمھیں اپنے اندر چھپا کر رکھ لوں؟"

وہ ایک دوسرے کی سانسوں میں ڈوب رہے تھے، اُبھر رہے تھے، آواز گم ہو گئی تھی۔ مگر جذبے بول رہے تھے۔ "میری جان! یہی زندگی ہے۔ کبھی چھیننا، کبھی چھن جانا۔ کبھی ملنا، کبھی بچھڑ جانا اور بچھڑ کر پھر مل جانا۔ اس طرح محبت مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے، ہماری محبت رفتہ رفتہ پہاڑ جیسی اٹل ہو گی اور پہاڑ کو کسی کی دشمنی گرا نہیں سکتی۔"

"مگر یہ سب کیسے ہوا؟ تم میری حفاظت کرنے والے پولیس افسر کو گن پوائنٹ پر رکھ کر اپنی ہی رہائش گاہ سے مجھے لے آئے، آخر یہ سب کیا ہے؟"

"یہ ایک ڈرامہ تھا۔ دشمن تمھارے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اس لیے میں تمھیں وہاں سے لے اڑا۔ دشمن دھوکا کھا گئے۔ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور تمھارے ملک کے یہودی جاسوس ایک دوسرے کے متعلق سوچتے رہے کہ ان میں سے کوئی تمھیں لے جا رہا ہے۔ اس ڈرامے کو پلے کرنے میں پیرس کے پولیس افسران اور فلائنگ کلب کے ذمے دار افسران نے میرا ساتھ دیا ہے۔"

"او گاڈ! تم کتنی ہیرا پھیری کے بعد مجھے اپنے قریب لائے ہو۔ مگر ہم ابھی کہاں جا رہے ہیں؟"

"فی الحال ہم کچھ روز استنبول میں رہیں گے۔"

یہ پارس کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ وہ میرے قریب رہنا چاہتا تھا۔ سیدھی سی بات تھی، اسے رسونتی پر بھروسا نہیں تھا۔ میں ایک ہفتے تک اس کے تنویمی عمل کے اثر میں رہنے والا تھا۔ بیٹے نے سوچا، دشمن نینسی کے پیچھے آئیں گے، پیرس میں ان میاں بیوی کو محبت اور سکون سے رہنے نہیں دیں گے۔ لہٰذا انھیں ڈاج دے کر میرے قریب آ رہا تھا۔ اس نے کہا: "ہم ابھی میک اپ کے ذریعے اپنی صورت اور شناخت بدلیں گے۔ اس طرح دشمن ہمیں پہچان نہیں سکیں گے۔"

"کیا میری صورت بالکل بدل جائے گی؟"

"میں تمھارے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کروں گا۔ ہم جہاں قیام کریں گے۔ اس کی چار دیواری میں یہ تبدیلی ختم کر دیا کروں گا، تم اصلی روپ میں سامنے رہو گی۔ باہر نکلنے سے پہلے پھر ہلکی سی تبدیلی لازم ہو گی۔"

اس نے چکنے اور چمکتے دمکتے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ پھر اس پر گونگی شاعری فرمانے لگا۔

*

میں اپنی ہستی گم کر چکا ہوں۔ فی الحال سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک مائٹی پاشا ہوں۔ ایک ساعت کے لیے بھی خیال نہیں آتا کہ میں کبھی فرہاد علی تیمور تھا۔ ایسی حالت میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دشمن مجھے پہچان نہیں سکتا تھا۔

رسونتی میرے دماغ میں ہو گی، میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی آواز سنائے بغیر میرے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہو گی۔ میرے کھانے پینے، کہیں جانے اور کسی سے ملنے پر اس کا اختیار ہو گا، جو میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میں سب کو بھول گیا تھا۔ آئینہ دیکھ کر یاد آیا تھا کہ میں پرنس آئی لینڈ کا ایک خطرناک غنڈا مائٹی پاشا ہوں۔

مجھے ان تمام جگہوں کے نام یاد آ رہے تھے جہاں پاشا راتیں گزارتا تھا۔ جب سے شرافت کی زندگی شروع کی تھی، تب سے اونچی سوسائٹی کے مہنگے کلبوں میں جاتا تھا اور معزز سرمایہ داروں کے ساتھ جُوا کھیلتا تھا۔ میں نے سوچا کسی کلب میں

جاکر کھیلنا چاہیے۔ پھر دوسری سوچ نے کہا: "تاش کے پتے کاغذ کے ہوتے ہیں مگر فولادی انسان کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ یعنی کاغذ سے فولاد کٹ جاتا ہے۔ تباہ و برباد کرنے والے شوق سے توبہ کرنا چاہیے۔"

میرے دماغ میں یہ دوسری سوچ رسونتی کی تھی۔ وہ میرے لب و لہجے میں بول رہی تھی اس لیے میں اس کی موجودگی کو سمجھ نہ سکا۔ وہ عام بیویوں کی طرح مجھے جُوا کھیلنے سے باز رکھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی، آج رات اسی کوٹھی میں آرام کرنا چاہیے۔ مجھے یاد نہیں تھا کہ میں نے پچھلی رات جُولی اور ایک فراڈ جُولی کے ساتھ جاگتے ہوئے گزاری ہے۔ لہٰذا سو جانا چاہیے۔ مجھے سوچتے سوچتے نیند آ گئی۔ یعنی رسونتی نے تھپک کر سُلا دیا۔

اُدھر پورے استنبول شہر میں فرہاد علی تیمور کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ یہاں بھی سُپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی جاسوس سرگرمِ عمل تھے۔ ان سب کا منصوبہ تقریباً ایک جیسا تھا۔ میں جس کے بھی ہتھے چڑھ جاتا، وہ اپنی اصلیت چھپا لیتا اور کوشش کرتا کہ مجھے اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا الزام دوسروں پر عائد ہوتا رہے۔ وہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آج بھری پُری شاہراہ سے کون لوگ مجھے جُولی سے چھین کر لے گئے تھے؟

جُولی اور کنگ آف کرائمز میرے لیے پریشان تھے۔ اس شرمندگی سے جھنجلا رہے تھے کہ وہ مجھے حفاظت سے اپنے گھر تک نہ لا سکے۔ سُپر طاقتوں کے جاسوس اور آلۂ کار ان بہن بھائی کو دھمکیاں دے رہے تھے۔ ان سے پوچھ رہے تھے کہ انھوں نے فرہاد کو کس کے حوالے کیا ہے؟ وہ قسمیں کھا رہے تھے کہ انھوں نے کسی کے حوالے نہیں کیا۔ کوئی زبردست چال چل کر ان سے فرہاد کو چھین کر لے گیا ہے لیکن کوئی ان کی قسموں پر بھروسا کرنے کو تیار نہیں تھا۔ سپر ماسٹر، ماسک مین اور اسرائیلی انٹیلی جنس والے ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کے آلۂ کار کو پکڑ کر پوچھ رہے تھے: "بتاؤ، فرہاد کو اغوا کر کے کہاں چھپایا ہے؟"

انھوں نے ایئر پورٹ اور فلائنگ کلبوں میں جا کر معلومات حاصل کی تھیں۔ شہر کی تمام شاہراہوں کی ناکا بندی کر دی تھی۔ انھیں یقین تھا، اغوا کرنے والوں نے مجھے اسی شہر میں کہیں چھپا رکھا ہے۔ ایسے میں علی تیمور نے ماں کو مشورہ دیا: "ماما! آپ ان کمبختوں کو آپس میں لڑاتی رہیں۔ ہر ایک کے پاس جا کر دھمکی دیجیے کہ وہ پاپا کو آپ کے حوالے کر دیں۔ ورنہ ہماری دشمنی مہنگی پڑے گی۔"

رسونتی نے پہلے سُپر ماسٹر سے پوچھا: "تم نے فرہاد کو کہاں قید کیا ہے؟"

وہ قسم کھا کر بولا: "ہم نے فرہاد صاحب کو دیکھا تک نہیں ہے۔ آپ ہم پر شبہ کیوں کر رہی ہیں؟"

وہ بولی: "ابھی فرہاد نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بتایا ہے کہ اُسے اغوا کرنے والوں نے نیند کا انجکشن لگایا تھا۔ اسے معلوم نہ ہو سکا کہ کن راستوں سے کہاں لے جا کر اسے قید کیا گیا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد وہ خود کو ایک تاریک کوٹھری میں پا رہا ہے، اسے کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ نہ ہی کوئی اس کی کسی بات کا جواب دے رہا ہے۔ ایک بھری پُری شاہراہ سے اسے اغوا کرنے کی جرأت تمھارے آدمی ہی کر سکتے ہیں۔"

"آپ بھول رہی ہیں، یہ جرأت ماسک مین بھی کر سکتا ہے اور اسرائیلیوں کو تو سُپر پاور بننے کا خبط ہے، وہ اس مقصد کے لیے جائز یا ناجائز طریقوں سے فرہاد صاحب کو اپنی مُٹھی میں رکھنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ حرکت ان کی بھی ہو سکتی ہے۔"

"اب میں ماسک مین کو الزام دوں گی تو وہ بھی اس الزام کو تسلیم نہیں کرے گا۔"

"آپ ماسک مین اور اسرائیلی حکام کو الزام نہ دیں۔ چپ چاپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس مکار تک پہنچنے کی کوشش کریں جس نے فرہاد صاحب کو قیدی بنانے کی احمقانہ جرأت کی ہے۔ اس سلسلے میں میں بھی اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا ہوں لیکن دو نئے دشمن ایسے ہیں جن تک ہم نہیں پہنچ سکتے۔"

"یہ نئے دشمن کون ہیں؟"

"یہ میرے ملک کی بدنصیبی ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اور نقشے آپ لوگوں نے تباہ کر دیے۔ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمارا سرمایہ تھے۔ انھوں نے بھی دھوکا دے دیا۔ وہ دونوں پچھلے پانچ دنوں سے لاپتا ہیں۔ جاتے جاتے نائب سُپر ماسٹر سے کہہ گئے ہیں کہ وہ ہمارے ملک کے پابند رہ کر کام نہیں کریں گے۔ فرہاد علی تیمور کی طرح اپنی ایک نئی دنیا آباد کریں گے اور دنیا کے تمام ممالک کو اور سُپر طاقتوں کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے کم تر بنا کر رکھیں گے۔ آپ یقین کریں، وہ دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہم سے بغاوت کر کے ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ بن گئے ہیں۔ ان حالات میں ہم آپ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

ہم سوچ رہے تھے کہ دشمنوں کی تعداد کم کریں گے جو دشمن رہ گئے ہیں ان کی دنیا سے دور رہنے کے لیے سونیا میری فیملی کے لیے ایک الگ بستی بسا رہی تھی۔ ادھر دو ٹیلی پیتھی جاننے والے سُپر ماسٹر کو چھوڑ کر ایک نیا محاذ بنا چکے تھے۔ جب بھی نئے

دشمن پیدا ہوتے ہیں، میری داستان کچھ اور طویل ہو جاتی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں، یہ داستان شیطان کی آنت کی طرح لمبی کیوں ہوتی جا رہی ہے۔ اسے بند کرو بھئی، بند تو تب ہو گی جب دشمن ختم ہوں گے اور دشمن تب ختم ہوں گے جب میری زندگی ختم ہو گی۔ گویا تقاضا کرنے والے جب یہ کہتے ہیں کہ داستان ختم کرو تو گویا کہتے ہیں، فرہاد علی تیمور کی زندگی کی کتاب بند کر دو۔ مشکل یہ ہے کہ یہ کتاب کسی کی حاسدانہ سازش سے بند نہیں ہو گی۔ دعا مانگنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ ایسے میں صرف بد دُعا رہ جاتی ہے۔ بات پھر وہیں آکر رُکتی ہے۔ جب تک بد دُعا قبول ہو گی، تب تک داستان تو چلتی رہے گی۔

رات کے دو بجے تھے۔ میں گہری نیند میں تھا۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ میں فوراً ہی اٹھ بیٹھا۔ مجھے خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ میں پلنگ سے اُتر کر چپل پہنتا ہوا آگے بڑھا پھر خواب گاہ کا دروازہ کھولتے ہی ٹھٹک گیا۔ چند مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے ریوالور کی نال میرے سینے پر رکھ کر پوچھا "تم ماٹی پاشا ہو؟"

میں نے سہم کر کہا "ہاں، میں ماٹی پاشا ہوں مگر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جرائم کا راستہ چھوڑ چکا ہوں۔ میں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ تم لوگ مجھے نقصان پہنچانے کیوں آئے ہو؟"

وہ ریوالور کی نال سے مجھے پیچھے ہٹاتا ہوا اور آگے بڑھتا ہوا بولا "اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہ آئے تو ہمیں فرہاد علی تیمور کا پتا بتا دو، یا اس کے پاس پہنچا دو۔"

"فرہاد علی تیمور؟" میں نے سوچتے ہوئے کہا "فرہاد صاحب سے تقریباً دس ماہ پہلے پرنسس آئی لینڈ میں ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے مجھ سے ایک کام لیا تھا، اس کے عوض مجھے کافی دولت دی تھی۔ تب سے آج تک میں نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔"

"صورت نہیں دیکھی ہو گی، اپنے دماغ میں آواز تو سُنی ہو گی۔ ہم نے اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ تم فرہاد کے خاص آدمی ہو۔ تم نے آج صبح اسے فرار ہونے میں مدد دی ہے۔ ہو سکتا ہے تم نے اسی کوٹھی میں یا کسی خفیہ اڈے میں اسے پناہ دی ہو۔"

میں نے کہا "پہلے تم لوگ اس کوٹھی کی اچھی طرح تلاشی لو۔ میں نے تمام خفیہ اڈے اپنے سابقہ وفاداروں کو دے دیے ہیں۔ کیونکہ اب شرافت کی زندگی گزار رہا ہوں۔ پھر بھی تم لوگوں کی تسلی کے لیے ان اڈوں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"ہم احمق نہیں ہیں۔ فرہاد کسی اڈے میں ہو گا تو وہ جگہ چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے گا، ابھی وہ تمہارے دماغ میں رہ کر ہماری باتیں سن رہا ہو گا۔"

"تم لوگ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو۔ مجھ سے جیسی بھی قسم لے لو، میرا فرہاد صاحب سے فی الحال کوئی رابطہ نہیں ہے۔"

دو مسلح جوانوں نے آکر کہا "ہم نے پوری کوٹھی میں دیکھ لیا ہے۔ یہاں فرہاد نہیں ہے۔ اسے باس کے پاس لے چلو۔"

وہ مجھے دھکے دیتے ہوئے باہر لے آئے۔ وہاں ایک کار اور ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر ایک موٹا اور بھدا سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے کوئی بڑے سائز کے مینڈک کو قیمتی کار میں بٹھا کر لایا گیا ہو۔ وہ مینڈک ہی کی طرح موٹی بھدی آواز میں بولا "بینگ، بینگ۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ درست کہہ رہا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اس نے فرہاد کو نہ دیکھا ہے نہ دماغ میں اس کی آواز سنی ہے۔"

مسلح افراد نے مجھے چھوڑ دیا۔ مینڈک نے کہا "بینگ بینگ۔ مگر یاد رکھو پاشا! اگر تمہارے پاس فرہاد آئے تو اسے ضرور پناہ دینا، ہمیں خوشی ہو گی۔"

میں نے کہا "میں ضرور پناہ دوں گا لیکن آپ کو کیسے اطلاع دے سکتا ہوں؟"

"ہمیں خبر ہو جائے گی۔ بینگ بینگ۔"

وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ میں نے کوٹھی کے اندر آکر دروازے کو بند کیا۔ پتا نہیں، ہم کیوں اپنے گھروں کے دروازے بند کرتے ہیں جبکہ شریف آدمی دستک دیے بغیر نہیں آتے۔ چور، بدمعاش اور قاتل مخصوص تکنیک سے تالے کھول کر یا توڑ کر چلے آتے ہیں۔ ہم کبھی بند دروازے کے پیچھے محفوظ نہیں رہتے۔ پھر بھی دروازوں کو مقفل رکھتے ہیں۔

میری نیند اُڑ گئی تھی، میں فرہاد علی تیمور کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟ یہ کون لوگ مجھے پریشان کرنے آگئے تھے؟ اگر فرہاد میرے گھر میں ہوتا تو شاید وہ مجھے گولی مار دیتے۔ یہ تنویمی عمل بھی عجیب تماشے دکھاتا ہے۔ میں فرہاد ہو کر فرہاد کے متعلق سوچ رہا تھا کہ وہ اِدھر نہ آئے تو اچھا ہے ورنہ میری شامت آجائے گی۔ میں سر سے پاؤں تک اور دماغ کے چور خانوں تک ماٹی پاشا تھا اور اس کوٹھی میں ایک شریف آدمی کی طرح پُرسکون زندگی گزارنے کی تمنا کر رہا تھا۔

یہ میرے حق میں بہتر تھا۔ دو نئے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی میرے دماغ میں پہنچ گیا تھا، اسی نے کار میں بیٹھے ہوئے مینڈک کو یقین ہو گیا تھا کہ میں حقیقتاً ماٹی پاشا ہوں اور فرہاد نے کئی ماہ گزرنے کے بعد بھی مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے جو میری کوٹھی میں گھس آئے تھے، ان کے ذریعے خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ کی تہ تک پہنچنے کا موقع ملا ہو گا، اسی نے مینڈک کو بتایا ہو گا کہ پاشا فی الحال کام نہیں آئے گا، اسے چھوڑ دیا جائے۔ ہو سکتا ہے، فرہاد آئندہ رابطہ قائم کرے۔ خیال خوانی کرنے والا اب میرے دماغ میں آتا جاتا رہے گا اور معلوم کرتا رہے گا کہ فرہاد میرے پاس پناہ لینے یا مجھ سے کوئی کام لینے آتا ہے یا نہیں؟

میں یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ ایسے وقت صرف دشمن خیال خوانی کرنے والا تھا یا رسونتی بھی تھی۔ یہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں، وہ بعد میں معلوم ہوا۔ رسونتی نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے سُلایا تھا اور مطمئن ہو کر خود سو گئی تھی۔ اس کے حساب سے میں صبح پانچ بجے بیدار ہونے والا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ میں نے آرمر کو رازدار بنا لیا تھا۔ وہ رات گئے تک جاگنے کا عادی تھا۔ جب وہ سونے سے پہلے میری خیریت معلوم کرنے آیا تو اُس وقت مسلح جوان کوٹھی میں فرہاد علی تیمور کو تلاش کر رہے تھے۔

اس نے فوراً ہی پارس کو اطلاع دی "تمہارے پاپا کے بیڈ روم میں کچھ لوگ گھس آئے ہیں۔ انھیں ماٹی پاشا سمجھ کر کوٹھی کے ہر حصّے میں تمہارے پاپا کو تلاش کر رہے ہیں۔"

نینسی کے لیے آج جیسے سہاگ رات تھی۔ وہ ایک ایک پیار بھرے لمحے سے جی بھر کے کھیل رہی تھی۔ پارس، آرمر سے باتیں کرنے باتھ روم میں آگیا تھا۔ اس نے کہا "انکل! پلیز آپ نینسی کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے فوراً سُلا دیں۔ ورنہ وہ مجھے باہر نہیں جانے دے گی۔"

پارس نے اسی علاقے میں ایک چھوٹا سا بنگلا کرائے پر لیا تھا جہاں میں پاشا کی حیثیت سے مقیم تھا۔ اس کے پاس ایک گاڑی اور وہاں کی کافی کرنسی بھی تھی۔ ایک فرانسیسی جاسوس نے یہ تمام انتظامات کیے تھے۔ جب وہ بنگلے سے نکلا تو نینسی گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔ وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا پاشا کی کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ قریب پہنچ کر ایک اسٹریٹ پر گاڑی روک دی، پاشا کی کوٹھی کے باہر دو گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ مجھے کچھ لوگ پکڑ کر مینڈک کے سامنے لے آئے تھے۔ آرمر، پارس کو بتا رہا تھا "بیٹے! خطرہ ٹل گیا ہے۔ انھوں نے تمہارے پاپا کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ انھیں گرفتار کر کے نہیں لے جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا "گرفتار کرنے کے بعد کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

"ان کا موٹا سا باس کہہ رہا تھا کہ پاشا سچ کہہ رہا ہے فرہاد نے پاشا سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ تمہارے پاپا سے کہہ رہا ہے کہ فرہاد وہاں پناہ لینے آئے تو اسے ضرور پناہ دی جائے۔"

ان کی باتوں کے دوران وہ دونوں گاڑیاں واپسی کے لیے چل پڑی تھیں۔ پارس بھی گاڑی اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے چل پڑا۔ آرمر نے پوچھا "کیا تم تعاقب کرو گے؟"

"جی ہاں۔ ان لوگوں کا تعلق کسی خیال خوانی کرنے والے سے ہے۔ مجھے ان کا پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہیے۔"

"بیٹے! میری ایک بات مانو گے؟"

"ضرور۔ فرمائیے۔"

"دشمنوں کو دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس سے طاقت بڑھتی ہے۔ جیسے ڈینی دانیال کے دوست بننے سے ہماری قوت میں اضافہ ہوا ہے۔ اگر ان دو نئے خیال خوانی کرنے والوں کے بھی دل جیت لو گے تو سونیا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ وہ جو نئی بستی بسا رہی ہے، وہاں پھر کوئی دشمن کبھی قدم نہیں رکھ سکے گا۔"

"انکل! یہ دو ٹیلی پیتھی جاننے والے پَر نکلتے ہی ہوائی حملے کرنے لگے ہیں۔ ان کے تیور بتا رہے ہیں کہ یہ ہمارے خلاف قسم کھا کر میدان میں آئے ہیں۔ پھر بھی آپ پیار و محبت، امن و آشتی کے لیے مشورہ دے رہے ہیں۔ دشمنوں سے بھی نیکی کر کے دیکھ لینے میں حرج نہیں ہے۔ میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا۔"

رات کے تین بجنے والے تھے۔ سڑکوں پر اِکّا دُکّا گاڑیاں نظر آتی تھیں۔ ایسے میں تعاقب کرنے والی گاڑی صاف پہچانی جاتی ہے۔ پارس نے آگے جانے والی دونوں گاڑیوں سے کافی فاصلہ رکھا تھا۔ تاکہ اس کی گاڑی کا رنگ اور بناوٹ اچھی طرح نظروں میں نہ آئے اور یہ شبہ نہ ہو کہ ایک ہی گاڑی پیچھے چلی آ رہی ہے۔

وہ اپنی کوششوں میں کامیاب رہا۔ آگے جانے والے مطمئن تھے۔ آدھے گھنٹے بعد اس مینڈک کی کار ایک کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ پارس نے اپنی کار کی رفتار اور سست کر دی۔ جس ویگن کار میں مسلح افراد بیٹھے تھے، اس کا تعاقب لازمی نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اس کوٹھی کے سامنے سے گزرا۔ مین گیٹ پر لگی ہوئی نیم پلیٹ پر ایک نظر ڈالی۔ کسی جان گاسکر کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ اسٹریٹ اور کوٹھی کا نام اور نمبر ذہن نشین کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

آگے جانے والی ویگن کار جانے کہاں نکل گئی تھی۔ اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ ہوا خوری کے انداز میں ڈرائیو کرتا ہوا پندرہ منٹ کے بعد ایک ٹیلیفون بوتھ کے سامنے رُک گیا۔ بوتھ کے اندر جا کر فرانسیسی جاسوس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ سو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر نیند بھری آواز سنائی دی "او گاڈ! چار بجنے والے ہیں۔ ایسی گہری نیند سے جگانا کہاں کی شرافت ہے؟ کون ہو تم؟ کس سے بات کرنا چاہتے ہو؟"

پارس نے کہا: "ایسے وقت جگانا شرافت نہیں ہے۔ لہٰذا میں شریف آدمی نہیں ہوں۔ میری آواز سنتے ہی نیند اُڑ گئی ہوگی۔"

وہ جلدی سے بولا: "آ... آپ ہیں؟ سوری سر! وہ اکثر رانگ نمبر ڈائل کرنے والے نیند خراب کرتے ہیں اس لیے..."

پارس نے بات کاٹ کر کہا: "صحیح نمبر ڈائل کرنے والے نے بھی نیند خراب کی ہے۔"

"سر! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں پوری طرح بیدار ہو چکا ہوں۔"

"تو پھر نوٹ کرو۔ رابعہ بصری ایونیو میں آٹھ سو آٹھ نمبر کی کوٹھی ہے جس پر جان گاسکر کی نیم پلیٹ ہے۔ میں اس کوٹھی کے مکینوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

جاسوس نے کہا: "جان گاسکر ترکی کا مشہور پہلوان ہے۔ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اور بہت خطرناک آدمی ہے۔ پولیس والے اس سے کتراتے ہیں۔ وہ استنبول میں ماسک مین کی خطرناک تنظیم کا باس ہے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر مزید معلومات فراہم کرسکوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود ہی رابطہ قائم کروں گا۔"

پارس ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر آگے بڑھ گیا۔ اگلے راؤنڈ اباؤٹ سے گھوم کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن آگے جا کر راستے سے بھٹک گیا۔ وہ وہاں کے علاقوں اور راستوں کو پہچانتا نہیں تھا۔ آرمر نے کہا: "میں اس جاسوس کے دماغ میں چپ چاپ جا کر تمھاری رہائش گاہ تک جانے والے راستے معلوم کروں گا پھر تمھیں آ کر بتاؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ پارس آہستہ آہستہ کار چلا رہا تھا۔ ایک دوراہے پر پہنچ کر اس نے سوچا کس راستے پر جانا چاہیے؟ اس نے دور تک نظر دوڑائی، تقریباً سو گز کے فاصلے پر وہ ویگن کار کھڑی ہوئی دکھائی دی، جس میں مسلح افراد سفر کر رہے تھے۔ وہ ایک بار اور اوپن ریستوران کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ کار کو فٹ پاتھ کے کنارے کھڑی کرکے باہر آیا۔ ریستوران خالی تھا۔ بار کے کاؤنٹر پر چھ افراد نظر آئے۔ انھوں نے ہتھیاروں کو ویگن میں چھپایا ہوگا۔ وہ بیئر کے کین پکڑے ہوئے پی رہے تھے اور ایک دوسرے سے مذاق کر رہے تھے۔ پارس نے کاؤنٹر پر آ کر پوچھا: "کافی مل سکتی ہے؟"

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے کہا: "سوری! ریستوران اب صبح کھلے گا۔"

ایک شخص نے کہا: "جوان! پیاس لگی ہے تو بیئر پی لو۔"

پارس نے کہا: "شکریہ۔ میں نہیں پیتا۔"

"ہمارے اکاؤنٹ میں پی لو۔"

دوسرے شخص نے کہا: "بچے کو شراب نہیں دودھ پلاتے ہیں۔"

اس بات پر سب ہنسنے لگے۔ پارس نے کہا: "تم جیسے زندہ دل لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ میں ایک شرط پر بیئر پیوں گا۔"

تیسرے شخص نے کہا: "تمھاری شرط معلوم ہے۔ تم کہو گے کہ ہم سب کا بل تم ادا کرو گے۔ بھئی، ہم تمھارا دل نہیں توڑیں گے۔"

وہ پھر قہقہے لگانے لگے۔ پارس نے کہا: "چلو سب کا بل میں ادا کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ ہم بیئر نہیں وسکی پئیں گے اور ایک دوسرے کو اپنی جھوٹی شراب پلائیں گے۔ اس طرح آپس میں ہماری محبت بڑھے گی۔"

سب نے یہ شرط منظور کی۔ پارس نے ان کا پچھلا بل ادا کیا پھر سب کے لیے وسکی کے ڈبل پیگ کا آرڈر دے کر اس کی رقم بھی ادا کر دی۔ ادھیڑ عمر کی عورت نے سب کے لیے لارج پیگ بنائے۔ آرمر نے دماغ میں آ کر پوچھا: "یہاں کیا کر رہے ہو۔ میں نے تمھاری رہائش گاہ کا راستہ معلوم کر لیا ہے۔"

"انکل! میں ان کی کھوپڑی گھما رہا ہوں۔ اگر یہ لوگ کے ماہر ہیں تو چند منٹ بعد سانس روکنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ پھر آپ ان کا کچا چٹھا معلوم کر لیں گے۔"

سب نے اپنے اپنے گلاس اٹھا لیے۔ پارس نے اپنے گلاس میں سے ایک گھونٹ لیا۔ پھر اس گلاس کو دوسرے شخص کے ہاتھ میں دے کر اس کا گلاس لے لیا۔ اس میں سے ایک گھونٹ پی کر تیسرے کو وہ گلاس دے دیا۔ اس طرح دوسروں کا جھوٹا گلاس اس کے پاس آ رہا تھا اور اس کا جھوٹا گلاس دوسروں کے پاس جا رہا تھا۔ وہ پی رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "بھئی کمال کی وسکی ہے۔ دو چار گھونٹ میں نشہ ہونے لگا ہے۔"

ایک نے کاؤنٹر پر جھک کر ادھیڑ عمر کی عورت سے کہا: "میگی! کیا تم جادو جانتی ہو؟ تھوڑی دیر پہلے تم بڑھیا لگتی تھیں۔ اب ایکدم سے جوان ہو گئی ہو۔ ہائے کتنی حسین لگ رہی ہو!"

میگی نے کہا: "میرا ایک بیٹا تمھاری عمر کا ہے۔ اس حساب سے تم اپنی ماں کو حسین اور جوان دیکھ رہے ہو۔ بولو اب کیسی دکھائی دے رہی ہوں؟"

وہ ناگواری سے بولا: "تمھارے منہ لگنے سے نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔"

پارس کے منہ سے لگی ہوئی چیز شراب ہو یا پانی، اس کا نشہ ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ نشہ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ زہر کی ایک ذرہ برابر مقدار نے شراب کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔ آرمر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ضروری سوالات کر رہا تھا اور جوابات حاصل کر رہا تھا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: "یار! ہم کس کے لیے کام کرتے ہیں؟"

دوسرے نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا: "ہم گاسکر کے بڑے

والے بندے ہیں۔ اس ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بڑے بڑے بدمعاش ہمارے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ پولیس کے سپاہی ہمیں سلام کرتے ہیں۔ ہم اس شہر کے ہیرو ہیں ہیرو۔"

تیسرے شخص نے کاؤنٹر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا: "تمھیں گاسکر کے پاس کون لے جاتا ہے؟ میں لے جاتا ہوں میں۔ تم سب کتوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے ہو۔ گاسکر سے باتیں کون کرتا ہے؟ میں کرتا ہوں میں۔ میں اس کا رائٹ ہینڈ ہوں۔ اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہوں۔"

آرمر نے اس کی سوچ میں پوچھا: "گاسکر کا کوئی اہم راز بتاؤ؟"

وہ اپنے ایک ساتھی کا گریبان پکڑ کر بولا: "کیوں بے! مجھ سے راز پوچھتا ہے؟"

نشے میں سب کی کھوپڑی گھوم رہی تھی۔ پارس نے کہا: "ہاں، یہ پوچھتا ہے مگر تجھے کچھ معلوم نہیں ہے، تو راز کیا بتائے گا؟"

وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر بولا: "میں بتاؤں گا۔"

پارس نے کہا: "میں نہیں بتانے دوں گا۔ تیرا منہ توڑ دوں گا۔"

"تیرا باپ بھی نہیں توڑ سکے گا۔ گاسکر اب ایک کے لیے نہیں دو کے لیے کام کرتا ہے۔ وہ بظاہر ماسک مین کی خفیہ تنظیم کا باس ہے مگر سپر ماسٹر کا بھی کوئی خاص کام کر دیا جاتا ہے۔ دونوں طرف سے مال کماتا ہے۔"

پارس نے اس کی تعریف کی: "ارے تم تو واقعی گاسکر کے رازدار ہو۔ تم نے راز کی بات بتا دی اور میں تمھارا منہ نہ توڑ سکا، بھلا کیسے توڑ سکتا ہوں۔ تم تو گاسکر جیسے خطرناک باس کے چمچے ہو مگر یاد رکھو، جس دن ماسک مین کو ایسی دوغلی حرکتوں کا علم ہوگا، اس کے آدمی گاسکر کو گولی ماردیں گے۔"

وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی نشہ غالب ہو گیا اور وہ کاؤنٹر پر اوندھے منہ پڑا رہ گیا۔ آرمر نے کہا: "یہ دعوے سے کہنا چاہتا تھا کہ گاسکر کو ماسک مین کا کوئی آدمی گولی نہیں مار سکتا۔ کوئی دشمن اس کے قریب نہیں جا سکتا کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آتے ہیں اور اسے تمام خطرات سے بچاتے رہتے ہیں۔"

پارس نے کہا: "آپ گاسکر کا فون نمبر معلوم کریں۔ یہ سپر ماسٹر بڑی گہری چال چل رہا ہے۔ ماسک مین کے کاندھے پر بندوق رکھ کر ہم باپ بیٹوں کو شکار کرنا چاہتا ہے۔ میں یہاں سے اٹھ رہا ہوں۔ آپ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہوئی عورت کے دماغ میں رہیں تاکہ وہ میری گاڑی کا نمبر، اس کا رنگ اور ماڈل یاد نہ رکھ سکے۔"

آرمر نے میگی کی توجہ دوسرے کاموں میں لگا دی۔ پارس اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ گاسکر کے وہ چھ آدمی ہوش و حواس میں نہیں تھے۔ کوئی بیٹھے بیٹھے کاؤنٹر پر اوندھا ہو گیا تھا۔ کوئی زمین پر چاروں شانے چت پڑا تھا اور کوئی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا رہ گیا تھا۔ میگی نے ایک ایک کو جھنجوڑ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ پھر فون کے پاس بڑبڑاتی ہوئی آئی: "یہ کمبخت آجکل کے جوان ہیں۔ ایک لارج پیگ میں ہی ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھے ہیں۔"

وہ قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کرکے ان شرابیوں کے متعلق اطلاع دے رہی تھی۔ آرمر نے پارس کے پاس آ کر اسے رہائش گاہ تک گائیڈ کیا۔ پھر پوچھا: "کیا اب تم نیند پوری کرو گے؟"

"جی ہاں۔ آپ بھی آرام کریں۔ اب چھ گھنٹے بعد ملاقات ہوگی۔ مگر آپ سونے سے پہلے پاپا کی خیریت معلوم کریں۔"

آرمر چلا گیا۔ پارس نے بنگلے کے اندر آ کر دیکھا، نینسی گہری نیند میں تھی۔ ایک تو وہ یوں بھی دل کھینچ لیتی تھی۔ خوابیدہ حسن کچھ اور دل کھینچ رہا تھا۔ وہ سحرزدہ سا ہو کر اس کی طرف بڑھا۔ پھر رک گیا۔ ایک ضروری کام رہ گیا تھا۔ وہ بیدار ہونے کے بعد حسن و شباب کے طلسم میں گم کر دیتی۔ کسی اور طرف دھیان دینے کی مہلت ہی نہ دیتی۔ اس لیے وہ پہلے ٹیلیفون کے پاس آیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر فرانسیسی جاسوس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا: "کچھ معلوم ہوا؟"

اس نے جواب دیا: "جی ہاں۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ پہلوان جان گاسکر کوٹھی نمبر آٹھ سو آٹھ میں رہتا ہے۔ ایک جوان بیٹا اور بیٹی اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بیٹا بہت بڑا پولیس افسر ہے۔ وہ اپنی جوان بیٹی کی شادی انٹیلی جنس کے ایک بوڑھے ڈائریکٹر جنرل سے کرنا چاہتا تھا تاکہ بیٹے اور بیٹی کے ذریعے پولیس اور انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں دور تک رسائی حاصل کر سکے مگر ابھی اطلاع ملی ہے کہ اب سے دو گھنٹے پہلے اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کیا گیا ہے۔ اس وقت گاسکر کی کوٹھی میں پولیس اور انٹیلی جنس کے بڑے بڑے افسران موجود ہیں۔ شہر کے ہر بدمعاش کا محاسبہ کیا جا رہا ہے۔ ایئرپورٹ، بندرگاہوں اور ہائی وے کی پولیس چوکیوں پر سختی سے چیکنگ ہو رہی ہے۔ اگر آپ اس سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو اس کے چار عدد فون نمبر نوٹ کریں۔"

پارس نے وہ چاروں فون نمبر نوٹ کرنے کے بعد پوچھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ گاسکر، ماسک مین کی تنظیم کا علاقائی باس ہے؟"

"میری وائف پریس رپورٹر ہے۔ وہ بڑے بڑے معروف لوگوں کی پرائیویٹ لائف کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ اس نے مجھے گاسکر کے متعلق بتایا ہے۔"

"معلومات فراہم کرنے کا شکریہ۔ میں نے صبح چار بجے تمھاری

نیند خراب کی۔ اب چاہو تو چھ گھنٹے تک آرام سے سو سکتے ہو۔"
اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس جاسوس کو گاسکر کے اندرونی راز معلوم نہیں تھے۔ اس نے ایک ہی اہم خبر پہنچائی تھی کہ اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کیا گیا ہے۔ گاسکر کی بیٹی پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کوئی زبردست دشمن ہی کر سکتا تھا۔ اس کے کسی دشمن سے فی الحال پارس کو دلچسپی نہیں تھی۔ وہ نینی کے پاس آ گیا۔ اس کے گلاب جیسے چہرے پر سانسوں کی آنچ سے دستک دینے لگا۔ پہلی ہی دستک پر آنکھیں کھل گئیں۔ آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔ وہ چند لمحوں تک اپنے دیوانے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی پھر چونک کر بولی "اوہ مائی گاڈ! میں سو گئی تھی۔"
"ہاں۔ میں باتھ روم میں گیا تھا۔ واپس آ کر دیکھا تو تم سو گئی تھیں۔"
وہ وال کلاک کو دیکھتے ہوئے بولی "مجھے یاد ہے، تم ڈھائی بجے مجھے چھوڑ کر باتھ روم میں گئے تھے۔ اب پانچ بج چکے ہیں۔ تم نے ان ڈھائی گھنٹوں میں مجھے کیوں نہیں جگایا؟"
"میں کشمکش میں تھا۔ دل تمہارے لیے مچل رہا تھا۔ میں تمہیں جگانا چاہتا تھا مگر محبت سمجھاتی تھی کہ میری جان تھک گئی ہے، اسے نیند سے جگانا ظلم ہوگا۔"
"محبت میں یہ ظلم اچھا لگتا ہے، کیا اتنا بھی نہیں جانتے؟ کیا اتنی دیر کشمکش میں رہے؟"
"تمہارا خوابیدہ حسن میرے ہوش اڑا رہا تھا۔ میں تمہیں دیکھتا ہی رہا۔ مجھے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ میں کیا بتاؤں، تم کیا چیز ہو، سوتے وقت بھی لوٹ لیتی ہو۔"
وہ خوش ہو کر لوٹنے کا سامان کرنے لگی۔
دوسری صبح رسونتی میرے دماغ میں آئی۔ میں نے تنویمی عمل سے پہلے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ایک ہفتے تک مجھے مخاطب نہیں کرے گی۔ نہ ہی کسی طرح میرے دماغ میں اپنی سوچ کی لہروں کو ظاہر ہونے دے گی۔ پارس نے پچھلی رات جو معلومات حاصل کی تھیں، ان کے مطابق خیال خوانی کرنے والے گاسکر سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ گاسکر نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا کہ میں واقعی ماٹی پاشا ہوں۔ میرا بیان درست ہے لہٰذا مجھے چھوڑ دیا جائے۔ اس کے یقین سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے دماغ کو کھنگالا ہے اور میرے ماٹی پاشا ہونے کا یقین کیا ہے۔
میں جانتا تھا، ایسا ضرور ہوگا۔ اسی لیے میں نے رسونتی کو اپنے دماغ میں محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس نے صبح آ کر چپ چاپ معلوم کیا کہ پچھلی رات مسلح اجنبی کوٹھی میں گھس آئے تھے۔

میرے سامنے مجھے ہی تلاش کرتے رہے تھے پھر کوئی نقصان پہنچائے بغیر واپس چلے گئے تھے۔ رسونتی نے آرمر سے پوچھا "کیا آپ کو معلوم ہے، پچھلی رات فرہاد کے ساتھ کیا ہوا؟"
"ہاں، میں فرہاد کے پاس خاموشی سے موجود تھا۔"
"آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا؟"
"تم سو رہی تھیں۔ کوئی تشویش کی بات نہیں تھی۔ میں نے تمہیں نیند سے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ پارس کو اطلاع دی تھی۔ اس نے مجرموں کا تعاقب کیا تھا۔"
"وہ مجرم کون تھے؟ مجھے بتاؤ پارس نے کتنی اہم معلومات حاصل کی ہیں؟"
"وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے۔ ان کے درمیان کوئی خیال خوانی کرنے والا موجود تھا۔ اسی نے فرہاد کے دماغ کو ٹٹولا ہوگا اور اسے مکمل پاشا کی حیثیت سے دیکھ کر یقین کیا ہوگا کہ فرہاد اس کی کوٹھی میں نہیں ہے۔"
"میں نہیں مانتی۔ وہ خیال خوانی کرنے والے اب سپر ماسٹر کے ساتھ نہیں ہیں۔ پارس نے غلط معلومات حاصل کی ہیں۔"
"میں غلط اور صحیح نہیں جانتا۔ جو مجھے معلوم ہے، وہی بیان کر رہا ہوں۔"
"اچھی بات ہے، میں ابھی پارس سے بات کرتی ہوں۔"
"ٹھہرو۔ وہ تمام رات جاگتا رہا ہے۔ ابھی سو رہا ہے۔ تمہیں چھ گھنٹے بعد رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"
وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی: 'پارس بہت چالاک ہے۔ وہ غلط معلومات سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اگر اس کی معلومات درست ہیں تو اس کا مطلب ہے، سپر ماسٹر نے مجھ سے جھوٹ کہا ہے۔ مجھے یہ کہہ کر دھوکا دے رہا ہے اور خود کو مظلوم بنا رہا ہے کہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔'
وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ 'ابھی سپر ماسٹر کے پاس جا کر اس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ میں اس کی خوش فہمی ختم کر دوں گی، اسے بتا دوں گی کہ اس کا جھوٹ پکڑا گیا ہے۔'
وہ غصے میں سوچ رہی تھی اور خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ اس نے دل میں یہ عہد کیا تھا کہ کبھی غصے میں نہیں آئے گی اور جوش میں آ کر سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔ ایسا کوئی وقت آئے گا تو اپنے بیٹے علی تیمور سے مشورہ کرے گی۔ بیٹا اس وقت بابا صاحب کے ادارے کی لائبریری میں بیٹھا مطالعے میں مصروف تھا۔ فرزانہ اس سے ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر سونیا کے پاس تھی۔ یہ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ وہ کار یا ہیلی کاپٹر

کے ذریعے وہاں جا سکتا تھا۔ اپنی محبوبہ کے ساتھ رنگین لمحات گزار سکتا تھا لیکن وہ خشک کتابوں کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔
رسونتی نے اس سے پوچھا تھا "کیا فرزانہ سے ملنے نہیں جاؤ گے؟"
"نہیں ماما! ابھی اس سے ملنا مناسب نہیں ہے۔ وہ سونیا ممّا کے پاس رہ کر ضروری ٹریننگ حاصل کر رہی ہے۔ مجھے دیکھ کر اس کا دھیان بٹ جائے گا۔ وہ پوری توجہ سے تربیت حاصل نہیں کر سکے گی۔ ایسے وقت ہمیں تفریحی جذبات کو کچل دینا چاہیے۔"
رسونتی یہ سوچ کر خوش ہوتی تھی کہ بیٹا ہونے والی بہو سے زیادہ لگاوٹ نہیں رکھتا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ اس نے کتاب سے سر اٹھا کر پوچھا "یس ماما! کیا آپ پاپا کے پاس گئی تھیں؟"
"ہاں، وہ خیریت سے ہیں پچھلی رات کچھ لوگ ان کی کوٹھی میں گھس آئے تھے۔ پھر انہیں ماٹی پاشا سمجھ کر واپس چلے گئے۔"
رسونتی نے پوری تفصیل بتائی۔ علی تیمور نے کہا "یقیناً ان مجرموں کے ساتھ کوئی خیال خوانی کرنے والا تھا۔"
"پارس کی معلومات کے مطابق وہ سپر ماسٹر کے آدمی تھے اور سپر ماسٹر نے قسم کھا کر مجھ سے کہا ہے کہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"
"دشمن کی قسم میں بھی دشمنی چھپی ہوتی ہے۔ سپر ماسٹر نے آپ سے جھوٹ کہا ہے۔"
"کیا میں اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤں؟"
"اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"
"اسے یہ تو معلوم ہوگا کہ میں نے اس کا جھوٹ پکڑ لیا ہے، آئندہ وہ فراڈ نہیں کرے گا۔"
"آپ دوسرے پہلو پر بھی نظر رکھیں۔ کل رات اس نے جھوٹ کہا اور آپ نے یقین کر لیا۔ آج صبح اس جھوٹ کی تردید کریں گی تو وہ سمجھ لے گا کہ پچھلی رات پاشا کا محاسبہ کرتے وقت یہ بات سامنے آئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والے سپر ماسٹر کے آدمیوں کے ساتھ تھے یعنی پاشا کے دماغ میں پاپا آتے جاتے ہیں۔ یا پھر وہ پاشا، پاپا کے لیے اہم رول ادا کر رہا ہے جس کا سراغ پاشا کے دماغ سے نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب سمجھ میں آ جائے گا کہ اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے زیرِ اثر رکھا گیا ہے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ سپر ماسٹر کو ایک کڑی سے دوسری کڑی ملتی جائے اور اس طرح وہ پاپا تک پہنچ جائے؟"
"نہیں بیٹے! میں نے اتنی دور تک نہیں سوچا تھا۔ اس

لیے تم سے مشورہ کر رہی ہوں۔ میں سپر ماسٹر سے رابطہ قائم نہیں کروں گی لیکن ایک بات کھٹک رہی ہے۔"
"وہ کیا؟"
"پارس اپنے باپ کی حفاظت کے لیے استنبول پہنچ گیا ہے، وہ آخری دو خیال خوانی کرنے والوں تک ضرور پہنچے گا اور انہیں ختم کر دے گا۔"
"آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ پارس ایک اور بڑا کارنامہ انجام دے کر مجھ سے برتر ہو جائے گا؟"
"ہاں۔ تم فوراً استنبول جاؤ اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں تک پہنچو۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے راستے کے پتھر ہٹاتی جاؤں گی۔"
"اوہ میری اچھی ماما! آپ یہ کام پارس کے لیے بھی کر سکتی ہیں۔"
"وہ تو میں کروں گی۔ وہ بھی میرا بیٹا ہے۔ مگر تم استنبول جاؤ۔"
"میں آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ مجھے یہاں مصروف رہنے دیں۔ میں اس ادارے میں رہ کر ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دینے والا ہوں۔"
"میں نے سنا ہے، تم کوئی الیکٹرونک آلہ تیار کر رہے ہو، آخر وہ کیا ہے؟"
"یہ ایک زبردست ایجاد ہوگی۔ یہ آلہ ایک چھوٹے سے لاکٹ کے مانند ہے، اسے گلے میں پہنا جا سکتا ہے۔۔ جیب میں رکھا جا سکتا ہے یا انگوٹھی کے طور پر انگلی میں پہنا جا سکتا ہے۔"
"آخر یہ ہے کیا؟"
"یہ ایک نئے طرز کا ریموٹ کنٹرولر ہے۔ اگر سامنے کوئی گن لے کر کھڑا ہو اور مجھے گولی مارنا چاہتا ہو تو یہ ریموٹ کنٹرولر اس گن کا رُخ دوسری طرف پھیر دے گا۔"
وہ خوش ہو کر بولی "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"
"میں آپ سے جھوٹ بولنے یا مذاق کرنے کی گستاخی نہیں کر سکتا۔"
"لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ریموٹ کنٹرولر کا تعلق ٹی وی کے کنٹرولنگ سسٹم سے ہوتا ہے۔ تمہارے کنٹرولر کا تعلق کسی گن سے کیسے ہوگا؟"
"میں آپ کو ٹیکنیکل باتیں سمجھاؤں گا تو آپ نہیں سمجھ پائیں گی۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ ہر وہ ہتھیار جس سے فائرنگ ہوتی ہے یا ایئر شوٹنگ ہوتی ہے، ان سب کا کنٹرولنگ سسٹم ہوتا ہے یعنی کارتوس لوڈ کرنا، سیفٹی کیچ ہٹانا اور ٹرائیگر دبانا۔ یہ تمام ہتھیار فولاد سے بنے ہوتے ہیں۔ میرے کنٹرولر کا تعلق فولاد سے ہوگا،

کنٹرولر کی ننھی سی چرخی جیسے ہی گھومے گی، سامنے والی گن کی نال بھی دوسری طرف گھوم جائے گی۔"

"تمھاری بات کچھ کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔ یہ ریموٹ کنٹرولر کب تیار ہوگا؟"

"کوشش کر رہا ہوں۔ جلد ہی تیار ہو جائے گا۔"

"پھر تو تم مصروف رہو۔ تمھیں استنبول نہیں جانا چاہیے، پہلے اپنی حفاظت کا سامان تیار کرنا چاہیے۔"

"آپ پھر پاپا کے پاس جائیں گی؟"

"ہاں، ابھی جاؤں گی۔ پاپا سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"آپ کیسی بات کر رہی ہیں؟ وہ خود کو فرہاد کی حیثیت سے نہیں پہچانتے۔ آپ میرا کوئی پیغام کیسے پہنچائیں گی۔ کیا دشمن خیال خوانی کرنے والے ان کے دماغ میں موجود نہیں ہوں گے؟"

"میں بھول گئی تھی۔ یونہی روانی میں پوچھ بیٹھی کہ شاید تم اپنے پاپا کو پیار کہنا چاہ رہے ہو گے۔ اب نہیں بھولوں گی۔"

"ماما! آپ بُرا نہ مانیں۔ پاپا کے دماغ میں جا کر فوراً آ جایا کریں، ان کے کسی کام میں مداخلت نہ کریں۔ مداخلت ضروری ہو تو پہلے مجھ سے اس معاملے میں گفتگو کر لیا کریں۔ پاپا کسی کلب یا قمار خانے میں جائیں گے، وہاں کسی عورت سے ملیں گے تو آپ برداشت نہیں کر پائیں گی۔ اپنی دانست میں کوئی قدم اٹھائیں گی تو پاپا کو براہِ راست یا بالواسطہ نقصان پہنچے گا۔"

"میں کوئی جذباتی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ تم اطمینان رکھو۔"

وہ بیٹے سے رخصت ہو کر میرے دماغ میں آئی۔ میں اسے محسوس نہ کر سکا۔ اس نے بھی مجھے مخاطب نہیں کیا۔ صبح کے نو بجے تھے۔ میں ناشتا کرنے کے بعد چائے پی رہا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر اٹھ گیا۔ ہاتھ میں پیالی لیے ڈرائنگ روم میں آیا۔ پیالی سینٹر ٹیبل پر رکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کسی نے پوچھا "کیا تم ماٹی پاشا بول رہے ہو؟"

"جی ہاں میں ہی ماٹی پاشا ہوں فرمایئے!"

"کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

رسونتی میرے دماغ میں رہ کر چونک گئی ہوگی کیونکہ فرہاد کو ہی فون پر کوئی فرہاد علی تیمور مخاطب کر رہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر پوچھا "فرہاد صاحب! میں آپ کا خادم آپ کے لیے پریشان ہوں۔ آپ کو چند نامعلوم مسلح افراد تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"میں ایسی جگہ ہوں جہاں دشمن کسی بھی وقت پہنچ سکتے ہیں۔ میں تمھارے پاس آرہا ہوں۔"

"میرے لیے یہ خوشی اور فخر کی بات ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں گے لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، دشمن آپ کی تاک میں ہیں، یہاں آپ کے آتے ہی وہ بھی آجائیں گے۔"

"وہ پچھلی رات مطمئن ہو کر گئے ہیں۔ بار بار اس کوٹھی کی تلاشی لینے نہیں آئیں گے۔ تمھاری کوٹھی سے بہتر میرے لیے اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ میں آرہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! میرے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا آتا ہے۔ اسے میرے ہاں آپ کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔"

"ہونے دو۔ میں بہت مجبور ہو کر آرہا ہوں۔ میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے جس کے باعث خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں اسی لیے فون پر گفتگو کر رہا ہوں۔ اگر مجھے شام تک آرام کرنے کا موقع ملے گا تو میں خیال خوانی کے قابل ہو جاؤں گا پھر دشمنوں سے مقابلہ کر سکوں گا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں سوچ رہا تھا، فرہاد میرے پاس آکر رہے گا تو کیسے حالات پیش آئیں گے۔ پچھلی رات جو مینڈک آیا تھا، اسے کسی خیال خوانی کرنے والے کے ذریعے یہاں فرہاد کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ میری کوٹھی میدانِ جنگ بن جائے گی۔ میں ریسیور رکھ کر چائے پینے لگا۔ اتنی دیر میں چائے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ میں نے پیالی سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "بینگ بینگ، کیا تم نے مجھے پہچانا؟"

"ہاں پہچان رہا ہوں۔ بھلا کوئی آدم سائز کے مینڈک کو بھول سکتا ہے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔ ہوش میں تو ہو؟"

میں بے خیالی میں اسے مینڈک کہہ گیا تھا۔ میں نے بات بناتے ہوئے کہا "سوری، میں ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں اور ابھی تک خمار باقی ہے۔ جانے کیا کہہ گیا۔ ویسے تمھارا نام کیا ہے؟"

"مجھے جان گاسکر کہتے ہیں۔ سنو، تم یہ شرافت کی زندگی شروع کرنے سے پہلے بدمعاش نمبر وَن رہ چکے ہو۔ استنبول کے ہر چھوٹے بڑے اور نئے پرانے مجرم کو پہچانتے ہو۔ اگر میرا ایک کام کر دو گے تو میں تمھیں منہ مانگا معاوضہ بھی دوں گا اور کبھی تمھارے کام بھی آؤں گا۔"

"مجھے معاوضہ نہیں چاہیے۔ دوستی میں تمھارا کام کر سکتا ہوں۔"

"کل رات جب میں تمھارے پاس آیا تھا، اسی وقت کوئی دشمن میری بیٹی کو اٹھا کر لے گیا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اور شہر کے تمام غنڈے، بدمعاش اسے تلاش کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں

تم بھی اسے تلاش کرو۔ اس کے لیے تمھیں جتنے آدمیوں کی، گاڑیوں کی اور ہتھیاروں کی ضرورت ہوگی، میں دوں گا۔"

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ابھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ، ایسے کتنے دشمن ہیں جو تمھاری بیٹی کو اغوا کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟"

"مجھے سُپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم میں سے جو بڑی رقم دیتا ہے، میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ اگر ایک کے لیے دوسرے کے مفاد کے خلاف کام کرتا ہوں تو وہ دوسرا مجھ سے درپردہ انتقام لیتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ یہ بتاؤ، ان دنوں کس کے لیے کام کر رہے ہو اور اس سے کن لوگوں کو نقصان پہنچ رہا ہے؟"

"یہ راز کی بات ہے، میں نہیں بتاؤں گا کہ کس کے لیے کام کر رہا ہوں۔ البتہ یہ کام فرہاد کے خلاف ہے لیکن اس نے آج تک کسی کی بہو بیٹی کو اغوا نہیں کیا۔ یہ ذلیل حرکت یہودیوں کی ہو سکتی ہے۔"

"کیا یہودی تنظیم کے ایک آدھ شخص کی نشان دہی کر سکتے ہو؟"

گاسکر نے دو افراد کے نام اور پتے بتائے۔ پھر ریسیور رکھ دیا۔ میں نے بیڈ روم میں آکر لباس تبدیل کیا، جُرابیں اور جوتے پہنے پھر آئینے کے سامنے آکر بالوں میں کنگھی کرنے لگا۔ تب یاد آیا کہ فرہاد صاحب آنے والے ہیں۔ میں گاسکر کی باتوں میں انھیں بھول گیا تھا۔ اگرچہ مجھے ان کے آنے کی خوشی تھی مگر پریشانی بھی تھی۔ پتا نہیں، ان کی آمد کے بعد یہاں کیا ہونے والا تھا۔

اِدھر میں اپنی ذات کو بھول کر کسی فرہاد کا انتظار کر رہا تھا۔ اُدھر رسونتی پارس کے دماغ میں آئی۔ وہ سو رہا تھا۔ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی بیدار ہو گیا۔ رسونتی نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا "تمھارے پاپا خطرات میں گھرے رہتے ہیں اور تم لمبی تان کر سوتے رہتے ہو۔"

"ماما! میں پچھلی تمام رات جاگتا رہا تھا۔ ابھی تین گھنٹے کی نیند پوری کی ہے۔ آپ فوراً پاپا کے متعلق بتائیں۔"

"دشمن کا کوئی آدمی فرہاد بن کر تمھارے پاپا کے پاس کوٹھی میں آرہا ہے۔"

رسونتی نے بتایا، کس طرح ایک اجنبی نے فرہاد بن کر مجھ سے گفتگو کی ہے اور میں خود فرہاد ہو کر دھوکا کھا رہا ہوں۔ اور اپنے ہاں اس دشمن فرہاد کا انتظار کر رہا ہوں۔ پارس نے کہا "ماما! آپ اُن خطرات کا ذکر کریں جن میں پاپا گھرے ہوئے ہیں۔"

"کیا کسی دشمن کا فرہاد بن کر آنا تمھارے پاپا کے لیے خطرناک نہیں ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ ابھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ خطرہ نہیں خطرات کی بات کر رہی تھیں۔ کسی دوسرے خطرے کے متعلق بتائیں۔"

"تم میری بات پکڑ رہے ہو اور وقت ضائع کر رہے ہو۔ ابھی علی تیمور ہوتا تو فوراً اپنے پاپا کے لیے حفاظتی تدبیر کرتا۔"

"اِن حالات میں علی تیمور بھی کچھ نہ کرتا۔ میری طرح نیند پوری کرنا ضروری سمجھتا۔ کیا آپ مجھے تھوڑی دیر سونے کی اجازت دیں گی؟"

"تمھارے جیسی اولاد سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہو۔ ایسے میں باپ کی محبت ہوگی نہ اہمیت۔"

وہ دماغ سے چلی گئی۔ پارس نے نینتی کو دیکھا۔ وہ تھک ہار کر سو رہی تھی۔ دن کے دس بج رہے تھے۔ اس نے نیند میں اس کی طرف کروٹ لی۔ پارس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد سو گیا۔

رسونتی نے علی تیمور کے پاس آکر کہا "تم کہہ رہے تھے، میں خیال خوانی کے ذریعے پارس کے کام آؤں۔ اسے تو سونے سے ہی فرصت نہیں۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تمھارے پاپا کے پاس ایک دشمن فرہاد بن کر آرہا ہے۔"

رسونتی نے اسے اجنبی فرہاد کے متعلق بتایا۔ علی تیمور نے کہا "ماما! پریشانی کی بات نہیں ہے۔ جب تک وہ شخص فرہاد کی حیثیت سے پاپا کے پاس آکر نہیں رہے گا اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دشمن ایک نقلی فرہاد کے ذریعے کس قسم کی چالیں چل رہے ہیں۔ پارس اسی لیے اطمینان سے سو گیا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، وہ نیند پوری کرنے کے بعد اس شخص کے پیچھے پڑ جائے گا۔"

"بیٹے! وہ شخص کہہ رہا تھا کہ میں فرہاد ہوں لیکن ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں ہوں۔ اس کا مطلب ہے، وہ کسی وجہ سے دماغی طور پر کمزور ہے۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کر سکے گا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر لوں گی۔"

"ماما! خدا کے لیے ایسی غلطی نہ کریں۔ آپ یقین سے نہیں کہہ سکتیں کہ وہ شخص دماغی طور پر کمزور ہوگا۔ ہو سکتا ہے، وہ آپ کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لے۔ پھر یہ بھید کھل جائے گا کہ خیال خوانی کرنے والی، ماٹی پاشا یعنی پاپا کے قریب چھپے رہتے ہیں۔ آپ کسی بھی دشمن کے دماغ میں جانے کا ارادہ کبھی نہ کریں، خواہ وہ کتنا ہی کمزور نظر آتا ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں صرف خاموشی سے تمھارے پاپا کی

نگرانی کروں گی۔ کوئی خاص بات ہوگی تو تمھیں بتاؤں گی۔"

"آپ مجھے نہیں، پارس کو بتایا کریں۔"

"میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ وہ روز بہ روز گستاخ ہوتا جا رہا ہے۔ وہ مجھ سے باتیں کر سکتا تھا مگر بڑی بے رُخی سے آنکھیں بند کر کے سو گیا۔"

علی تیمور اپنی ماں کی غلط بیانی کو سمجھ رہا تھا۔ بھلا اس کی ماما کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آنکھیں بند کر کے سو گیا تھا؟ یہ تو اسی وقت معلوم ہوتا جب ماما اس کے دماغ میں رہتیں اور حساس دماغ والا پارس ماما کی موجودگی میں آنکھیں بند کر کے سو نہیں سکتا تھا۔ ایسی حالت میں کبھی نیند نہیں آتی۔

علی تیمور نے کہا: "کوئی بات نہیں ماما! آپ پارس کے پاس نہ جائیں مگر آر مرانکل کو پاپا کے متعلق رپورٹ دیتی رہیں۔ اس طرح پارس بدلتے ہوئے حالات سے باخبر رہے گا۔"

"میں تو بس رپورٹ پہنچانے کے لیے ہی رہ گئی ہوں۔ ٹھیک ہے، تم کہہ رہے ہو، اس لیے ایسا ہی کروں گی۔"

وہ بیٹے کے دماغ سے نکل کر میرے پاس آئی۔ ادھر میرا انتظار ختم ہوا۔ میں نے کال بیل کی آواز سن کر دروازہ کھولا۔ کوئی اجنبی ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ نظر آیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ دونوں اندر آ گئے۔ پھر اس شخص نے کہا: "میں فرہاد ہوں۔ تم چہرے سے نہیں پہچان سکو گے۔ میں میک اپ میں ہوں اور یہ تمھاری بھابی رسونتی ہے۔"

میں نے حیرانی سے دوشیزہ کو دیکھ کر کہا: "بھابی دو جوان بیٹوں کی ماں ہو کر بھی کم سن لڑکی دکھائی دیتی ہیں۔ میں انھیں دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "یہ میک اپ کا کمال ہے۔ کبھی تمھارے سامنے میک اپ اُترے گا تو تمھیں دو بچوں کی ماں نظر آئے گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ نقلی فرہاد نے کہا: "پہلے ہمارا کمرا دکھاؤ۔ تاکہ ہم کچھ دیر آرام کر سکیں۔"

میں انھیں ایک کمرے میں لے آیا پھر بولا: "یہ بہت بڑی کوٹھی ہے۔ آپ جہاں رہنا چاہیں، رہ سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ آپ یہاں تھکن اتاریں، میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ شام تک واپس آؤں گا۔"

"ایسا کیا ضروری کام ہے کہ شام تک واپسی ہوگی؟"

میں نے کہا: "جان گاسکر نامی ایک شخص کی بیٹی اغوا ہو گئی ہے۔ میں اس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔"

"کیا اس کی بیٹی کو صورت شکل سے پہچانتے ہو؟"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا: "پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں کچھ بھولنے لگا ہوں۔ گاسکر سے بہت کچھ پوچھا۔ مگر اس کی بیٹی کا حلیہ پوچھنا بھول گیا۔ ابھی میں ڈائریکٹری میں فون نمبر دیکھ کر گاسکر سے بات کروں گا اور اس کی بیٹی کی تصویر طلب کروں گا۔"

میں ٹیلیفون ڈائریکٹری لے کر گاسکر کے فون نمبر ڈھونڈنے لگا۔ دشمن میرے آس پاس جیسا چکر چلا رہے ہیں، اس سے اندیشہ ہے کہ یہ داستان بہت زیادہ اُلجھ جائے گی۔ لہٰذا میں دشمنوں کی چالوں کو وضاحت سے بیان کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے وضاحت کے بعد یہ داستان اور زیادہ دلچسپ ہو جائے گی۔

میڈونا جیکسن نیند سے بیدار ہوئی تو اس کی دنیا بدل چکی تھی۔ پچھلی رات اسے ایک سرکاری خفیہ کمرے میں سُلایا گیا تھا۔ وہ کمرا اس خفیہ تہ خانے میں تھا، جہاں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ اس مشین سے گزرتے وقت ہی میڈونا گہری نیند میں ڈوب گئی تھی۔

اس نے آنکھ کھلتے ہی خود سے سوال کیا: "میں کہاں ہوں؟"

دماغ نے جواب دیا: "خفیہ تہ خانے کے ایک کمرے میں ہوں اور ٹیلی پیتھی کی ایک نئی دنیا میں داخل ہو چکی ہوں۔"

سرہانے رکھے ہوئے انٹرکام کے اسپیکر سے آواز اُبھری۔ "ہیلو میڈونا! ہم تمھیں دیکھ رہے ہیں۔ تمھاری نیند پوری ہو چکی ہے۔ تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟"

وہ انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر جواب دینا چاہتی تھی، آواز آئی: "اسٹاپ، ریسیور کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ کیا تم اس کے بغیر بات نہیں کرو گی؟"

وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ اس کا رُخ شمال کی طرف تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے بولنے والے کی آواز اور لب و لہجے کو اپنے اندر دُہرایا۔ دوسری بار دُہراتے وقت اسے محسوس ہوا جیسے وہ چشم زدن میں دوسری جگہ پہنچ گئی ہے۔ اسی لب و لہجے والے کو سوچتے ہوئے سُن رہی ہے۔ تب یقین ہو گیا کہ وہ انٹرکام پر بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گئی ہے۔ اس نے خوش ہو کر کہا: "مسٹر گراہم! میں تمھارے دماغ میں ہوں۔ ابھی تم بائیں ہاتھ سے سگار بجھا رہے ہو اور دائیں ہاتھ سے کافی کی پیالی تھامے ہوئے ہو۔"

گراہم نے مسکرا کر اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کہا: "میڈونا میرے دماغ میں ہے۔ میری حرکات و سکنات کے بارے میں درست بیان کر رہی ہے۔"

پھر اس نے میڈونا سے پوچھا: "کیا تم مسٹر راجر کی آواز سن رہی ہو؟"

"ہاں سُن رہی ہوں۔ وہ تمھارے سامنے بیٹھے ہیں۔"

"مسٹر راجر سگریٹ سلگانے جا رہے ہیں۔ تم انھیں اس کا موقع نہ دو۔"

میڈونا نے راجر کے لب و لہجے کو دُہرایا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سگریٹ ہونٹوں میں دبائے لائٹر جلا رہا تھا۔ لائٹر سے ایک ننّھا سا شعلہ نکلا۔ میڈونا نے راجر کے مُنہ سے پھونک مار کر اسے بُجھا دیا۔ سب ہنسنے لگے۔ راجر نے پھر لائٹر سے شعلہ نکالا، میڈونا نے پھر اس کے ذریعے پھونک مار کر اُسے بُجھا دیا۔ راجر نے مسکرا کر پوچھا: "اچھا تو یہ میڈونا کی شرارت ہے؟"

میڈونا نے کہا: "تم لوگوں نے نئی مشین سے کامیاب تجربہ کیا ہے۔ میں یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

راجر نے کہا: "تم بہترین کھلاڑی ہو۔ آئس اسکیٹنگ کی چیمپئن ہو۔ دس فٹ اونچی چھلانگیں لگاتی ہو۔ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہو، اس کے لیے سانسوں پر قابو رکھنا پڑتا ہے۔ تمھارے ریکارڈ کے مطابق تم صرف تین منٹ تک سانس روک لیتی ہو۔ لیکن ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جس شخص کے دماغ سے تمھارے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی ہے، وہ دس منٹ تک سانس روک لیتا ہے۔ تمھارے سرہانے کی میز پر اسٹاپ واچ موجود ہے اسے ہاتھ میں لے کر سانس روکو اور بتاؤ، سانس روکنے کے سلسلے میں کیا تبدیلی آئی ہے۔"

میڈونا نے اسٹاپ واچ اٹھا کر اسے آن کرتے ہی سانس روک لی۔ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جس شخص کی صلاحیتیں اس میں منتقل کی گئی ہیں، وہ دس منٹ تک سانس روکتا ہے، لہٰذا اسے بھی یہی کوشش کرنی چاہیے۔ اسٹاپ واچ کا کانٹا اپنی مخصوص رفتار سے گھوم رہا تھا اور وہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ تین منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے اور اسے مسلسل سانس روکنے میں دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ جب وہ بے چینی محسوس کرنے لگی اور سانس لینا شروع کیا تو دس منٹ گزر چکے تھے۔ وہ خوشی سے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے بولی: "میں نے دس منٹ تک سانس روکی ہے۔ اوہ گاڈ! میں کیا سے کیا ہو گئی ہوں۔ پلیز، مجھے بتاؤ اس شخص میں اور کیا کیا خوبیاں ہیں جو مجھ میں منتقل ہو گئی ہیں؟"

وہ خود ہی خوبیوں کا مجسّمہ تھی۔ چہرے کے نقوش دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ صبح خیزی کی عادت تھی۔ یوگا کی محنت طلب مشقیں کرتی تھی۔ جمناسٹک کے کمالات میں یکتا تھی، اس لیے جسم نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اسے دیکھنے سے دل کی دھڑکنیں پاگل ہو جاتی تھیں۔

وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی سنگین بھی تھی۔ اسے ہاتھ لگانے والا پھر کبھی ہاتھ لگانے کے قابل نہیں رہتا تھا۔ وہ اپنی تنہائی میں کسی مرد کو برداشت نہیں کرتی تھی۔ جس سرکاری شعبے میں ٹریننگ حاصل کی تھی، وہاں خطرناک وحشی فائٹر سمجھی جاتی تھی۔ ہفتے میں ایک بار اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کے امتحانات ہوتے تھے اور وہ ہمیشہ زیادہ نمبروں سے کامیاب رہتی تھی۔

اسے بتایا گیا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک رات میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک زبردست و باصلاحیت جوان کے دماغ میں یہ علم منتقل کیا گیا ہے لیکن دونوں کو ایک دوسرے سے چھپایا جائے گا۔ تاکہ فرہاد یا اس کے بیٹے کسی ایک کے پاس پہنچ جائیں تو اس کے ذریعے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہ لگا سکیں۔ میڈونا نے کہا: "اس بار وہ ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ انھوں نے ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ایک ایک کر کے ہلاک کیا ہے۔ اب میں انھیں ایک ایک کر کے موت کے مُنہ میں پہنچاؤں گی۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "تم فرہاد کا تمام ریکارڈ پڑھ چکی ہو۔ اس کے ایکشن اور ری ایکشن سے متعلق ویڈیو فلمیں دیکھ چکی ہو۔ دونوں پارس اپنے باپ سے بھی آگے نکل رہے ہیں۔ پہلے ایک سے نمٹنا مشکل تھا، اب تین سے نمٹنا پڑتا ہے۔ فرہاد کو ہلاک کرنے کے کتنے ہی زبردست منصوبے بنائے گئے۔ کتنے ہی خطرناک فائٹر، مکّار اور چالباز دشمن مقابلے پہ آئے اور موت کے مُنہ میں چلے گئے۔ تم اس کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہو۔ اتنا بڑا دعویٰ نہ کرو۔"

وہ بولی: "اب سے پہلے ہمارے لوگ اس لیے مارے گئے کہ وہ فرہاد کے مقابلے میں جاتے تھے یا فرہاد انھیں ڈھونڈ نکالتا تھا۔ میں آپ لوگوں سے رخصت ہو کر جہاں رہوں گی، وہاں کا پتا کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔ میں فرہاد کے مقابلے پر خود کبھی نہیں جاؤں گی۔ اسے میرا نام اور میرا حلیہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔ مجھے کبھی کبھی اس شخص کی ضرورت پیش آئے گی جس کی صلاحیتیں میرے دماغ میں منتقل کی گئی ہیں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "وہ شخص ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کا آخری سرمایہ ہے۔ پہلے پہل ہم یہ علم اپنے لوگوں میں منتقل کرنے کے لیے کبھی فرہاد کو اور کبھی جوجو کو ٹریپ کرتے رہے۔ جب یہ علم حاصل ہو گیا تو ہم نے ایک شخص کے اندر اسے منتقل کر کے پوشیدہ رکھا ہے۔ فرہاد اور دوسرے دشمن یہی جانتے ہیں کہ

ہمارے پاس آخری دو خیال خوانی کرنے والے رہ گئے ہیں۔ تیسرے کا علم نہ کسی کو ہے، نہ ہوگا۔ لہٰذا تم سے بھی اس کا رابطہ کبھی نہیں رہے گا۔ تمھاری اطلاع کے لیے کہہ دوں، میں بھی اس کا نام اور پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔"

"کوئی بات نہیں، جب اس شخص کو اس قدر راز میں رکھا گیا ہے تو میں اس کے بغیر ہی کام کروں گی۔ فی الحال مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو تنویمی عمل کرنے میں خاصی مہارت رکھتا ہو۔ اور ایک ایسا شخص بھی ضروری ہے جو پلاسٹک سرجری کے علاوہ عارضی میک اپ کرنے کا بھی تجربہ رکھتا ہو۔"

"اچھی بات ہے، تم کہیں بھی جا کر اپنی رہائش کا انتظام کرو پھر آج شام پانچ بجے دماغی رابطہ قائم کرنا، تمھارے مطلوبہ افراد کی آوازیں سنا دی جائیں گی۔"

میڈونا نے موجودہ رہائش گاہ چھوڑ دی۔ اس کے سگے رشتے داروں میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دور کے رشتے داروں سے ملتی نہیں تھی۔ کسی مرد سے دوستی کرنا تو دور کی بات ہے، وہ کسی لڑکی کے ساتھ بھی زیادہ باتیں نہیں کرتی تھی۔ بہت کم لوگ اسے صورت شکل سے پہچانتے تھے۔ اس نے ایسے لوگوں سے دور رہنے کے لیے پیرس میں رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ فرہاد اور اس کی فیملی کے قریب رہ کر خود کو ہمہ وقت محتاط رہنے کی عادی بناتی رہے۔

اس نے شام کو سُپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "تم میرے دماغ میں رہو اور اپنے مطلوبہ افراد کی آوازیں سنو۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا: "ہیلو مسٹر بلیک ڈینجر! کیا تم ہو؟"

"جی ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ مجھے کہا گیا ہے کہ سرکاری طور پر مجھے کہیں مصروف رکھا جائے گا۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا تم وہی سرکاری آدمی ہو؟"

"ہاں، میں وہی ہوں اور افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم سرکاری ملازمت کے قابل نہیں ہو۔ دیٹس آل۔"

اس نے ریسیور رکھ کر پوچھا: "میڈونا! کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ گی؟"

"میں ابھی آرہی ہوں۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بلیک ڈینجر کے دماغ میں پہنچی۔ وہ بے چینی محسوس کرنے لگا تھا لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں ہیں۔ میڈونا نے واپس آکر سُپر ماسٹر سے کہا: "دوسرے شخص کی آواز سناؤ۔"

اس نے پھر فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا پھر کہا: "میں جے لارنس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جے لارنس بول رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بات کرو۔ میں سن رہا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "میں قانون کے محافظوں سے چھپنے کے لیے سرجری کے ذریعے چہرہ تبدیل کرانا چاہتا ہوں، اس کے لیے مُنہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

"سوری، میں قانون شکن نہیں ہوں۔ میرے پاس آؤ گے تو سرجری کے آلے سے تمھاری گردن تن سے الگ کر دوں گا۔"

جے لارنس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "پتا نہیں کون تھا؟ بھلا ایسی باتیں فون پر کی جاتی ہیں! میرا خیال ہے، انٹیلی جنس والے مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔ آہ! کتنے دن ہوگئے، کوئی مجرم تگڑی رقم لے کر پلاسٹک سرجری کے لیے نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے، مجھے واشنگٹن چھوڑ کر نیویارک جانا ہوگا۔ یا یہ ملک ہی چھوڑ دینا ہوگا۔"

میڈونا نے کہا: "تمھارا یہ آخری خیال درست ہے۔ تمھیں یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔ اپنا پاسپورٹ نکالو اور سفر کی تیاری کرو۔"

وہ دونوں ہاتھ سے سر تھام کر خلا میں تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا: "میرے دماغ میں یہ آواز کیسی ہے؟"

"یہ ٹیلی پیتھی کی آواز ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ حیرانی سے بولا: "کیا آپ مسٹر فرہاد ہیں؟"

"کیا اتنی بڑی دنیا میں ایک فرہاد ہی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ آپ کون ہیں؟"

"مجھے بلیک لیڈی کہتے ہیں۔ میں تمھاری خدمات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیسی خدمات؟"

"میں جس کا چہرہ تبدیل کرانا چاہوں گی، تم پلاسٹک سرجری کے ذریعے یا کبھی عارضی میک اپ کے ذریعے تبدیل کر دیا کرو گے۔"

"میں غیر قانونی کام نہیں کرتا۔"

میڈونا خاموش ہوگئی، اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر بولا: "کیا تم چلی گئی ہو؟ اگر موجود ہو تو اپنا نام بتاؤ۔ بلیک لیڈی کوئی نام نہیں ہے۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا: "کیا میرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ بھلا میرے دماغ میں کون بولے گا؟ فرہاد کے متعلق ایسا سُنا ہے۔ لیکن واقعی کوئی فرہاد اس دنیا میں ہے، اس کا یقین نہیں ہے۔ مزید یہ کہ کوئی بلیک لیڈی بول رہی تھی۔ یہ میرا واہمہ ہے، کوئی نہیں بول رہی تھی۔"

میڈونا نے کہا: "میں اب بھی بول رہی ہوں۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم غیر قانونی کام نہیں کرتے۔ وہ ٹونی آجکل شکاگو میں ہے جس نے دو قتل کیے، تم نے اسے پولیس والوں کی نظروں سے چھپانے کے لیے اس کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی۔ اس کا چہرہ بدل چکا ہے، اس نے اپنا نام راجر اسمتھ رکھ لیا ہے۔ شکاگو کے مضافات میں ایک اپر ٹاؤن ہے، وہاں اسٹریٹ نمبر پینتالیس کے ساتویں مکان میں رہتا ہے۔ میں نے تمھارے دماغ سے اس کا فون نمبر بھی معلوم کر لیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر خلا میں تک رہا تھا۔ میڈونا نے کہا۔ "رائٹ براؤن ایک بدنام ڈاکو ہے۔ ایک بینک ڈکیتی کے کیس میں مطلوب ہے۔ تم نے اس کا چہرہ بھی بدل دیا۔ آجکل وہ جمیس ہیرالڈ کے نام سے مین ہٹن کے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے ان دونوں کو پولیس اسٹیشن پہنچاؤں گی۔ وہ تمھارے خلاف بیان دے کر خود کو قانون کے حوالے کریں گے۔"

وہ بے یقینی سے بولا: "کیوں مذاق کرتی ہو۔ بھلا کوئی ڈاکو بینک سے لُوٹے ہوئے کروڑوں ڈالر واپس کیوں کرے گا۔ کوئی قاتل پھانسی کے پھندے تک کیوں جانا چاہے گا۔ وہ دونوں اپنے جرم کا اعتراف کبھی نہیں کریں گے۔"

"صرف وہ نہیں، تم بھی کرو گے اور اس طرح کرو گے۔"

میڈونا نے اس کے دماغ کو قابو میں کرتے ہوئے ریسیور اٹھا کر قریبی پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کرنے پر مجبور کیا۔ وہ ڈائل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر بھی اس نے کیا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا: "میں پلاسٹک سرجری کا ڈاکٹر جے لارنس بول رہا ہوں۔ تھانے کے انچارج سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولنا نہیں چاہتا تھا مگر بے اختیار بول رہا تھا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "میں تھانے کا انچارج بول رہا ہوں۔ فرمائیے؟"

اس نے کہا: "آفیسر! میں اپنے بہت سے جرائم کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بڑے بڑے قاتلوں کے اور بینک ڈکیتی میں ملوث افراد کے چہروں کی سرجری کر کے انھیں پولیس والوں سے بچایا ہے۔ وہ تمام مجرم مختلف چہروں اور ناموں سے جہاں جہاں زندگی گزار رہے ہیں، میں وہاں تک ان کی نشان دہی کروں گا لیکن اس سے پہلے میں پانچ منٹ تک غور کروں گا کہ مجھے مجرموں سمیت خود کو قانون کے حوالے کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ پانچ منٹ تک انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ تو وہ گڑگڑا کر بولا: "میں خود کو قانون کے حوالے نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمھارا ہر کام کروں گا۔ تمھارے کسی حکم سے انکار نہیں کروں گا۔"

"سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا۔ تم نے مجھے بھی ٹیڑھا بننے پر مجبور کر دیا۔ بہر حال کل صبح نو بجے تم پاسپورٹ لے کر گھر سے نکلو گے۔ میں تمھیں ملک سے باہر جانے کا اجازت نامہ دلاؤں گی۔"

"مجھے کہاں جانا ہوگا؟ سفر کے اخراجات کہاں سے آئیں گے؟"

"تم استنبول جاؤ گے۔ اخراجات کی فکر نہ کرو، جہاں رہو گے دولت سے کھیلتے رہو گے۔"

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں استنبول کے ایک اسپتال میں تھا۔ سُپر ماسٹر کو معلوم ہو چکا تھا لیکن وہاں مجھ پر نہ قاتلانہ حملہ کیا گیا، نہ ہی مجھے قیدی بنانے کی کوشش کی گئی کیونکہ اس سے پہلے کئی بار وہ میرے دھوکے میں میری ڈمی کو گرفتار کرا چکا تھا۔ سُپر ماسٹر سے اس بار میڈونا نے کہا تھا کہ پہلے میں تصدیق کرے گی۔ پھر سُپر ماسٹر سے گرفتار کرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ [مجھے معلوم ہے، فرہاد پھر ہاتھ ... دمیوں کی نا اہلی ہے۔]

میڈونا نے اسی مقصد سے ... تمھاری بھی غیر ذمے داری ہے۔ اگر جے لارنس کو اپنا پابند بنایا۔ ... کے دماغ میں موجود رہتیں تو کامیابی ... میڈونا کو ایک معمولی عورت سمجھ کر اس ...

جب میڈونا نے اسے دماغی جھٹکے پہنچائے تو اس نے ... کر رہنے کے لیے گھٹنے ٹیک دیے۔ وہ پیرس چلی گئی۔ ان دونوں کو استنبول بھیج دیا۔ وہاں سپر ماسٹر کے جاسوس نے بتایا کہ جسے فرہاد سمجھا جا رہا تھا، وہ اونیل مورس کے نام سے تھیلما نامی ایک عورت کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا ہے۔ میڈونا نے کہا: "مجھے تھیلما کی آواز سناؤ۔"

اس کی آواز سنانے کے لیے وہی کیا گیا جیسا کہ اکثر میں کرتا ہوں۔ ایک جاسوس نے فون پر رابطہ قائم کیا۔ تھیلما نے گھنٹی کی آواز سن کر ریسیور اٹھایا۔ پھر بولی: "ہیلو! کون ہے؟"

جاسوس نے پوچھا: "ہیلو! مسٹر سام مورس موجود ہیں؟"

وہ بولی: "سوری، سام نے ہمیشہ کے لیے یہ بنگلا چھوڑ دیا ہے۔ آئندہ اس فون پر کبھی اس سے بات نہیں ہوسکے گی۔"

تھیلما نے ریسیور رکھا۔ میڈونا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ سمجھ رہی تھی، میں عیاشی کے لیے تھیلما کے ساتھ رہتا ہوں اور تھیلما کی سوچ کہہ رہی تھی: "اونیل کبھی میرے ساتھ تنہائی میں وقت گزارنا نہیں چاہتا، شاید اس لیے کہ میری عمر زیادہ ہے یا پھر یہ کسی عورت سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ یہی بات درست ہے، اس نے آج تک کسی عورت سے دوستی نہیں کی۔"

میڈونا اس کے خیالات پڑھ کر اُلجھ گئی۔ اگر میں واقعی عورتوں سے دوستی نہیں کرتا تو پھر میں فرہاد نہیں ہوں لیکن جس طرح

میں نجومی بن کر پیش گوئی کرتا رہا اور ٹام مورس کو گھر سے نکال دیا اس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ علمِ نجوم کا نہیں ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔

اس روز میں نے تھیلما سے کہا تھا: "ابھی میں تنہائی میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ آج رات کو تمہارے ساتھ باہر جاؤں گا۔ پھر ہم کلبوں اور قمار خانوں میں وقت گزاریں گے۔"

میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جلد ہی تھیلما کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا لیکن وہ کل صبح سے ایک دولت مند خاتون بن جائے گی اور شاید اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اس کے لیے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کو کرائے پر حاصل کیا جائے گا۔ جو اس کے باڈی گارڈز بن کر رہیں گے۔ یا پھر تھیلما نے خود سوچا ہو گا کہ اونیل کے جانے کی آوازیں سنادی جائیں
چیرات ... ڈی گارڈز رکھے گی جو غنڈے سے بدمعاش ہوں گے

میڈونا نے موجودہ رہائش
سوچا کہ مجھے اور تھیلما کو غنڈوں
رشتے داروں میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دو
نہیں تھی۔ کسی مرد سے دوستی کرنا تو د
تھا جائے کہ ہیں کس طرح وہاں
حقیقت معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ
لڑکی کے ساتھ بھی زیادہ باتیں نہیں
جا رہا ہوں یا خیال خوانی کرنے؟
صورت شکل سے پہچانتے تھے
مر کے میرے فرہاد ہونے کی مکمل تصدیق
رہنے کے لیے ...

وہ شام تک اپنے آلۂ کاروں کے دماغوں میں آتی جاتی رہی۔ استنبول کے غنڈوں، بدمعاشوں کے متعلق معلومات حاصل کرتی رہی۔ پتا چلا، ایک علاقے کے دادا مائیکل اور کنگ آف کرائمز کے درمیان زبردست ٹھن گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں اور آج مائیکل اپنے دشمن کی بہن جولی کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔

میڈونا نے سوچ لیا، وہ رات کو جولی کے اغوا میں مائیکل کی مدد کرے گی۔ وہ جولی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے مزاج کو اور اس کی رفتار و گفتار کو سمجھتی رہی، دوسری طرف اپنے آلۂ کاروں کو حکم دیا کہ جولی سے قدرے مشابہت رکھنے والی کسی لڑکی کو اغوا کر کے خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ وہاں اسے عارضی طور پر جولی بنایا جائے گا۔

جب میں تھیلما کے ساتھ کلب میں بیٹھا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے تھیلما کے بیڈ روم میں نوٹوں کی گڈیاں پہنچا رہا تھا۔ اس وقت میڈونا ہمارے درمیان نہیں تھی، ایک نئی جولی کو تیار کرنے میں مصروف تھی۔ اگر وہ تھیلما کے دماغ میں ہوتی تو شاید اسے میری خیال خوانی کا علم ہو جاتا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے اس وقت تھیلما کے پاس آئی جب میں اس کے ساتھ مائیکل کی بستی میں جا رہا تھا۔ اُدھر اس نے اصل جولی کو اغوا کرنے کے لیے مائیکل کا راستہ صاف کیا۔ مائیکل، جولی کو لے کر اپنی بستی میں آیا۔ اپنے بھائی کے سامنے جولی کو پیش کرتے ہوئے کہا: "یہ میری طرف سے حسین تحفہ ہے۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر ساری بستی والوں کو دکھاؤ۔"

مائیکل کا بھائی، جولی کو اٹھانے گیا، میں نے خیال خوانی کے ذریعے اُسے اٹھانے نہیں دیا۔ مائیکل بھی اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھانے میں ناکام رہا۔ تب میڈونا کا شبہ یقین میں بدلنے لگا وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اونیل کے رُوپ میں ہوں لیکن تھوڑی دیر میں یقین ڈگمگا گیا۔ کیونکہ مائیکل کے دو آدمی میری حمایت میں فائرنگ کر رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے ساتھ دوسرے خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اونیل، فرہاد کی ڈمی کے طور پر سامنے ہو اور اس کے پیچھے فرہاد خیال خوانی کر رہا ہو۔ وہ اس معمے کو حل کرنے کے لیے بڑے صبر سے مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

میں جس انداز میں جولی کی عزت بچا کر اسے غنڈوں کی بستی سے لے جا رہا تھا اور مائیکل کو بھی قیدی بنا لیا تھا۔ اس کے نتیجے میں جولی بھی مجھے فرہاد سمجھنے لگی تھی اور میری ذات میں دلچسپی لے رہی تھی۔ میڈونا نے جولی کو مجھ میں دلچسپی لینے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ڈمی جولی پر تنویمی عمل کرانے میں مصروف ہو گئی۔ عامل اس لڑکی کے دماغ سے اس کی ذات کو گم کر رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہپناٹزم کے ذریعے بیچاری کا برین واش کر رہا تھا اور اسے جولی کی شخصیت میں ڈھال رہا تھا اس کے دماغ میں جولی کی پوری زندگی کے واقعات نقش کرنا ضروری نہیں تھا کیونکہ میں خود اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ جب وہ میری تنہائی میں آئی تو میں نے سرسری طور پر اس کے اندر جھانک کر دیکھا تھا اور اسے کنگ آف کرائمز کی بہن جولی پا کر مطمئن ہو گیا تھا۔

شاید وہ لڑکی جولی بن کر بھی مجھ سے فطرتاً شرماتی اور جھجکتی لیکن میڈونا اس کے اندر موجود تھی یعنی جسم اس لڑکی کا تھا مگر جسم کی ادائیں، دل کی دھڑکنیں، زبان سے ادا ہونے والے الفاظ اور خود سپردگی کا انداز میڈونا کا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو لڑکی کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ کسی بھی وقت کام بگاڑ دے گی۔

میڈونا نے پہلے کسی کو بوائے فرینڈ نہیں بنایا تھا۔ کسی کے ساتھ تنہائی میں چند منٹ بھی نہیں گزارے تھے۔ وہ اپنی جان بنانے، جسم کو خوبصورت رکھنے اور ذہانت کو چمکانے کی لگن میں رہتی تھی۔ مجھے سپر ماسٹر کا قیدی بنانے کے لیے پہلی بار میری تنہائی میں مجبوراً آئی تھی اور اس کے لیے ایک لڑکی کا جسم اُدھار لائی تھی۔ اس نے سمجھا تھا کسی دوسری کو پیش کر کے خود پارسا بن جائے گی لیکن یہ اس کی زندگی کا انوکھا تجربہ تھا۔ وہ چار گھنٹے ساتھ رہی تھی۔ ابتدا میں یوں ہوش اُڑ رہے تھے کہ وہ مجھ سے میری حقیقت اگلوانا بھول گئی تھی۔ شاید وہ تھوڑی دیر کے لیے آئی تھی۔ ہوش و حواس

قابو میں نہ رہنے کے باعث چار گھنٹے لگ گئے تھے۔ اس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ میں خیال خوانی کیسے کرتا ہوں؟ میں نے اس کے سامنے خیال خوانی کا عملی مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اٹھ کر جانا چاہتی تھی، میں اسے سُلا دیتا تھا۔ وہ دوسری طرف منہ کرتی تھی، میں اسے اپنی طرف کروٹ لینے پر مجبور کر دیتا تھا۔ ایسے وقت اسے میرے فرہاد ہونے کا یقین ہو گیا۔ کیونکہ میں کوئی ڈمی ہوتا تو فرہاد ایسے رنگین لمحات گزرنے کے دوران ڈمی کے دماغ میں نہ آتا۔ میری اتنی سی شرافت کو دشمن بھی تسلیم کرتے تھے۔

میڈونا چار گھنٹے بعد ڈمی جولی کو میرے پاس سے لے گئی۔ اس جولی کو تو اس کے آلۂ کاروں نے سنبھال لیا تھا اور منصوبے کے مطابق عمل کر رہے تھے لیکن میڈونا کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ پیرس میں اپنے ایک کاٹیج کے بستر پر پڑی کروٹیں بدل رہی تھی۔ جو جل اٹھتا تھا یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتی تھی۔ تمام بدن جل رہا تھا، جیسے بخار تک پھنک رہی ہو۔ اندر نامعلوم سا غبار بھرا ہوا تھا جو نکل نہیں رہا تھا۔ خیال خوانی کرنے والا دماغ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔ پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی دوسرے ہال نما کمرے میں گئی، وہاں طرح طرح کی ورزش کرنے کا سامان تھا۔ وہ محنت طلب ورزش کر کے اپنے اندر کا غبار نکالنے لگی۔

بڑی دیر بعد اسے قرار آیا۔ مگر آج اس پر اچانک ایسا حملہ ہوا تھا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جنگ ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کے آثار رہ جاتے ہیں۔ دھماکوں سے گرنے والی عمارت کو دوبارہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ بظاہر پہلا سا سکون حاصل ہو جاتا ہے لیکن دھماکوں کی یاد رہ جاتی ہے۔ حملہ آور کا دبدبہ لاشعور میں گھر کر لیتا ہے۔ وہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ مجھ ایسا بدترین دشمن اس کے حواس پر چھا رہا ہے۔ اس نے ایک لیڈی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ڈاکٹر نے اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا: "تمہاری صحت قابلِ رشک ہے۔ نارمل بھی دکھائی دیتی ہو، پھر سکون حاصل کرنے کی دوا کیوں مانگ رہی ہو؟"

"بس یونہی، میرے اندر کچھ نامعلوم سی بے چینی ہے۔"

"شوہر سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"میں نے ابھی شادی نہیں کی۔"

"کوئی بوائے فرینڈ ہے؟"

"میرا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔"

"تم اتنی حسین ہو کہ تمہارے ایک اشارے پر دل والوں کا میلہ لگ جائے گا پھر بوائے فرینڈ کیوں نہیں ہیں۔ کیا مردوں سے نفرت ہے یا ان سے دور رہنے کی کوئی نفسیاتی وجہ ہے؟ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"میں کسی کو اپنے حواس پر حاوی ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

"اس کا مطلب ہے، کوئی حاوی ہونا چاہتا ہے۔ تم اسے گولی نہیں مار سکتیں۔ لہٰذا خود گولیاں کھا کر سکون حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ مگر مجھے زود اثر دوا دو۔"

وہ دوائیں لے کر کاٹیج میں آئی۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق کچھ گولیاں کھا کر پانی پیا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "مادام! پلیز ہاٹ لائن پر بات کریں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرایا۔ وہ بولی: "ہیلو ماسٹر! مجھے معلوم ہے، فرہاد پھر ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ میں نے اسے گرفتار کراتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہ آپ کے آدمیوں کی نااہلی ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "تمہاری بھی غیر ذمے داری ہے۔ اگر تم خیال خوانی کے ذریعے ہر مین کے دماغ میں موجود رہتیں تو کامیابی یقینی تھی۔"

"میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ میں ابھی ایک لیڈی ڈاکٹر سے دوائیں لے کر آئی ہوں۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ فرہاد کے ستارے اچھے ہیں۔ اس کے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آتا ہے۔ بہرحال ابھی وہ استنبول میں ہی ہے۔ تم اسے گھیر سکتی ہو۔ کیا تم بہت بیمار ہو؟"

"نہیں۔ اب ٹھیک ہوں۔ فرہاد جہاں بھی ہو گا، اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔"

"ایک افسوس ناک خبر سنا رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ جس شخص کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کیا گیا تھا، وہ باغی ہو گیا ہے۔"

"یہ خبر افسوس ناک ہی نہیں، تشویش ناک بھی ہے۔ وہ ہمارے بہت سے خفیہ اداروں اور اہم رازوں سے واقف ہو گا۔"

"ہاں، یہ تشویش کی بات ہے۔ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے سے چھپایا تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ وہ تمہارے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ مگر اب میں اس کے متعلق تمہیں بتا رہا ہوں۔"

وہ بتانے لگا: "اس کا نام جان نوبل ہے۔ اس کے باپ دادا مشرقی جرمنی سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ آدھی صدی سے امریکا کے وفادار تھے۔ دادا کئی ممالک میں امریکی سفیر رہ چکا تھا۔ باپ وزارتِ خارجہ میں معمولی عہدے پر فرائض ادا کرتے ہوئے ایک دن اسی وزارتِ خارجہ میں سیکریٹری کے عہدے تک پہنچ گیا

تھا۔ جان نوئیل کی بھی سیاسی خدمات قابلِ قدر تھیں۔ ان پر غور کرنے کے بعد ہی اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا تھا۔ آج اس نے رپورٹ دی ہے کہ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ وہ ہمارے ملک کی کوئی خدمت نہیں کر سکے گا۔"

میڈونا نے پوچھا "کیا اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے کے بعد آزمایا نہیں گیا تھا؟"

"بے شک' آزمایا گیا تھا اس نے بڑی کامیابی سے ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اب وہ انکار کر رہا ہے۔ اس کی دو ہی وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔ یا تو فرہاد نے اس کا دماغ اُلٹ دیا ہے۔ یا پھر ماسک مین نے اُسے خرید لیا ہے۔"

میڈونا نے کہا "جان نوئیل کا خاندان آدھی صدی سے ہمارے ملک کا وفادار رہا ہے۔ خود اس کے ریکارڈ میں ذرا سا دھبا نہیں ہے۔ وہ نافرمان اور باغی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً فرہاد نے انتقامی کارروائی کی ہے۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ سے خیال خوانی کی صلاحیتیں مٹا دی ہیں۔"

"اگر فرہاد کو اس کا موقع ملتا تو وہ تنویمی عمل پر تکیہ کر کے اسے زندہ نہ چھوڑتا' پہلی فرصت میں مار ڈالتا۔ جیسا کہ وہ اور اس کے بیٹے خیال خوانی کرنے والوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سُپر ماسٹر کے نائب نے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف سے آواز آئی "سر! ہم سُپر ماسٹر تک پیغام پہنچانا چاہتے ہیں۔ جان نوئیل ہماری کسٹڈی میں تھا' اچانک وہ مُردہ پایا گیا ہے۔"

"کیا واقعی؟ لیکن... لیکن وہ کیسے مر گیا؟ کیا اسے اذیتیں پہنچائی گئی تھیں؟"

"جی نہیں۔ یہاں پولیس' فوج اور انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسران موجود ہیں۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس کے جسم پر کوئی نشان نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ بیٹھے بیٹھے کیسے مر گیا؟"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے یہ اطلاع سُپر ماسٹر کو پہنچائی۔ سُپر ماسٹر نے کہا "اوہ گاڈ! میڈونا کا خیال درست نکلا۔ فرہاد نے پہلے اس کا دماغ اُلٹ دیا۔ پھر ہمارے سامنے چیلنج کے طور پر اسے پیش کیا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کی پیداوار کو یوں صلاحیتوں سے خالی کر سکتا ہے۔ پھر اسے اندیشہ ہو گا کہ بعد میں کبھی جان نوئیل کی... صلاحیتیں بحال ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اس نے اس کی سانس روک کر اُسے مار ڈالا۔"

میڈونا نے کہا "میں جا رہی ہوں۔ فرہاد کو استنبول سے نکلنے نہیں دوں گی۔"

اس نے استنبول کے آلۂ کاروں سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ ایک خاص ماتحت نے بتایا' فرہاد کو پورے شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے۔ استنبول کے ہر چھوٹے بڑے مجرم کے گھر میں اور اس کے خفیہ اڈّے میں اسے ڈھونڈا جا رہا ہے۔ میڈونا نے کہا "وہاں کے سب سے بڑے بدمعاش کے بارے میں بتاؤ۔"

"اس کا نام گاسکر ہے۔ وہ ماسک مین کی خفیہ تنظیم کا باس ہے۔ اس کا ایک بیٹا پولیس افسر ہے اور وہ اپنی بیٹی کی شادی انٹیلی جنس کے ایک بوڑھے ڈائریکٹر سے کرنے والا ہے۔"

"مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

اس کے خاص ماتحت نے فون پر گاسکر کو مخاطب کیا۔ میڈونا اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے ریسیور رکھ رہا تھا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر کے کہہ رہا تھا "پتا نہیں کس کمبخت نے فون کیا تھا۔ کوئی جواب دیے بغیر ریسیور رکھ دیا۔ ہاں' تو میں کہہ رہا تھا' اب ایک مائٹی پاشا رہ گیا ہے۔ میں ابھی اس کی کوٹھی میں جا کر تلاشی لوں گا۔ ماسک مین سے کہو' میں آج رات تک فرہاد کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میڈونا نے پوچھا "کیا اپنے باپ سے باتیں کر رہے تھے؟"

وہ ایک دم سے گھبرا کر خلا میں تکنے لگا۔ اسے پھر آواز سنائی دی "کیا یقین نہیں آ رہا کہ یہ آواز تمہارے دماغ میں چکرا رہی ہے؟ اور میں تمہارے اندر بول رہی ہوں۔"

وہ جلدی سے بولا "جی ہاں۔ جی ہاں۔ یقین آ گیا ہے' آپ مادام رسونتی ہیں۔"

"کیا ٹیلی پیتھی کا ٹھیکا رسونتی اور فرہاد نے لے رکھا ہے؟ بیوقوف! اگر میں رسونتی ہوتی تو فرہاد سے دشمنی کرنے پر ابھی تجھے مار ڈالتی۔"

"تو... تو پھر تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں' مجھے فرہاد چاہیے۔"

"کیا تم بھی اُسے تلاش کر رہی ہو؟"

"ہاں۔ یوں تو اکیلی اس سے نمٹ سکتی ہوں۔ جہاں بھی ہو گا اس کی شہ رگ تک پہنچ جاؤں گی لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تو مجھ سے پہلے فرہاد تک پہنچ جائے اور اسے قیدی بنا کر ماسک مین کے پاس پہنچا دے اور میں یہ نہیں چاہوں گی۔ اس لیے تیرے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ تو میرے لیے کام کرے اور ماسک مین کو بظاہر وفادار بن کر دھوکا دیتا رہے' دوسرا یہ کہ تیرے انکار پر میں تجھے ابھی ختم کر دوں۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں' میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں تمہارا کام کروں گا۔ مجھے ایک نہیں ہزار بار آزما کر دیکھ لو۔ میں تمہارا وفادار ثابت ہوتا رہوں گا۔"

"چلو اٹھو۔ مائٹی پاشا کے ہاں اسے تلاش کرو۔"

گاسکر ایک صوفے میں دھنسا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہ قد میں چھوٹا تھا مگر موٹا تھا۔ جسامت میں خوب پھیلا ہوا تھا۔ بیٹھنے کی حالت میں مینڈک کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ بے پناہ جسمانی قوت کا مالک تھا۔ کسی پہلوان کو داؤ پر لے آتا تو اس کے چھکّے چھڑا دیتا تھا۔ مدِّمقابل کو یا تو شکست تسلیم کرنی پڑتی تھی یا پھر وہ اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا لیتا تھا۔

وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ میری کوٹھی تک آیا تھا۔ خود اپنی کار میں بیٹھا رہا تھا۔ اس کے آدمی کوٹھی کے اندر آئے تھے۔ مجھ سے باتیں کی تھیں' میرا جواب سُن کر میڈونا میرے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ میں اُسے محسوس نہ کر سکا تھا۔ وہ میرے دماغ کو ٹٹول رہی تھی۔ میرے اندر پاشا کی شخصیت رچی بسی تھی۔ دماغ کے کسی گوشے میں فرہاد علی تیمور کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں تھی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ میں مائٹی پاشا ہوں اور اتنی بڑی کوٹھی میں بالکل تنہا رہتا ہوں۔ اس نے یہ باتیں گاسکر کو بتائیں۔ گاسکر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "اسے چھوڑ دو۔ اس نے فرہاد کو پناہ نہیں دی۔"

پھر جاتے جاتے میڈونا کی ہدایت کے مطابق مجھے تاکید کی کہ اگر فرہاد آئے تو میں اسے ضرور پناہ دوں اور جب بھی میں پناہ دوں گا' انھیں معلوم ہو جائے گا۔ اِدھر وہ مجھے تلاش کر رہا تھا' اُدھر اس کی بیٹی ٹینا کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ کس نے اغوا کیا؟ اور کس دشمنی کی بنا پر کیا؟ یہ بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھی کہ شاید ماسک مین کو اس کی غداری کا علم ہو گیا ہے' اس نے سزا کے طور پر اس کی بیٹی کو اٹھوا لیا ہے لیکن ابھی جو چکّر چل گیا تھا' وہ سُپر ماسٹر اور میڈونا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اس کا نام پاسکل بُوبا تھا۔ پولینڈ کا رہنے والا تھا اور ماسک مین کا وفادار تھا۔ ماسک مین کے ایک سیکرٹ ایجنٹ نے سُپر ماسٹر کے ایک خفیہ شعبے سے اس فہرست کی نقل حاصل کر لی تھی جس میں ایسے باصلاحیت افراد کے نام تھے جو یکے بعد دیگرے ٹرانسفارمر مشین سے گزارے جانے والے تھے۔ اس فہرست میں ان کے نام اور پتے کے ساتھ ان کی تصاویر بھی تھیں۔ وہ تعداد میں بارہ تھے۔ ماسک مین نے ایسے بارہ آدمی تیار کرائے۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ان سب کو سُپر ماسٹر کے بارہ آدمیوں کے ہمشکل بنایا۔ پاسکل بُوبا کو سرِفہرست رہنے والا جان نوئیل بنایا گیا تھا۔

اس نے جان نوئیل کے مزاج کو اور رفتار و گفتار کو اچھی طرح ذہن نشین کیا تھا۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ اس میں اور جان نوئیل میں کوئی فرق نہیں رہا ہے تو ایک رات اسے بے ہوش کرنے کے بعد اغوا کر لیا گیا۔ اس کی جگہ پاسکل بُوبا آ گیا۔

جان نوئیل کے والدین مر چکے تھے۔ بھائی بہن نہیں تھے۔ وہ تنہا رہتا تھا۔ صرف ایک حسینہ شیلی اینڈرس ایسی تھی جو اس کے قریب آتی تھی۔ دونوں میں رومانس چل رہا تھا۔ جان نوئیل نے شیلی کو نہیں بتایا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے والا ہے۔ یہ ایک سرکاری راز تھا۔ اس لیے اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے ایک بڑا سرکاری عہدہ ملنے والا ہے' اس کے بعد وہ اس سے شادی کر لے گا۔

پاسکل بُوبا نے شیلی کے متعلق بھی اچھی خاصی معلومات حاصل کی تھیں لیکن وہ باتیں معلوم نہیں کر سکتا تھا جو ایک دوسرے کو چاہنے والے تنہائی میں کرتے ہیں۔ ویسے اس سلسلے میں زیادہ پریشانی کی بات نہیں تھی۔ اس نے جس روز جان نوئیل کی جگہ سنبھالی تھی' اس کے دوسرے دن اُسے آبزرویشن میں رکھا جانے والا تھا تاکہ ٹرانسفارمر مشین تک جانے سے پہلے اس کا اچھی طرح میڈیکل چیک اپ ہوتا رہے۔

لیکن آبزرویشن میں رہنے کے لیے دوسرے دن جانا تھا۔ اس سے پہلے شام کو شیلی نے فون پر مخاطب کیا "ہیلو جان! میں کب سے تمہارے فون کا انتظار کر رہی ہوں۔ کیا مجھے بھول گئے ہو؟"

اس نے کہا "میری زندگی! میں تمھیں کیسے بھول سکتا ہوں' بس ایک ضروری کام میں مصروف ہو گیا ہوں۔"

"کیا بات ہے' آج تم مجھے 'میری زندگی' کہہ رہے ہو جبکہ ہمیشہ 'سویٹ ہارٹ' کہتے آئے ہو؟"

وہ ذرا گڑبڑایا پھر سنبھل کر بولا "یہ تمہارے دیوانے کی زبان ہے' کچھ بھی کہہ سکتی ہے۔ میں تمھیں صرف سویٹ ہارٹ نہیں اپنے دل کی دھڑکن بھی کہوں گا۔ کیا تم اعتراض کرو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اوہ جان! آج تمھیں کیا ہو گیا ہے' تم نے پہلے کبھی اس قدر رومانی انداز میں گفتگو نہیں کی۔ مگر بائی گاڈ! یہ انداز بہت اچھا لگ رہا ہے۔ بولو آج رات کا کھانا کہاں کھاؤ گے؟"

"ایسی جگہ جہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہ ہو۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "آج تم مجھے بہت ہنسا رہے ہو۔ ایسی جگہ تو شادی کے بعد ہی نصیب ہو سکتی ہے۔"

"کیا شادی سے پہلے نہیں؟"

وہ ذرا سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی "میری ایک سہیلی اپنے

کاٹیج میں تنہا رہتی ہے۔ وہ ہمیں ڈسٹرب نہیں کرے گی۔"

"میں تمھاری سہیلی کے کاٹیج میں کیسے پہنچوں گا؟"

"میں ٹھیک سات بجے تمھیں لینے آؤں گی۔"

جان نویل کی رہائش گاہ میں بھی تنہائی تھی لیکن وہ اپنے سیاسی کیریر کو اسکینڈل سے بچانے کے لیے شیلی کو وہاں نہیں بُلاتا تھا۔ شیلی اس بات کو سمجھتی تھی۔ اسی لیے اس نے سنگنگ فاؤنٹین کے پاس سات بجے ملاقات کی اور پاسکل لُوبا کو اپنا محبوب سمجھ کر گلے لگ گئی۔

اسے فوراً ہی محسوس ہوا جیسے وہ بھول سے کسی اجنبی کے گلے لگ گئی ہے۔ اس نے سوچا "میں یہ صورت دیکھ کر اور جان کو پہچان کر قریب آئی ہوں، پھر یہ اجنبی کیسے ہوسکتا ہے؟"

اس نے جلدی سے الگ ہوکر ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پاسکل لُوبا نے پوچھا "کیا بات ہے؟ محبت میں آگے بڑھ کر پیچھے ہٹ رہی ہو؟"

وہ پریشان ہوکر بولی "پتا نہیں کیوں مجھے ایسا لگا جیسے تم جان نویل نہیں ہو، میں بھٹک کر کسی غیر کے پاس آگئی ہوں۔"

وہ بھی پریشان ہوگیا مگر پریشانی کو چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس حقیقت کو بھول گیا تھا کہ عورت کی حِس اپنے مرد کے مقابلے میں بڑی چوکنّی ہوتی ہے۔ وہ ڈھیٹ بن کر بولا۔ "اچھی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ لو۔ ہونٹوں سے چھُو لو، ناک سے سونگھ لو، پھر بھی غیر سمجھو گی تو میں گھر جاکر آئینہ دیکھوں گا۔"

وہ بولی "محبوب کی آنکھیں آئینہ ہوتی ہیں، تم میری آنکھوں میں دیکھو، میں تمھاری آنکھوں میں دیکھوں گی۔ یہ سیاہ چشمہ ہٹاؤ۔"

وہ ذرا گڑبڑایا۔ پھر جلدی سے بولا "یہ چشمہ کیا چیز ہے، سارے پردے اٹھا دوں گا، پہلے یہاں سے چلو۔ خواہ مخواہ کل کے اخباروں میں فرسٹ پیج پر ہماری تصویریں شائع ہو جائیں گی۔ میں اونچے مقام پر پہنچنے سے پہلے کوئی اسکینڈل نہیں چاہتا۔"

وہ بات بنا کر اس کے ساتھ کار میں آکر بیٹھ گیا۔ دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی، شیلی خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "میں تمھاری سہیلی کے گھر نہیں جاؤں گا۔"

"کیوں نہیں جاؤ گے؟ وہ بیچاری انتظار کرے گی۔"

"انتظار کرنے دو۔ ہم ذرا لیٹ جائیں گے۔ ابھی ڈرائیونگ کا ارادہ ہے۔"

اس نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ پھر بولا "تم بیٹھو، میں ذرا ایک ضروری فون کرکے آتا ہوں۔"

"میں بھی چلتی ہوں۔ اپنی سہیلی کو فون پر کہہ دوں گی کہ ہم ذرا دیر سے آئیں گے۔"

"کیا غضب کرتی ہو! یہاں لوگ تمھیں میرے ساتھ دیکھیں گے۔ کیا تم چاہتی ہو، سیاست میں کامیابی سے پہلے ہی میں فلرٹ قسم کا آدمی مشہور ہو جاؤں؟"

"سوری! میں تمھارے ساتھ رہ کر صرف اپنی محبت یاد رکھتی ہوں، باقی سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ ٹھیک ہے، میں یہیں بیٹھی رہوں گی۔"

"اپنی سہیلی کا فون نمبر بتاؤ۔ میں اسے لیٹ آنے کی وجہ بتا دوں گا۔"

وہ فون نمبر پوچھ کر ایک بوتھ میں آیا۔ وہاں پہلے ماسک مین کے ایک خاص ایجنٹ سے رابطہ قائم کرکے بولا۔ "میں شیلی کو لا رہا ہوں، کاٹیج خالی رکھو۔ تم کہیں چھُپ کر رہ سکتے ہو۔"

پھر اس نے شیلی کی سہیلی سے رابطہ قائم کرکے پوچھا۔ "کیا تم ریٹا ہو؟"

"ہاں۔ تم کون ہو؟"

"میں جان نویل بول رہا ہوں۔ کیا شیلی وہاں ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ تو آپ کے ساتھ آنے والی تھی۔"

"میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ پتا نہیں، کیا بات ہے، اب تک نہیں آئی۔ اگر وہ آئے یا اس کا فون آئے تو کہہ دینا کہ میں اب اپنی رہائش گاہ میں ملوں گا۔"

وہ ریسیور رکھ کر واپس کار میں آیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "تمھاری سہیلی نے کہا ہے، کوئی بات نہیں، ہم جتنی بھی دیر سے آئیں، وہ انتظار کرے گی۔"

اس نے رفتار بڑھا دی۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک کاٹیج کے سامنے کار روک دی۔ شیلی نے پوچھا "یہ کس کا کاٹیج ہے؟"

"ہمارا ہی ہے۔ بے دھڑک چلی آؤ۔"

وہ کار سے اُتر کر اندر آئے۔ شیلی نے کہا "یہاں اندھیرا ہے۔"

اس نے سوئچ آن کرکے دروازہ بند کر دیا۔ پھر کہا "یہاں تنہائی ہے اور تیز روشنی ہے۔ تم جس انداز میں چاہو، مجھے جی بھر کے پہچان سکتی ہو۔"

اس نے آنکھوں سے سیاہ چشمے کو ہٹا دیا۔ وہ مسکراتے ہوئے قریب آئی۔ گردن میں بانہیں ڈال کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ پھر اس کی مسکراہٹ ماند پڑنے لگی۔ وہ بڑے پیار سے پیش آنے لگا۔ وہ کسمساتے ہوئے بولی "پلیز! چھوڑ دو۔ مجھے کچھ ہو رہا ہے۔"

"محبت میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ پریشان کیوں ہوتی ہو؟"

وہ خود کو چھڑاتے ہوئے بولی "نہیں جان! مجھے کچھ سمجھنے دو۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے تم میرے پاس نہیں ہو۔ تمھاری آنکھیں کچھ ہیں تو ویسی ہی، پھر بھی ویسی نہیں لگ رہی ہیں۔ تم بدل گئے ہو اور تمھاری تبدیلی میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"مجھے سمجھنے کے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے بازوؤں میں آکر خود کو گم کر دو۔ دوسرا راستہ بعد میں بتاؤں گا۔"

اس نے اپنی طرف کھینچ کر اسے جکڑ لیا۔ وہ پریشان ہو رہی تھی، اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ "تم جان نویل نہیں ہو۔ میرا جان ایسی زبردستی نہیں کرتا تھا۔ میں جب تک تمھارے جان ہونے کا یقین نہیں کروں گی، تمھارے قریب نہیں آؤں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ چھوڑ دو مجھے..."

اس نے چھوڑ دیا مگر گردن دبوچ لی۔ پھر کہا "بہروپیا ساری دنیا سے چھُپ سکتا ہے مگر عورت اور کُتے سے نہیں چھُپ سکتا۔ میں اپنی اصلیت نہ بتاؤں، تب بھی تم یہاں سے جاکر اپنی سہیلیوں سے کہو گی کہ میں جان نویل سے مختلف لگتا ہوں، تم پولیس والوں کے سامنے بھی یہی بیان دے سکتی ہو۔ لہٰذا تمھیں زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

دونوں ہاتھوں کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ گردن نہیں چھُڑا سکتی تھی۔ اس کے دیدے پھیل رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم غضب کی حسینہ ہو۔ تمھاری جوانی دیکھ کر دل للچاتا ہے مگر میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہوں گا۔"

اس کی جدوجہد کمزور پڑ گئی تھی۔ وہ آنکھوں سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔ آخری دم بہت زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "اگر آج کھانے سے آدمی بیمار پڑتا ہو تو اسے فاقہ کرکے کل اچھا کھانے کے لیے زندہ رہنا چاہیے۔ کل میں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرکے دنیا کی تمام حسیناؤں کو فتح کرتا رہوں گا، آج ایک حسینہ نہ سہی۔"

اس کے دیدے پھیل گئے، جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ اس نے جسم کو چھوڑا تو وہ کٹی ہوئی شاخ کی طرح زمین پر آگئی۔ اس نے باہر نکل کر ماسک مین کے خاص ماتحت کو بلایا پھر کہا "اندر لاش پڑی ہے، اُسے چار دیواری سے باہر نہ نکالنا۔ ہزار احتیاط کے باوجود کوئی مصیبت آسکتی ہے۔ کاٹیج کے اندر ہی گڑھا کھود کر اُسے چھُپا دو اور یہ کام تنہا کرو، کسی کو رازدار نہ بناؤ۔"

وہ حکم دے کر چلا آیا۔ دوسرے دن چار فوجی افسر اس کی رہائش گاہ پر آئے۔ پھر اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس نے تین گھنٹے تک ہیلی کاپٹر میں سفر کیا۔ اس کے بعد پھر ایک بند گاڑی میں سفر جاری رہا۔ وہ گاڑی ایک گیراج کے اندر آگئی۔ پھر وہ جہاں آکر رُکی، وہاں کی زمین اندر دھنسنے لگی۔ وہ گاڑی سمیت تہ خانے میں پہنچا یا گیا۔ اس تہ خانے میں اسے ایک دن اور ایک رات رکھا گیا۔ اس کے مختلف طبی معائنے ہوتے رہے۔ دوسری صبح اسے ٹرانسفارمر مشین کے سائے میں پہنچا دیا گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ پاسکل لُوبا نے اس مشین تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت کی تھی اور بڑے خطرات مول لیے تھے۔ آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل ہوگئیں۔ اس تہ خانے میں اس کی صلاحیتوں کو آزمایا گیا، پھر اُسے رہائش گاہ میں واپس پہنچا کر چوبیس گھنٹے آرام کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اسی چوبیس گھنٹے میں اس نے جان نویل کے میک اَپ سے نجات حاصل کرلی۔ اس کے ماتحتوں نے اصلی جان نویل کو اس کی جگہ پہنچا دیا۔ اس بیچارے کو اب تک کوما میں رکھا گیا تھا۔ جب وہ کوما سے نکلا تو پاسکل لوبا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تاکہ وہ بھید نہ کھول دے۔ اس نے ماسک مین کے ملک پہنچنے تک اسے ٹیلی پیتھی کی گرفت میں رکھا۔ چوبیس گھنٹے بعد سُپر ماسٹر کے نائب نے فون پر کہا "مسٹر نویل! پلیز ہاٹ لائن پر گفتگو کریں۔"

پاسکل لُوبا نے جان نویل کے ہاتھ سے ریسیور رکھوا دیا۔ خود نائب سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر بولا "ماسٹر سے کہو، میں آگیا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "جیسا کہ ہمیں معلوم ہے، فرہاد آجکل استنبول میں ہے۔ اگلے پچاس گھنٹوں تک ہماری ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔ اگر وہ ناکام ہوگی تو تمھیں پچاس گھنٹوں کا وقت دیا جائے گا۔ تم ابھی سے پلاننگ کرسکتے ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ دوسری خیال خوانی کرنے والی کون ہے؟"

"سوری، ہم چاہتے ہیں، تم دونوں ایک دوسرے سے انجان رہو۔ تاکہ فرہاد کسی بُرے وقت میں ایک کے ذریعے دوسرے تک نہ پہنچے۔"

"کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ فرہاد استنبول میں کہاں ہے؟"

"وہ جہاں تھا، اب وہاں نہیں ہے۔ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی نے بڑی زبردست چال چلی تھی مگر اس کمبخت کے ستارے اچھے ہیں، وہاں سے بچ کر کہیں روپوش ہوگیا ہے۔ ابھی اس کی تلاش جاری ہے۔"

وہ سُپر ماسٹر سے باتیں کرنے کے بعد جان نویل کے پاس آیا۔ تو وہ ریسیور کان سے لگائے شیلی کی سہیلی سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ دو دن پہلے شیلی سے میری فون پر بات نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ تمھارے ہاں رات گزارنے کی بات نہیں کی تھی۔"

شیلی کی سہیلی ریٹا نے کہا: "میں کیسے یقین کروں۔ خود آپ نے فون پر شیلی کے متعلق دریافت کیا تھا۔ کیا آپ کی یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔ پلیز آپ ہوش کی باتیں کریں۔ شیلی اسی شام سے لاپتا ہے۔ اس کے والدین اور پولیس والے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ ابھی مجھ سے پوچھا جا رہا تھا۔ میں نے بتا دیا ہے کہ آپ سے اس کی ملاقات ہونے والی تھی لیکن وہ آپ سے بھی نہ مل سکی۔ میرا خیال ہے، پولیس اور انٹیلی جنس والے آپ کے پاس بھی آئیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ پچھلے تین دن سے کہاں تھا؟ یہ تین دن کیسے گزرے، کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ بھلا کیسے یاد آتا، وہ کوما میں پڑا ہوا تھا۔ کوما سے نکلا۔ تو پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو اپنی گرفت میں رکھ کر اس کی رہائش گاہ میں واپس پہنچایا۔ تب سے وہ یہی گتھی سلجھا رہا تھا۔ دوبار ٹیلی فون کا اطلاعی نمبر ڈائل کر کے وقت، دن اور تاریخ کی تصدیق کر چکا تھا۔ پہلے وہ سمجھ رہا تھا۔ آج ستائیس جولائی ہے کیونکہ اسی دن اچانک بیہوش ہوا تھا (دراصل ماسک مین کے آدمیوں نے اس کی نادانستگی میں اسے بیہوش کیا تھا۔ پھر وہ کوما میں رہا تھا) ہوش میں آنے کے بعد یہی سمجھ رہا تھا کہ آج ستائیس جولائی ہے اور فون پر اسے بتایا جا رہا تھا کہ تیس جولائی کا دن ہے۔

اس حساب سے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کا دن بھی گزر چکا تھا اور یہی زیادہ پریشانی کی بات تھی۔ اس نے اپنے دفتر میں فون کر کے پوچھا۔ پتا چلا، واقعی تین دن گزر چکے ہیں اور وہ باقاعدہ آفس اٹینڈ کرتا رہا ہے۔ ان الجھنوں کے پیشِ نظر اس نے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن پاسکل بُوبا نے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہاں سے ماسک مین کے ملک پہنچنے کے بعد اس نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ دماغی طور سے آزاد ہونے کے بعد جان نویل کے لیے پریشانیاں اور بڑھ گئیں، کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کر رہا تھا۔ اُدھر ماسک مین نے کہا: "پاسکل بوبا! تم نے جان نویل کو آزاد چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ وہ سپر ماسٹر کو تین دن کا حساب نہیں دے سکے گا۔ اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس کی جگہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکا ہے۔ اگر اسے مار ڈالا جائے تو الزام فرہاد پر آئے گا کہ اس نے پہلے کی طرح ان کے ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ماسک مین کے پاس بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آگیا ہے۔"

اس کے مطابق پاسکل بوبا نے جان نویل کو چپ چاپ ختم کر دیا۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں استنبول میں کہیں چھُپا ہوا ہوا ہوں۔ ماسک مین نے کہا: "وہاں میری تنظیم کا ایک باس ہے جس کا نام گاسکر ہے۔ میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار بناؤ اور اس کے ذریعے فرہاد کو تلاش کرو۔"

اس نے گاسکر کی آواز کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے سنی پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ماسک مین کی ہدایت کے مطابق طریقۂ کار یہی تھا کہ پاسکل بُوبا ایک پُراسرار شخص بن کر گاسکر وغیرہ کو اپنا آلۂ کار بنالے گا۔ گاسکر کے دماغ میں پہنچ کر پتا چلا" وہ پہلے ہی ایک خیال خوانی کرنے والی کا آلۂ کار بن چکا ہے اور اب ماٹی پاشا کے ہاں مجھے تلاش کرنے گیا ہے۔

پاسکل بُوبا نے ماسک مین سے کہا: "تمھیں اپنی تنظیم کے باس پر اندھا اعتماد کرنا ہوتا ہے کیونکہ تم کسی کی اندرونی نیت کو پڑھ نہیں سکتے۔ تمھارا وہ گاسکر تمھیں دھوکا دے رہا ہے اور سپر ماسٹر کے لیے کام کر رہا ہے۔"

اس نے گاسکر اور نئی خیال خوانی کرنے والی کے گٹھ جوڑ کے بارے میں بتایا تو ماسک مین نے نفرت اور غصّے سے کہا: "اس غدّار پر کوئی الزام نہ لگاؤ۔ چپ چاپ اسے سزا دیتے رہو، اسے ذہنی عذاب میں مبتلا رکھو۔"

پاسکل بُوبا نے کہا: "گاسکر کی بیٹی جوان بھی ہے اور حسین بھی۔ کیا میں اُسے اغوا کرنے جاؤں؟"

"تم شیطانی نیّت رکھتے ہو۔ یہ ہوس تمھیں نقصان پہنچائے گی۔ ہماری حکومت نے اسی لیے تم پر ہمارے ہی ملک میں رہنے کی پابندی عائد کی ہے۔ یہاں حسن و شباب کی کمی نہیں ہے۔ تمھاری ہر ضرورت یہاں پوری ہو سکتی ہے۔ لہٰذا استنبول میں ایسے آلۂ کار بناؤ جو لڑکی کے اغوا ہونے کے بعد اسے چھُپا کر رکھ سکتے ہوں۔ یاد رکھو، تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اس ملک سے باہر نہ جاؤ اور اپنا تعلق ہماری حکومت سے ظاہر نہ ہونے دو۔"

اس نے فوری طور پر استنبول کے دو جوانوں کو اپنا آلۂ کار بنایا۔ پھر ان سے پوچھا: "تم میں سے کون گاسکر کی بیٹی کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

ایک نے کہا: "میں اس مغرور لڑکی کو جبراً حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا باپ یہاں کا بے تاج بادشاہ ہے۔ وہ مجھے آوارہ سمجھ کر میرے نام پر تھوکتی ہے جبکہ اس کا باپ شہر کا بدترین غنڈا ہے۔"

"اگر وہ مل جائے تو کچھ عرصے تک اسے کہاں چھُپا کر

رکھو گے؟"

"شہر سے باہر ایک کھنڈر ہے۔ وہاں کی خستہ و شکستہ چاردیواری میں اسے باندھ کر رکھوں گا۔ جب وہ سر سے پاؤں تک میری ہو جائے گی تو باپ پر بھروسا کرنا بھول جائے گی۔ پھر شاید میرے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی ہو جائے۔"

"تم اپنی گاڑی میں گاسکر کی کوٹھی کے قریب رہو۔ جب وہ باڈی گارڈ کے ساتھ باہر نکلے تو اس کا تعاقب کرنا۔ مناسب وقت پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

پاسکل بُوبا نے گاسکر کے ذریعے اس کی بیٹی ٹینا کی آواز سنی تھی۔ وہ ٹینا کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے کوٹھی کے باہر لے آیا۔ دو باڈی گارڈز اس کے سامنے آکر ادب سے کھڑے ہوگئے۔ وہ بولی: "میرے ساتھ کوئی ایک جائے گا اور وہی کار ڈرائیو کرے گا۔"

ایک نے اس کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ وہ شاہانہ انداز میں بیٹھ گئی۔ دوسرے باڈی گارڈ نے اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے کوٹھی کے احاطے سے نکالتے ہوئے پوچھا: "بے بی! کہاں چلوں؟"

"کسی بھی بڑے شاپنگ سینٹر تک چلو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے آکر گاڑی روک دی۔ ٹینا نے کہا: "میرے لیے کوکو چاکلیٹ کا ایک پیکٹ لے آؤ۔"

وہ کار سے اُتر کر تیزی سے چلتا ہوا گیا پھر شاپنگ سینٹر کی بھیڑ میں گم ہوگیا۔ ٹینا پچھلی سیٹ سے نکل کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آئی، گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھاتی چلی گئی۔ جب وہ ذرا دور نکل گئی تو پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ ایکدم سے حیران ہو کر سوچنے لگی: "یہ میں گاڑی میں کیسے آگئی! ابھی تو اپنے بیڈ روم میں تھی۔"

اس نے سڑک کے کنارے کار روک دی۔ پاسکل بُوبا نے نوجوان آلۂ کار سے کہا: "مارٹن! اس کار کے پیچھے گاڑی روکو اور جا کر ٹینا کو لے آؤ۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پاسکل بُوبا پھر ٹینا کے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ وہ مارٹن کے ساتھ آکر اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا: "ٹینا! کیا بات ہے، آج مجھے ایک معمولی چھچھورا اُچکا نہیں سمجھ رہی ہو۔ کیا مجھ سے نفرت ختم ہوگئی ہے؟"

پاسکل نے ٹینا کی زبان سے کہا: "زیادہ خوش فہمی میں نہ رہو۔ میں اس لڑکی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہوں۔ اسے آزاد چھوڑوں گا تو یہ ہنگامہ شروع کر دے گی، فوراً اسے کھنڈر کی طرف لے جاؤ۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر آیا پھر کھنڈر کی طرف جانے لگا لیکن خلافِ توقع وہاں خانہ بدوشوں کا قافلہ اپنے خیمے لگا رہا تھا۔ پاسکل نے پوچھا: "کیا یہی تمھاری خفیہ جگہ ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا: "جناب! ایک گھنٹا پہلے میرے ساتھی نے خبر دی تھی کہ یہ جگہ بالکل خالی اور ویران ہے۔"

"میں نے کن گدھوں کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ میری عقل بھی ماری گئی تھی۔ مجھے سمجھنا چاہیے تھا۔ کھنڈر کی طرف کوئی بھی آسکتا ہے۔ اب دوسری جگہ ملنے تک مجھے ٹینا کے دماغ میں رہنا ہوگا۔ مجھے اپنی جگہ بھی حاضر رہنا پڑتا ہے۔"

"جناب! میں شرمندہ ہوں۔ اسے شہر لے جا کر کسی دوست کے ہاں چھُپا نہیں سکتا۔ اب تک اس کی تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔"

"میں اسے گاڑی سے اتار رہا ہوں۔ یہ کھنڈر کے پاس رہے گی، تم فوراً گاڑی لے کر جاؤ اور میک اپ کا زیادہ سے زیادہ سامان لاؤ، اس کا چہرہ تبدیل کیا جائے گا۔"

ٹینا گاڑی سے اُتر گئی۔ مارٹن گاڑی تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ اطمینان سے ٹہلتی ہوئی کھنڈر میں چلی آئی۔ اس کے جسم پر قیمتی زیورات تھے۔ ایک انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی تھی۔ خانہ بدوش مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب ہی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ پاسکل بُوبا نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی، وہ گھبرا کر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر خود کو دیکھا تھا، اب ایک کھنڈر میں خود کو پا رہی تھی۔ وہاں کئی خوفناک قسم کے خانہ بدوش اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پاسکل نے پوچھا۔

"ہیلو ٹینا! کیا تمھاری سمجھ میں کچھ آ رہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگی: "یہ میرے دماغ میں کون بول رہا ہے۔ کیا یہ ٹیلی پیتھی ہے؟"

"خوب سمجھ رہی ہو۔ میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایکدم سے خوش ہو کر بولی: "کیا سچ مچ تم فرہاد ہو؟ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ بھلا تمھاری نظر مجھ پر کیسے پڑ گئی۔ سُنا ہے، تمھیں حسین ترین عورتوں سے فرصت نہیں ملتی۔"

"تم نے درست سُنا ہے۔ تمھارے حسن کی شہرت سن کر استنبول آیا ہوں۔ ابھی تمھیں اغوا کیا ہے۔ اب میں مارٹن کے روپ میں تمھارے پاس آنے ہی والا ہوں۔"

"کون مارٹن؟"

"وہی جو تم سے عشق کرتا ہے اور تم نے نفرت سے اس

کی طرف تھوک دیا تھا۔"
"تم اس کے روپ میں نہ آؤ۔ میں تمھارا اصلی روپ دیکھنا چاہتی ہوں۔"
"فی الحال مشکل ہے۔ دشمن میرے پیچھے ہیں۔ میں اپنی اصلی صورت تمھیں نہیں دکھا سکوں گا۔ میں کسی روپ میں بھی آؤں، فرہاد ہی رہوں گا، کیا مجھے قبول نہیں کروگی؟"
"تن من سے قبول کروں گی۔ مگر میں نے مارٹن پر تھوک دیا تھا، اب تھوکنے کے بعد محبت کیسے کروں گی؟"
"یہ کیوں بھولتی ہو کہ وہ مارٹن نہیں ہوگا۔ صرف اس کا چہرہ ہوگا۔ میری مجبوری ہے، میں ابھی کسی دوسرے روپ میں نہیں آسکتا۔"
دو خانہ بدوش اس کے قریب آگئے۔ ایک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے نے اس کی گردن کی چکناہٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تم بہت خوبصورت ہو مگر ہم خانہ بدوشوں کے لیے تمھارے زیورات زیادہ خوبصورت ہیں۔ تم انھیں خود اتاروگی یا ہم اُتاریں؟"
ان کے پیچھے کچھ اور خانہ بدوش آکر کھڑے ہوگئے۔ ایک نے چاقو نکال کر کہا "ان زیورات میں سب کا حصّہ برابر ہوگا۔"
ایک بوڑھے نے کہا "یہ لڑکی یہاں سے جاکر ہمارے خلاف رپورٹ درج کرائے گی۔"
کئی لوگوں نے کہا "اسے ختم کردو۔ یہ زندہ رہے گی تو ہم گرفتار ہوجائیں گے۔"
ٹینا سہمی ہوئی تھی۔ پاسکل لُوبا نے کہا "تم بھول رہی ہو کہ فرہاد تمھارے پاس ہے۔"
وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی "تم جسمانی طور پر نظر نہیں آرہے ہو تو میرے دماغ کے اندر رہ کر کیا کرسکو گے؟"
"ابھی تماشا دیکھو۔"
اس نے دیکھا، چاقو والے شخص نے پہلے آنے والے دو آدمیوں میں سے ایک کو لات ماری اور دوسرے کا کالر پیچھے سے پکڑ کر اس کی گردن پر چاقو رکھ دیا۔ پھر کہا "ایک تنہا لڑکی کو لُوٹتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگایا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لڑکی سے دور چلے جاؤ۔"
ایک شخص نے چاقو والے کو رائفل کے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "تم لڑکی سے ہمدردی دکھا کر سارا مال اکیلے ہڑپ کرنا چاہتے ہو۔ مگر یہ اس وقت ممکن ہے۔ جب تم میرے نشانے سے بچ جاؤ۔"
سب لوگ رائفل والے کے حمایتی بن گئے۔ پاسکل لُوبا نے رائفل والے کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ اپنی حمایت کرنے والوں کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "میرے پاس رائفل دیکھ کر تم لوگ ایک تنہا لڑکی سے دشمنی کررہے ہو۔ بتاؤ، میں تم میں سے پہلے کسے گولی ماروں۔"
وہ سب دور بھاگنے لگے۔ ٹینا وہاں سے اٹھ کر جانے لگی وہ سوچ کے ذریعے فرہاد کو پکار رہی تھی۔ پاسکل رائفل والے کے دماغ میں گھسا ہوا فائرنگ کرا رہا تھا۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ اب کوئی ٹینا کی طرف نہیں آرہا تھا۔ دوسری طرف مارٹن میک اپ کا سامان لے کر پہنچ رہا تھا۔ پاسکل لُوبا نے اس کے پاس آکر کہا "تم ٹینا کے سامنے خود کو فرہاد علی تیمور کہو گے۔ وہ تم سے نفرت کرتی ہے، میں نے اسے سمجھایا ہے کہ فرہاد، مارٹن کے روپ میں اس کے پاس آرہا ہے۔"
"اچھی بات ہے جناب! میں خود کو فرہاد ظاہر کروں گا۔"
اس نے گاڑی کھنڈر کے قریب روک دی۔ پاسکل نے کہا "ٹینا! وہ سامنے گاڑی دیکھو۔ میں اس میں ہوں اور اب تمھارے لیے باہر آرہا ہوں۔"
مارٹن گاڑی سے باہر آیا۔ دونوں نے دور سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ "یہ تو کسی پہلو سے فرہاد علی تیمور نہیں لگتا۔ بالکل مارٹن ہے۔"
پاسکل نے کہا "میں تمھارے سامنے ہوں مگر دماغ میں بول رہا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میرا قد اور میری جسامت بالکل مارٹن کی طرح ہے۔ اس لیے ابھی مجھے سامنے دیکھ کر تمھارا دل نہیں مانتا۔"
وہ مارٹن کے سامنے آکر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ اس نے مسکرا کر کہا "ہیلو ٹینا! میں ابھی تک تمھارے دماغ میں تھا۔ اب نگاہوں کے سامنے آگیا ہوں۔ ہوسکتا ہے، اب بھی تمھیں یقین نہ آئے۔ میں تمھیں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم یقین نہ کرنے کے باوجود میری آغوش میں آجاؤگی۔"
اس کی بات پوری ہوتے ہی پاسکل نے اُسے آغوش میں پہنچا دیا۔ اس کا دماغ کسی حد تک آزاد تھا مگر وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ یہ مان رہی تھی کہ نہ چاہنے کے باوجود کھنچی جارہی ہے۔ مارٹن اسے حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ اب جاگتی آنکھوں کے سامنے دونوں ہاتھ سے خواب کی تعبیر لُوٹ رہا تھا۔
پاسکل نے کہا "کم آن، اس کا میک اپ کرو۔ ورنہ تلاش کرنے والے یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں۔"
"جناب! مجھے میک اپ کرنا نہیں آتا۔"
"جرائم کی دنیا میں رہتے ہو اور چھپنے کے ہتھکنڈے نہیں جانتے۔ چلو شروع کرو، میں تمھارے ہاتھوں سے کام لوں گا۔"
اس نے کہا "آؤ ٹینا! گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔

تمھارے چہرے کو ذرا تبدیل کروں گا تاکہ تمھارا باپ اور دوسرے تمھیں پہچان نہ سکیں۔"
وہ بولی "اس کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تمھارا نام سنتے ہی تمھیں میرا محبوب تسلیم کرلیں گے۔ اسے تو وہ اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔"
"وہ مجھے گولی ماردیں گے۔ کیونکہ میں ماسک مین کا دشمن ہوں اور گاسکر ماسک مین کا دوست ہے بلکہ اس کا زرخرید غلام ہے۔ وہ تمھاری خوشی کے لیے بظاہر خوش ہوگا مگر اس کے کسی آلۂ کار کی گولی مجھے چاٹ جائے گی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔"
وہ پچھلی سیٹ پر آگئی۔ پاسکل، مارٹن کے ذریعے اس کا میک اپ کرنے لگا۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ اُدھر سے اِکّا دُکّا گاڑیاں اور راہگیر گزر رہے تھے۔ ان کی گاڑی اس گزرگاہ سے دور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے تھی، کوئی انھیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ صبح آٹھ بجے میک اپ مکمل ہوگیا۔ ٹینا نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ پھر خوش ہوکر کہا "کمال ہے! میں آئینے میں کسی دوسری لڑکی کو دیکھ رہی ہوں۔ تم واقعی فرہاد ہو۔ ایسا کمال تم ہی دکھا سکتے ہو۔"
پاسکل نے کہا "مارٹن! عیش کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جارہا ہوں۔ تم یہاں انتظار کرسکتے ہو یا حالات کے مطابق جگہ بدل سکتے ہو۔ میں کہیں بھی تم سے رابطہ قائم کرلوں گا۔"
وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا گاسکر کے پاس آیا۔ اس کے ڈرائنگ روم میں پولیس اور انٹیلی جنس کے بڑے بڑے افسران بیٹھے ٹینا کے اغوا پر بحث کررہے تھے۔ ان کی باتوں سے پتا چلا کہ شہر کے تمام چھوٹے بڑے مجرموں کا محاسبہ کیا جارہا ہے۔ شہر سے باہر جانے والی تمام شاہراہوں کی ناکا بندی کی گئی ہے جتنے پیئنگ گیسٹ ہاؤس اور ہوٹل ہیں، ان پر نظر رکھی جارہی ہے۔ پاسکل لُوبا نے گاسکر کی سوچ میں کہا "میں بیٹی کو تلاش کرنے میں مصروف ہوگیا ہوں۔ آخر فرہاد کو کب تلاش کروں گا؟"
اس کی سوچ نے جھنجلا کر کہا "جہنم میں جائے فرہاد۔ میری عزت خاک میں مل رہی ہے۔"
وہ بدمعاشوں کا بدمعاش اور شیطانوں کا شیطان تھا۔ اس کے باوجود عزت دار ہونے کا دعوے دار تھا۔ پاسکل نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ماسک مین سے غدّاری کرکے کیا ملا؟ میں نے ماسک مین کے ساتھ ساتھ فرہاد کو بھی دشمن بنا لیا ہے۔"
وہ بولا "نہیں، ماسک مین کو میری غدّاری کا علم نہیں ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ فرہاد نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہو۔ بہرحال، بات کچھ بھی ہو، میں پہلے اپنی بیٹی کو تلاش کروں گا۔"
پاسکل لُوبا خاموش رہ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سپر ماسٹر کی خیال خوانی کرنے والی کب دماغ میں آئی تھی؟ اس عورت نے اپنا کوئی نام بتایا تھا یا نہیں؟ ایسے ہی وقت میڈونا کی سوچ سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "گاسکر! میں خیال خوانی کے ذریعے ان تمام مجرموں کو ٹٹول چکی ہوں جن کی آوازیں تم نے سنائی تھیں اور جتنے مجرم ہیں، ان کی بھی آوازیں سناؤ۔ اس طرح میں صرف ٹینا نہیں، بلکہ فرہاد تک بھی پہنچ جاؤں گی۔"
اس نے یکے بعد دیگرے کئی مجرموں کی آوازیں سنانے کے لیے ریسیور اُٹھایا پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پاسکل لُوبا نے آنکھیں بند کیں۔ میڈونا کے لب و لہجے کو دل ہی دل میں دُہرایا، پھر اس کے دماغ میں پہنچتے ہی باہر نکل آیا۔ میڈونا نے فوراً سانس روک لی تھی۔ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچ رہی تھی "فرہاد نے پہلی بار مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا میں اسے دماغ میں آنے دوں؟"
پاسکل لُوبا نے دوسری بار کوشش کی، وہ پھر سانس روک کر سوچنے لگی "نہیں، میرے دماغ میں آتے ہی اُسے معلوم ہو جائے گا کہ میں پیرس میں ہوں۔ اُسے خیال خوانی کا برسوں پُرانا تجربہ ہے، وہ چشم زدن میں دماغ کی تہ سے میرا نام اور میری ایسی کمزوریاں معلوم کرلے گا جن سے میں خود واقف نہیں ہوں۔"
وہ سوچ رہی تھی اور مجھے خیالوں میں جھینتے جھپٹتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ڈمی جولی کے اندر چھپ کر میری تنہائی میں آکر اپنے لیے مصیبت مول لی تھی۔ میرا نام آتے ہی میں خیالوں میں آجاتا تھا اور خیالوں میں آتے ہی اس کی سانسیں گرم ہوجاتی تھیں، دل و دماغ میں دھواں سا بھرنے لگتا تھا، ہسٹریائی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ جی چاہتا تھا، چیخیں مار کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے یا مجھے تار تار کرڈالے۔ ایسے وقت وہ اُچھلنے کودنے اور جمناسٹک کی مشقیں کرنے لگتی تھی۔ اس بار بھی اس نے اُچھلتے کودتے ہوئے گاسکر سے کہا "پتا نہیں تم نے کتنے مجرموں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ میں تمھارے دماغ میں نہیں تھی تمھیں خطرے سے آگاہ کرتی ہوں، فرہاد تمھارے اندر آکر چھپا رہتا ہے۔ ابھی اس نے میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ میں تمھارے ذریعے اسے مخاطب کررہی ہوں۔ اگر وہ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے تو میرے پاس کبھی نہیں آسکے گا، تمھارے دماغ میں اس سے گفتگو ہوسکتی ہے۔"
پاسکل لُوبا نے میرے لہجے اور میرے انداز میں پوچھا۔ "تمھاری عمر کیا ہے؟"

میڈونا نے کہا "عمر طوفانی ہے۔"

"آدمی کبھی طوفان کی طرف نہیں جاتا۔ طوفان آدمی کی طرف آتا ہے۔ تم نے اشارے سے کہہ دیا ہے کہ خود میرے پاس آؤ گی۔"

"تم آج بھی خود کو گلفام سمجھتے ہو۔ کیا آئینہ تمہیں عمر کا حساب نہیں بتاتا؟"

"آئینہ تم سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ جب بھی میرے پہلو میں آؤ گی، عمر کا حساب صاف ہو جائے گا۔"

"کیا تم ایسی ہی فضول باتیں کرنے آئے ہو؟"

"میں کہنے آیا ہوں کہ مجھے باجماعت کیوں تلاش کر رہی ہو۔ تنہا ڈھونڈنے نکلو، میں کہیں بھی مل جاؤں گا۔"

"میں تنہا آؤں گی، بتاؤ کہاں ملاقات ہوگی؟"

"میں اپنے طور پر یقین کروں گا کہ تم واقعی تنہا ہو تو تم سے آملوں گا۔"

"یعنی میں اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر تمہاری نظروں میں رہوں گی اور تم مناسب موقع کی تلاش میں میرا تعاقب کرتے رہو گے۔"

"تم اتنی نادان بھی نہیں ہو کہ مجھے بتا کر اپنی پناہ گاہ سے نکلو گی اور نہ ہی میں ملاقات کی کوئی جگہ اور وقت مقرر کروں گا۔ میں تو صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب تک اپنے آلۂ کاروں کا سہارا لیتی رہو گی، میرے قدموں کی دھول کو بھی نہیں پا سکو گی۔"

"تمہارے قدموں کے نشان استنبول میں ہیں۔ تم اس شہر سے باہر نہیں جا سکو گے۔ میں تمہارے متعلق اس حد تک جانتی ہوں۔ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں بتاؤں گا تو تم محتاط ہو جاؤ گی۔ وہ جگہ چھوڑ دو گی۔ دوسری جگہ جاؤ گی تو وہ فون کال موصول نہیں ہوگی جسے سن کر تم ہاٹ لائن پر یعنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرتی ہو۔"

یہ سنتے ہی میڈونا کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ فوراً ہی گاسکر کے دماغ سے نکل گئی۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر پریشانی سے سوچنے لگی "فرہاد میرے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ تعجب ہے! اُسے کیسے معلوم ہوا کہ مجھے فون پر اطلاع ملتی ہے۔ تب میں ہاٹ لائن پر سپر ماسٹر سے بات کرتی ہوں اور یہ 'ہاٹ لائن' کوڈ ورڈز ہیں جن کا مطلب ہے مجھے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔"

وہ گھبرا کر اپنا ضروری سامان پیک کرنے لگی۔ اب وہاں ایک منٹ بھی نہیں رہنا چاہتی تھی کسی پہلی فلائٹ سے پیرس چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ پاسکل بُوبا بڑی مکاری سے اس کے قدم اکھاڑ رہا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ پیرس میں رہتی ہے۔ وہ جان نویل کے روپ میں رہ کر سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنے کے طریقے اور کوڈ ورڈز معلوم کر چکا تھا۔ میڈونا اور سپر ماسٹر کے خیال میں جان نویل مر چکا تھا۔ کوئی اور یہ طریقے اور کوڈ ورڈز نہیں جانتا تھا۔ ایسے میں یہی اندیشہ پیدا ہوا کہ فرہاد نے بڑی چالاکی سے میڈونا کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ ایسے میں وہ اس شہر میں نہیں رہ سکتی تھی۔ صرف پندرہ منٹ میں اپنا ضروری سامان لے کر اس کاٹیج سے نکل گئی تھی۔

وہ اپنی کار خود ڈرائیو کر رہی تھی۔ بار بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہی تھی لیکن لمبی ڈرائیو کے باوجود کسی گاڑی والے پر تعاقب کا شبہ نہیں ہو رہا تھا اور اندیشے کہہ رہے تھے کہ فرہاد کی نادیدہ آنکھیں اُسے دیکھ رہی ہیں۔ عجیب تماشے ہو رہے تھے۔ میں خود کو بھُلائے بیٹھا تھا اور وہ دونوں خیال خوانی کرنے والے میرے نام کے آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ پاسکل بُوبا میرا لہجہ اور انداز اختیار کر کے میڈونا کو دھوکا دے رہا تھا اور میڈونا میرے دماغ میں آسانی سے آ کر مجھے مائیٹی پاشا سمجھ کر چلی گئی تھی اور ایک فراڈ کو فرہاد سمجھ کر دوسری پناہ گاہ کی تلاش میں جا رہی تھی۔

پاسکل بُوبا کے دماغ میں بات آئی کہ شہر میں بڑی سرگرمی سے ٹینا کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا مارٹن کو فرہاد ہی کے میک اپ میں ٹینا کے ساتھ مائیٹی پاشا کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔ مارٹن نے اس کی ہدایت کے مطابق مجھ سے فون پر رابطہ قائم کیا اور مجھے پاشا کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ فرہاد ہے اور پناہ لینے اس کی کوٹھی میں آ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ ٹینا کو لے کر میرے پاس کوٹھی میں آ گیا تھا۔ فرہاد بن کر آنے والے کو معلوم نہیں تھا کہ وہ اصل فرہاد کے پاس آ گیا ہے اور مجھ اصل فرہاد کو بھی معلوم نہیں تھا کہ مَیں کون ہوں۔ مَیں نے پاشا کی حیثیت سے اُسے اور ٹینا کو کوٹھی میں جگہ دی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ شام تک واپس آؤں گا۔

میڈونا کے لیے خود کو چھپانا پرابلم بن گیا تھا۔ اس نے اچھی خاصی ڈرائیونگ کے بعد گاڑی کو ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے روکا۔ پھر کار سے اُتر کر وہاں کی بھیڑ میں گُم ہونے لگی۔ وہ دائیں بائیں، آگے پیچھے محتاط نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر وہ لیڈیز ڈیپارٹمنٹ میں آ کر اپنے لیے وِگ اور لباس پسند کرنے لگی۔ اسے ایک سیلز گرل اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس نے اس کے دماغ کو اس حد تک قابو میں رکھا کہ وہ چہرے کو اچھی طرح یاد نہ رکھ سکے پھر وہ لباس تبدیل کرنے کے لیے کیبن کے اندر گئی۔ وہاں اس نے فوراً لباس تبدیل کیا۔ سنہری بالوں کی وِگ

سر پر اچھی طرح لگائی۔ اپنے بیگ سے آئی لینسز نکال کر اپنی پتلیوں کے رنگ کو تبدیل کیا۔ چیونگم نکال کر اپنی بائیں داڑھ میں دبائی جس کے نتیجے میں بایاں رخسار اوپر سے کچھ سُوجا ہوا دکھائی دینے لگا اور ہونٹوں کا کنارہ ایک طرف کچھ نیچے جُھک گیا۔ دونوں نتھنوں میں ننھا سا اسپرنگ سیٹ کر لیا جس کے باعث ناک پھیل گئی۔ اگر کسی نے اسے پندرہ منٹ پہلے دیکھا ہوگا تو اب اسے پہچان نہیں سکے گا۔

اس نے سیلز گرل کے دماغ کو پھر کنٹرول میں رکھا۔ کیبن سے باہر آئی۔ اسے لباس اور وِگ دینے والی نے اس کے چہرے پر توجہ نہیں دی۔ وہ کاؤنٹر پر بل ادا کر کے باہر آئی، اپنی کار وہیں چھوڑ دی۔ ایک اسٹوڈیو میں جا کر انسٹینٹ کیمرے سے پاسپورٹ وغیرہ کے لیے تصویریں بنوائیں۔ پاسپورٹ کے دفتر پہنچ کر متعلقہ افسران کے دماغوں سے کھیلتے ہوئے استنبول جانے کا اجازت نامہ حاصل کیا، اس کے بعد وہ کسی بھی فلائٹ میں جگہ حاصل کر سکتی تھی۔ اس روز صرف دو ہی فلائٹس تھیں اور دونوں میں ایک سیٹ بھی خالی نہیں تھی۔ دوسرے دن کی فلائٹ میں آسانی سے جگہ مل گئی۔ وہ آدھا دن اور ایک رات گزارنے کے لیے ایک ہوٹل کے کمرے میں آ گئی۔ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے ایک ماتحت سے کہا "میری کار ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے کھڑی ہے۔ اسے کاٹیج کے گیراج میں لے جاؤ اور کاٹیج کو لاک کر دو۔ میں پیرس چھوڑ کر جا چکی ہوں۔"

پھر اس نے نائب کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کیا اور کہا "میں پیرس چھوڑ چکی ہوں۔"

"تم نے جگہ کیوں تبدیل کی؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ گاسکر کے دماغ میں فرہاد سے تکرار ہو گئی تھی۔ وہ جانتا ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان رابطے کے کوڈ ورڈز کیا ہیں اور میں نے کہاں رہائش اختیار کی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی میں نے فوراً جگہ تبدیل کر لی۔"

"اوہ میڈونا! اس نے مکاری دکھائی ہے۔ تم نے خواہ مخواہ گھبرا کر وہ جگہ چھوڑ دی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں، وہ تمہاری رہائش گاہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو سیدھا تمہارے کاٹیج میں گھس آتا۔ ہمارے پچھلے ٹیلی پیتھی جاننے والے جب بھی اس کی نگاہوں میں آئے، اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر انہیں ختم کر دیا، پھر تمہیں کیسے زندہ چھوڑ دیتا۔"

"اسے ہمارا طریقۂ کار اور کوڈ ورڈز کیسے معلوم ہوئے؟"

"تم بدحواسی میں بھول گئیں کہ فرہاد نے جان نویل کو ٹریپ کیا۔ اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ختم کیں، اس کے
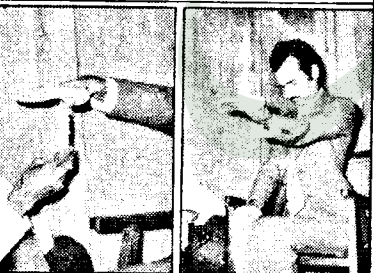
چور خیالات پڑھ کر ہمارے طریقۂ کار اور کوڈ ورڈز معلوم کیے پھر اسے مار ڈالا۔"

میڈونا، سُپر ماسٹر کی باتیں سُن رہی تھی اور اُن لمحات میں مجھے پہاڑ اور خود کو رائی محسوس کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ 'او گاڈ! وہ کیسا چکّر باز ہے۔ اس نے تھوڑی دیر کے لیے مجھے چکّر میں ڈال دیا۔ مجھے یہ بات یاد نہ رہی کہ اس نے جان نویل کے دماغ سے کوڈ ورڈز وغیرہ معلوم کیے ہوں گے۔ دراصل میں لاشعوری طور پر اس سے متاثر ہو گئی ہوں۔ وہ میرے لیے طلسم ہوشرُبا بن گیا ہے۔ یاد آتے ہی خیالوں میں ہوش اڑانے لگتا ہے، مجھے اس طلسم کو کسی طرح توڑنا ہوگا۔ اپنی جان دے کر بھی اس کے اثر سے نکلنا ہوگا۔ ورنہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح بے موت ماری جاؤں گی۔'

وہ پریشان ہو کر ٹہلتی رہی اور سوچتی رہی۔ اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ کس کاٹیج میں رہتی ہے کس شہر میں قیام ہے، اس کا علم مجھے نہیں تھا اور نہ میرا کوئی آدمی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کے اندیشے ختم ہو گئے تھے لیکن وہ جذباتی وابستگی میں جکڑی ہوئی تھی۔ وہ ایسے جذبات سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ اس کے دو ہی راستے تھے کہ جذبات کو زبردستی کچل ڈالے مگر منہ زور جذبوں کو کچل کر ختم کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ کسی ایسے صحت مند اور شہ زور کو اپنا جیون ساتھی بنا لے جو اس کے شایانِ شان ہو اور اس کے دل و دماغ سے میری جادوگری کا زور توڑ کر رکھ دے۔

دوسرا راستہ بہتر تھا۔ اگرچہ اس کے مزاج کے خلاف تھا۔ وہ خود کو زبر سمجھتی تھی، کسی سے زیر ہونا نہیں چاہتی تھی۔ خصوصاً میرے زیرِ اثر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ خود کو مجھ سے بچائے رکھنے کے لیے کسی دوسرے کو قبول کرنے کے متعلق غور کر رہی تھی۔ بے شک، عورت دنیا کا ہر کام کر سکتی ہے اور بڑے سلیقے سے کر سکتی ہے لیکن کسی حادثاتی موقع پر جذبات اسے بے لگام کرتے ہیں تو وہ بنتے ہوئے کاموں کو بگاڑ دیتی ہے۔ مجھ سے نہ سہی، کسی اور سے سہی، اب اس کے بگڑنے کا وقت آ رہا تھا۔ اس کے بگڑنے سے سُپر ماسٹر کے تمام منصوبے خاک میں ملنے والے تھے۔

اس نے دو چار روز اسی ہوٹل میں رہنے کا ارادہ کیا۔ ایک تو اسے ہوٹل پسند تھا، دوسرے وہ میک اپ میں رہ کر اپنے کاٹیج پر نظر رکھنا چاہتی تھی، پوری طرح یقین کر لینا چاہتی تھی کہ وہ اور اس کی رہائش گاہ میری نظروں میں نہیں ہے۔ اس کے اصل نام اور چہرے کو صرف سپر ماسٹر، ایک خاص ماتحت اور فوج کے چار اعلیٰ افسر جانتے تھے۔ ابھی وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے ہماری نظروں میں نہیں آئی تھی۔ اس نے اندیشوں میں گِھر کر اپنے چہرے کو میک اپ میں چھپا لیا تھا۔ اس نے کئی بار اپنے کاٹیج کی طرف جا کر اور اس کے آس پاس گھنٹوں رہ کر یقین کیا، کوئی اس کاٹیج کی نگرانی نہیں کر رہا تھا۔ اس کے دماغ پر سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔ وہ پہلے کی طرح آزاد تھی، کوئی دشمن اسے جاننے پہچاننے والا نہیں تھا۔ اس نے ایک دن بعد ہی ہوٹل چھوڑ دیا، میک اپ سے نجات حاصل کر لی اور کاٹیج میں واپس آ گئی۔ اسے خیال آیا کہ ماٹی پاشا کو دوسری بار چیک نہیں کیا۔ وہ فرہاد کا خاص آدمی ہے۔ پھر اس کے دماغ کو چپ چاپ پڑھنا چاہیے۔ گاسکر نے دوبارہ پاشا کی طرف رُخ نہیں کیا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو یعنی میرے دماغ کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو پتا چلا، فرہاد علی تیمور ایک جوان لڑکی کے ساتھ اس کی کوٹھی میں پچھلے چوبیس گھنٹوں سے موجود ہے۔

وہ آرام سے خیال خوانی کر رہی تھی، میرا پتا ملتے ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اگرچہ اس معلومات سے خوش ہو رہی تھی تاہم وہ تصدیق کرنا چاہتی تھی۔ اس نے میرے ذریعے ٹینا کی آواز سنی، پھر اس کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا، گاسکر جس بیٹی کو تمام شہر میں ڈھونڈتا پھر رہا ہے، وہ فرہاد کے ساتھ ہنسی خوشی رنگ رلیاں منا رہی ہے۔

اگر میڈونا، مارٹن کے دماغ میں پہنچتی تو اسے فراڈ کا علم ہو جاتا لیکن وہ سوچ رہی تھی، ابھی فرہاد کے دماغ میں پہنچ کر اسے خطرے کا احساس نہیں دلانا چاہیے۔ ورنہ وہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس نے یہ بات گاسکر کو نہیں بتائی۔ میڈونا کی دانست میں فرہاد، گاسکر کے پاس آتا تھا۔ لہٰذا وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس گئی۔ اسے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا: "کیا آپ مادام رسونتی ہیں؟"

"میں کوئی بھی ہوں، تمھیں گاسکر کی بیٹی ٹینا کا پتا بتانے آئی ہوں لیکن اس سے پہلے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم کتنے ذمے دار افسر ہو۔ اگر خیال خوانی کرنے والے فرہاد نے اس لڑکی کو اغوا کیا ہو گا تو کیا تم اُسے گرفتار کرو گے؟"

"میرے باپ سے بھی جرم سرزد ہو تو مَیں اسے گرفتار کروں گا لیکن ایک پرابلم ہے، وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بچ نکلتا ہے۔"

"میری ہدایت پر عمل کرو گے تو دنیا کے سب سے خطرناک مجرم کو گرفتار کرنے کا اعزاز حاصل کرو گے۔"

"میں ضرور تمھاری ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"وہ ماٹی پاشا کی کوٹھی میں ہے۔ اس کے ساتھ ٹینا ہے۔ پہلی احتیاط کا خیال رکھو۔ تم اور تمھارے سپاہی کسی کو اپنی آواز نہیں سنائیں گے اور نہ ہی آپس میں گفتگو کریں گے۔"

"سمجھ گیا مادام!"

"دوسری بات بھی اچھی طرح سمجھ لو۔ اس کوٹھی میں ٹینا اور ماٹی پاشا کے علاوہ جو شخص ہوگا، وہی فرہاد ہو سکتا ہے۔ میں تمھارے دماغ میں رہ کر گائیڈ کروں گی، جیسے ہی میں اس کی نشاندہی کروں، تم اسے گولی مار کر زخمی کر دینا۔ اس طرح وہ وقتی طور پر خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا۔ مجھے بھی اس کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔"

اعلیٰ افسر بڑی رازداری سے بیس سپاہیوں کی ایک جماعت لے کر پاشا کی کوٹھی تک آیا۔ اس نے سپاہیوں کو ہر حال میں گونگا بن کر رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس کوٹھی کا محاصرہ کرنے کے بعد وہ چھ سپاہیوں کے ساتھ کوٹھی کے احاطے میں آیا۔ کال بیل کا بٹن دبایا۔ میں نے دروازہ کھول کر پولیس والوں کو تعجب سے دیکھا۔ پھر پوچھا: "فرمائیے جناب! مجھ سے کیا کام ہے؟"

وہ لوگ مجھے ایک طرف ہٹاتے ہوئے اندر آ گئے۔ میڈونا نے میری سوچ سے معلوم کیا کہ فرہاد کہاں ہے؟ پھر افسر کو اس کمرے میں پہنچا دیا۔ ٹینا اپنی دانست میں فرہاد کا دل خوش کر رہی تھی۔ ایک سپاہی نے اسے پکڑ کر مارٹن سے الگ کیا۔ مارٹن بستر سے اٹھ کر سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ افسر نے اس کی ٹانگ میں گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔ میڈونا فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے گہرائی تک خوب ٹٹول کر اصلیت معلوم کی پھر ناگواری سے کہا: "لعنت ہے تم پر۔ تم مارٹن ہو کر فرہاد کیوں بن رہے تھے؟"

اس نے اپنی روداد سنائی۔ میڈونا نے کہا: "فرہاد تمھارے دماغ میں ضرور ہوگا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنا بے غیرت ہوگا کسی کو ڈمی فرہاد بنا کر ایک کنواری دوشیزہ کی عزت کی دھجیاں اُڑائے گا۔"

مارٹن کا بیان سن کر ٹینا رو رہی تھی، اسے گالیاں دے کر کہہ رہی تھی: "قانون تمھیں معمولی سزا دے کر چھوڑ دے گا۔ مگر میرا باپ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

افسر نے کہا: "تم نے بھی اسے فرہاد سمجھ کر اپنے باپ کو دھوکا دیا ہے۔ اس کے جرم میں تم بھی برابر کی شریک ہو۔"

"میں اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ایک کھنڈر تک پہنچا دیا۔ کئی بار ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کیا۔ میں اسے فرہاد سمجھ بیٹھی، مجھے اس شخص سے نفرت ہے۔ میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

میڈونا نے خیال خوانی کے ذریعے گاسکر کو وہاں بُلایا۔ وہ غصے سے تلملا رہا تھا۔ ٹینا اور مارٹن کی پٹائی کرنا چاہتا تھا مگر سپاہیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ وہ مجھ پر بھی غصہ دکھا رہا تھا اور مجھے قانون کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ میڈونا نے کہا: "بکواس مت کرو۔ پاشا بھی ہماری طرح دھوکا کھاتا رہا تھا، اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ پاشا کے خلاف کوئی کارروائی کرو گے تو کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

میڈونا کو اُمید تھی کہ میں اسی طرح پاشا سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا تو کبھی نہ کبھی اس کی گرفت میں آؤں گا، اسی لیے وہ پاشا کی حمایت کر رہی تھی۔ ان سارے چکّروں میں ابھی تک ماسک مین کا ٹیلی پیتھی جاننے والا بے نقاب نہیں ہوا تھا۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا، اس کا الزام میرے سر تھوپا جا رہا تھا اور میں فی الحال ان تمام معاملات سے بے خبر تھا۔

پارس کو آرمر کے ذریعے میرے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ چونکہ میں محفوظ تھا، مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا، نہ ہی کسی مصیبت میں گرفتار ہو رہا تھا اس لیے وہ خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔ صرف ایک بار جب گاسکر اپنی بیٹی کے اغوا کے جرم میں مجھے شریک سمجھ رہا تھا اور مجھے حوالات پہنچانا چاہتا تھا، تب رسونتی، آرمر اور دانیال فیصلہ کر رہے تھے کہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگنے نہیں دیں گے۔ دانیال میرا لب و لہجہ اختیار کر کے خیال خوانی کے ذریعے انھیں پاشا سے یعنی مجھ سے دور رہنے پر مجبور کر دے گا۔

اس سے پہلے ہی میڈونا نے میری حمایت کی تو دانیال نے مداخلت نہیں کی۔ پارس، آرمر کے ذریعے اسٹڈی کر رہا تھا کہ ایک اجنبی خیال خوانی کرنے والا کیسی کیسی چالیں چل رہا تھا اور اس کی ہر چال کس کے خلاف ہو سکتی ہے اور وہ کسے فائدہ پہنچانا چاہتا تھا؟ میڈونا اور اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے ٹکراؤ سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ اجنبی، سُپر ماسٹر کے خلاف ہے لیکن وہ ماسک مین کا حمایتی ہے، اس کا ثبوت نہیں مل رہا تھا۔

پارس نے آرمر سے کہا: "انکل! ابھی سب ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ میں آپ کے ذریعے ان دو خیال خوانی کرنے والوں کو چالیں چلتے دیکھ رہا ہوں، مگر ان تک پہنچنے کا کوئی اشارہ یا حوالہ نہیں مل رہا ہے۔ اسی طرح وہ دونوں پاپا تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔"

"بیٹے! تمھارے پاپا کی چال پہلے سمجھ میں نہیں آتی۔ بعد میں اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آتے ہیں۔ اگر وہ ماٹی پاشا بن کر اپنی شخصیت کو گُم نہ کرتے تو اُن خیال خوانی کرنے والوں کی روزانہ مصروفیات کا علم ہمیں نہ ہوتا۔ ہم نے ان کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہے۔ وہ ایک دن اپنی کسی نہ کسی کمزوری کے باعث ضرور ہماری گرفت میں آئیں گے۔"

یہی بات میڈونا سوچ رہی تھی: فرہاد اپنی کمزوری کے باعث میری گرفت میں آئے گا۔ وہ آج بھی کسی عورت کے پہلو میں

ہوگا اور کوئی عورت ہی مجھے اس کی شہ رگ تک پہنچائے گی۔"

وہ کسی عورت کے تعلق سے میرے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ سوچتے ہی اندر سے بکھرنے لگتی تھی۔ اس نے خوب سوچنے سمجھنے کے بعد میرے طلسم کو توڑنے کے لیے کسی کو بوائے فرینڈ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ شام کو کاٹیج سے نکلی۔ پیرس کی شام بڑی حسین ہوتی ہے۔ میڈونا جیسی حسیناؤں کے جلوے نگاہوں کو پکارتے رہتے ہیں۔ کتنے ہی جوان ایسے تھے جو اس کے ایک اشارے پر کھنچے چلے آتے۔ بعض نوجوان کسی اشارے کے بغیر ہی دوستی کے لیے آتے تھے مگر وہ انھیں لفٹ نہیں دیتی تھی۔ اس نے میرے ریکارڈ کا مطالعہ کرنے کے دوران میری تصویریں کئی زاویوں سے دیکھی تھیں، اسی کے مطابق اسے ایک پکی عمر والے کی تلاش تھی جو صحت مند ہو اور جس میں مردانگی کوٹ کوٹ کر بھری ہو، جسے دیکھ کر دل بے قرار ہو جائے اور جو ہر اعتبار سے میری کمی پوری کر دے۔

اس نے اسٹیڈیم کے پارکنگ ایریا میں کار روک دی۔ وہاں فری اسٹائل کشتیوں کا شو ہو رہا تھا۔ بین الاقوامی شہرت رکھنے والے پہلوان اپنے داؤ پیچ دکھانے آئے تھے۔ میڈونا داؤ پیچ سیکھنے کے دوران ریسلنگ کی ویڈیو فلمیں دیکھا کرتی تھی۔ پہلی بار پہلوانوں کو قریب سے دیکھنے آئی تھی۔ خیال تھا کہ شاید ان میں سے کوئی شہ زور پسند آجائے۔ اس نے کاؤنٹر پر فرسٹ لائن کی سیٹ طلب کی تو پتا چلا، تمام سیٹیں پہلے سے ریزرو ہیں۔ اس نے دوسری لائن کی ایک سیٹ لے لی۔

اسٹیڈیم کے اندر ہزاروں تماشائی تھے۔ ان میں عورتوں کی خاصی تعداد تھی۔ اچانک لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہر سال کی طرح ہمارے شہر میں دنیا کے نامی گرامی پہلوان آئے ہیں۔ ان میں ایسے ناقابلِ شکست پہلوان ہیں جو پچھلے دو چار برسوں سے ہر مقابلہ جیت کر چیمپیئن ٹرافی اور لاکھوں ڈالر حاصل کرتے رہے ہیں۔ آج بھی یہ اپنی غیر معمولی جسمانی قوتوں اور نت نئے داؤ پیچ کا مظاہرہ کریں گے۔ ان مقابلوں کے انعقاد کے لیے ہم نے ایک مہمانِ خصوصی کو مدعو کیا ہے۔ ہماری آج کی مہمان کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے شہ زور ان کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ بین الاقوامی شہرت کی مالک آپ کے درمیان تشریف لا رہی ہیں۔ پُرزور تالیوں میں ان کا استقبال کیجیے، آج کی مہمانِ خصوصی مادام سونیا . . ."

میڈونا کا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ چاروں طرف تالیوں کا شور گونج رہا تھا۔ کتنے ہی رنگوں کے ربن فضا میں لہرائے جا رہے تھے۔ بلندی پر نصب کی ہوئی لائٹس اِدھر سے اُدھر رقص کر رہی تھیں۔ سونیا ان رنگوں اور روشنیوں سے گزرتی آ رہی تھی۔ اس کے میزبان دائیں بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ یوں تو ساری دنیا میں جانی پہچانی جاتی تھی لیکن فرانس کی حکومت اور وہاں کے باشندے اس کی بے حد عزت اور احترام کرتے تھے۔ کیا مرد اور کیا عورتیں، پورا اسٹیڈیم ایک آواز ہو کر کہہ رہا تھا "وی لو سونیا۔ وی لو سونیا۔ سونیا۔ سونیا۔ وی لو سونیا . ."

میڈونا کے سینے میں دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ پہلی بار سونیا کو کچھ فاصلے سے دیکھ رہی تھی۔ دشمنوں کے دلوں پر اس کے نام سے دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ میڈونا کا خیال تھا کہ وہ سونیا سے مرعوب نہیں ہے، اس کے باوجود دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے دھڑک نہ رہا ہو، خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہو۔

وہ ایک اونچے پلیٹ فارم پر آکر مائیک کے سامنے کہہ رہی تھی "مائی ڈیئر لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میں آپ کی ہوں، آپ میرے ہیں۔ میری ذات سے آپ کو اور آپ کے ملک کو نہ کبھی نقصان پہنچا ہے نہ پہنچے گا۔ اس کے برعکس ہمیں ایک دوسرے سے فائدے ہی فائدے اور محبتیں ہی محبتیں ملتی ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے کو سرکاری تحفظ اور ہمیں عزت ملتی ہے، اس کے عوض ہم اس ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ یہ بات سُپر پاور کہلانے والے ممالک نہیں سمجھتے۔ اپنے اپنے ملک سے ہمارے لیے موت ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ ہم نے بارہا سمجھایا ہے، ہمیں نہ چھیڑو، ہمیں امن و سکون سے زندگی گزارنے دو۔ تمہاری ایکسپورٹ کی ہوئی موت کو ہمیشہ موت آجاتی ہے۔ تم موت کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ ہمیں جب موت آئے گی، خدا کی طرف سے آئے گی۔ سمجھانے کے باوجود یہاں اسٹیڈیم میں ایک خوبصورت بلا موجود ہے جو حال ہی میں فرہاد علی تیمور کے لیے ایکسپورٹ کی گئی ہے۔"

پورے اسٹیڈیم میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ وہاں جتنی حسینائیں تھیں، انھیں لوگ مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میڈونا فوراً ہی اٹھ کر جانا چاہتی تھی مگر عقل نے سمجھایا "خبردار! تیرے اٹھتے ہی سونیا کی بات درست ثابت ہوگی۔ ہو سکتا ہے یہ محض سونیا کا ایک اندازہ ہو اور وہ تجھے صورت سے پہچانتی نہ ہو۔"

وہ اپنی سیٹ پر جم کر بیٹھی رہی۔ سونیا کہہ رہی تھی "میں آپ لوگوں سے درخواست کرتی ہوں، پلیز کسی پر شبہ نہ کریں۔ آپ لوگوں کی موجودگی میں ہمیشہ کی طرح اسے سمجھانا چاہتی ہوں کہ وہ امن و سلامتی اور محبت کا راستہ اختیار کرے۔ اس راستے پر پہلے میں قدم رکھتی ہوں اور اسے محبت سے ایک بوسہ دیتی ہوں۔"

اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا پھر ایک ہوائی بوسہ فضا میں اُچھال کر کہا "اے کِس فرام سونیا وِدھ لو . . ."

تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پتا نہیں یہ محض اتفاق تھا یا سونیا نے دانستہ ایسا کیا تھا۔ اس کے بوسہ لہرانے والے ہاتھ کا رُخ میڈونا ہی کی طرف تھا چونکہ ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ اس لیے کسی نے اس ہاتھ کی حرکت پر توجہ نہیں دی لیکن میڈونا خود کو ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچ رہی تھی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سونیا پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار اثر نہیں کرے گا "شاید اب سے پہلے فرہاد کو ٹریپ کرنے والا خود اس طرح ٹریپ نہیں کیا گیا ہوگا جیسے میں کی جا رہی ہوں۔ میرے چاروں طرف ہزاروں تماشائی ہیں اور یہ سب سونیا کے ایک اشارے پر میرے جسم کو بوٹی بوٹی اور ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ اوہ گاڈ! میں کہاں آکر پھنس گئی ہوں۔"

سونیا اپنے میزبانوں کے درمیان چلتی ہوئی اسی کی طرف آ رہی تھی۔ وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی، اس کے سامنے والی سیٹیں خالی تھیں۔ کاؤنٹر پر بتایا گیا تھا کہ فرنٹ لائن کی سیٹیں ریزرو ہیں۔ اب پتا چلا، وہ سونیا اور اس کے میزبانوں کے لیے مخصوص کی گئی تھیں۔ وہ بڑے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے آئی پھر ٹھیک میڈونا کے آگے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اب میڈونا کو اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ اس نے سونیا کے ساتھ کمی کارمن کو دیکھا۔ وہ کمی کو خوب پہچانتی تھی کیونکہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کی وفادار بننے سے پہلے کمی سپر ماسٹر کی ایک خاص ماتحت تھی۔ میڈونا کو اس کی تصویر دکھا کر تاکید کی گئی تھی کہ غداری کرنے والی کمی کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ آج وہ سونیا کے ساتھ نظر آ رہی تھی۔

میڈونا فی الحال اُسے نظر انداز کر کے سونیا کے رویے پر حیران ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی "سمجھ میں نہیں آتا۔ سونیا واقعی مجھے پہچان گئی ہے یا اندازے سے تیر مار رہی ہے۔ شاید اس نے اندازہ لگایا ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں فرہاد کی جان کی دشمن ہوں تو ابھی مجھے زندہ نہ چھوڑتی اور ٹھیک میرے سامنے پشت کر کے نہ بیٹھتی۔ میں بڑی آسانی کے ساتھ پیچھے سے حملہ کر سکتی ہوں۔"

پھر اس نے خود ہی سوال کیا "مگر حملہ کیسے کر سکتی ہوں۔ میرے پاس نہ ریوالور ہے، نہ چاقو۔ میں بہترین فائٹر ہوں مگر اس عورت کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ کیا یہ مجھے بے بسی کا احساس دلا رہی ہے؟ ساری دنیا اس کی مکارانہ صلاحیتوں کی قائل ہے۔ کیا یہ چپ چاپ مکاری سے مجھے احساسِ کمتری میں مبتلا کر رہی ہے؟

کُشتی شروع ہو چکی تھی۔ دو پہلوان رِنگ کے اندر اپنی اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اب وہ کُشتی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ بار بار وہاں سے جانے کے لیے سوچ رہی تھی۔ پھر خیال آتا تھا، اگر سونیا یا اس کے آدمیوں نے راستہ روکا تو وہ کیسے بچ کر نکلے گی؟ سامنے بیٹھی ہوئی سونیا اس سے بے نیاز تھی۔ کبھی کشتی دیکھ رہی تھی اور کبھی کِمّی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے ایک بار بھی میڈونا کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی بے نیازی یا غفلت سے ظاہر تھا کہ وہ میڈونا کو نہیں پہچانتی۔

وہاں کشتی کا دستور یہ تھا کہ جو پہلوان جیت جاتا تھا، وہ رِنگ میں رہتا تھا، ہارنے والا چلا جاتا تھا۔ پھر دوسرا پہلوان اس جیتنے والے سے مقابلے کے لیے آتا تھا۔ اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب آپ کے سامنے لیڈی کِلر آ رہا ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ عورتیں اس کی دیوانی ہو جاتی ہیں اور مرد اس کے سامنے میدان چھوڑ دیتے ہیں۔ حُسن والیاں اپنے اپنے دل سنبھال کر بیٹھ جائیں۔"

ایک دراز قد، خوبرو جوان زنجیریں پہنے ہوئے اپنے حمایتیوں کے درمیان آ رہا تھا۔ اس کا جسم فولاد کی طرح مضبوط دکھائی دے رہا تھا۔ سینہ چٹان کی طرح چوڑا تھا۔ بازوؤں کی اُبھری ہوئی مچھلیاں کسی حسینہ کے سرہانے تکیہ بن سکتی تھیں۔ کتنی ہی عورتیں اس کے مردانہ حسن کو دیکھتی ہی رہ گئی تھیں۔ میڈونا نے بھی اُسے دیکھا اور سوچا "ہاں! یہ میرے معیار کا آدمی ہے مگر ہے تو کیا کروں؟ ابھی تو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ میں یہاں سے کس طرح نکلوں؟"

وہ لیڈی کِلر رِنگ میں پہنچ کر اپنے جسم سے زنجیریں اتار رہا تھا۔ ایک شخص اس کے قریب مائیک لا کر پوچھ رہا تھا۔ "تم مردوں سے مقابلہ کرتے ہو اور انھیں شکست دیتے ہو۔ تمھارا نام مین کِلر ہونا چاہیے لیکن تم لیڈی کِلر کیوں کہلاتے ہو؟"

وہ خوبرو جوان احمقانہ انداز میں چند عورتوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عورتیں ہنس رہی تھیں۔ اس کے انسٹرکٹر نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ مائیک کے سامنے بولا "مجھ کو عولتیں اچھی لگتی ہیں۔ اُول عولتیں بھی مجھ پَل مَلتی ہیں۔ اس لیے میں لیڈی کِلل کہلاتا ہوں۔"

اس کی باتیں سن کر لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔ میڈونا نے سوچا "یہ بن رہا ہے یا واقعی تتلا کر بولتا ہے؟" اس تجسس میں وہ اس کے اندر پہنچ گئی۔ دوسرا پہلوان مائیک چھین کر ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "ایک بڑے سائز کے بچے کو میرے مقابلے پر بھیجا گیا ہے۔ میں اسے ایک ہاتھ ماروں گا تو یہ رو رو کر فیڈر مانگنے لگے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی لیڈی کِلر نے اس کے سر پر ایک ہاتھ مارا۔ اس کے ہاتھ سے مائیک چھوٹ گیا۔ وہ چکرا کر ڈگمگانے لگا پھر اس کے مُنہ پر ایک ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر رِنگ کے رسّے سے ٹکرا کر واپس آیا۔ جوان نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا، چاروں طرف گھوم کر تماشائیوں کو دکھایا پھر اُسے رِنگ سے باہر پھینک دیا۔ ہر طرف تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ عورتیں اُچھل اچھل کر داد دے رہی تھیں۔ رِنگ کے باہر گرنے والا بیس تک گننے کے باوجود نہ اٹھ سکا۔ منصف نے لیڈی کِلر کو فاتح قرار دیا۔ میڈونا نے سوچا "یہ میرے کام کا آدمی ہے۔ یہی مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔"

وہ کسی حد تک اس کے دماغ کو پڑھ چکی تھی۔ پتا چلا، وہ جسمانی طور پر جتنا مضبوط تھا، اتنا ہی دماغی طور پر کمزور تھا یعنی بالکل ہی احمق تھا۔ اس کے دو بھائی اسے پہلوانوں سے لڑاتے تھے اور جیتنے کی صورت میں جو ہزاروں ڈالر ملتے تھے، خود ہڑپ کر جاتے تھے۔ ایسا احمق شہ زور، میڈونا کے لیے دردِ سر نہیں بن سکتا تھا۔ اس کی خیال خوانی کے دوران دوسرا پہلوان اس جوان سے لڑنے آیا تھا اور اس سے مار کھا رہا تھا۔ میڈونا نے کئی بار اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ ایک بار اس نے سونیا سے کہا "مادام! آپ کے پیچھے میلی جان ہے۔ میں اس کو کِس کلنا چاہتا ہوں۔ اے! کم آن سویٹی۔"

سب لوگ میڈونا کو دیکھنے لگے۔ لیڈی کِلر نے اپنے مقابل کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر سر سے بلند کرتے ہوئے کہا۔ "لوگو! سنو، جب سے میں نے اس حسینہ کو دیکھا ہے، تب سے دیوانہ ہو گیا ہوں۔ میں ابھی تم لوگوں کے سامنے اسی طلح اسے بازوؤں میں اٹھاؤں گا اُول یہاں سے لے جاؤں گا۔ وہ میلی جان ہے۔ میلے ساتھ ضلُول جائے گی۔"

یہ کہہ کر اس نے پہلوان کو رِنگ کے باہر پھینک دیا پھر رسّوں کو پھلانگ کر خود باہر آیا۔ میڈونا نے گھبرانے اور شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "او گاڈ! یہ تو سچ مچ میرا دیوانہ ہے۔ مجھے یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ دوسری قطار سے باہر آئی۔ لیڈی کِلر چھلانگ لگا کر اس کے سامنے آگیا۔ کتنی ہی عورتیں چیخ رہی تھیں، اسے اپنی طرف بُلا رہی تھیں۔ لوگ ہنس رہے تھے۔ لیڈی کِلر نے میڈونا کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا، پھر اسٹیڈیم کے ایک حصّے میں اپنے کیبن کی طرف جاتے ہوئے بولا "اب میں کُشتی نہیں لڑوں گا۔ آج سے میں پہلوان نہیں، بس ایک عاشق ہوں۔"

وہاں کے منتظم اعلیٰ نے اس کا راستہ روکتے ہوئے مگر خوف سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "موسیو بلا اسمتھ! پلیز رِنگ سے باہر نہ آؤ۔ ہم نے تم پر شرط لگائی ہے۔ تم جتنی کشتی جیتو گے ہمیں اتنے ہی پچاس ہزار ڈالر ملیں گے۔"

لیڈی کِلر کا اصل نام بلا اسمتھ تھا۔ وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ میڈونا نے اس کی زبان سے کہا "مجھے تمھاری شرط اور پچاس ہزار ڈالر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

اس کے دونوں بھائی راستے میں آگئے مگر وہ بھی پیچھے ہٹتے ہوئے بولے "بلا! یہ کیا کر رہے ہو؟ تم شیر اور ہاتھی کی خوراک کھاتے ہو۔ کچھ کماؤ گے نہیں تو کھاؤ گے کیا؟"

"آج سے میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ صرف محبت کروں گا۔"

ایک بھائی نے پوچھا "تم تتلا کر بولتے تھے، اب ایسی صاف باتیں کیسے کر رہے ہو؟"

میڈونا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ پھر اس کی زبان سے بولی "جب تک تم دونوں بھائی مجھے اُلّو بناتے رہے، میں اُلّو کی طرح بولتا رہا۔ اب میں عاشق ہوں، عاشق کی طرح بول رہا ہوں۔"

تماشائی شور مچا رہے تھے، نوجوان سیٹیاں بجا رہے تھے۔ میڈونا اس کے بازوؤں میں مسکرا رہی تھی، تماشائیوں کو دیکھ کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔ عورتیں اپنے رومال اور اسکارف بلا کی طرف اُچھال رہی تھیں۔ کتنے ہی لوگ ہنستے ہوئے تالیاں بجا رہے تھے۔

سونیا نے کِمّی کو مسکرا کر دیکھا۔ کِمّی نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "مادام! آپ کمال کرتی ہیں۔ اسے یہاں سے جانے کے لیے ایسا ہی کوئی راستہ اختیار کرنا تھا۔ وہ آپ کے پیچھے زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ یقیناً آپ نے بھی یہی سوچا ہوگا۔"

"نہیں۔ میں سمجھ رہی تھی، وہ خیال خوانی کے ذریعے دو چار پہلوانوں کو خونریز اور ہلاکت خیز جنگ پر آمادہ کرے گی۔ یہاں بھگدڑ مچے گی اور وہ ایسی بھگدڑ کا فائدہ اٹھا کر چلی جائے گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر سانس لینے پر دانیال نے کوڈ ورڈز ادا کیے، اس کے بعد کہا "مادام! میں نے اس پولیس افسر کے دماغ میں رہ کر بلا اسمتھ کے دماغ میں بھی جگہ بنا لی ہے۔ اسٹیڈیم کے باہر اس کے دونوں بھائی راستہ روکنے کی کوشش کر رہے تھے جس کے نتیجے میں اس نے ایک بھائی کی پٹائی کر دی۔ دوسرا سہم کر دور چلا گیا ہے۔"

سونیا نے کہا "تم محض اتنی سی بات بتانے نہیں آئے ہو۔"

"جی۔ جی ہاں! میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، آپ میڈونا کو ڈھیل کیوں دے رہی ہیں؟ فرہاد صاحب تو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو فوراً ہی ختم کر دیتے ہیں۔"

"فرہاد! دو دن بعد تنویمی عمل کے اثر سے نکلے گا، اسے میرا پیغام پہنچا دینا کہ میڈونا زندہ رہے گی۔ وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا فرہاد بن کر اس سے ٹکرا رہا ہے۔ دونوں ٹکراتے رہیں گے تو وہ دوسرا بھی جلد ہی ہماری نظروں میں آجائے گا۔"

"مادام! ایک اور سوال کی جرأت کر رہا ہوں۔ آپ میڈونا تک کیسے پہنچ گئیں؟"

"اس کی حماقت سے۔ پتا نہیں، وہ کیوں بوکھلا گئی تھی اور پیرس چھوڑ کر جانا چاہتی تھی۔ اس نے اُلٹے سیدھے میک اَپ میں تصویریں بنوائیں، پھر پاسپورٹ کے دفتر پہنچ کر فوراً نیا پاسپورٹ بنوانے کے لیے ٹیلی پیتھی کا سہارا لیا۔ وہاں کے دو افسران کا بیان ہے کہ انھوں نے کسی انکوائری کے بغیر بے چون و چرا ایک نئے پاسپورٹ پر مُہر لگا دی تھی اور دستخط کر دیے تھے۔ بعد میں انھیں احساس ہوا کہ وہ کسی انجانی قوت کے زیرِ اثر تھے۔ انھوں نے انٹیلی جنس والوں کو رپورٹ دی۔ میں اپنی نئی بستی کے سلسلے میں ضروری کام سے پیرس آئی ہوئی تھی۔ میں نے انٹیلی جنس کے ایک افسر کے ساتھ تفتیش کی۔ میڈونا نے نئے پاسپورٹ کا فارم پُر کیا تھا۔ اس میں اس ہوٹل کا پتا درج تھا۔ اس کا کمرا نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ دوسرے دن پیرس چھوڑ دے گی۔ اس کی تھوڑی سی خیال خوانی کا علم کسی کو نہیں ہوگا۔ پتا نہیں، وہ کس چکّر میں آگئی تھی۔ اس نے پیرس نہیں چھوڑا۔ اپنا میک اَپ بھی اُتار دیا۔ چوری چُھپے اپنے کاٹیج کی طرف جاتی تھی اور شاید یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ کہیں اس کا کاٹیج دشمنوں کی نگاہوں میں تو نہیں آگیا ہے؟ ہمارے جاسوس نے صرف ایک بار اسے کاٹیج کے پاس دیکھا۔ پھر اس کاٹیج اور ہوٹل کے کمرے کی فون کالیں ریکارڈ ہونے لگیں۔ اس طرح ہم پر اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔"

سونیا نے ذرا توقف سے کہا "اس میں ہماری ذہانت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ میڈونا کی بے سروپا حرکتوں اور حماقتوں نے اسے ظاہر کر دیا ہے۔"

"مادام! آپ نے مجھے تفصیل سے یہ بات بتائی، شکریہ۔ میں بلا کے پاس جا رہا ہوں۔ کوئی اہم بات ہوگی تو آپ کے پاس آؤں گا۔"

وہ بلا عرف لیڈی کِلر کے پاس آگیا۔ میڈونا کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ بلا کہہ رہا تھا "پتا نہیں، مجھے کیا ہو گیا تھا۔ پہلوانوں کو اٹھا کر پھینکتے پھینکتے تمھیں اُٹھا کر لے آیا۔ میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔"

"ہاں! تم اپنے آپ میں نہیں تھے۔ میرے دیوانے ہو گئے تھے، کیا میں بہت حسین ہوں؟"

”ہاں، مگر میں نے پہلے کسی حسینہ کے ساتھ ایسی حرکت نہیں کی۔“

”مجھے یہ حرکت پسند آئی ہے۔ کیا تم میرے ساتھ رہو گے؟“

”نہیں۔ میں بہت کھاتا ہوں۔ کھانے کے لیے گشتی لگانا فضول ہے۔“

”کوئی ضروری نہیں ہے۔ میرے پاس بہت دولت ہے۔ تم میرے باڈی گارڈ بن کر رہو گے۔ میں تمھیں ہر روز پانچ سو ڈالر دیا کروں گی۔“

”لوز پاپنچ سو ڈالل؟“

”ہاں۔ شرط یہ ہے کہ تم بھائیوں کے پاس واپس نہیں جاؤ گے۔ وہ تمھیں اُلو بنا کر تمھاری کمائی پر عیش کرتے ہیں۔“

”تمھیں کیسے معلوم ہوا؟“

”میں سب جانتی ہوں۔ میرے ساتھ رہو گے تو تمھاری تتلاہٹ ختم کر دوں گی۔“

”کیسے کلو گی؟“

”اب تم بول کر دیکھو۔“

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی زبان سے بولی۔ ”ہاں، میں بول رہا ہوں۔ آئندہ حرف 'ر' صاف طور سے ادا کروں گا۔ رے۔ رے۔ رے۔ رے۔ رے۔“

وہ اسے 'رے' بولنے پر مجبور کرتی رہی۔ وہ بے اختیار بولتا چلا گیا۔ کار اپنی مخصوص رفتار سے جا رہی تھی۔ وہ اس کے دماغ سے نکل کر ڈرائیونگ کی طرف توجہ دے رہی تھی۔ چونکہ اس نے زبان کو 'رے' کی ادائیگی پر لگا دیا تھا اس لیے وہ صاف طور سے تھوڑی دیر تک بولتا رہا۔ پھر اس نے حیرت سے کہا۔ ”میں تتلاتا نہیں ہوں۔ صاف بول رہا ہوں۔ کیا تم جادوگر ہو؟“

”ہاں، جادوگر ہوں۔ جو میری بات نہیں مانتا میں اُسے آدمی سے اُلو بنا دیتی ہوں۔“

”میں تمھاری بات مانتا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم اُلو کیسے بناتی ہو؟“

اس نے کار سڑک کے کنارے روک دی۔ پھر کہا۔ ”عقب نما آئینے میں دیکھو، تم اُلو بن چکے ہو۔“

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ ببلا امتھ کے دونوں ہاتھ سکڑ گئے، دیدے پھیل گئے۔ وہ آئینے میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ”ہاں، میری آنکھیں اُلو کی طرح گول اور ناک نکیلی چونچ ہو گئی ہے۔ میں تو بالکل اُلو دکھائی دے رہا ہوں۔ نہیں، میں اُلو بننا نہیں چاہتا۔ اے جادوگر حسینہ! مجھے پھر سے آدمی بنا دے۔ میں تیری ہر بات مانوں گا۔ تیرا وفادار بن کر رہوں گا۔“

میڈونا نے اس کی آنکھیں بند کرائیں پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر آئینے میں دیکھا پھر چہرے کو ٹٹول کر بولا۔ ”اوہ تھینکس گاڈ! میں پھر سے آدمی بن گیا ہوں۔ تم تو بڑی خطرناک ہو۔“

میڈونا نے گھور کر دیکھا۔ وہ جلدی سے بولا۔ ”نہیں۔ تم بہت اچھی ہو، بہت خوبصورت ہو۔ میں ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گا۔“

”تم کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ میں جادو جانتی ہوں۔“

”میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ مگر ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ہم تو شہر سے باہر آ گئے ہیں۔“

”کیا تمھیں شہر سے باہر ڈر لگتا ہے؟“

”نہیں، بالکل نہیں۔ میں تو بس یونہی کہہ رہا تھا۔“

اس نے ایک سرائے کے سامنے گاڑی روکی۔ وہاں سے سرائے کے اندر آئے اور ایک کمرا کرائے پر لیا۔ میڈونا نے کہا۔ ”تم جو کھانا چاہو آرڈر دے دو۔“

اس نے آرڈر لکھوانا شروع کیا تو سرائے کا مالک اور ویٹر حیرت سے اس کا مُنہ تکتے گئے اور لکھتے گئے۔ اس نے دس صحت مند آدمیوں کا کھانا طلب کیا تھا۔ میڈونا نے ایک گھنٹے بعد کھانا کمرے میں پہنچانے کو کہا پھر باہر آ کر اپنی کار لاک کر کے اس کے پاس کمرے میں آ گئی۔ بستر پر تھکے ہوئے انداز میں گر پڑی۔ پھر بولی۔ ”میرے اندر ایک شیطان ہے۔ میں اُسے بھگانا چاہتی ہوں۔ تم مجھ سے محبت کرو۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا۔ ”کیا محبت کرنے سے شیطان بھاگ جائے گا؟ کیا مجھے نظر آئے گا؟ وہ کون ہے؟ کیسا ہے؟“

”وہ نظر نہیں آتا مگر مجھے دن رات جلاتا ہے۔ اس ذلیل کمینے کا نام ہے فرہاد۔ آؤ، میرے پاس آؤ اور اُسے دور تک بھگاتے جاؤ۔“

ازل سے یہ ہوتا آیا ہے کہ انسان، شیطان کو بھگانا چاہتا ہے۔ مگر شیطان انسانیت کو بھگا کر دم لیتا ہے۔ عورت کو اس وقت دُکھ ہوتا ہے، جب اس کی شرم و حیا رخصت ہوتی ہے۔ میڈونا جس معاشرے کی پروردہ تھی، وہاں شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی البتہ اپنے صحت مند اور پُرشباب جسم کی قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس نے بہت عرصے تک اپنے جسم کو سنبھال کر رکھا تھا۔ اسے اپنے آپ سے بے حد محبت تھی۔ اس لیے اپنا آپ کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بہت مجبور ہو کر مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے آج خود کو ہارتی جا رہی تھی اور مطمئن

...نی جا رہی تھی کہ اس نے مجھے جیت جانے کا موقع نہیں دیا ہے۔

شہر سے دور ایک سرائے میں رات گزارنے کا مقصد کچھ ...ر بھی تھا۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی، سونیا کے ماتحت اس کا تعاقب ...رتے ہیں یا نہیں؟ اس نے سُپر ماسٹر کے خاص ماتحت سے ...اغی رابطہ قائم کر کے کہہ دیا تھا۔ ”مجھ سے کاٹیج کے فون پر آئندہ ...رابطہ قائم نہ کرنا۔ میں خود تمھیں مخاطب کیا کروں گی۔“

پھر اس نے سُپر ماسٹر سے کہا۔ ”آج میں نے سونیا کو ...ریب سے دیکھا ہے، اس کے ساتھ کمی کارمن بھی تھی۔ سونیا نے اسٹیڈیم میں ایک مختصر سی تقریر کی تھی، اس تقریر سے پتا چلتا ہے کہ وہ میرے متعلق کچھ معلومات رکھتی ہے مگر مجھے چہرے سے نہیں پہچانتی۔“

میڈونا نے اسٹیڈیم میں پیش آنے والے واقعات تفصیل سے بتائے۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ ”وہ بہت ہی خطرناک حد تک مکار ہے تمھیں بے نقاب کرنے کے لیے ایسی تقریر کر رہی تھی۔ اگر وہ تمھاری صورت آشنا ہوتی تو تمھیں زندہ نہ چھوڑتی۔“

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت مجھے ڈھیل دے رہی ہو۔“

”بے شک، ہر پہلو سے غور کرنا چاہیے لیکن مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ اگر ہمارے پاس دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہوتا تو سونیا اُسے بے نقاب کرنے کے لیے تمھیں ڈھیل دیتی رہتی۔ ...نھیں ہم سے کچھ حاصل نہیں کرنا۔ وہ ٹیلی پیتھی کی طاقت کا توازن ...بگاڑنے کے لیے پہلی فرصت میں تمھیں ختم کرے گی اور تمھاری ...قاتل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑے گی۔ ہم اسے الزام نہیں ...دے سکیں گے۔ ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ تمھیں صورت سے نہیں پہچانتی اور نہ ہی اسے تمھارے ...لہجے کا علم ہے۔“

”پھر وہ کیسے کہہ رہی تھی کہ اسٹیڈیم میں ایک خوبصورت ...بیٹھی ہوئی ہے اور اسے سُپر ماسٹر نے دشمنی کے لیے ایکسپورٹ ...کیا ہے؟“

”سونیا کے متعلق یہ بات سُنی جاتی ہے کہ اس پر بابا فرید ...واسطی اور دیگر بزرگانِ دین کی دعائیں ہیں۔ وہ اکثر سچی پیش گوئیاں ...کرتی ہے اور پیش آنے والے خطرات کو محسوس کر لیتی ہے۔ وہ روحانی ...قوتوں سے تمھاری موجودگی کو سمجھ گئی لیکن تمھیں پہچان نہ سکی۔ میرا ...مشورہ ہے، تمھیں احتیاطاً پیرس چھوڑ دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو، وہ ...روحانی قوتوں سے تمھارے قریب پہنچ جائے۔“

”یہی مناسب ہے۔ میں اپنے ایک باڈی گارڈ کے ساتھ ...جا رہی ہوں۔ یہ سفر کار میں جاری رہے گا۔“

”تم مجھ سے ہر گھنٹے، دو گھنٹے بعد رابطہ قائم کرتی رہو۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے جس پر عمل کر کے فرہاد کو اس کی خفیہ پناہ گاہ سے باہر آنے پر مجبور کر سکو گی۔“

”میں ضرور عمل کروں گی۔“

”ایک بار تم نے ڈمی جُولی تیار کی تھی۔ اسے اونیل مورس کی تنہائی میں بھیج کر فرہاد کی اصلیت معلوم کی تھی۔ اس بار پھر ایک ڈمی تیار کرو۔“

”جب تک فرہاد کا پتا معلوم نہیں ہو گا، میں اس ڈمی کو اس کے پاس کیسے بھیجوں گی۔“

”اگر تم کمی کو ٹریپ کر کے کوما میں ڈال دو گی اور اس کی ڈمی کو استنبول کی گلیوں اور شاہراہوں پر بھٹکاؤ گی تو فرہاد اس کی آوارگی پر تجسّس میں مبتلا ہو کر کسی طرح اس سے رابطہ قائم کرے گا اور اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔“

”بہت عمدہ تدبیر ہے۔ اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے فرہاد کی کسی بھی محبوبہ کی ڈمی تیار کی جا سکتی ہے۔“

”اس کے لیے صرف کمی کا انتخاب کرو۔ فرہاد ایسی عورت کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے جو اُسے حاصل نہ ہوئی ہو۔ وہ کمی میں زیادہ کشش محسوس کرے گا۔ اسے اپنی خفیہ پناہ گاہ کی تنہائیوں میں لے جانے کے لیے ضرور باہر نکلے گا۔“

”کمی کو ٹریپ کرنا کچھ مشکل نہ ہوتا لیکن وہ کمبخت سونیا کے

ساتھ ہے۔"

"کسی وجہ سے ساتھ ہوگی۔ اپنے ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کردو۔ تم کار کے ذریعے جس راستے پر اٹلی جا رہی ہو اسی طرف فرانس اور اٹلی کی سرحد کے قریب سونیا ایک نئی بستی آباد کر رہی ہے۔ کمّی وہاں ضرور ہوگی۔"

"میں کمّی کو ٹریپ کرنے کی پلاننگ کر رہی ہوں۔"

"یہاں کمّی کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ اس کی آواز کا کیسٹ اور ویڈیو فلمیں بھی ہیں۔ میرے خاص آدمی ان چیزوں کی مدد سے ایک ڈمّی تیار کریں گے۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس ڈمی کے دماغ میں کمّی کی تمام خصوصیات نقش کر دی جائیں گی۔ میں پرسوں تک اس ڈمی کو استنبول پہنچا دوں گا۔"

اس نے اپنے ایک ماتحت سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا۔ "اس شہر سے فوراً نکلو۔ کار یا ٹرین کے ذریعے پُروینس کے علاقے میں پہنچو۔ وہاں تمھیں معلوم ہوگا کہ سونیا نئی بستی کہاں آباد کر رہی ہے۔"

"میں ابھی روانہ ہو رہا ہوں۔"

"تم وہاں سونیا، کمّی اور ان کے اہم ساتھیوں کی نظروں میں نہ آنا بلکہ تم چپ چاپ وہاں کے دو چار عام آدمیوں سے ملاقات کرو گے۔ میں تمھارے ذریعے ان کے دماغوں تک پہنچوں گی پھر تم پیرس واپس آجاؤ گے۔"

وہ ہدایات دے کر دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ بلا پہلوان بستر پر پہاڑ کی طرح پڑا تھا۔ اس کے خرّاٹوں کی آواز پتا نہیں سرائے میں کتنی دور تک جا رہی ہوگی۔ وہ بڑی نفاست پسند اور نازک مزاج تھی۔ خرّاٹوں کی بے ہنگم آواز اس کے مزاج پر گراں گزرتی تھی۔ دماغ میں پہنچ کر اس کی آواز کو بند کر سکتی تھی لیکن آج یہ آواز اچھی لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے بھاری بھرکم درندہ غرّا رہا ہو۔ وہ چاروں شانے چت لیٹا ہوا تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے خواب میں جلوہ دکھایا۔ ایسے جلوے دیکھ کر آدمی نیند میں بھی ہڑبڑا جاتا ہے۔ درندے نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا پھر کروٹ لے کر اس کی طرف ڈھلک گیا۔

وہ صبح پانچ بجے بیدار ہوئی۔ اس نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ بلا پہلوان گہری نیند میں تھا۔ میڈونا نے اس کے دماغ کو دن کے گیارہ بجے بیدار ہونے کی ہدایت کی۔ پھر وہ اپنا پرس اٹھا کر کمرے سے نکلی۔ کاؤنٹر پر آئی اور وہاں کا بل ادا کرتے ہوئے کہا "میرا ساتھی سو رہا ہے۔ اُسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ وہ اپنی مرضی سے اُٹھ کر جائے گا۔"

وہ سرائے کے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑی۔ خیال خوانی کے ذریعے پتا چلا، اس کا ماتحت پُروینس کی طرف جانے کے لیے اپنی کار میں نکلا تھا مگر کار میں خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ اب وہ ریلوے اسٹیشن پہنچا ہوا تھا۔ اس نے کہا "مادام! یہ اٹلی کی سرحد تک جانے والی تیز رفتار ٹرین ہے۔ میں رات کے آٹھ بجے تک پروینس پہنچ جاؤں گا۔"

"میں بھی اتنی لمبی ڈرائیو نہیں کروں گی، ٹرین سے جاؤں گی، میرے لیے ایک فرسٹ کلاس کیبن ریزرو کراؤ۔ میں دس منٹ بعد مخاطب کروں گی۔"

اس نے کار ریلوے اسٹیشن کی طرف موڑ دی۔ دس منٹ کے لیے استنبول پہنچ گئی۔ وہاں اپنے آلۂ کاروں سے میرے متعلق پوچھتی رہی۔ وہ لوگ مجھے تلاش کرنے میں ابھی تک ناکام رہے تھے۔ میڈونا نے واپس آکر اپنے ماتحت سے پوچھا "کیا ریزرویشن ہوگیا؟"

اس نے جواب دیا "مادام! تمام کیبن ریزرو ہو چکے ہیں۔ صرف ایک کیبن میں ایک برتھ خالی تھی، میں نے اُسے ریزرو کرا لیا ہے۔ اگر آپ نہیں جانا چاہیں گی تو میں ٹکٹ واپس کر دوں گا۔"

"میں جاؤں گی۔ کیا تم نے معلوم کیا کہ اس کیبن کی دوسری برتھ کس کے نام ہے؟"

"جی ہاں۔ کسی مسٹر ایٹی کا نام معلوم ہوا ہے۔"

"یہ کچھ عجیب سا نام ہے۔"

"جی ہاں۔ اٹلی کا باشندہ ہو سکتا ہے۔"

"اگر ٹرین پلیٹ فارم پر ہو تو کیبن میں جا کر دیکھو اور اسے مخاطب کرو۔"

"میں سمجھ گیا۔ ابھی جاتا ہوں۔"

وہ بکنگ کاؤنٹر سے ہٹ کر تیزی سے چلتا ہوا پلیٹ فارم پر آیا۔ وہاں ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس بوگی میں داخل ہوا جس میں فرسٹ کلاس کیبن تھے۔ اس نے چھ نمبر کیبن کے دروازے پر دستک دی۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا، وہاں کوئی نہیں تھا۔ دوسرا مسافر ابھی نہیں آیا تھا۔ میڈونا نے کہا "تم وہیں انتظار کرو۔ میں اسٹیشن تک پہنچ گئی ہوں۔ کار پارکنگ ایریا میں چھوڑ کر پلیٹ فارم پر ہی رہوں گی جب تک دوسرے مسافر کو سمجھ نہیں لوں گی، کیبن میں نہیں آؤں گی۔"

وہ کیبن میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ میڈونا پلیٹ فارم پر ٹہلتی رہی۔ بیس منٹ بعد ٹرین کو چلنے کا سگنل مل گیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کیبن کے پاس آئی۔ اس کے ماتحت نے ٹکٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا "دوسرے مسافر کا کوئی پتا نہیں ہے۔ میں اپنے کمپارٹمنٹ میں جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میڈونا کیبن میں آئی۔ اپنے بیگ کو ایک طرف

[رکھ] کر آرام سے برتھ پر بیٹھ گئی۔ کھڑکی کے پار گزرتے ہوئے مناظر دیکھتے ہوئے سوچنے لگی، کمّی کو کتنے طریقوں سے پھانسا جا سکتا ہے؟ اس کے ماتحت کے پاس مختلف قسم کی ادویات تھیں، ضرورت کے مطابق کمّی کو بیہوش کر کے یا گہری نیند سُلا کر اغوا کیا جا سکتا تھا یا پھر اعصاب کمزور کر کے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا جا سکتا تھا۔ اگر وہ کسی طرح قابو میں نہ آتی تو اسے گولی مار کر اس کی لاش غائب کی جا سکتی تھی۔

ٹرین شہر کی حدود سے نکل آئی تھی۔ ایک مضافاتی اسٹیشن پر رُکے بغیر تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ ایکسپریس ٹرین تھی، سرحد تک چند بڑے شہروں کے اسٹیشن پر رُکتی تھی لیکن اگلا اسٹیشن آنے سے پہلے اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ میڈونا کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ ایک بہت بڑے قلعے کی دیوار نظر آ رہی تھی۔ اس دیوار پر جگہ جگہ جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا "خبردار! ان دیواروں کے اوپر چاروں طرف بجلی کے نادیدہ تار ہیں۔ موت سے دور رہو۔"

میڈونا نے سوچتی ہوئی نظروں سے ان دیواروں کو دیکھا۔ وہ کوئی بہت ہی جدید طرز کا قلعہ تھا۔ اُسے یاد آیا کہ وہ ایسے ہی ایک قلعے کے متعلق بہت کچھ سن چکی ہے۔ اس کے سوچنے کے دوران ہی تصدیق ہوگئی۔ اب قلعے کا صدر دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس دروازے کو اور وہاں کے آس پاس کے انتظامات کو دیکھ کر سمجھ میں آتا تھا کہ الیکٹرونک سسٹم کے ذریعے وہاں داخل ہونے والوں کی شناخت کرنے، دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے تمام انتظامات کیے گئے ہوں گے۔ صدر دروازے کی بلندی پر بابا فرید واسطی مرحوم کا نام پڑھ کر وہ ذرا سیدھی بیٹھ گئی۔ ٹرین پٹریاں بدلتی جا رہی تھی۔ ایک چھوٹا سا اسٹیشن آ رہا تھا۔ وہ ٹرین کسی چھوٹے اسٹیشن پر نہیں رُکتی تھی لیکن سگنل نہ ملے تو رُکنا پڑتا تھا۔ وہ رُک گئی۔ پلیٹ فارم ویران تھا، صرف ایک مسافر دور کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے سر پر فلیٹ ہیٹ جھکا ہوا تھا، اوورکوٹ کے کالر کھڑے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں ایک اٹیچی تھی۔ وہ ٹرین میں سوار ہو گیا۔ میڈونا دیکھ نہ سکی کہ وہ کس کمپارٹمنٹ میں گیا ہے کیونکہ کھڑکی کا شیشہ اٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔

ٹرین چل پڑی۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے دوسرے مسافر کے انتظار میں اسے اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ باہر سے ہینڈل پر دباؤ ڈالا گیا تو دروازہ کھل گیا۔ ایک دراز قد خوبرو جوان نظر آیا۔ اوورکوٹ میں پہاڑ جیسا لگ رہا تھا۔ چہرے پر بلا کی مردانہ کشش تھی۔ وہ شاید اسے دیکھتی رہ جاتی لیکن آنے والے نے اسے ناگواری سے دیکھا تو وہ غصّے سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اس کے حسن و شباب کو ناگواری سے بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس نے رسماً 'ہیلو یا ہائے' نہیں کہا تھا۔ مسافر ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ اس نے تعارف ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ہیٹ اور اٹیچی رکھنے اور اوورکوٹ اتارنے کے بعد نکٹائی اور کوٹ اُتار کر کھونٹی سے لٹکا رہا تھا۔

میڈونا نے کن انکھیوں سے دیکھا، اس کی پشت نظر آ رہی تھی۔ وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر اندر جا رہا تھا۔ پھر وہ دروازہ بند ہوگیا۔ اسے اپنے آپ پر غصّہ آنے لگا۔ سوچنے لگی "میں کیوں اسے دیکھ رہی تھی؟"

پھر اس نے خود ہی جواب دیا "میں تجسّس میں ہوں، معلوم کرنا چاہتی ہوں، میرا ہم سفر کون ہے۔ ایک بار اس کی آواز سُن لوں یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دماغ میں پہنچ جاؤں تو اطمینان حاصل ہوگا۔"

پھر اس کے دماغ نے سمجھایا "یہ جوان ایسے اسٹیشن سے سوار ہوا ہے جو بابا صاحب کے ادارے کے قریب ہے۔ اس کے دماغ میں جانے کی حماقت نہیں کرنا چاہیے۔ اگر یہ ادارے سے تعلق رکھتا ہے تو یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔"

اس نے سوچتے ہوئے اٹیچی کو دیکھا "اس اٹیچی کو کھول کر دیکھنے سے اس کی اصلیّت معلوم ہو سکتی ہے۔ کیا میں اسے کھولوں؟"

اس نے ٹائلٹ کے بند دروازے کو دیکھا۔ ٹرین تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اتنی ہی تیزی سے اٹیچی کے اندر دیکھ کر اسے دوبارہ بند کر کے اپنی جگہ واپس آجائے گی۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے اندر سے کوئی ایسی چیز برآمد ہو سکتی تھی جس سے وہ فائدہ اٹھا سکتی تھی یا وہ چیز اس اجنبی جوان کی شخصیت پر روشنی ڈال سکتی تھی۔

وہ لپک کر سامنے والی برتھ کے پاس آئی۔ اٹیچی نیچے رکھی ہوئی تھی، اس نے گھٹنے ٹیک کر اسے برتھ کے نیچے سے کھینچا۔ اس میں تالا نہیں لگا تھا۔ اسے بڑی آسانی سے کھولا جا سکتا تھا لیکن جیسے ہی اس نے کھولا، ایک مرد کا قہقہہ سنائی دیا۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ اُچھل کر پیچھے گئی، پھر اپنی برتھ سے ٹکرا کر فرش پر بیٹھی رہ گئی۔ خوف اور حیرت سے اٹیچی کو دیکھنے لگی۔ حیرانی کی بات ہی تھی، وہ اٹیچی کہہ رہی تھی "پلیز، مجھے بند کر دو۔"

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہی تھی۔ وہاں سے پھر آواز اُبھر رہی تھی "کیا تم نے سنا نہیں؟ چلو، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے بند کر دو۔"

اٹیچی کے سامنے والے حصّے سے ایک چھوٹا سا کیمرا لینس

اُبھر آیا۔ ایک ننھی سی سرخ روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اُبھرتی ہوئی آواز کہہ رہی تھی ”مجھے اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کا سبب کیا ہے؟ کیا تم نے پہلے کبھی اٹیچی نہیں دیکھی۔ ابھی میں نرمی سے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ گرمی سے ایک بار کہوں گا، دوسری بار میرے اندر سے ایک دھماکا ہوگا اور تم بُری طرح زخمی ہو جاؤ گی۔“

اس نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسے بند کر دیا۔ کیمرا لینس خود بخود اس اٹیچی میں غروب ہو گیا۔ سرخ بتی بجھ گئی۔ میڈونا اسے برتھ کے نیچے سرکا کر جلدی سے اپنی برتھ پر آکر بیٹھ گئی۔ اب بھی اس کی نظریں اٹیچی پر تھیں۔ اسے آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک اٹیچی مردانہ آواز میں بول رہی تھی۔ اسے بند کرتے ہی جیسے مُنہ بند ہو گیا تھا۔ وہ برتھ کے نیچے خاموش پڑی ہوئی تھی۔

پھر اسے اپنی بدحواسی پر جھنجلاہٹ ہوئی۔ ایسے وقت اس نے اٹیچی سے ابھرنے والی آواز اور لب و لہجے پر توجہ نہیں دی۔ اس تمام عرصے میں حیران اور پریشان رہی تھی۔ اس نے لب و لہجے کو یاد کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اگر وہ آواز گرفت میں آجاتی تو وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ جاتی۔ پھر معلوم ہو جاتا کہ کس کی آواز ٹیپ کر کے اس اٹیچی کے کیسٹ پلیئر میں رکھی گئی ہے۔

اس کے دماغ میں سوال پیدا ہوا، اگر وہ کیسٹ پلیئر کی آواز ہوتی تو بولنے والے کو کیسے علم ہوتا کہ وہ اٹیچی کو حیرانی سے دیکھ رہی ہے اور اس نے اب تک اٹیچی بند نہیں کی۔ اسے بند کرنے کے بعد ہی وہ ناقابلِ فہم اٹیچی خاموش ہوئی تھی۔

ٹائلٹ کا دروازہ کھُلا، میڈونا نے بے اختیار نظریں اٹھا کر دیکھا۔ مگر وہ نہیں دیکھ رہا تھا۔ نظر انداز کرنے کا یہ انداز اُسے تکلیف پہنچا رہا تھا۔ وہ برتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ اس نے جھک کر نیچے سے اٹیچی اٹھائی، اسے اپنے پاس رکھ کر کھولا۔ میڈونا منتظر تھی کہ پھر قہقہہ بلند ہوگا اور وہ اٹیچی مردانہ آواز میں بولے گی لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہ بے اختیار اسے دیکھ رہی تھی۔ اجنبی نوجوان نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا ”تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتی ہو؟“

وہ چونک گئی۔ یہ وہی آواز اور لب و لہجہ تھا جو اٹیچی سے اُبھر رہا تھا۔ اس نے سوچا ”یہ اچھا ہی ہوا کہ مجھے لب و لہجہ یاد نہیں تھا۔ اگر میں خیال خوانی کرتی تو اس جوان کے دماغ میں جگہ نہ ملتی۔ یہ غیر معمولی شخصیت کا حامل ہے۔ مجھے محتاط رہنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ باباصاحب کے ادارے سے آیا ہے۔“

اس نے پوچھا ”کیا تم گونگی ہو؟ میرے سوال کا جواب دو؟“

وہ ناگواری سے بولی ”اپنا لہجہ درست کرو۔ تم نے مجھے گونگی کہنے کی جرأت کیسے کی؟“

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے دکھاتے ہوئے بولا ”یہ ہاتھ کسی عورت پر نہیں اُٹھتے لہٰذا میری زبان کی سختی برداشت کرلو۔ تم میری ذات میں دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟“

”کیا تم خود کو گلفام سمجھتے ہو؟ تمھیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ کوئی بھی عورت تمھیں دیکھتے ہی دلچسپی لینے لگتی ہے؟“

اجنبی جوان نے چند تصویریں اٹیچی سے نکال کر اس کی طرف بڑھائیں۔ وہ کبھی نہ لیتی، اس کے ہاتھ کو جھٹک دیتی مگر اپنی ہی ایک تصویر پر نظر پڑتے ہی اس نے لپک کر تمام تصویریں لے لیں، انھیں ایک ایک کرکے حیرانی سے دیکھنے لگی۔ وہ سب اس وقت اتاری گئی تھیں، جب وہ اٹیچی کھول چکی تھیں۔ پھر خوف اور حیرت سے چیخ پڑی تھی۔ اس کے بعد پیچھے آکر خاموشی سے اپنی برتھ سے ٹکرا کر بیٹھ گئی تھی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اٹیچی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہر ایکشن کی تصویر اس کے سامنے موجود تھی۔

یہ چوری پکڑی جانے پر اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔ وہ فوراً ہی بات بناتے ہوئے بولی ”پتا نہیں، مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں اکثر ایسی حرکتیں کرنے لگتی ہوں، جن پر بعد میں شدید حیرانی ہوتی ہے مگر میں حیرانی کا اظہار ہونے نہیں دیتی، ڈھیٹ بن جاتی ہوں۔ کیونکہ میری کوئی ناپسندیدہ حرکت کسی کی نظروں میں نہیں آتی۔ آج پہلی بار میری یہ حرکت پکڑی گئی ہے۔“

”تم کہنا چاہتی ہو کہ تم پر کسی نے جادو کیا ہے؟“

”میں ایسا کہوں گی تو تم میرا مذاق اُڑاؤ گے۔ آج کے سائنسی دور میں جادوگری محض بچگانہ بات ہے۔ مگر میں کچھ ایسا ہی محسوس کرتی ہوں، جیسے کوئی انجانی قوت مجھ سے میری مرضی کے خلاف کام کراتی رہتی ہے۔“

وہ خشک لہجے میں بولا ”کسی ڈاکٹر یا ماہرِ نفسیات سے رجوع کرو، تمھارا دماغ درست ہو جائے گا۔ ورنہ پولیس والے درست کر دیں گے۔“

وہ گفتگو کے اس انداز پر تلملا رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ ”غصہ دکھانے سے کشیدگی بڑھے گی، دونوں طرف خاموشی رہے گی تو میں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کرسکوں گی۔“

وہ جبراً مسکرا کر بولی ”مجھے میڈونا کہتے ہیں، تمھارا نام کیا ہے؟“

”مسافروں کے نام ان کے کیبنوں کے دروازوں پر لگا دیے جاتے ہیں۔ میرا نام بھی دروازے پر لگا ہوا ہے۔“

اس نے اٹیچی سے ایک کتاب نکالی۔ اسی وقت ایک تصویر کتاب سے نکل کر نیچے فرش پر گری۔ میڈونا نے دیکھا تصویر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ وہ کس کی ہے، نظر نہیں آ رہی تھی۔ اجنبی جوان برتھ کی پشت سے ٹیک لگا کر کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ وہ بولی ”میں نے دروازے پر لگی ہوئی چِٹ پڑھی ہے۔ تم مسٹر ایٹی ہو مگر یہ کچھ عجیب سا نام ہے۔ ایٹی کے معنی کیا ہیں؟“

وہ جیسے مطالعے میں غرق ہو گیا تھا۔ میڈونا کی آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ یہ بھی غصہ دلانے والی بات تھی مگر وہ برداشت کر رہی تھی۔ اُدھر وہ اپنے دماغ میں رسونتی کی آواز سن کر کہہ رہا تھا ”ماما! میں یہاں بیٹھ کر سوچ کے ذریعے گفتگو نہیں کرسکتا۔ یہ سامنے بیٹھی ہوئی عورت بار بار مجھے مخاطب کر رہی ہے۔“

”ٹائلٹ میں جاؤ۔“

وہ اُٹھ کر ٹائلٹ کی طرف گیا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر آگیا۔ اس کے بعد بولا ”ماما! یہ وہی عورت ہے جس کی مختلف تصویریں انٹیلی جنس والوں نے باباصاحب کے ادارے کو بھیجی تھیں۔ پچھلی رات سے سونیا ممّا نے ڈینی دانیال کو اس کے پیچھے لگایا ہے۔“

رسونتی نے کہا ”دانیال نے رپورٹ دی تھی کہ وہ اپنے ساتھی کو سرائے میں چھوڑ کر کہیں گم ہو گئی تھی۔ دانیال اسی شخص کے ذریعے نگرانی کرسکتا تھا۔ یہ عورت بہت چالاک ہے۔ اپنے ساتھی کو بھی دھوکا دے کر آئی ہے۔ دیکھو بیٹے! یہ خیال خوانی کرتی ہے۔ کیا اس نے تمھارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟“

”نہیں، ابھی تک کوئی پرائی سوچ کی لہر میرے دماغ میں نہیں آئی۔ ویسے یہ کہہ رہی تھی کہ اپنی مرضی کے خلاف بے اختیار ناپسندیدہ کام کرتی ہے، کوئی انجانی قوت اسے مجبور کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے، یہ خیال خوانی کرنے والی نہ ہو بلکہ وہ خیال خوانی کرنے والی اسے آلۂ کار بنا کر ہمیں چکّر دے رہی ہو۔“

”ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ میں ابھی سونیا سے بات کرتی ہوں۔“

ٹائلٹ کے اندر ماں بیٹا محوِ گفتگو تھے۔ کیبن کے اندر میڈونا اپنی برتھ پر بیٹھی تھی جیسے ہی علی تیمور اُٹھ کر باتھ روم میں گیا، اس نے لپک کر فرش پر پڑی ہوئی تصویر اُٹھا لی۔ وہ علی تیمور کی ہونے والی دُلہن فرزانہ کی تصویر تھی۔ میڈونا نے زیرِ لب کہا ”اچھا تو یہ نوجوان اپنی محبوبہ کی تصویر کتابوں میں رکھتا ہے۔ کون ہے یہ لڑکی؟ بلا کی حسین ہے!“

فرزانہ تصویر میں مسکرا رہی تھی۔ اس کی روشن آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔ میڈونا اس کی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے دماغ میں پہنچ گئی۔ فرزانہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی سوچ سے پتا چلا کہ وہ بیمار تھی، اب صحت یاب ہو رہی ہے اور اس کے سرہانے اس کی ہونے والی ساس رسونتی بیٹھی ہے۔ رسونتی کا نام سنتے ہی میڈونا فوراً دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ وہ سہمی ہوئی سوچ رہی تھی، کہاں آکر پھنس گئی ہے؟ یا اسے پھانسنے کے لیے سونیا پچھلی رات سے گھیر رہی ہے؟

اس نے فرزانہ کی تصویر پھر سامنے والی برتھ کے نیچے ڈال دی۔ اپنی برتھ پر آکر آرام سے لیٹ گئی مگر آرام تو ختم ہو چکا تھا۔ اندر ہلچل مچی ہوئی تھی۔ وہ اب وہاں سے نکل بھاگنا چاہتی تھی مگر اس کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ ایکسپریس ٹرین نہ جانے کس اسٹیشن پر رُکنے والی تھی اور کتنے گھنٹے بعد رُکنے والی تھی۔ پھر یہ کہ اچانک کیبن سے جانے پر وہ جوان راستہ روک سکتا تھا۔

اس جوان کا خیال آتے ہی اس نے سوچا ”میں نے اس حسینہ کے دماغ سے اجنبی جوان کے متعلق کچھ معلوم نہیں کیا۔ رسونتی کا نام سنتے ہی بھاگ آئی، مجھے پہلے اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔ کیونکہ ابھی اسی سے سامنا ہے۔ کیوں نہ میں اسی طرح لیٹے ہی لیٹے اس لڑکی کے دماغ میں جاؤں؟“

اس کے سوچتے ہی ٹائلٹ کا دروازہ کھُلا۔ علی تیمور باہر آیا۔ وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ کوئی عورت خواہ کتنی ہی حسین ہو، اس کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ سیدھا اپنی برتھ پر آکر بیٹھ گیا۔ میڈونا وہاں سے اٹھ گئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا، اس کے بعد خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی فرزانہ کے اندر پہنچ گئی۔ رسونتی اپنی بہو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی ”چلو اٹھ کر کچھ کھا لو۔ میرا بیٹا آج رات تک یہاں پہنچ جائے گا۔“

میڈونا نے فرزانہ کی زبان سے پوچھا ”آپ کے صاحبزادے کہاں ہیں؟ وہ رات تک کیوں آئیں گے؟“

”بیٹی! میں نے کہا تھا کہ ہیلی کاپٹر سے آجائے مگر پتا نہیں اسے کیا سوجھی ہے، وہ ٹرین سے آ رہا ہے۔ تقدیر اس کا ساتھ دیتی ہے۔ ٹرین میں ایک ایسی عورت سفر کر رہی ہے جو سپر ماسٹر کی آلۂ کار ہے۔ ہم اس نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کا نام میڈونا سمجھ رہے تھے لیکن شاید میڈونا آلۂ کار ہے۔ میرا بیٹا سفر کے دوران اس کی حقیقت معلوم کر لے گا۔“

فرزانہ نے کہا ”ماما! وہ عورت علی کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ جب وہ محض آلۂ کار ہے اور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے دماغ میں آتی ہے تو آپ بھی اس کے دماغ میں جا کر حقیقت معلوم کر سکتی ہیں۔“

”میں نے ایسا ہی سوچا تھا لیکن سونیا نے اس کے دماغ

میں جانے سے منع کیا ہے، اگر میڈونا آلۂ کار ہے تو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو حساس بنا دیا ہوگا اور یہ تاکید کی ہوگی کہ جب بھی وہ اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے سوا کسی دوسری سوچ کی لہر کو محسوس کرے تو اُسے بتا دیا کرے۔ سونیا کے مشورے کے مطابق اسے معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اس کی آلۂ کار میڈونا کو تاڑ گئے ہیں۔"

میڈونا نے یہ سُن کر اطمینان کا سانس لیا۔ اُس پر پوری طرح شبہ نہیں کیا جا رہا تھا۔ اسے محض ایک آلۂ کار سمجھا جا رہا تھا۔ اس نے سُپر ماسٹر کو مخاطب کر کے تمام حالات بتائے۔ اس نے سننے کے بعد کہا "ٹائلٹ میں زیادہ دیر نہ رہو۔ علی تیمور کو تمھاری خیال خوانی کا شبہ ہوگا۔ اپنی برتھ پر جاؤ اور آنکھیں بند کر کے سونے کے بہانے مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں، وہ تمھیں نہ تو ہلاک کریں گے، نہ قیدی بنائیں گے۔ تم یہاں سے نکلو۔ تم نے رسونتی تک پہنچ کر بہت بڑا کمال کیا ہے۔ ابھی تم فرہاد تک بھی پہنچ جاؤ گی۔"

"کیسے پہنچوں گی؟"

"تم یہاں سے نکلو، پھر باتیں ہوں گی۔"

وہ ٹائلٹ سے نکل کر اپنی برتھ پر آئی۔ چند منٹ تک بیٹھی رہی، پھر ایک بھرپور انگڑائی لینے کے بعد لیٹ گئی۔ علی تیمور کتاب پر نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دماغ میں دانیال بول رہا تھا "مجھے مادام سونیا اور آپ کی ماما نے میڈونا کے متعلق بتایا ہے۔ کل رات میں بلا پہلوان کے ذریعے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ پہلوان آنکھیں بند کر کے سو گیا۔ میں نے سوچا' اس کے بیدار ہونے کے بعد پھر میڈونا پر نظر رکھ سکوں گا لیکن یہ اُسے سوتا چھوڑ کر چلی آئی۔ تھینکس گاڈ، یہ آپ سے ٹکرا گئی ہے لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دھوکا پھر ہو سکتا ہے۔ یہ پھر ہماری نظروں سے اوجھل ہو سکتی ہے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔ اسے نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دوں گا۔ اگر ایسا وقت آئے گا تو اسے زخمی کر دوں گا، تاکہ آپ لوگوں کو اس کے دماغ میں جگہ مل سکے۔"

"بس میں یہی چاہتا ہوں، شکریہ۔"

میڈونا برتھ پر آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی اور سُپر ماسٹر سے پوچھ رہی تھی "میں فرہاد تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟"

اس نے کہا "دونوں میاں بیوی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں، وہ اس علم کے ذریعے ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہوں گے اور ایک دوسرے کے متعلق جانتے ہوں گے کہ کون کہاں ہے؟ رسونتی کو بھی فرہاد کا موجودہ ٹھکانا معلوم ہوگا۔ تم فرزانہ کے ذریعے اس سے بہت کچھ اگلوا سکتی ہو۔"

"میں ابھی کوشش کرتی ہوں۔"

وہ پھر فرزانہ کے پاس پہنچ گئی۔ وہ کھانے کی میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ رسونتی کہہ رہی تھی "اگر تم یہ پھل کھا کر دودھ نہیں پیو گی تو میں اپنے بیٹے کو تم سے ملنے نہیں دوں گی۔"

"ماما! مجھ سے یہ دودھ نہیں پیا جاتا۔"

"نہیں پیو گی تو توانائی کیسے آئے گی۔ کیا تمھیں ہماری محبت کا اندازہ نہیں ہے؟"

رسونتی کی اس بات سے فائدہ اٹھا کر میڈونا نے فرزانہ کی زبان سے کہا "پاپا کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ میں بیمار تھی، وہ مجھے دیکھنے نہیں آئے۔"

"بیٹی! وہ مجبور ہیں۔ دشمنوں سے چھُپ کر انھیں چکر دے رہے ہیں۔"

"آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"اگر اب بھی بتا دوں تو تم کیا کر سکو گی؟"

"ماما! جو کچھ نہیں کر سکتے، وہ دعا تو کر سکتے ہیں۔"

"تم نے دل سے نکلنے والی بات کی ہے۔"

"میں دل سے دعا کرتی ہوں، میرے پاپا جہاں بھی رہیں' سلامت رہیں۔ ان پر کوئی آنچ نہ آئے۔ دشمن برباد ہوتے رہیں۔"

رسونتی نے کہا "آمین۔"

میڈونا نے فرزانہ کے ذریعے پوچھا "کیا مجھے پاپا کے متعلق معلوم ہوگا تو دشمن مجھے پکڑ کر لے جائیں گے؟"

رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا "تم سونیا کی نئی بستی میں ہو اس کی حفاظت میں رہتی ہو تم پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑے گا۔"

"کیا میرے دماغ میں کوئی آ سکتا ہے؟"

"تمھیں کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی نئے خیال خوانی کرنے والوں نے تمھاری آواز سنی ہے، پھر بھلا کوئی تمھارے دماغ میں کیسے آ سکتا ہے؟"

"تو پھر مجھے بتائیے نا! پاپا کہاں ہیں؟ مجھے یہ سب کچھ جاننا چاہیے کیونکہ علی بھی ایسی مہماتی زندگی گزارتے ہیں۔ آپ مجھے نہیں بتائیں گی تو مجھے دشمنوں سے نمٹنے کے طور طریقے کیسے معلوم ہوں گے۔ کیا آپ مجھے اپنے بیٹے کے قابل نہیں بنائیں گی؟"

"میں نہیں بناؤں گی تو کون بنائے گا۔ تمھارے پاپا اور تمھارا علی ہمیشہ پیچیدہ چالیں چلتے ہیں۔ میں تمھیں بتا رہی ہوں، غور سے سنو اور یاد رکھو کہ بُرا وقت آنے پر میں اپنے مجازی خدا کی کس طرح رازدار بن کر دن رات ان کے کام آتی ہوں، تمھارے دل میں میرے بیٹے کے لیے بھی ایسی ہی لگن اور جذبہ ہونا چاہیے۔"

اس نے محتاط نظروں سے آس پاس دیکھا۔ وہ اپنی ہونے والی بہو کے ساتھ کمرے میں تھی، کھڑکیاں اور دروازے بند تھے۔ اس نے بہو کے قریب کرسی کھسکا کر آہستگی سے کہا "میری باتیں کوئی نہیں سنے گا، پھر بھی میں تمھارے دماغ میں آ کر بول رہی ہوں۔ احتیاط لازمی ہے۔"

وہ فرزانہ کے دماغ میں آ گئی۔ پھر میرے متعلق بتانے لگی کہ میں کیوں اور کس طرح مائٹی پاشا کے روپ میں ایک ہفتے کے لیے چھُپ گیا ہوں اور ہفتہ پورا ہونے میں صرف ایک دن باقی ہے۔ ایک دن بعد میں تنویمی عمل کے اثر سے نکل جاؤں گا۔

میڈونا کو پوری تفصیل سننے کی ضرورت نہیں تھی، بس اتنی ہی معلومات کافی تھیں۔ اس نے سُپر ماسٹر کو میرا موجودہ حُلیہ اور موجودہ ٹھکانا بتایا اور کہا "میں اپنے آلۂ کاروں کے ذریعے ابھی پاشا کی کوٹھی کا محاصرہ کرتی ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ٹھہرو! تم نے بقیلما کی کوٹھی کا بھی محاصرہ کیا تھا۔ فرہاد چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ نہیں میڈونا! اُسے قابو میں کرنے کے لیے کوئی زبردست انتظام نہ کرو۔ صرف ایک ایسا آلۂ کار منتخب کرو جو سانس روک لیتا ہو اور جس کا نشانہ کبھی چُوکتا نہ ہو۔ مجھ سے ہر لمحہ رابطہ رکھو، میں ہدایات دیتا جاؤں گا، تم عمل کرتی جاؤ گی۔"

وہ استنبول کے ایک آلۂ کار کے پاس پہنچ گئی۔

میں لنچ کے بعد سو رہا تھا۔ نیند مجھے اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھی۔ جانے میں کیا خواب دیکھ رہا تھا۔ جب میری اپنی ہی شخصیت نہیں تھی تو شاید خواب بھی پرائی شخصیت کے مطابق آ رہے ہوں گے۔ بہرحال کال بیل کی آواز سے آنکھ کھُل گئی۔ میں نے گھڑی دیکھی، تین بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ میں چپلیں پہنتا ہوا کوٹھی کے مختلف حصّوں سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے کے پاس آیا، پھر اسے کھولنے سے پہلے پوچھا۔ "کون ہے؟"

جواب میں خاموشی تھی۔ میں نے جماہی لے کر بڑبڑاتے ہوئے کہا "پتا نہیں، کال بیل کی آواز تھی یا نیند میں میرے کان بج رہے تھے۔ مجھے سونا چاہیے۔"

میں پلٹ کر جانا چاہتا تھا، پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کون ہے بھائی؟"

پھر جواب نہیں ملا۔ میں نے کہا "ارے کچھ مُنہ سے تو پھُوٹو۔ کیا گونگے ہو؟"

پھر کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا "دروازہ نہیں کھُلے گا۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ہلکا سے کھٹکا ہوا۔ اس نے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے لاک کی جگہ فائر کیا تھا۔ پھر ایک زور کی ٹھوکر ماری تھی، دروازہ ایک دھڑاکے سے کھُل گیا۔ میں نے صرف اتنا ہی دیکھا، موت کا فرشتہ ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس کے بعد کچھ دیکھنے کی مہلت نہیں ملی۔ اس کے ریوالور سے گولی چلی، میں چیخ مار کر اچھلا، پیچھے جا کر صوفے پر گرا، وہاں سے لُڑھکتا ہوا فرش پر آیا۔ میرے ہوش اڑ چکے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور جو ہو رہا ہے، وہ محض خواب ہے یا حقیقت؟

میں فرش پر گر کر ساکت ہو گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی تھی۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخری دم یوں لگا جیسے کسی نے مجھے ٹھوکر ماری ہو۔ شاید زندگی مجھے ٹھکرا رہی تھی۔ میں ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ بیویاں وفادار ہوتی ہیں۔ ہمارے پسینے کی جگہ خون بہاتی ہیں، ہمارے لیے جان دیتی ہیں مگر آج زندگی اور موت کے درمیان اٹکنے کے بعد یہ ضرور کہوں گا کہ ان کی محبتیں اور وفاداریاں سر آنکھوں پر لیکن کسی بیوی کو بھی اپنا رازدار نہیں بنانا چاہیے۔

مُجھ پر کیا گزر رہی ہے یہ میں نہیں جانتا تھا۔ ہم جو کچھ آج نہیں جانتے، وہ آنے والے دنوں میں جان لیتے ہیں۔ میں تو گولی کھانے کے بعد موت کے ظالم شکنجے میں پہنچ رہا تھا۔ سخت جان تھا، اس لیے جان باقی تھی اور بچی کھچی سانسوں کو زندگی کی طرف واپس لانے کے لیے فوری طبی امداد کی ضرورت تھی۔ جبکہ اس نیک کام کی توقع دشمنوں سے نہیں کی جاسکتی تھی۔

دشمنوں کی کامیابی یقینی تھی لیکن مجھے گولی مارنے یا قیدی بنا کر لے جانے کا وہ مناسب وقت نہیں تھا۔ میڈونا کو معلوم ہو چکا تھا کہ رسونتی کے علاوہ آرمر اور ڈینی دانیال بھی میرے دماغ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے رات کا ایسا وقت مقرر کیا جاسکتا تھا جب میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی سو رہے ہوں یا کسی دوسری جگہ مصروف ہوں لیکن میرا ٹھکانا معلوم ہونے کے بعد میڈونا اور سُپر ماسٹر رات ہونے کا انتظار نہیں کرسکتے تھے۔ آنے والا کوئی بھی لمحہ مجھے ان کے شیطانی منصوبے سے بچا سکتا تھا۔ اس اندیشے کے باعث انھوں نے دن کے وقت حملہ کیا اور ایک زبردست قاتل کو میرے پاس بھیجا جس نے میرے سامنے پہنچتے ہی کوئی بات نہیں کی، کوئی مہلت نہیں دی۔ ریوالور سیدھا کیا اور گولی ماردی۔

مجھے گولی لگنے سے کچھ ہی پہلے آرمر میرے پاس آیا تھا۔ اگر میں نیند میں ہوتا تو وہ واپس چلا جاتا لیکن میں کال بیل کی آواز پر اٹھ گیا تھا۔ بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں نے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا کہ کون آیا ہے اور مجھے اس کا جواب نہیں ملا تو آرمر نے پارس کو بتایا۔ کوئی شخص کال بیل کا بٹن دبانے کے بعد جواب نہیں دے رہا ہے۔' یہ سنتے ہی پارس نے اپنی رہائش گاہ سے دوڑ لگائی۔ وہ مجھ سے صرف دو اسٹریٹ کے فاصلے پر تھا۔ آرمر ایک ایک پل کی رپورٹ اسے دے رہا تھا۔ جب اس نے بتایا کہ قاتل ریوالور سے فائر کر کے دروازے کے لاک کو توڑ چکا ہے تو اس وقت پارس میری رہائش گاہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے کہا: انکل! آپ پاپا کے پاس رہ کر انھیں بچانے کی کوشش کریں۔'

پارس نے احاطے میں پہنچتے ہی میری چیخ سُنی۔ وہ چھلانگیں لگاتا ہوا بیرونی دروازے تک پہنچا۔ میں فرش پر گر چکا تھا۔ قاتل آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آگیا یہ دیکھنے کے لیے کہ مجھ میں کتنی جان رہ گئی ہے۔ اُس نے مجھے ٹھوکر ماری مگر دوسری گولی نہ مار سکا۔ آہٹ سنتے ہی اس نے پلٹ کر پارس کو دیکھا پھر اس پر گولی چلائی۔ پارس نے فضا میں اُچھل کر قلابازی کھائی۔ فرش پر آیا پھر وہاں سے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ قاتل کی آنکھیں اس پر ٹھہرنے نہیں پاتی تھیں۔ وہ انتظار میں تھا کہ آنے والا ایک لمحے کے لیے ٹھہرے تو اُس پر گولی چلائے مگر آنے والا جمناسٹک کے کرتب دکھاتا ہوا سر پر پہنچ گیا تھا۔ قاتل کی کنپٹی پر ایسی زبردست ٹھوکر لگی کہ سر چکرا گیا۔ اس نے سنبھل کر فائر کرنا چاہا تو دوسری ٹھوکر میں ریوالور ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد قاتل کی شامت آگئی۔ پارس کی آہنی انگلیوں اور فولادی ہاتھوں نے اس کے دماغ کو سوچ کی لہریں قبول کرنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میڈونا نے سُپر ماسٹر سے کہا "میرے آلۂ کار نے فرہاد کو گولی ماردی ہے، مگر وہ دوسری گولی نہ مار سکا۔ پتا نہیں ایک نوجوان اچانک کہاں سے آگیا ہے۔ وہ کوئی آندھی طوفان ہے۔"

سُپر ماسٹر نے پوچھا "تم میرے پاس وقت ضائع کرنے کیوں آئی ہو؟ اپنے آلۂ کار کے ذریعے اُس نوجوان کو گولی مارو۔"

"میں نے کہا نا وہ آندھی طوفان ہے۔ بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتا رہا۔ میرے آلۂ کار کی نظر اس پر ٹھہرتی نہیں تھی، پھر وہ گولی کیسے چلاتا۔ اب تو ریوالور بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہی تھی کہ نوجوان کے ہاتھ فولادی ہیں۔ ہتھوڑے کی طرح پڑتے ہیں۔"

"کیا وہ پارس ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ میرا آلۂ کار بے ہوش ہوچکا ہے۔"

"فرہاد کی بات کرو۔"

"وہ بھی بے ہوش ہے۔ میں اس کے بے حس دماغ میں پہنچ کر اسے ہلاک نہیں کرسکوں گی۔"

"دوسرے آلۂ کاروں سے کہو وہ تیار رہیں۔ فرہاد کو وہاں سے اسپتال لے جایا جائے گا۔ ایمبولینس کو کسی جگہ بموں سے تباہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس طرح بھی بچ نکلے تو کسی اسپتال میں اسے ختم کرسکو گی۔ ابھی تمھارے لیے بہت سے مواقع ہیں۔ آج تمھاری ذہانت اور حاضر دماغی کی آزمائش ہے۔"

وہ استنبول کے تمام آلۂ کاروں کو باری باری مخاطب کرکے کہنے لگی "فرہاد دراصل مائٹی پاشا کے رُوپ میں ہے۔ وہ بُری طرح زخمی ہوچکا ہے۔ ابھی اسے اسپتال پہنچایا جائے گا۔ تم میں سے ہر ایک کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اس کی ایمبولینس اسپتال تک نہ پہنچ سکے۔ اسے راستے میں ہی تباہ کردو۔"

اسی شہر میں پاسکل بُوبا اپنی ضرورت کے لیے آلۂ کار بناتا پھر رہا تھا۔ وہ ایک بدنام قاتل کے دماغ میں پہنچا تو وہاں میڈونا اس سے کہہ رہی تھی "میں تمھیں مُنہ مانگی رقم دوں گی۔ پاشا کی کوٹھی سے ایک ایمبولینس نکلنے والی ہے۔ فرہاد کو زخمی حالت میں لے جایا جا رہا ہے۔ اسے کسی طرح ختم کردو۔"

یہ سنتے ہی پاسکل بُوبا اپنے آلۂ کاروں کے پاس گیا۔ اُن سے کہا "فوراً پاشا کی کوٹھی میں پہنچو۔ ایک ایمبولینس فرہاد کو زخمی حالت میں اسپتال لے جائے گی۔ تم میں سے جس کو بھی موقع ملے، وہ ایمبولینس

کے ڈرائیور سے بات کرے اور اسے سمجھائے کہ اس کی گاڑی پر زبردست حملے ہونے والے ہیں لہٰذا وہ اسپتال کے مخصوص راستوں پر نہ جائے بلکہ کوئی لمبا راستہ اختیار کرے۔ باقی میں سمجھ لوں گا۔"

اب میڈونا اور پاسکل بُوبا کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ میڈونا کو علم نہیں تھا کہ پاسکل اس کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ دونوں کے آلۂ کار کوٹھی سے ذرا فاصلے پر پہنچ گئے تھے۔ میڈونا کا اندازہ درست نکلا۔ ایسے وقت کسی بھی زخمی کو ایمبولینس کے ذریعے اسپتال پہنچایا جاتا ہے۔ وہ ایمبولینس کوٹھی سے نکل کر ایک طرف جانے لگی تو اس پر کئی سمتوں سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ اس کے جواب میں پاسکل کے آدمیوں نے فائرنگ کرکے دوسرے فائرنگ کرنے والوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا۔ ایک آلۂ کار نے موٹر سائیکل پر ایمبولینس کے برابر دوڑتے ہوئے ڈرائیور سے کہا "مجھے ایمبولینس کے زخمی سے ہمدردی ہے۔ کیا میرے مشورے پر عمل کرو گے؟"

وہ سیدھی طرح کہہ سکتا تھا کہ گاڑی دوسرے راستے سے لے جاؤ لیکن وہ سوال کر رہا تھا تاکہ جواب ملے جسے سُن کر پاسکل بُوبا اس کے دماغ میں پہنچ جائے لیکن ڈرائیور ہاں۔ ہاں کی آوازیں نکالتا ہوا ہاتھ کے اشارے سے پوچھ رہا تھا۔ وہ واقعی گونگا تھا۔ پاسکل نے اسے گالیاں دیتے ہوئے کہا "یہ بن رہا ہے۔ تم گاڑی پر قبضہ کرو اور خود ڈرائیو کرو۔ میں اسے کسی طرح بھی اپنے خفیہ اڈے میں لے جانا چاہتا ہوں۔"

ایمبولینس جہاں سے گزر رہی تھی، وہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا میڈونا اور پاسکل کے آدمیوں نے اسپتال تک جگہ جگہ مورچے بنا رکھے ہیں۔ فائرنگ اور جوابی فائرنگ سے بھگدڑ مچ گئی تھی۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے اپنی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ دوسری گاڑیاں راستہ بدل کر فائرنگ سے محفوظ رہنے کے لیے آڑی ترچھی ہو رہی تھیں، ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ اب پولیس کی گاڑیاں بھی سائرن بجاتی آ رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت ایمبولینس کے قریب ہینڈ گرینیڈ کا دھماکا ہوا۔ گاڑی اچھل کر ایک طرف گھومی۔ پھر ایک دکان کے شوکیس سے ٹکرا کر اندر گھس گئی۔ حملہ آوروں نے اور ایک گرینیڈ پھینکا۔ اس بار جو دھماکا ہوا اس سے ایمبولینس اور دکان میں آگ لگ گئی۔ شعلے بھڑکنے لگے۔ پاسکل بُوبا نے ایک ایک آلۂ کار کے دماغ میں پہنچ کر کہا "فرہاد کو ایمبولینس سے نکالو۔ جو اسے نکالے گا، میں اسے لاکھوں ڈالر انعام میں دوں گا۔"

دو شخص جان کی بازی لگا کر شعلوں میں کود گئے۔ کچھ لوگ آس پاس کی دکانوں سے آگ بجھانے کے سلنڈر لا کر بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ایمبولینس کی پیٹرول کی ٹنکی پھٹنے کے باعث پھر ایک دھماکا ہوا۔ گاڑی کے چیتھڑے اُڑنے لگے۔ اندر جانے والوں میں سے ایک شخص باہر آکر گرا۔ دو آدمی اُسے گھسیٹ کر دور لے جانے لگے۔ پاسکل بُوبا نے پُوچھا "کیا ہوا؟ تمھارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟"

بچ کر آنے والے کی حالت بہت نازک تھی۔ وہ مُنہ کھولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ ایمبولینس کے پچھلے حصّے میں زخمی فرہاد تو کیا ایک چڑیا کا بچہ بھی نہیں تھا۔"

وہ ناکامی سے تلملا کر بولا "فرہاد اور اس کے محافظ شیطان کی اولاد ہیں۔ مجھے اور سُپر ماسٹر کو خیال خوانی کرنے والی کو ایک دوسرے سے لڑاتے رہے اور فرہاد کو کسی دوسرے راستے سے نکال کرلے گئے۔"

مجھے اسپتال پہنچانے والا صرف ایک پارس تھا۔ آرمر نے اس سے کہا "بیٹے! میں نے فرانسیسی جاسوس سے کہہ دیا ہے، وہ ایمبولینس کے ساتھ پہنچنے ہی والا ہے۔ اب میں پولیس والوں کو اطلاع دینے جا رہا ہوں۔"

پارس نے کہا "رک جائیے۔ آج پولیس والے اور ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی پاپا کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ دشمن مارنے مرنے کی ٹھان چکے ہیں۔ آپ کسی کو اطلاع نہ دیں۔ صرف ایمبولینس کو آنے دیں۔"

ایمبولینس آئی تو پارس نے جاسوس کو روک لیا۔ ایمبولینس کو واپس بھیج دیا۔ جب وہ احاطے سے نکل کر دور چلی گئی تو اس نے بازوؤں میں مجھے اٹھایا۔ پاشا کی کار موجود تھی۔ جاسوس نے پچھلا دروازہ کھولا۔ پارس مجھے سیٹ پر لٹا کر اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ جاسوس میرے پاس بیٹھ گیا۔ پھر وہ کار آندھی طوفان کی رفتار سے اسپتال پہنچ گئی۔ میرے بیٹے کی حاضر دماغی نے کسی دشمن کو راستے میں آنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

وہ ایک فوجی اسپتال تھا۔ مجھے گولی لگتے ہی آرمر نے جناب شیخ الفارس سے رابطہ قائم کرکے انھیں میری حالت بتائی تھی۔ انھوں نے فرانس کے اعلیٰ حکام سے کہا "فرہاد کو گولی لگی ہے۔ آپ لوگ ترکی کے حکام سے درخواست کریں کہ اسے سخت حفاظتی انتظامات میں آپریشن تھیٹر پہنچایا جائے۔ ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے، ڈاکٹروں اور نرسوں کی نگرانی کریں گے۔"

یہ معاملات ہاٹ لائن پر طے ہوئے۔ رسونتی، آرمر اور دانیال نے خیال خوانی کے ذریعے ان ڈاکٹروں اور نرسوں کو چیک کیا جو میرے جسم سے گولی نکالنے کے لیے آپریشن تھیٹر میں آئے تھے۔ تمام فوجی افسروں سے معذرت چاہتے ہوئے درخواست کی تھی کہ وہ اسپتال کے باہر رہیں۔ دوسرے مریضوں کی عیادت کو آنے والے بھی باہر روک دیے گئے تھے۔ مریضوں کو ان کے وارڈ سے باہر جھانکنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک بڑے فوجی افسر نے غصّے سے کہا "ہم

فوج کے قابلِ اعتماد افسر ہیں۔ ہم اسپتال کے اندر ضرور جائیں گے۔"

دانیال نے سمجھایا "دشمن خیال خوانی کرنے والے آپ کے دماغ میں چھپ کر آئیں گے اور فرہاد صاحب کو نقصان پہنچائیں گے"

وہ بولا "میں دماغی طور پر نارمل ہوں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میری مرضی کے خلاف بھلا کوئی کام کیسے کرا سکتا ہے؟"

"میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔ آپ مستقل مزاجی سے فیصلہ کریں کہ دوسری طرف گھوم کر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ میں آپ کی مرضی کے خلاف یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"میں یہاں سے گھوم کر نہیں جاؤں گا۔ دیکھتا ہوں تم مجھے کیسے لے جاتے ہو۔"

چند سیکنڈ کے بعد وہ اباؤٹ ٹرن ہو گیا۔ اس کا دماغ کسی قدر آزاد چھوڑ اگیا تھا تا کہ وہ اپنی بے بسی کو سمجھتا رہے۔ جب وہ لیفٹ رائٹ کہتا ہوا اسپتال کے احاطے سے باہر چلا گیا تو دانیال نے پوچھا "کیا اب بھی آپ اسپتال کے اندر جانے کی ضد کریں گے؟"

وہ جھینپ کر ناگواری سے بولا "جب تم لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوستوں اور دشمنوں کا راستہ روک سکتے ہو تو ہم فوجیوں کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم ہمارے مطلب کے محافظ نہیں ہو۔ کوئی بھی دشمن تمھیں آسانی سے اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ لہٰذا تم جاؤ۔"

"تم مجھے حکم دے رہے ہو؟ تم ہو کیا چیز؟ میں ابھی فوج کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ ہم تمھارے باپ کے نوکر..."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ کتنے ہی فوجی جوانوں نے لپک کر اسے اُٹھایا۔ ایک اور اعلیٰ افسر نے پوچھا "تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ اچانک چیخ مار کر کیوں گر پڑے؟"

دانیال نے اس کے دماغ کو دوسرا جھٹکا پہنچایا۔ وہ ذبح ہونے والے بکرے کی طرح تڑپ تڑپ کر چیخ رہا تھا۔ پھر دانیال نے اس کی زبان سے کہا "میں فرہاد کا ٹیلی پیتھی جاننے والا محافظ بول رہا ہوں، اس افسر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن گھس آیا ہے۔ اِسے اسپتال سے دور بھیج دو پھر ڈیوٹی پر واپس نہ بلاؤ۔"

اس واقعے کے بعد پھر کسی نے اسپتال میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی۔ میڈونا اور پاسکل بُو با اپنے طور پر مجھ تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ میرے جسم سے گولی نکلنے کے دس گھنٹے بعد تک دانیال نے کسی ڈاکٹر اور نرس کو باہر جانے کی اجازت نہیں دی۔ اگر وہ جاتے تو باہر سے دشمنوں کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو کر آتے۔ تمام ٹیلیفون کے تار کاٹ دیے گئے تھے۔ میڈونا اور پاسکل باہر سے کوئی رابطہ قائم کر کے اسپتال کے اندر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ان کے اسلحے اور گولہ بارود کو ناکام بنانے کے لیے فوجی ہمیشہ الرٹ رہتے تھے۔

آپریشن کامیاب رہا تھا۔ میں خطرے سے باہر تھا مگر بے ہوش تھا اور یہ بے ہوشی فی الحال میری محافظ تھی۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے میرے بے حس دماغ میں آ کر سوچ کی لہروں سے زلزلے پیدا نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی میری سانس روک سکتے تھے۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا، میں تقریباً چھ گھنٹے بعد ہوش میں آؤں گا۔ اگرچہ رسونتی اور دانیال میرے ہوش میں آتے ہی میرے دماغ پر قبضہ جما کر رہ سکتے تھے لیکن کب تک رہ سکتے تھے؟ جو بھی باری باری ڈیوٹی دیتا وہ کسی حادثے یا ناگہانی مصیبت کے باعث دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو سکتا تھا۔ میرے دماغ سے چند لمحوں تک غیر حاضر رہنے کا کوئی بھی اتفاقی سبب ہو سکتا تھا۔

آپریشن کامیاب ہوتے ہی میرے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں نے ڈاکٹروں اور فوجی افسروں سے کہا "کمزور دل کے مریضوں کو فوراً دوسرے اسپتال میں منتقل کرو۔ مادام رسونتی ہیلی کاپٹر میں اپنے شوہر سے ملنے آ رہی ہیں اور ہیلی کاپٹر اسپتال کی چھت پر اُتارا جائے گا۔"

اُن کی ہدایات پر عمل کیا گیا۔ آدھے گھنٹے میں کئی مریض دوسرے اسپتال منتقل کر دیے گئے۔ فرانس کا ایک ہیلی کاپٹر چھت پر آ کر اُترا۔ مجھے اسٹریچر پر لٹا کر خون کی بوتلوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے اندر پہنچایا گیا۔ ایک گھنٹے قبل نینسی کو بلایا گیا تھا۔ وہ بھی پارس کے ساتھ اس ہیلی کاپٹر میں چلی گئی۔ اسپتال کا عملہ حیرانی سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ رسونتی نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر سے کہا۔ "معذرت چاہتی ہوں، میں نہ آ سکی لیکن فرہاد کے جانے کے بعد دس گھنٹے تک کوئی اسپتال سے باہر نہیں جائے گا۔ آپ لوگ یہی ظاہر کریں گے کہ میں ہیلی کاپٹر سے آئی ہوں، کوئی یہاں سے نہیں گیا ہے۔"

فرانس کے ہیلی کاپٹر میں دو نہایت تجربہ کار ڈاکٹر آئے تھے۔ وہ مجھے اپنی نگرانی میں لے جا رہے تھے۔ اس سفر کے دوران نینسی پہلی بار مجھے دیکھ رہی تھی اور پارس سے کہہ رہی تھی "میں نے کئی بار پاپا کو اپنے دماغ میں سنا، آج آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ انھیں بے ہوشی کی حالت میں دیکھ کر میرا دل صدمے سے چُور ہے۔ آخر یہ سُپر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی تنظیم والے کیوں اِن کی جان کے دشمن ہیں، یہ دشمنی کب ختم ہو گی؟"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "جب ٹیلی پیتھی ختم ہو گی۔"

"ٹیلی پیتھی دشمنوں کا کیا بگاڑتی ہے۔ پاپا اپنے اس علم سے کسی ملک پر حکومت کرنے نہیں جاتے، کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ ہم سُپر طاقت کہلانے والے ممالک کے پاس ایٹم بم، ہائیڈروجن

اور جدید ترین خطرناک میزائل ہیں لیکن اِن سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی ہے۔ پاپا خواہ مخواہ یہ ہتھیار کسی کے خلاف استعمال نہیں کرتے لیکن اِن کی دہشت نے پاپا کو سُپر پاور سے زیادہ سُپر پاور بنا دیا ہے۔ بڑے ممالک دھونس اور دہشت میں رہنا پسند نہیں کرتے، اس لیے مختلف حیلے بہانوں سے یا پرائے کاندھوں پر بندوق رکھ کر پاپا کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ پھر ناکام ہو کر قتل کی سازش کا الزام تسلیم نہیں کرتے۔ دوسری طاقتوں اور تنظیموں کو قصور وار ٹھہراتے ہیں۔"

"پاپا ساری زندگی موت سے لڑتے رہے ہیں۔ اب تم دونوں جوان بیٹوں کا فرض ہے کہ وہ باپ کو ہر طرح کا تحفظ دیں اور کوئی ایسی تدبیر کریں جس پر عمل کرنے سے پاپا کا کوئی دشمن نہ رہے۔ اگر رہے تو دوست بن کے رہے۔" نینسی نے کہا۔

"ہماری فیملی کے لیے اور ہمارے وفاداروں کی ایک بستی آباد ہو جانے کے بعد پاپا اعلان کریں گے کہ سب کی سلامتی اور سکونِ قلب کے لیے وہ اور اُن کے ساتھی چھ ماہ تک خیال خوانی نہیں کریں گے۔ اس نئی بستی سے باہر نہیں جائیں گے۔ اگر کسی کے دل میں دشمنی باقی ہے تو وہ چھ ماہ تک ہم سے چھیڑ نہ کرے۔ ہماری بستی سے دور رہ کر غور کرے کہ دوستی میں بھلائی ہے یا دشمنی میں؟"

"پھر بھی دشمنی کی گئی تو؟"

"ہم چھ ماہ تک دشمنی کا جواب دشمنی سے نہیں دیں گے۔ صرف اپنا بچاؤ کرتے رہیں گے۔"

نینسی نے کہا "دشمنوں کو دوست بنانے اور امن و امان قائم رکھنے کا یہ سچا دوستانہ طریقہ ہے۔ میرا خیال ہے، دشمن ہمارا پیچھا چھوڑ دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

ہیلی کاپٹر بابا صاحب کے ادارے میں آ کر اُترا۔ مجھے ادارے کے اسپتال میں پہنچایا گیا۔ وہاں میاں بیوی کو رہنے کی اجازت نہیں تھی، اس لیے نینسی اور پارس اُسی ہیلی کاپٹر سے شہر چلے گئے۔ ادارے کے قابل ڈاکٹروں نے کہا "مسٹر فرہاد ہوش میں آئیں گے تو خیال خوانی کرنے والے ساتھی اِن کی دماغی توانائی کے متعلق ہمیں تفصیل سے بتائیں گے۔ ہم بھی اپنے طور پر ان کا معائنہ کریں گے۔ اگر حالت تشویشناک نہیں ہو گی تو انھیں کوما میں رکھا جائے گا۔ اس طرح خیال خوانی کرنے والے دشمن انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"اگر حالت تشویشناک ہو گی تو؟"

"تو انھیں کوما میں نہیں رکھا جا سکے گا۔ خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں کو کسی نہ کسی طرح ان کی حفاظت کرنی ہو گی۔"

میں اپنے ساتھیوں کے لیے اور بیٹوں کے لیے پرابلم بن گیا تھا۔ دشمن میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے اور میرے ہوش میں آنے سے میرے پیاروں کے ہوش اُڑنے والے تھے کیونکہ چوبیس گھنٹے میرے دماغ میں جم کر رہنا اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے مجھے بچائے رکھنا بہت مشکل تھا۔ میری حفاظت کرنے والوں کی ذرا سی غفلت مجھے موت کے مُنہ میں پہنچا سکتی تھی۔

ٹرین تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی۔ علی تیمور نے کُھلی ہوئی کتاب پر سے نظریں اُٹھا کر میڈونا کو دیکھا۔ وہ سامنے والی برتھ پر کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ اپنے پُر شباب جسم کی نمائش میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے سے کبھی غصہ اور کبھی ناگواری جھلک رہی تھی۔ جیسے وہ بند آنکھوں کے پیچھے کسی کو دیکھ رہی ہو اور کسی ناکامی پر تلملا رہی ہو۔

علی تیمور نے سوچا، اگر کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے آلۂ کار بنایا ہے تو وہ اِس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمائے گا تا کہ یہ غصے اور ناگواری کا اظہار نہ کرے۔ بے اختیار ایک آلۂ کار کے فرائض انجام دیتی رہے لیکن اِس کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے جیسے یہ خود خیال خوانی کر رہی ہے اور کسی کو غصہ دکھا رہی ہے۔ اِس عورت کی ایک ایک حرکت کو توجہ سے دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔

اُس نے میڈونا کو توجہ سے دیکھنے کے لیے کتاب بند کر دی، اسے اٹیچی میں رکھنے کے لیے برتھ کے نیچے جُھکا تو فرش پر پڑی ہوئی فرزانہ کی تصویر نظر آ گئی۔ اس نے تصویر کو اُٹھا کر دیکھا اور سوچا "یہ کتاب سے کب گری تھی؟"

کتاب سے تصویر کا گرنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی لیکن یہ اس کے باتھ روم میں جانے سے پہلے گری تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا میڈونا نے اسے اٹھا کر دیکھا ہو گا؟

اس نے تصویر کو اُلٹ کر دیکھا۔ اس پر چپل کے سول کا ہلکا سا نشان تھا۔ جب وہ باتھ روم سے آیا تو چپل گیلی تھی، اس کا ایک پاؤں تصویر پر پڑا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ باتھ روم میں جانے سے پہلے تصویر وہاں گری تھی۔ اور جتنی دیر وہ باتھ روم میں رہا اتنی دیر میں میڈونا کو تصویر اٹھا کر دیکھنے پھر اسے واپس اسی جگہ رکھنے کو کافی وقت ملا ہو گا۔

اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا، میڈونا نے اس تصویر کو دیکھا ہے اور اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فرزانہ کے دماغ میں پہنچی ہے۔ شاید اسی لیے بڑی دیر سے آنکھیں بند کیے پڑی ہے۔ اسے فرزانہ کی سوچ پڑھ کر معلوم ہو چکا ہو گا کہ میں علی تیمور ہوں۔ یہ اور بہت سی اہم معلومات حاصل کر رہی ہو گی۔ اسے خیال خوانی سے باز رکھنا چاہیے۔ میں اِسے مخاطب کروں گا۔

اس سے پہلے ہی رسونتی نے مخاطب کیا۔ "بیٹے! غضب

ہوگیا۔ کسی نے تمھارے باپ کو گولی ماری ہے۔ پارس نے اُنھیں اسپتال پہنچایا ہے۔"

اُس نے کہا "خدا رحم کرے۔ پاپا کی حالت تشویشناک تو نہیں ہے؟"

"بہت تشویشناک ہے۔ میں فرزانہ کو چھوڑ کر بابا صاحب کے ادارے میں جارہی ہوں۔ آپریشن کامیاب ہوگا، گولی نکل جائے گی تو اُنھیں بابا صاحب کے ادارے میں لایا جائے گا۔"

"ماما! گولی کس نے چلائی؟ قاتل کو کیسے معلوم ہوا کہ پاپا ماٹی پاشا کے روپ میں ہیں؟"

"پتا نہیں! دشمنوں کو کیسے معلوم ہوگیا؟"

"کیا پاپا کوٹھی سے باہر گئے تھے؟"

"نہیں، لنچ کے بعد سو رہے تھے...."

رسونتی تفصیل بتارہی تھی۔ علی تیمور سامنے لیٹی ہوئی میڈونا کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "ماما! آپ اپنے بیٹے سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہیں، کیا ایک بات پوچھوں؟"

"ہزار باتیں پوچھو۔ کیا اپنی ماما پر بھروسا نہیں ہے؟"

"بھروسا ہے اسی لیے پوچھ رہا ہوں۔ کیا آپ نے کچھ دیر پہلے فرزانہ کو پاپا کے متعلق بتایا ہے؟"

"ہاں، یہ میری ہونے والی بہو ہے۔ اِسے معلوم ہونا چاہیے تم باپ بیٹے کیسی خطرناک زندگی گزار رہے ہو۔"

"کیا آپ نے یہ بھی بتایا کہ وہ ماٹی پاشا کے رُوپ میں ہیں؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "کیا مجھ سے غلطی ہوئی ہے؟"

"آپ ہاں یا نہ میں جواب دیں۔"

"ہاں بتایا ہے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھا۔ پھر ایک قدم بڑھا کر میڈونا کے پاس آیا۔ آہٹ سُن کر اس کی آنکھیں کُھل گئیں۔ وہ سہم کر دیکھنے لگی مگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ علی تیمور نے ایک پاؤں اُٹھا کر اس کی ٹھوڑی کے نیچے حلق پر رکھ دیا تھا۔ اس کی سانس رکنے لگی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا پاؤں پکڑ کر ہٹانا چاہتی تھی لیکن وہ پاؤں ستون کی طرح جم گیا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ حلق پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اسی طرح چپ چاپ لیٹی رہو۔ میری ماما تمھارے دماغ میں آرہی ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم سانس نہ روکو۔ اگر روکو گی تو میرا پاؤں ہمیشہ کے لیے سانس کا رشتہ توڑ دے گا۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کے خیالات پڑھے۔ رسونتی کو دماغ میں جگہ دینے سے سارا بھید کھل جاتا۔ لیکن وہ سانس روک کر اسے بھگا نہیں سکتی تھی۔ علی تیمور اس بُری طرح دبوچ رہا تھا کہ سانس رک رک کر آرہی تھی۔ ایسے میں یوگا کی مہارت کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا تھا۔ وہ پوری قوت سے تڑپ تڑپ کر برتھ سے آدھی نیچے آگئی۔ اس کے بعد وہ جدّوجہد نہ کرسکی۔ حلق پر پاؤں کا دباؤ بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ آدھی اوپر آدھی نیچے رہ گئی۔ علی تیمور کو رحم طلب نظروں سے دیکھتی رہی۔

"میں عورتوں پر نہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں، نہ ہاتھ لگانا پسند کرتا ہوں۔ اسی لیے تمھیں پاؤں تلے رکھ رہا ہوں۔ تمھاری بھلائی اسی طرح خاموش پڑے رہنے میں ہے۔"

وہ بے بسی سے خاموش پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد رسونتی نے کہا "یہی اصل خیال خوانی کرنے والی ہے۔ اسی کے ایک آلۂ کار قاتل نے تمھارے پاپا کو گولی ماری ہے۔ ذرا اس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونس کر باندھ دو۔"

اس نے اپنا رومال نکال کر اس کے مُنہ میں ٹھونسا۔ پھر اس کا اسکارف لے کر مُنہ باندھ دیا۔ تب رسونتی نے اس کے دماغ کو جھٹکے پہنچائے۔ وہ پہلے ہی جھٹکے میں ماہیِ بے آب کی طرح پھڑ پھڑا کر ڈھیلی پڑگئی۔ رسونتی نے کہا "یہ دوسرے جھٹکے میں مر جائے گی۔ جو کچھ پوچھنا ہے، مجھے بتاؤ۔ میں اس کی سوچ سے معلوم کروں گی۔"

"آپ اس سے پوچھیں، دوسرے خیال خوانی کرنے والے کا نام کیا ہے؟"

رسونتی نے میڈونا کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ "مجھے اسی طرح ادھ مُوئی بن جانا چاہیے ورنہ دوسرا جھٹکا پہنچایا گیا تو میں برداشت نہیں کرسکوں گی۔"

رسونتی بڑی خاموشی سے اس کے دماغ کی تہہ میں اُتر گئی۔ پھر بیٹے کے پاس آکر بولی "یہ میڈونا اور سُپر ماسٹر دوسرے خیال خوانی کرنے والے کے متعلق اتنا ہی جانتے ہیں کہ تمھارے پاپا نے اسے ٹریپ کر کے مار ڈالا ہے۔"

"سُپر ماسٹر کو یہ غلط فہمی کیسے ہوگئی؟"

"بیٹے! وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا میڈونا کے خلاف ہے۔ استنبول میں جو واردات کرتا ہے، اس کا الزام تمھارے پاپا کے سر رکھتا ہے۔"

"پھر تو وہی شخص سُپر ماسٹر کا آدمی تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد دانیال کی طرح سُپر ماسٹر کے خلاف ہوگیا۔ وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ یقیناً ماسک مین یا یہودی تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوگا۔ کیا آپ نے اچھی طرح میڈونا کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ہاں بیٹے! میں اس کے چور خیالات پڑھ چکی ہوں۔"

"ماما! آپ سیاست اور ہیرا پھیری کو نہیں سمجھتی ہیں۔ پلیز، میری تسلی کے لیے دانیال کو بلائیں۔"

رسونتی نے دانیال کو بلایا۔ وہ بڑی خاموشی سے میڈونا کے دماغ کو اچھی طرح کھنگالتا رہا۔ پھر بولا "تمھاری ماما درست کہتی ہیں۔

وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا سُپر ماسٹر کو زبردست دھوکا دے رہا ہے۔ جس طرح میں اس سے تعلقات توڑ کر تم لوگوں سے آملا ہوں، اسی طرح وہ کسی دوسری تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"کیا وہ اور میڈونا ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک اس کی سوچ پڑھنے کے بعد بولا "سُپر ماسٹر نے میڈونا اور اُس خیال خوانی کرنے والے کو ایک دوسرے سے چھپایا تھا تاکہ فرہاد صاحب اگر ایک کے دماغ میں پہنچیں تو اس کے ذریعے دوسرے کا سراغ نہ لگاسکیں۔ جب دوسرے نے سُپر ماسٹر سے غدّاری کی تو اسے حراست میں رکھا گیا۔ حراست کے دوران ہی وہ شخص مارا گیا۔ میڈونا اور سُپر ماسٹر سمجھ رہے ہیں کہ فرہاد صاحب نے ہمیشہ کی طرح پھر ان کے ایک خیال خوانی کرنے والے کو مار ڈالا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے میڈونا اور سُپر ماسٹر کو اُس نئے خیال خوانی کرنے والے کا علم نہیں ہے۔"

"جی ہاں، اُنھیں کیسے علم ہوسکتا ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس کا الزام تمھارے پاپا پر عائد کرتا ہے۔ ابھی کسی کو اس کے وجود کا علم نہیں ہے۔ ایک اور بات ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہمیں بھی تیسرے خیال خوانی کرنے والے کا علم نہیں ہے۔"

"اوہ گاڈ! کیا تیسرا بھی ہے؟"

"جی ہاں اور بہت عرصے سے ہے۔ سُپر ماسٹر کا ملک اسے ہمیشہ راز میں رکھتا ہے۔ پہلے ان کے پاس ٹرانسفارمر مشینیں تھیں۔ ان کے ذریعے اپنے ملک میں مزید ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ دوسروں کے دماغوں میں یہ علم منتقل کرنے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آج تک انتہائی رازداری میں رکھا گیا ہے۔ تمام ٹرانسفارمر مشینیں اور نقشے تباہ ہوچکے ہیں لیکن وہ تیسرا خیال خوانی کرنے والا ابھی تک کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔"

"وہ میڈونا سے ضرور رابطہ قائم کرتا ہوگا۔"

"میڈونا کی سوچ بتا رہی ہے کہ وہ تیسرا ابھی اس سے رابطہ نہیں رکھتا بلکہ سُپر ماسٹر سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ تیسرا خطرہ کسی وقت بھی ہماری طرف آسکتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چپ چاپ ہمارے خلاف کوئی کام کر کے جاتا ہو اور ہمیں اس کا علم نہ ہوتا ہو۔"

"جی ہاں، وہ ایسا کرتا ہوگا۔"

"اگر میڈونا نہ رہے تو سُپر ماسٹر ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے محروم ہوجائے گا۔ دوسری طرف ہم اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو بے نقاب کریں گے۔ ایسے میں سُپر ماسٹر اور وہاں کے اعلیٰ حکام اس تیسرے کو میدانِ عمل میں لانے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

"بے شک۔ تیسرے کو منظرِ عام پر آنے کے لیے مجبور کرنا چاہیے۔ میں میڈونا کو ٹرین سے اُتار کر لے جا رہا ہوں۔ اس کا قصّہ تمام ہونا چاہیے۔"

علی تیمور اپنی برتھ پر آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ میڈونا نڈھال سی ہوگئی تھی۔ برسوں کی بیمار سی لگ رہی تھی۔ وہ کراہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر علی تیمور کے آگے گھٹنے ٹیک کر بولی "مجھے معاف کردو۔ میں تمام عمر تمھاری وفادار کنیز بن کر رہوں گی۔"

وہ بولا "مجھے آج تک کسی ملازم کی ضرورت نہیں پڑی۔ پھر میں کنیز رکھ کر کیا کروں گا۔ میں اپنا ہر کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتا ہوں۔"

"میں تمھارے ہاتھ پاؤں دباؤں گی۔ تمھاری تنہائی دور کروں گی۔"

"پارس ہوتا تو ہاتھ پاؤں دبوانے کے متعلق سوچتا۔ مجھے معاف کرو مائی۔"

وہ فرش پر سے اُٹھ گئی۔ اپنا سامان بیگ میں رکھتے ہوئے بولی۔ "میں بے اختیار کیوں تمھارے پاس سے اُٹھ گئی ہوں؟ یہ سامان بیگ میں کیوں رکھ رہی ہوں؟"

دانیال نے اس کے دماغ میں کہا "تم یہاں سے جارہی ہو۔"

"نہیں میں نہیں جاؤں گی۔ میں علی تیمور کے قدموں میں سر پٹخ پٹخ کر معافی مانگوں گی۔ تم میرے چور خیالات پڑھ کر علی تیمور کو یقین دلاسکتے ہو کہ میں سچے دل سے اس کی وفادار رہوں گی۔"

"تم سچے دل سے سُپر ماسٹر کی وفادار تھیں۔ اب پٹری نہ بدلو۔ اسی سچے دل سے سُپر ماسٹر کے لیے قربان ہوجاؤ۔ اب میں تمھارے دماغ کو پوری طرح گرفت میں لے رہا ہوں۔ چلو۔"

وہ علی تیمور کو دیکھے بغیر کیبن سے باہر آگئی۔ کمپارٹمنٹ کے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ گئی۔ ٹرین ایک اسٹیشن پر رک رہی تھی۔ چیکر نے پوچھا "مادام! آپ تو بارڈر کے آخری اسٹیشن تک جانے والی تھیں؟"

وہ بولی "مسٹر! ہم اپنے بارے میں بہت دور تک سوچ لیتے ہیں اور بہت دور تک جانا چاہتے ہیں لیکن اچانک زندگی کا آخری اسٹیشن آجاتا ہے۔"

"جی مادام! میں آپ کی بات سمجھ نہیں پایا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں نے بات ہی ایسی کی ہے جو صرف میری سمجھ میں آئے۔"

وہ ٹرین سے اُتر گئی۔ پلیٹ فارم پر خاصی گہما گہمی تھی۔ دانیال نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ وہ پریشان ہوکر اپنے آس پاس سے گزرتے ہوئے مسافروں کو دیکھنے لگی۔ سامنے ٹرین کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پھر اس میں سوار ہونے کے لیے آگے بڑھی۔ دانیال نے اس

کے قدم روک دیے۔ وہ پھر آگے بڑھنا چاہتی تھی، اس بار اُس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ گرتے گرتے بچ گئی۔ ایک مسافر نے اسے تھام لیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "مادام! کیا تم دن کے وقت بھی پیتی ہو؟"

"م۔ میں نے پی نہیں ہے مگر میں ہوش میں رہنا نہیں چاہتی۔ میں بے ہوش ہو جانا چاہتی ہوں۔ پلیز میری مدد کرو! یہ شہر میرے لیے نیا ہے، مجھے کسی ڈاکٹر کے پاس پہنچا دو۔ میں بے ہوش رہنا چاہتی ہوں۔"

"تمھیں بے ہوشی کیوں پسند ہے؟"

"وہ... وہ تم نہیں جانتے۔ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گی۔ پہلے مجھے بے ہوش ہو جانے دو۔"

"جب تم بے ہوش ہو جاؤ گی تو بعد میں کیسے بتاؤ گی؟"

"اوہ! تم نہیں سمجھو گے۔ میری جان کے دشمن میرے دماغ میں ہیں۔"

مسافر نے کہا "اچھا تو یوں کہو نا، تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوفزدہ ہو؟"

"ہاں! پلیز! جلدی چلو۔ معلوم ہوتا ہے، وہ ابھی میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔"

"بالکل چلا گیا ہے۔ جب میں تمھارے سامنے موجود ہوں تو بیک وقت تمھارے دماغ میں کیسے رہ سکتا ہوں؟"

"آں!" وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ مسافر نے مسکرا کر کہا "میں اِس شہر کے ہر فرد کے دماغ میں رہوں گا۔ تم کسی سے مدد حاصل نہیں کر سکو گی۔ یہ تمھارے لیے شہرِ دشمناں ہے۔ تمھیں یہاں ایک بھی ہمدرد نہیں ملے گا۔"

یہ کہہ کر مسافر وہاں سے جانے لگا۔ دانیال نے پوچھا "تم نے مسافر کی بات سُن لی۔ یقین نہ ہو تو پولیس والوں سے مدد حاصل کرو۔ تم اُن کے دماغوں میں بھی مجھے پاؤ گی۔"

وہ گڑگڑا کر بولی "مجھے معاف کر دو۔ ایک بار مجھے آزمالو۔ مجھے تمھاری دانشمندی نے بہت کچھ سکھایا ہے۔ تم نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی سُپر ماسٹر سے علیحدگی اختیار کر لی اسی لیے آج تک زندہ ہو۔ فرہاد جس کا دشمن ہوتا ہے اُس کے ماتحت زندہ نہیں بچتے۔ اسی لیے سُپر ماسٹر کے کئی خیال خوانی کرنے والے یکے بعد دیگرے مارے گئے، میرا بھی وقت آ گیا۔ تم فرہاد اور اُس کی فیملی کے وفادار ہو، تمھاری سفارش پر مجھے ایک نئی زندگی مل سکتی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، یہ نئی زندگی تمھاری خدمت کے لیے وقف کر دوں گی۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولتی ہوئی پلیٹ فارم سے باہر آئی۔ پھر ایک طرف چلنے لگی۔ دانیال نے کہا "ذرا یہ بھی سمجھتی جاؤ کہ موت کی طرف ایک ایک قدم جاتے وقت کیسے جان نکلتی جاتی ہے۔"

"ہاں میں سمجھ رہی ہوں، تم مجھے معاف نہیں کرو گے اور اسی طرح موت کی طرف لے جاؤ گے تو میں موت سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"اپنے دائیں بائیں عمارتوں کے سائن بورڈ پڑھتی جاؤ۔"

وہ پڑھتے ہوئے جانے لگی۔ ایک ہوٹل کے سامنے پہنچ کر دانیال نے کہا "یہاں ایک کمرا حاصل کرو۔"

اس نے ہوٹل کے اندر پہنچ کر کمرا حاصل کیا۔ پھر چابی لے کر کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولی "کیا تم اِسی شہر میں ہو؟ میرے کمرے میں آؤ گے؟ پلیز آ جاؤ۔ ایک بار مجھے آنکھوں سے دیکھ لو۔ میں تمھیں سر سے پاؤں تک خوش کر دوں گی۔"

ہوٹل کے ملازم نے اس کے لیے دروازہ کھولا پھر پوچھا "آپ کے پاس اور سامان نہیں ہے؟"

"نہیں، بس یہی ہے۔ تم جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر کے پوچھا "پلیز، مجھے بتاؤ، میرے پاس کب آ رہے ہو؟"

"میں تم سے ہزاروں میل دور ہوں۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "پھر مجھے اِس کمرے میں کیوں لائے ہو؟"

"تمھیں ایک نئی زندگی دینا چاہتا ہوں۔"

خوشی کے مارے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس نے دونوں بانہیں پھیلا دیں جیسے اپنے محسن کو جوانی کی سُلگتی ہوئی آغوش میں بُلا رہی ہو پھر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "مجھ پر اتنا بڑا احسان نہ کسی نے کیا ہے نہ کر سکتا ہے۔ آج سے یہ زندگی صرف تمھارے لیے ہے۔"

"میں نے تمھیں زندہ چھوڑا ہے لیکن خود کو حرام موت سے بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔"

"میں ہمیشہ اُس راستے پر چلوں گی۔"

"ابھی تم نے خود کہا تھا کہ میں فرہاد کا وفادار بن کر ابھی تک زندہ ہوں۔ یہ بالکل درست ہے۔ میں زندہ بھی ہوں اور محفوظ بھی ہوں۔ میں اُن کی ہر مشکل میں کام آتا ہوں۔ وہ بھی میری مشکلات دور کرتے رہتے ہیں۔"

"میں نئی زندگی کی قسم کھا کر کہتی ہوں، اپنی آخری سانس تک فرہاد اور اس کی فیملی کی وفادار رہوں گی۔"

"میڈونا! کبھی کبھی ایک سیدھی سی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم بے انتہا دولت چاہتے ہیں، اقتدار چاہتے ہیں۔ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد ہماری خواہش ہوتی ہے کہ دنیا کے تمام خطرناک مجرم، تمام سُپر طاقتیں ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں مگر یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم زندہ رہیں۔ یہی سوچ سمجھ کر میں طبعی عمر تک زندہ رہنے کے لیے فرہاد کا وفادار بن گیا ہوں۔"

"پلیز، فرہاد کو یقین دلاؤ کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اُن کے ساتھ وفاداری میں گزرے گا۔"

"فرہاد صاحب تمھاری حماقتوں کے باعث زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔ جب تک وہ ہوش میں نہیں آئیں گے اور صحت یاب نہیں ہوں گے، میں اُن سے تمھاری بات نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے ان کے پاس پہنچا دو۔ میں اپنا خون دے کر ان کی جان بچاؤں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الحال تم پر تنویمی عمل ضروری ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"اگر سُپر ماسٹر کو معلوم ہو گا کہ ہم نے تمھیں زندہ چھوڑ دیا ہے اور تم فرہاد کی وفادار بن گئی ہو تو وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"میں اس سے کبھی رابطہ قائم نہیں کروں گی، وہ سمجھے گا کہ میں مر چکی ہوں۔"

"تم تیسرے خیال خوانی کرنے والے کو بھول رہی ہو۔ سُپر ماسٹر اُس کے ذریعے تمھیں ڈھونڈ نکالے گا۔"

"ہاں، وہ ایسا کر سکتا ہے۔ وہ دوسرا اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی میری آواز سُن چکا ہے۔ میرے لب و لہجے کو پہچانتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اچانک سامنا ہو گا تو وہ مجھے پہچان کر زخمی کرے گا اور میرے دماغ پر قبضہ جما لے گا۔"

"میں تمھاری آواز اور لب و لہجہ بدل دوں گا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے تمھاری صورت بھی بدل دوں گا۔ سُپر ماسٹر کے ہاں تمھارے ریکارڈ میں جو تصویریں ہیں اُن کے ذریعے وہ کبھی تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"یہ ... ابھی ... دیر ہے۔ مجھے ... بالکل ہی بدل ڈالو ... [illegible]

[illegible]

[illegible] نے ... گہری نیند سلا دیا پھر میڈونا کے دماغ ... اس کی آواز گونجنے لگی۔ وہ اُسے ٹرانس میں لا رہا تھا اور ... کا پابند بنا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ... ٹرانس میں آ گئی۔ اس کی ہر صحیح و غلط بات کو بلا حیل و حجت ... تسلیم کرنے لگی۔ اس نے حکم دیا "تم کوئی نہیں ہو۔ تمھارا کوئی نام نہیں ہے۔ اگر ہے تو مجھے بتاؤ۔"

وہ سحر زدہ آواز میں بولی "میرا کوئی نام نہیں ہے۔"

"تم کون ہو؟"

"میں، میں کوئی نہیں ہوں۔"

"تم کہاں سے آئی ہو؟"

"میں کہیں سے نہیں آئی۔ نہ میں کہیں تھی، نہ کہیں ہوں۔"

"اب تم نہیں بولو گی۔"

وہ خاموش رہی۔ تھوڑی دیر بعد دانیال نے کہا "میرے سامنے ایک کیسٹ ریکارڈر ہے۔ اس کے ذریعے ایک نسوانی آواز میرے دماغ میں گونج رہی ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس آواز اور لب و لہجے کو تمھارے دماغ میں دہرا رہی ہیں۔ تم اسے ذہن نشین کرو۔"

وہ اُس آواز اور لب و لہجے کو دماغ کی گہرائیوں تک نقش کرنے لگی۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ آواز میڈونا کے اندر گونجتی رہی اور نئے لب و لہجے میں بولتی رہی "تمھاری اپنی کوئی آواز اور کوئی لہجہ نہیں تھا۔ اگر تھا تو اسے بھول چکی ہو۔ یہ جو آواز تمھارے دماغ میں گردش کر رہی ہے یہی تمھاری اپنی آواز ہے، اپنا لہجہ ہے۔"

دانیال نے حکم دیا "اپنی آواز اور لہجے میں بولو۔"

وہ نئی آواز اور لہجے میں بولنے لگی۔ دانیال نے پوچھا "اگر تمھاری ... اور کوئی آواز ہے تو سناؤ۔"

[illegible] ... میں رہی پھر بولی "مجھے یاد نہیں آ رہا ... میں اپنی ہی آواز میں بول رہی ہوں۔"

[illegible]

[illegible] ... سانس روک لیا کرو گی ...

[illegible]

"میں حکم دیتا ہوں، تم پرانی سوچ کی لہروں کو دماغ میں محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گی۔ وہ پرانی لہریں واپس چلی جائیں تو سانس لیا کرو گی۔"

کرینا نے اس کے احکامات دُہرائے۔ اب وہ میڈونا نہیں رہی تھی۔ اُن لمحات سے کرینا کیمرون بن چکی تھی۔ دانیال نے حکم دیا "تمھارا دماغ صرف میری سوچ کی لہروں کو قبول کرے گا۔ ایسے وقت تم سانس نہیں روکو گی۔ میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔"

"میں تمھاری سوچ کی لہروں کو قبول کرتی رہوں گی اور تمھارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔"

"میں کسی بھی روپ میں تمھارے سامنے آؤں گا تو تم مجھے صورت سے نہیں، آواز اور لہجے سے پہچان لیا کرو گی اور مجھے اپنا عامل تسلیم کرکے میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

اس نے دانیال کے احکامات دُہرائے۔ وہ بولا "تم خیال خوانی صرف ایسے وقت کرو گی جب یہ تمھارے لیے بہت ضروری ہو جائے۔ اس سے پہلے تمھیں یقین کرنا ہوگا کہ تمھیں خیال خوانی کرتے ہوئے نہ کوئی دیکھ رہا ہے نہ اِس خیال خوانی کے نتیجے میں تم کسی وقت پکڑی جاؤ گی۔"

اس نے احکامات پر عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ دانیال نے کہا "تم اپنی پچھلی زندگی یکسر فراموش کر چکی ہو۔ اُس زندگی کا ایک لمحہ بھی اب تمھیں یاد نہیں آئے گا۔"

"مجھے اپنی پچھلی زندگی کا ایک لمحہ بھی یاد نہیں آئے گا۔"

"میں تمھیں کرینا کیمرون کی پیدائش سے لے کر آج تک چھوٹے بڑے واقعات سُنا رہا ہوں اور اہم باتیں بتا رہا ہوں انھیں ذہن نشین کرو۔"

وہ اسے بتانے لگا۔ کرینا کے متعلق اس کی ایک ایک بات دماغ میں نقش ہونے لگی۔ اِس طرح وہ میڈونا کا برین واش کر چکا تھا۔ اس کی پہلی شناخت اور شخصیت کو مار چکا تھا۔ چونکہ وہ دماغی طور پر تبدیل ہو چکی تھی اس لیے آئندہ کوئی بھی میڈونا کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ایک ہفتہ پہلے میں نے اپنی شخصیت کو گم کرنے اور مائٹی پاشا کے روپ میں رہنے کے لیے یہی طریقۂ کار اختیار کیا تھا۔ دانیال بھی اسی طریقے کے مطابق اسے مکمل طور پر اپنی معمولہ بنا چکا تھا۔

اس نے آخر میں حکم دیا "تم چھ گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد اسی شہر میں رہو گی۔ ایک ہیلی کاپٹر کسی وقت بھی آکر تمھیں یہاں سے لے جائے گا۔"

اس نے تنویمی نیند پوری کرنے کے لیے اسے چھوڑ دیا اور دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ تل ابیب میں تھا۔ سُپر ماسٹر کو دھوکا دینے کے بعد مستقل اسی شہر میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ صرف میں اور میرے فیملی ممبران اسے جانتے تھے۔ اس نے ایک جگہ رہ کر ہمارے سائے میں بے انتہا دولت جمع کی تھی۔ دنیا کے ہر بڑے ملک کے بڑے شہر میں کروڑوں پونڈز اور اربوں ڈالرز محفوظ کیے تھے۔ ہر شہر میں خود کے مطابق کوٹھیاں، کاریں اور وفادار ملازمین موجود تھے۔ وہ بے شمار فلائنگ کلبوں کے پائلٹوں اور بلیک پورٹ کے مجرموں کے دماغوں میں پہنچ چکا تھا۔ بڑے بڑے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہو گیا تھا۔ ان کے اہم خفیہ اڈوں کے افسران کو کسی وقت بھی ٹریپ کرکے اُن سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتا تھا۔

اس طویل عرصے میں وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک وسیع ذرائع کا مالک بن چکا تھا۔ تمام سُپر طاقتیں اس سے دشمنی بھی کر سکتی تھیں اور بظاہر جی حضوری بھی کر سکتی تھیں۔ وہ میری طرح اپنی ایک الگ حیثیت منوا سکتا تھا لیکن وہ سوچتا تھا 'نہیں' دنیا کے بڑے بڑے شہ زور اور غیر معمولی ذہانت اور علوم رکھنے والے فرہاد سے دشمنی کرکے بے موت مارے گئے ہیں۔ میں زندہ رہوں گا، فرہاد کا تابعدار بن کر اس کے تجربات سے بہت کچھ سیکھوں گا۔ دنیا کے چپے چپے پر اپنے قدم مضبوطی سے جماؤں گا۔ میں مانتا ہوں کہ اپنی ایک الگ حیثیت سے اُبھرنا چاہیے لیکن الگ حیثیت سے زیادہ مجھے زندگی عزیز ہے۔'

اس نے شراب کی بوتل کھولی۔ پھر گلاس میں شراب اُنڈیلتے ہوئے سوچا۔ 'جب تک یقین نہیں ہوگا کہ فرہاد ہر اعتبار سے کمزور یا مجھ سے کمتر ہوتا جا رہا ہے تب تک میں بھول کر بھی اس سے دشمنی نہیں کروں گا۔ میں چاہتا تو جزیرے میں پارس اور علی تیمور کو ختم کرا سکتا تھا۔ فرہاد ابھی زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ میں اس کی سانس روک کر اسے ختم کر سکتا تھا مگر باپ مرے گا تو بیٹے پیچھے پڑ جائیں گے۔ بیٹے مریں گے تو باپ مجھے تڑپا تڑپا کر مارے گا۔ ان سب کو ایک ساتھ موت کے گھاٹ اُتارنا ممکن نہیں ہے۔ رسونتی اور آمنہ خیال خوانی کے ذریعے مجھے کہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ پھر بابا صاحب کے ادارے میں غیر معمولی ذہانت رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ وہ مجھے زیادہ عرصے تک چھپنے کا موقع نہیں دیں گے۔'

اس نے چند گھونٹ پیے پھر سوچا 'ابھی میں بہت مطمئن زندگی گزار رہا ہوں اور آہستہ آہستہ اپنی طاقت بڑھا رہا ہوں۔ وہ لوگ میڈونا کو مار کر ایک اور ٹیلی پیتھی کی طاقت کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اِس طاقت کو میں نے اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ میں ایسا کرنے کا خطرہ کبھی مول نہ لیتا۔ کیونکہ کسی کام میں بھی ذرا سا کچا پن ہو تو فرہاد کو اُس کی خبر ہو جاتی ہے۔ ابھی حالات میرے موافق ہیں۔ میں سارا الزام اس دوسرے خیال خوانی کرنے والے پر عائد کروں گا۔'

اس نے غٹاغٹ پیتے ہوئے گلاس خالی کیا۔ مسرت اور مستی میں گلاس کو زوردار آواز کے ساتھ میز پر رکھا۔ پھر سوچا۔ 'دوسرے اجنبی خیال خوانی کرنے والے نے میرے لیے بہت سی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ فرہاد کے ہوش میں آنے کے بعد میں چپ چاپ اس کے دماغ میں جاؤں اور اس کی سانس روک دوں تو الزام اسی دوسرے

اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر آئے گا۔'

اس نے گھڑی دیکھی۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ میں تقریباً چھ گھنٹے بعد ہوش میں آؤں گا۔ وہ چھ گھنٹے پورے ہو رہے تھے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر میرے دماغ میں آیا۔ مگر واپس چلا گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا 'یہ دشمن بے بس اور کمزور ہونے کے باوجود دوستوں کی دشمنی سے بچ جاتا ہے۔ یہ جو اپنی موت کا وقت لکھوا کر آیا ہے، اس سے پہلے نہیں مرے گا۔'

وہ مایوس ہو کر دوسری بار گلاس بھرنے لگا۔ میں تمام دشمنوں کی پہنچ سے دور چلا گیا تھا۔ جناب شیخ الفارس کے مشورے کے مطابق مجھے ہوش آتے ہی کوما میں ڈال دیا گیا تھا۔ میں زندہ تھا مگر مجھے زندگی کے پانچوں حواس سے محروم کر دیا گیا تھا۔ نہ میں خود سوچنے کے قابل تھا نہ ہی پرائی سوچ کی لہروں کو میرا بے حس دماغ قبول کر سکتا تھا۔

اس نے رسونتی کے دماغ پر دستک دی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولا "مادام! آج پہلی بار مجھ سے ایک کام بگڑ گیا ہے۔ میں میڈونا کو ٹرین سے اُتار کر اسے ہلاک کرنے لے جا رہا تھا۔ اگر وہ ٹرین میں مر جاتی تو علی صاحب سے طرح طرح کے سوالات کیے جاتے۔ جب میں اسے پلیٹ فارم پر لایا تو ایک شخص اس سے ٹکرا گیا۔ تب میں نے محسوس کیا میڈونا کا دماغ اندھیرے میں ڈوب رہا ہے۔ میں نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ بے ہوش ہو کر غائب ہو گئی۔"

"کیا تم نے کسی دوسرے کو آلۂ کار بنا کر یہ نہیں دیکھا کہ کون اسے بے ہوش کرکے لے گیا ہے؟"

"میں ایسی سچویشن کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایسا اچانک ہوا تھا۔ اس اجنبی جگہ میرا کوئی دوسرا آلۂ کار نہیں تھا۔ میں نے ٹرین میں چیکر کی آواز سُنی تھی۔ اس کے ذریعے پلیٹ فارم کے ایک مسافر تک پہنچا۔ اس کے دماغ میں رہ کر دور دور تک دیکھا۔ میڈونا نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر میں نے اس مسافر کو پلیٹ فارم کے باہر پہنچایا۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑتا ہوا اسے تلاش کر رہا تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں آدھا گھنٹا گزر گیا۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ دو شخص ایک بے ہوش عورت کو سفید رنگ کی کار میں لے گئے ہیں۔"

"اوہ دانیال! تم نے بہت دیر کر دی۔"

"میں اور کیا کر سکتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا کہ وہ سفید رنگ کی کار ہائی وے پر پیرس کی طرف گئی ہے۔ میں نے اپنے آلۂ کار کو اس ٹیکسی میں روانہ کیا۔ وہ ٹیکسی ایک گھنٹے تک ہائی وے پر دوڑتی رہی لیکن وہ کار کہیں نظر نہیں آئی۔"

"یہ بہت بُرا ہوا۔ ایک خیال خوانی کرنے والی ہاتھ آکر نکل گئی۔"

"مادام! میں سزا کا مستحق ہوں۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ ہم انسان ہیں، ہم سب دھوکا کھاتے ہیں۔ تم نے بھی دھوکا کھایا۔ کوئی بات نہیں۔ میں سونیا کو رپورٹ دینے جا رہی ہوں۔"

"میں علی صاحب کو رپورٹ دے رہا ہوں۔"

وہ علی تیمور کے پاس آکر وہی بیان دُہرانے لگا جو رسونتی کو دے چکا تھا۔ آخر میں وہی فقرہ ادا کیا "مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ میں سزا کا مستحق ہوں۔"

علی تیمور نے اس کی توقع کے خلاف کہا "بے شک، تمھیں سزا دی جائے گی۔ میں نے یہ سوچ کر میڈونا کو تمھارے حوالے کیا تھا کہ تم اسے ٹرین کے باہر نہیں جانے دو گے۔"

"علی صاحب! اگر میں اُسے ٹرین کے اندر ہلاک کرتا تو آپ پر الزام آتا۔ وہ آپ کے ساتھ کیبن میں سفر کر رہی تھی۔"

"میرا کوئی ہم سفر خودکشی کرے تو مجھ پر کیسے الزام آ سکتا ہے۔ تم میڈونا کو ریل کے عملے کی موجودگی میں ٹرین سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرتے تو چشم دید گواہوں کے سامنے اس کا کام تمام ہو جاتا۔"

"آپ درست کہتے ہیں مگر اس نے فرہاد صاحب کو زندگی سے توڑ کر موت کے مُنہ میں پہنچا ہی دیا تھا۔ اُن پر تقدیر ہی مہربان ہے۔ میں ایسی دشمن عورت کو صرف ایک چھلانگ میں مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے اذیتیں دے کر تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا۔"

"مسٹر دانیال! ایسے وقت انتقامی جذبات کو کُچل کر مصیبت کو پہلی فرصت میں ختم کیا جاتا ہے۔"

"علی صاحب! مجھے فرہاد صاحب کے ہوش میں آنے کا انتظار ہے۔ میں اُن سے التجا کروں گا کہ آئندہ وہ مجھے بڑی ذمّے داریوں کا کام نہ دیا کریں۔"

"تم پھر جذباتی ہو رہے ہو۔ پاپا نے تمھیں کسی کام کے لیے کبھی پابند نہیں کیا۔ تم ہمیشہ دوست بن کر ہمارے معاملات سے دلچسپی لیتے رہے ہو۔ جو ماتحت ہوتے ہیں وہ التجا کرتے ہیں۔ دوست معذرت چاہتے ہیں۔ ویسے دوستی ایک مشکل رشتے کا نام ہے۔ کیونکہ دوست کسی حالت میں معذور یا مجبور نہیں ہوتا۔ کوئی غلطی ہو جائے تو ہر حال میں اس کی تلافی کرتا ہے۔"

"میں تلافی کروں گا۔ جلد ہی میڈونا کو ڈھونڈ نکالوں گا۔"

رسونتی نے آکر کہا "دانیال! سونیا تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

"یس مادام! ابھی جا رہا ہوں۔"

اس نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "میں ندامت کے باعث آپ کے پاس نہیں آ رہا تھا مگر آپ کے حکم پر حاضر ہو گیا ہوں۔"

"دانیال! اپنی غلطی کو بھول جاؤ۔ میں کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔"

"فرمایئے مادام!"

"کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ وہ میڈونا تھی؟"

"جی ہاں۔ جب مادام رسونتی نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا تو دماغ کمزور پڑ جانے کے باوجود وہ خیال خوانی کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔"

"اس بات کو یوں سمجھو کہ وہ میڈونا کی ڈمی تھی۔ خیال خوانی نہیں جانتی تھی۔ اس لیے ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اور جو جانتی تھی، وہ رسونتی کے دماغی جھٹکوں سے محفوظ تھی۔"

"آپ کی باتیں مجھے اُلجھا رہی ہیں۔ مجھے اچھی طرح غور کرنا ہوگا کہ میں نے اُس عورت کو میڈونا کیوں سمجھ لیا۔ اسے میڈونا تسلیم کرنے کا کوئی اہم جواز ضرور ہوگا۔"

"تم اچھی طرح غور کرو۔ تمھیں یقین ہو جائے تو میرے پاس فوراً چلے آؤ۔ میں ایک نیا تماشا دکھانا چاہتی ہوں۔"

"کیسا تماشا؟"

"یہاں ایک عورت میری نظروں میں ہے۔ جس کے متعلق میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ وہ میڈونا ہے۔ اس نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسے خوبرو جوان کو اپنی طرف مائل کر لیا جو اُسے نظرانداز کر کے جا رہا تھا۔ جب وہ عورت کے قریب آیا تو جھجکنے لگا۔ عورت نے کچھ کہا جس کے جواب میں وہ اسے حقارت سے دیکھ کر واپس جانے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ پھر پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس عورت کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا مگر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس آ ہی گیا۔"

"آپ اس کی نگرانی کرا رہی ہوں گی؟"

"نگرانی کرنے والے اس کی نظروں میں آ سکتے ہیں۔ میں نے اس کی رہائش گاہ دیکھ لی ہے۔ اس کی کار میں ایک ڈیٹیکٹو آلہ لگوا دیا [illegible] ہو جاتی ہے۔"

[illegible]

"مادام! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ضرور [illegible] آرمر [illegible] بھی تو پیرس میں موجود ہیں۔"

"تم آرمر کے متعلق اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ ایک سیدھا سادہ سا آدمی ہے۔ اس معاملے میں زیادہ چالاکی اور ہوشیاری نہیں دکھا سکے گا۔ رسونتی بھی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ گئی ہے۔ وہ فرہاد کو اٹینڈ کرتی رہے گی۔ کسی اور معاملے میں مصروف ہونا نہیں چاہے گی۔ اگر تمھیں یہاں آنے میں کوئی پریشانی ہو رہی ہو تو کوئی بات نہیں۔ میں اپنے طور پر کچھ کروں گی۔"

"مادام! میں نے انکار نہیں کیا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ یہاں ایک ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوں۔ کل صبح تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

رسونتی بھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ دانیال کے ساتھ وہ بھی سونیا کے دماغ سے نکلی۔ پھر چند لمحوں کے بعد دوبارہ آ کر کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولی "میں تمام باتیں سن چکی ہوں۔ تم نے اسے پیرس بلانے کے لیے اتنی لمبی باتیں کیوں بنائیں؟"

"باتیں نہ بناتی تو اُسے شبہ ہوتا کہ اچانک کیوں اپنے پاس بلا رہی ہوں۔"

"کیا تم اُس پر شبہ کر رہی ہو؟"

سونیا نے کہا "میں یقین سے کہہ نہیں سکتی۔ میرے اندر یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ فرہاد کو کوما سے نکالتے وقت ہمیں کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"سونیا! تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔"

"میں بھلا کیا چھپاؤں گی؟"

"دانیال نے ابھی میڈونا کے سلسلے میں بہت بڑی غلطی کی ہے۔ [illegible] کے بعد ہی تم نے فیصلہ کیا ہے کہ فرہاد کو کوما سے نکالنے سے پہلے دانیال کو اپنے قابو میں رکھا جائے۔"

"میں دانیال کو یقین سے دشمن نہیں کہہ سکتی لیکن احتیاطی تدابیر [illegible]

[illegible]

"تم بھول رہی ہو۔ دانیال اپنے اصلی روپ میں نہیں آئے گا۔ وہ مطمئن رہے گا کہ اُسے کوئی پہچان نہیں سکے گا۔ دوسری طرف ہماری پیش کی ہوئی دانیال کی ڈمی اپنا کام دکھاتی رہے گی۔"

"تم بہت اُلجھی ہوئی چالیں چلتی ہو۔"

"اسی لیے دشمن اُلجھ جاتے ہیں۔ تم خواہ مخواہ نہ اُلجھو، فرہاد کا خیال رکھو۔"

اُدھر دانیال کچھ پریشان ہو گیا تھا۔ وہ سونیا کی کسی گہری چال کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا لیکن فی الحال پیرس نہیں جانا چاہتا تھا۔ دو چار روز میڈونا عرف کرینا کے ساتھ مصروف رہنا چاہتا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے میڈونا کو کرینا کے روپ میں لانا ضروری تھا، ورنہ فرانسیسی جاسوس اسے کسی جگہ بھی پہچان کر گولی مار سکتے تھے۔

اُس نے اٹلی کے شہر روم جانے کے لیے شام کی فلائٹ میں اپنی ایک سیٹ ریزرو کرائی۔ وہ تل ابیب میں ایک فرضی نام سے رہتا تھا۔ اسی نام سے پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بھی تھے۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے اچانک روم اور پھر پیرس جانے کا قانونی اجازت نامہ حاصل کر لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اصلی کرینا کیمرون اُن دنوں لندن میں تھی۔ اُس نے کرینا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کے ذریعے اسے روم جانے پر آمادہ کیا۔ اب میڈونا کا مسئلہ تھا، وہ اسے بھی روم پہنچانا چاہتا تھا۔

وہ چھ گھنٹے بعد تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی۔ چند لمحوں تک اس کا ذہن خالی رہا۔ وہ بستر پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی۔ پھر اُس نے سوچا "میں کون ہوں؟ کہاں سے آئی ہوں؟"

اُسے یاد آیا کہ وہ کرینا کیمرون ہے۔ تل ابیب کی رہنے والی، ایک دولت مند یہودی باپ کی بیٹی ہے۔ دانیال اس کے دماغ میں خاموش رہ کر اپنے تنویمی عمل کی کامیابی دیکھ رہا تھا۔ وہ خود کو میڈونا کی حیثیت سے بھول چکی تھی۔ صرف وہی باتیں یاد رہ گئی تھیں جو دانیال نے کرینا سے متعلق پوری تفصیل سے بتائی تھیں۔ پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہوٹل کے کمرے کو دیکھ کر سوچنے لگی "یہ کون سی جگہ ہے؟ میں ابھی کہاں ہوں؟"

دانیال نے پوچھا "کیا تم میری آواز پہچانتی ہو؟"

وہ سحر زدہ سی ہو کر بولی "ہاں۔ ایسا لگتا ہے یہ آواز رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام نہ پوچھو۔"

"نہیں پوچھوں گی۔ شاید تم میرے حاکم ہو۔ تمھاری آواز سن کر سر جھک جاتا ہے۔ اے میرے حاکم! میں کہاں ہوں؟"

"ایک ہوٹل کے کمرے میں ہو۔ یہاں سے نکلو۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جاؤ۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق کمرے سے نکلی۔ ہوٹل کا بل ادا کر کے باہر آئی۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جانے لگی۔ دانیال کہہ رہا تھا "شہر کے باہر تمھیں کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔ پھر ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ تم اس میں بیٹھ کر میرے پاس آؤ گی۔"

"تم کہاں ہو؟"

"میں وہاں ہوں جہاں تم آؤ گی۔"

"میں شہر سے باہر آ گئی ہوں۔ مجھے کہاں رکنا چاہیے؟"

"کسی ویران راستے کے کنارے اُتر کر ایک طرف چل پڑو۔ میں گائیڈ کروں گا۔"

"یہ ٹیکسی ڈرائیور مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

"یہ دشمن کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ اِس کے دماغ میں پہنچ کر نیت معلوم کرو۔"

وہ سوچنے لگی کہ دماغ میں کیسے پہنچنا چاہیے۔ دانیال نے خیال خوانی کی پرواز میں اس کی مدد کی تو اُسے پرائے دماغ میں پہنچنے کا طریقہ یاد آ گیا۔ وہ ڈرائیور کی سوچ پڑھ کر بولی "یہ کوئی دشمن نہیں ہے صرف میرے حسن و شباب کو جبراً حاصل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔"

"کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں ٹیکسی روک رہا ہوں۔ تم باہر نکل کر دائیں طرف جاؤ۔ دور پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ اسی سمت چلتی رہو۔ میں تمھارے پاس آتا جا رہا ہوں گا۔"

دانیال نے ڈرائیور کے دماغ کو قابو میں کیا۔ گاڑی رُکتے پر وہ اُتر کر جانے لگی۔ پہلے خیال تھا کہ ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر واپس شہر پہنچا دے گا۔ یا بہت دور تک آگے پہنچا دے گا لیکن اس میں وقت ضائع ہوتا۔ پھر اندیشہ تھا کہ وہ کسی آبادی میں پہنچ کر ایک پُراسرار حسینہ کا ذکر کرتا، اپنے دماغی طور سے گم ہونے کی بات کرے گا تو یہ بات لوگوں سے ہوتے ہوئے ہم خیال خوانی کرنے والوں تک پہنچ جاتی۔ وہ کسی غلطی کی گنجائش چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے ڈرائیور کو گاڑی سمیت کچھ آگے لے گیا۔ پھر وہاں سے گاڑی کو ایک گہری کھڈ میں گرا دیا۔ ڈرائیور کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوبتے ہی اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

اس نے میڈونا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، وہ خیریت سے پہاڑی کی سمت جا رہی تھی۔ دور دور تک انسان تو کیا جانور بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر پیرس کے ایک فلائنگ کلب میں پہنچا۔ وہاں سے ایک ہیلی کاپٹر اُڑانے کا ارادہ تھا۔ اس وقت ایک شخص ایک ہیلی کاپٹر میں اٹلی کے ایک ساحلی شہر نیپلز کی طرف جا رہا تھا۔ پائلٹ وائرلیس کے ذریعے کلب کے ایک افسر سے باتیں کر رہا تھا۔ دانیال اس کے ذریعے پائلٹ تک پہنچ گیا۔

اس نے آدھے گھنٹے کی پرواز کے بعد ہیلی کاپٹر کو میڈونا کے پاس اُتارا۔ پھر اسے لے کر فرانس کی سرحد کے پار جانے لگا۔ چونکہ پائلٹ اور دوسرے مسافر کے پاس اٹلی کے شہر نیپلز تک جانے کا اجازت نامہ تھا، اس لیے وہ آسانی سے سرحد پار چلی آئی۔ مزید دو گھنٹے کی پرواز

کے بعد روم پہنچ گئی۔ شہر کے باہر ایک ویران علاقے میں دانیال کے چند ماتحت موجود تھے۔ میڈونا کو وہاں اُتارا گیا۔ وہ ماتحتوں کے ساتھ چلی گئی۔ دانیال پائلٹ کے دماغ میں موجود رہا۔ مسافر پریشان ہو کر پوچھ رہا تھا "یہ تم نے کس حسینہ کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچایا ہے۔ تم لوگ ہمارے ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرتے ہو اور دوسروں سے تگڑی رقم لے کر اُنھیں غیر قانونی طور سے سرحد پار کرا دیتے ہو۔"

دانیال نے پائلٹ کی زبان سے کہا "فکر نہ کرو ساتھی ہم دونوں اس دنیا کی سرحد پار کر جائیں گے۔"

مسافر نے پوچھا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"ذرا نیچے دیکھو۔ ہم زمین پر نہیں سمندر پر پرواز کر رہے ہیں۔ ہیلی کاپٹر نیچے جاتے جاتے ڈوب جائے گا۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ یہ تو سوچو تم بھی میرے ساتھ ڈوب جاؤ گے۔"

"مجبوری ہے ڈوبنا ہی پڑے گا۔ اگر ہم دونوں میں سے کوئی بچے گا تو وہ پولیس اسٹیشن جا کر اس پُراسرار حسینہ کے بارے میں رپورٹ دے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس پٹاخا حسینہ کی پبلسٹی ہو۔"

"اے بھائی! وہ حسینہ تمھاری کیا لگتی ہے؟ اگر لگتی ہے تو اکیلے ڈوب جاؤ۔ پہلے مجھے نیچے اُتار دو۔"

"یہ دیکھو نیچے ہی اُتر رہے ہیں۔ بہت گہرائی میں اُتر رہے ہیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر سمندر کی سطح کے بہت قریب آ گیا تھا۔ مسافر اپنی جگہ سے اُٹھ کر پائلٹ سے لپٹ گیا تھا اور اُسے ہیلی کاپٹر اوپر لے جانے کے لیے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا لیکن وہ پورے وزن کے ساتھ سمندر کی سطح پر آیا ــــ پنکھا پہلے ہی بند ہو چکا تھا۔ وہ دو مسافروں سمیت گہرائی میں ڈوبتا چلا گیا۔

میڈونا ایک خفیہ اڈے میں پہنچا دی گئی تھی۔ دانیال نے پہلے ہی ایک پلاسٹک سرجری کے ماہر کو تاڑ رکھا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اُس اڈے میں لے آیا۔ اس کے خاص ماتحت نے ڈاکٹر کے سامنے کرینا کیمرون کی کئی زاویوں سے اُتاری ہوئی تصویریں رکھ کر کہا "اِس حسینہ کے چہرے کو سرجری کے ذریعے اِس تصویر والی کی ہم شکل بنا دو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم لوگ کون ہو اور میں اپنے گھر سے یہاں کیسے پہنچ گیا ہوں؟"

"صرف تم نہیں تمھاری سرجری کا سامان بھی پہنچ گیا ہے۔ تمھارے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جیسے ہی کام ختم کرو گے ہم تمھیں دو لاکھ ڈالر ادا کریں گے۔"

اُس نے بریف کیس کھول کر نوٹوں کی گڈیاں دکھائیں۔ اُس نے پوچھا "زبردستی لائے ہو تو زبردستی کام بھی کرا سکتے ہو پھر اتنا بھاری معاوضہ کیوں دے رہے ہو؟"

"ہم مجبوراً تمھیں زبردستی لائے ہیں۔ تم سے وقت طے کر کے یہ کام کرایا نہیں جا سکتا تھا۔"

"پہلے مجھے بتاؤ میں یہاں کس طرح آیا؟"

"ٹیلی پیتھی کے ذریعے۔"

"اوہ آئی سی۔ میں تو فرہاد صاحب کا پرستار ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا نام بتا دیتے تو میں دوڑا چلا آتا۔"

دانیال نے اس کے دماغ میں کہا "ڈاکٹر! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

"اوہ گاڈ! آپ میرے دماغ میں بول رہے ہیں؟"

"ہاں مجھے افسوس ہے۔ میں نے جلدی میں آپ سے گستاخی کی ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں ابھی کام شروع کرتا ہوں۔ میں اِس حسینہ کو تصویر کی ایسی ہم شکل بناؤں گا کہ تصویر والی کے ماں باپ کسی شک و شبے کے بغیر اِسے بیٹی تسلیم کر لیں گے۔"

اس نے کام شروع کیا۔ دانیال نے میڈونا کے پاس آ کر کہا "میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔ یہ ڈاکٹر تمھارا چہرہ تبدیل کرتا رہے گا۔ اگر کوئی پریشانی ہو تو صبر اور سمجھ داری سے کام لینا۔ میں ابھی آؤں گا۔"

میڈونا نے پوچھا "کیا تمھارا نام فرہاد ہے؟"

دانیال نے سوال کیا "تم کسی فرہاد کو جانتی ہو؟"

"نہیں یہ نام میرے لیے نیا ہے۔"

"اس نام کو بھول جاؤ۔ میں ڈاکٹر سے کام نکالنے کے لیے جھوٹ بول رہا ہوں۔"

وہ میڈونا کے دماغ سے نکل کر کرینا کے دماغ میں آیا۔ وہ لندن سے روم پہنچ گئی تھی اور اُسی ہوٹل میں آ رہی تھی جہاں دانیال قیام کر رہا تھا۔ وہ اپنے خفیہ اڈے میں جا کر ماتحتوں سے در پردہ کوئی کام لینا نہیں چاہتا تھا۔ کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کوئی بھی کسی وقت بھی دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے اُسے گولی مار سکتا تھا۔ جب خیال خوانی کے ذریعے ہر حکم کی تعمیل کرا لیتا تھا تو پھر سامنے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

اس نے کرینا کو ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں دیکھا۔ بیوٹی کوئین لگ رہی تھی۔ اس نے تہیہ کیا تھا کہ حسن و شباب کی اس مورت کو ضرور حاصل کرے گا۔ وہ اس قدر پسند آئی تھی کہ اسے مستقل اپنے پاس رکھنے کے لیے میڈونا کو اس کا روپ دے رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کی میز پر آیا۔ کرینا نے نظریں اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا "تم اکیلی ہو کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

وہ خشک لہجے میں بولی "سوری! میں تنہائی پسند کرتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں میں بھی تنہائی کی پریکٹس کروں گا۔"

وہ ایک قریبی میز پر جا کر ایک کرسی کھینچتے ہوئے بیٹھ گیا۔

رینا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں بولا "مجھے اس اجنبی نہیں دُکھانا چاہیے تھا۔"

اس کی سوچ نے اپنے طور پر کہا "کیا میں اُسے اپنے مزاج خلاف اپنے سامنے بٹھا لیتی؟ ہر ایرے غیرے کو منہ لگانا دانشمندی یں ہے۔"

دانیال نے پھر اس کی سوچ میں کہا "اس کے ساتھ تھوڑا ت گزارنے کے بعد یہ ایرا غیرا نہیں رہے گا۔"

کرینا نے جھنجلا کر دانیال کی جانب دیکھا پھر سوچا "پتا نہیں میں یوں اِس کمبخت کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ یہ کوئی گلفام تو نہیں ہے۔"

"جب اِس پر دِل آئے گا تو گلفام ہی نظر آئے گا۔"

"اونہہ۔ میرا دِل اور اس پر آئے گا؟ میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔"

وہ ایک دم سے تلملا گیا جیسے تھوک منہ پر آ کر پڑا ہو۔ وہ فوراً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال سے نکل کر لفٹ کے دروازے پر آیا۔ پھر لفٹ کے ذریعے بارھویں منزل پر پہنچا۔ وہاں اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر کرینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سُوپ پی رہی تھی۔ اس کے سامنے میز پر کھانے کی دوسری ڈشیں رکھی جا رہی تھیں۔ اس نے کرینا کو اوپر سانس کھینچنے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں سُوپ حلق کی طرف جانے کے بجائے دماغ کی طرف چڑھ گیا۔ پھر ایسا ٹھسکا لگا کہ ہاتھ سے چمچ چھوٹ گیا۔ وہ کھانستے کھانستے میز پر دُہری ہو گئی۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ معزز اور نفاست پسند لوگ تھے۔ بڑی احتیاط سے کھاتے تھے۔ محفل میں کبھی کھانستے یا چھینکتے نہیں تھے۔ وہ اپنی بے احتیاطی پر شرمندہ ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھ سے اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔ وہ کھانے سے انکار کرتے ہوئے اُٹھ گئی۔ لوگوں کی نظروں سے بھاگتی ہوئی ڈائننگ روم سے لفٹ کی طرف بھاگی۔

دانیال نے ایک حد تک اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا لیکن دماغ کو رُکام دیتا جا رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آئی پھر اُسے اندر سے بند کرنے کے بعد اس کے سامنے پہنچ کر چونک گئی۔ پریشان ہو کر بولی "تم میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو؟"

وہ اس کی طرف تھوکتے ہوئے بولا "سُور کی بچی! یہ تمھارا نہیں میرا کمرا ہے۔ تم مجھ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں اور خود چل کر میرے کمرے میں آئی ہو۔"

"مائنڈ یور ٹنگو۔ یو تم مجھے گالی دے رہے ہو۔"

وہ غصّے میں پاؤں پٹختی ہوئی باہر جانا چاہتی تھی مگر دروازہ کھولنے سے پہلے ہی واپس آ گئی۔ حیرت کرتے ہوئے بولی "یہ میں کیا کر رہی ہوں۔ یہاں سے جانا چاہتی ہوں جا نہیں سکتی چیخنا چاہتی ہوں چیخ نہیں سکتی۔ اپنی شرم رکھنا چاہتی ہوں مگر رکھ نہیں سکتی۔ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم وِچ ڈاکٹر ہو؟ مجھ پر جادو کر رہے ہو؟"

وہ بولتے بولتے اس کے پاس صوفے تک آ گئی۔ اس نے کہا "تم مجھ سے نفرت کر رہی تھیں اگر اس وقت ویڈیو فلم اُتاری جاتی تو اسے دیکھ کر اپنی ذات سے نفرت کرنے لگتیں۔ اب بھی تم بہت کچھ سمجھ رہی ہو۔"

"ہاں سمجھ رہی ہوں۔ خود کو بالکل ہی بے بس سمجھ رہی ہوں۔ تم ایک خطرناک وِچ ڈاکٹر ہو۔ پلیز! مجھے معاف کر دو۔ مجھے جانے دو۔"

"مجھے سر سے پاؤں تک خوش کر دو، پھر چلی جاؤ۔"

"مجھے ابھی جانے دو۔"

"سوری! دراصل میں نے تمھاری ایک ڈمی تیار کی ہے۔ اُسے تمھاری رفتار و گفتار کے انداز سکھائے ہیں۔ اب یہ سکھانا باقی رہ گیا ہے کہ تم تنہائی میں کیسی ادائیں دکھاتی ہو۔ آؤ میں تمھاری اسٹڈی کروں گا۔"

کرینا نے ایسی زنجیریں نہیں دیکھی تھیں جو دکھائی نہیں دیتی تھیں مگر اُسے جکڑے ہوئے تھیں۔ جذبے کبھی ایسے پاگل نہیں ہوئے تھے جیسے اس پُراسرار اجنبی کے لیے ہو رہے تھے۔ وہ ہوش میں تھی مگر اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ آج تک کوئی چور اس کے بیڈروم سے ایک زیور بھی چُرا کر نہیں لے گیا تھا جبکہ وہ چوری بھی کر رہا تھا، سینہ زوری بھی کر رہا تھا اور بڑی دیدہ دلیری سے سارا خزانہ لوٹتا چلا جا رہا تھا۔

اُدھر میڈونا کو نیا روپ مل رہا تھا۔ ایک طرف نئی کرینا بن رہی تھی، دوسری طرف اصلی کرینا بگڑ رہی تھی، ٹوٹ پھوٹ رہی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوئی کہہ رہی تھی "میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔ یہ سب ٹیلی پیتھی کا شیطانی عمل ہے۔ میں نے تل ابیب میں فرہاد علی تیمور کا بڑا چرچا سنا تھا۔ مگر سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ایسے شیطان نکلو گے۔ دنیا تمھیں انسان دوست فرہاد علی تیمور کہتی ہے۔ اگر تنہائی میں

تمھاری یہ ذلالت اور کمینگی دیکھ لے تو تمھارے منہ پر تھوکنے لگے۔"
وہ بول رہی تھی اور رو رہی تھی "آہ! میں نے نینسی کے ساتھ تمھارے بیٹے پارس کو ایک بار تل ابیب میں دیکھا تھا۔ اس وقت معلوم نہیں تھا کہ وہ پارس ہے۔ بعد میں یہ بھید کھلا تھا۔ میں نے بڑی حسرت سے سوچا تھا کاش! ایسا جواں مرد میرے نصیب میں ہوتا اور میں تمھاری بہو بنتی مگر تم نے تو بیٹی جیسی بہو کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میں اپنی نظروں سے گر گئی ہوں۔ اب میں زندہ نہیں رہوں گی۔"

دانیال ہنستے ہوئے بولا "تم میرے دل کی بات کہہ رہی ہو۔ تمھاری جیسی شریف زادی کو ایسی بے حیائی کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ جاؤ یہاں سے اور خودکشی کر لو۔"

وہ جلنے کے لیے اٹھ گئی۔ پہلے دانیال نے کمرے سے نکل کر دیکھا۔ کوریڈور خالی تھا۔ ہوٹل کا کوئی ملازم بھی کرینا کو اس کے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ وہ کمرے سے باہر آگئی۔ لفٹ کے ذریعے آٹھویں منزل پر آئی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر سامان پیک کیا، ملازم کو بلا کر سامان نیچے لے جانے کے لیے کہا پھر خود نیچے آکر ہوٹل کا بل ادا کیا۔ دانیال نے اپنے خاص ماتحت کو پہلے ہی ٹیکسی ڈرائیور کی حیثیت سے وہاں بلوالیا تھا۔ کرینا اس کی مرضی کے مطابق اسی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی۔

ہماری دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو کسی کو دکھ نہیں پہنچاتے، کوئی گناہ نہیں کرتے، کسی جرم کا حوصلہ نہیں کرتے انھیں سزا ملتی ہے۔ اُن کی عزت بھی لوٹی جاتی ہے اور زندگی بھی چھین لی جاتی ہے۔ دانیال اُسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کرینا کی زندگی چھین لی، اپنے اڈے میں گڑھا کھدوا کر لاش کو وہاں چھپا دیا۔ اس کی اور خاص ماتحت کی نظروں میں وہ فنا ہو چکی تھی۔ لیکن دنیا والوں کی اور پیدا کرنے والے والدین کی نظروں میں زندہ تھی اور زندہ رہے گی۔ کسی کو مارنے اور کسی کو زندہ رکھنے کا کمال سب نہیں جانتے۔ اُس نے کمال دکھایا تھا۔ قبر کے اندر کرینا کو چھپایا تھا اور میڈونا کے اندر کرینا کو چھپا رکھا تھا۔

میڈونا آدم قد آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے نئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ دانیال نے پوچھا "تم کون ہو؟"
وہ بولی "میں کرینا ہوں مگر یہ چہرہ؟"
"یہی تمھارا اصلی چہرہ ہے۔ تم یہی چہرہ لے کر پیدا ہوئی تھیں اور اسی چہرے کے ساتھ مرو گی۔ اب سے پہلے جو بھی شکل و صورت تھی، اُسے بھول جاؤ۔"
"تمھارے حکم دیتے ہی بھول جاتی ہوں جو کام نہ کرنا چاہوں، وہ تمھارا حکم سنتے ہی کرنے لگتی ہوں۔ تم سچ مچ جادوگر ہو۔ تمھاری آواز سن کر میرا دل تمھاری طرف کھنچا جاتا ہے۔"
"میں تمھیں جلد ہی اپنے پاس بلاؤں گا۔ تم میرے ساتھ پوری زندگی گزارو گی۔ فرہاد اور رسونتی کی طرح ہم دونوں خیال خوانی کرنے والے ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔"
"یہ فرہاد اور رسونتی کون ہیں؟"
"جب میں ضرورت سمجھوں گا تو اُن کے متعلق بتاؤں گا۔ تم خیال خوانی کی پرواز کرو اور میرے دماغ میں آؤ۔"
اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر دانیال کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بولا "میں ایک حسینہ کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ تم میرے اندر رہ کر اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لو لیکن خبردار! اس کے ساتھ جو نوجوان ہوگا اس کے دماغ میں بھول کر بھی نہ جانا۔"
وہ فرزانہ کی آواز اور لہجے کو دہراتے ہوئے اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ علی تیمور اپنی بیمار محبوبہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ رسونتی وہاں سے میرے پاس چلی آئی تھی۔ علی تیمور فرزانہ سے کہہ رہا تھا "تمھیں بلاناغہ یوگا کی مشقیں کرتی چاہئیں۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کرنے کے باعث دشمن نے تمھارے دماغ میں آکر تمھاری زبان سے باتیں بنائیں اور بڑی چالاکی سے ماما کو پاپا کا بتانے پر آمادہ کیا۔"
"مجھے شرمندگی ہے۔ میری وجہ سے پاپا پر مصیبت آئی ہے۔"
"تمھارا قصور نہیں ہے۔ ماما ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتی آرہی ہیں۔ انھیں دشمنوں کے طریق کار کا علم ہونا چاہیے تھا اور اپنے طور پر محتاط رہنا چاہیے تھا لیکن اپنی ہونے والی بہو کو رازدار بنانے کے لیے پاپا کی موجودہ پلاننگ بتا دی۔ جبکہ ہم باپ بیٹے اور سگے بھائی بھی اپنا کوئی راز ایک دوسرے کو کبھی نہیں بتاتے۔"
دانیال نے میڈونا کی آواز اور لہجے میں فرزانہ کے ذریعے کہا "بے شک تم باپ بیٹے بہت محتاط رہتے ہو لیکن میں بھی کم نہیں ہوں، تمھاری کمزوریوں سے کھیلنا جانتی ہوں۔ تمھاری اس کمینی ماں نے مجھے دماغی جھٹکے پہنچا کر مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اب میں تمھاری محبوبہ کو دماغی جھٹکے پہنچاؤں گی۔"
فرزانہ اپنی زبان سے یہ باتیں کر رہی تھی اور حیرانی و پریشانی سے علی تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "نہیں میڈونا! فرزانہ معصوم ہے۔ اس نے تمھیں کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر تم اس کے دماغ میں..."
اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی فرزانہ نے تڑپ کر دل ہلا دینے والی چیخ ماری۔ پھر اُچھل کر فرش پر گر پڑی۔ وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر پھڑپھڑا رہی تھی۔ علی تیمور اُسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "میڈونا! عقل سے کام لو۔ تم فرزانہ کو اذیتیں دے کر اس کی زندگی چھین کر ہم سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔ ہم تمھیں سمندر [illegible] سے اور پاتال کی گہرائیوں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ اب اگر [illegible] دماغی جھٹکا پہنچاؤ گی تو میں تمھیں روز زندگی کی بھیک دے دے [illegible] مار رہوں گا۔"
وہ ہنستے ہوئے بولی "چیختے رہو، تڑپتے رہو۔ مجھے بڑا مزہ آرہا [illegible] کیا تم نے مجھے معاف کر دیا تھا؟ مجھے بھیڑ بکری سمجھ کر دانیال قصائی [illegible] کے حوالے کر دیا تھا۔ آئندہ بھی میں تمھارے ہاتھ آؤں گی تو مجھے زندہ [illegible] چھوڑو گے۔ تم باپ بیٹوں نے مخالف خیال خوانی کرنے والوں کو [illegible] کر کے مار ڈالا ہے۔ ہم دو رہ گئے ہیں۔ تم لوگ ہمیں بھی زندہ [illegible] چھوڑو گے۔ پھر میں فرزانہ کو کیوں چھوڑ دوں؟"
یہ کہتے ہی اُس نے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچایا۔ فرزانہ کے حلق [illegible] سے اور چیخ نکلی پھر اس میں چیخنے کی سکت نہ رہی۔ وہ بیماری سے [illegible] اس پر یہ عذاب نازل ہو رہا تھا۔ وہ اتنی کمزور تھی کہ تڑپنے [illegible] کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ وہ صرف لرز رہی تھی۔ اس کے دیدے پھیلتے [illegible] تھے۔ علی تیمور نے بے بسی سے کہا "سنو میڈونا! یہ درست ہے [illegible] دشمن خیال خوانی کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ [illegible] متعلق سوچو جب تم ہم میں سے کسی کے ہاتھ [illegible] اپنی زندگی کی بھیک مانگو گی۔ ایسے وقت ہم [illegible] گے۔ تمھیں اپنی قید سے نکل کر جان بچانے [illegible] موقع تمھاری زندگی کی طرح [illegible] منظور ہو تو آئندہ فرزانہ کے دماغ [illegible]

[illegible] ایک بار زندہ چھوڑ دو گے [illegible]

[illegible] معلومات لے چکے ہیں [illegible]
[illegible] جا رہی ہوں۔ جانتے ہو اُدھر کہاں جا رہی ہوں؟"
[illegible] ہنستے ہوئے بولا "فرہاد کی دوسری بہو کے پاس۔"
علی تیمور نے چونک کر کہا "نہیں! تم نینسی کو نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔ تم فرزانہ کی بلا اس بے چاری کے سر ڈالنا چاہتی ہو۔ میری بات سنو، ہم سے دشمنی نہ کرو۔ جہاں چھپ کر زندگی گزار رہی ہو، وہیں زندگی کو دراز کرتی رہو۔ کیا تم سن رہی ہو؟ کیا تم موجود ہو؟"
اس نے فرزانہ کو ہولے ہولے جھنجوڑ کر پوچھا مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ دوسری طرف میڈونا نے دانیال سے کہا "میں ابھی فرزانہ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔"
"تم نے کیا سنا اور کیا سمجھا؟"
"میری سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی میڈونا نام کی عورت تھی جسے علی تیمور اور اس کا باپ فرہاد وغیرہ مار ڈالنا چاہتے تھے مگر وہ بچ گئی۔ تم میڈونا بن کر فرزانہ سے انتقام لے رہے تھے۔ مگر ایک شرط پر تم نے ایک ماہ تک فرزانہ کے دماغ میں نہ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"میں وعدے کے مطابق اسے ایک ماہ تک نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اس کے دماغ میں چپ چاپ جایا کروں گا کیونکہ اُس کے ذریعے اُس فیملی کی بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے ہی میں نے فی الحال علی تیمور سے سمجھوتا کیا ہے۔"
"تم نے فرہاد کی دوسری بہو کا ذکر کیا تھا۔"
"ہاں! اس کا نام نینسی ہے۔ اُسے ختم کر کے فرہاد اور اس کے بیٹوں کو [illegible] بے بسی کا احساس دلایا جا سکتا ہے۔"
"کیا دوسری بہو سے معلومات حاصل نہیں کرو گے؟"
"نہیں۔ وہ فرہاد کی فیملی سے دور [illegible] رہتی ہے [illegible] اُس بہو کو [illegible] نہیں [illegible]
[illegible]

[illegible]

رہو۔ جی بھر جائے گا تو نانا جان یاد آئیں گے۔ اپنا وطن، اور اپنے لوگ یاد آ کر تڑپائیں گے۔ پھر تم اُدھر جانے کے لیے پر تولو گی۔"

"ہرگز نہیں! میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"لیکن شادی کے بعد ہر لڑکی مائیکے ضرور جاتی ہے۔"

"میرا مائیکہ تمھارے لیے دشمنوں کا گھر ہے۔ میں تمھیں اپنے ساتھ اسرائیل نہیں لے جا سکتی اور تمھیں چھوڑ کر جاؤں گی تو دشمن حالات مجھے پھر ملنے نہیں دیں گے۔"

"حالات از خود دشمن نہیں ہوتے، انھیں دشمن بنا دیا جاتا ہے۔ تمھاری یہودی تنظیم کے افراد ہماری نگرانی کرتے ہیں۔ اسرائیل کے یہودی حکام مجھے اپنی زمین پر برداشت نہیں کریں گے۔ وہ بہ ظاہر دوستی اور محبت سے پیش آئیں گے لیکن درپردہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کریں گے۔ اگر میں ان کی سازش سے مر جاؤں گا تو وہ میری موت پر اسی طرح مگر مچھ کے آنسو بہائیں گے جس طرح ممی کی ہلاکت پر انھوں نے ماتمی ڈراما پلے کیا تھا۔"

"تم سارا الزام ہم یہودیوں کو کیوں دیتے ہو؟ کیا تمھارے پاپا سے تمھاری پوری فیملی سے صرف یہودی دشمنی کرتے ہیں؟ کیا دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دوسری قوم اور مذہب کے لوگ دشمنی نہیں کرتے؟"

"بے شک یہودیوں سے زیادہ دوسری قوم اور مذہب کے لوگ ہمارے دشمن ہیں لیکن یہاں صرف میری اور تمھاری بات ہو رہی ہے۔ تمھارے مائیکے اور پورے ملک میں صرف یہودی ہمارے دشمن ہیں۔"

"میں مانتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کئی بار کوششیں کرنے کے باوجود ہمارے لوگ تمھارے پاپا کو دوست نہ بنا سکے یا پاپا دوستی نہ کر سکے۔"

"بکواس مت کرو۔ تمھارے بڑے بڑے سیاستدانوں کی چالبازی اور تمھارے ربی کی مکاریوں نے پاپا کے دوستانہ جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

وہ غصے میں اس کی آغوش سے نکل گئی پھر بولی "تم کس لہجے میں بول رہے ہو؟ کیا میں بکواس کر رہی ہوں جو تم میری قوم کے معمار سیاستدانوں کو اور مذہبی پیشوا کو چالباز اور مکار کہہ رہے ہو۔ کیا تمھارے مذہب میں بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے۔ کیا بیوی کے مذہب اور قوم پر کیچڑ اچھالی جاتی ہے؟ تم نے جذبات میں آ کر میرے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ سوری کہو۔"

وہ بڑی نرمی سے بولا "ہمارے ہاں بیوی کے مذہب اور قوم پر کیچڑ نہیں اچھالی جاتی کیونکہ وہ ہماری ہم مذہب ہوتی ہیں۔ غیر مذہب کی عورت سے شادی کی اجازت نہیں ہے۔"

"پھر تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟"

"تم بھول رہی ہو۔ میں نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر تمھیں اپنی منکوحہ بنانے سے پہلے یہ صاف طور سے بتا دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ تم نے کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی وقت غسل کرنے کے بعد وضو کیا، میرے ساتھ کلمہ پڑھا، مجھے یقین دلایا کہ مسلمان ہو گئی ہو۔ میں تمھارے دل کی بات کیسے جان سکتا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ تم نے میری قربت حاصل کرنے کے لیے جذبات سے مغلوب ہو کر ایسا کیا تھا۔ میں نے اپنے علم و عقل کے مطابق ایک مسلمان لڑکی سے شادی کی۔ تم ہمیشہ کی طرح یہودی رہیں، یہ تمھارا عمل ہے۔"

وہ غصے سے سوچ رہی تھی، میری غلطی تھی، میں جذبات سے بے قابو ہو گئی تھی۔ پارس چاہتا تو اپنی اصلیت ظاہر کیے بغیر میری عزت سے کھیل سکتا تھا۔ یہ اصول کا پکا اور نیت کا سچا ہے۔ میں اس کی دیوانی ہوں لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ یہ میری قوم اور مذہب کے بڑوں کی شان میں گستاخی کرے۔

دانیال بڑی خاموشی سے نینسی کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر کے مجھے اور پارس کو بے بسی کا احساس دلانا چاہتا تھا مگر نینسی کی گفتگو سے یہ تدبیر سوجھی کہ اس کے مذہبی اور قومی جذبات کو زیادہ سے زیادہ ابھار کر اپنا آلۂ کار بنایا جائے۔ وہ پارس کے لیے محبت کی طرح میٹھی ہے لہٰذا اسے میٹھی چھری بنا کر رکھا جائے۔

وہ نینسی کی زبان سے بولا "پارس! ہم میاں بیوی ہیں۔ ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے ہیں مگر ہم وطن کی محبت سے، مذہبی عقیدت اور اپنی شناخت سے الگ نہیں رہ سکتے۔ آئندہ تم میری قوم کے لوگوں کے خلاف کبھی نہ بولنا۔"

"جس قوم کے لوگوں نے میری ممی کو بے موت مرنے پر مجبور کر دیا، میں ان کے خلاف صرف بولوں گا نہیں بلکہ انھیں خاک میں بھی ملاتا رہوں گا۔ تم یہ خوش فہمی دل سے نکال دو کہ میں تمھاری محبت میں مگم ہو کر اپنی ماں کی موت اور بے حرمتی کو بھلا دوں گا۔"

"ایسے ہی ماں کے لال ہو تو اسرائیل سے کیوں چلے آئے؟"

"مجھے اغوا کیا گیا تھا۔ اگر وہاں رہ جاتا تو ایک ایک یہودی جلاد کو ممی کی قبر پر لا کر کتے کی موت مارتا۔"

"مرد کے بچے ہو تو جاؤ ماں کا انتقام لو۔"

پارس نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا "تم مجھے بھڑکا رہی ہو؟ کیا طیش دلا کر اپنے ساتھ تل ابیب لے جانا چاہتی ہو؟ اس وقت تمھارا لہجہ محبت کرنے والی بیوی کا نہیں ہے۔ میں ایک سوال کر رہا ہوں، وعدہ کرو کچھ سوچے سمجھے بغیر فوراً جواب دو گی۔"

"بات سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے اور تم اُلٹی بات سمجھا رہے ہو۔"

"پھر رہنے دو۔ میں سوال نہیں کروں گا۔"

وہ تھوڑی دیر سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ دراصل دانیال سوچ میں پڑ گیا تھا کہ پارس کیا سوال کرنے والا تھا۔ اس نے نینسی کی زبان سے پوچھا "تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"پہلے وعدہ کرو۔ کچھ سوچو گی نہیں، سمجھو گی نہیں، فوراً جواب دو گی۔"

"چلو وعدہ کرتی ہوں۔"

"فوراً بتاؤ کیا تمھارا دماغ قابو میں ہے؟"

"نہیں، آں، ہاں۔ ہاں بالکل قابو میں ہے۔ پورے ہوش و حواس میں رہ کر گفتگو کر رہی ہوں۔ کیا تم مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

"میں تمھاری بات کا جواب اُس عقلمند کو دے رہا ہوں جس نے وعدے کے مطابق فوراً جواب دینے کے چکر میں سچ کہہ دیا۔ تمھارا دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میرے دماغ میں کوئی بول رہا ہے؟"

"مجھے سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ تمھاری زبان سے بولنے والے نے سمجھا دیا ہے۔"

دانیال فوراً اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ وہ گھبرا گیا تھا۔ یہ اندیشہ ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر اور نینسی کے ذریعے بولے گا تو پارس اسی طرح نفسیاتی حملے کر کے اس کی اصلیت معلوم کرے گا۔

میڈونا نے کہا "میں تمھارے ذریعے نینسی تک پہنچ گئی تھی۔ تم واپس کیوں آ گئے؟"

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کتنی چالاکی سے خیال خوانی کرنے والے کی موجودگی سمجھ گیا تھا؟"

"ہاں۔ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ کیا ہمیں اُس سے دور رہنا چاہیے؟"

"ہم نینسی کے دماغ میں رہ کر جو کرنا چاہیں گے، چپ چاپ کریں گے لیکن اس کی زبان سے ایک لفظ نہیں بولیں گے۔"

وہ دونوں پھر اس کے دماغ میں آ گئے۔ وہ پارس کے سینے پر سر رکھے رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "خدا گواہ ہے، میں بے اختیار اُلٹی سیدھی باتیں کر رہی تھی۔ ورنہ اتنے دنوں کی رفاقت میں میں نے کبھی اپنے مذہب اور قوم کی بات نہیں چھیڑی۔ بے شک میں نسلاً یہودی ہوں۔ مجھے اپنے لوگوں سے محبت ہے لیکن تم سے زیادہ کسی کی اہمیت نہیں ہے۔ میں تمھارے لیے سب سے منہ موڑ کر آئی ہوں۔ تم کہو گے تو سب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گی۔"

وہ محبت سے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا "روتی کیوں ہو؟ مجھے پورا یقین ہے کہ تم میرے لیے ساری دنیا کو ٹھکرا سکتی ہو۔ اس وقت تمھارے دماغ میں وہ خیال خوانی کرنے والا اجنبی شیطان موجود ہے، جو پاپا کا نام لے کر واردات کرتا رہتا ہے۔"

انھیں فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ایک افسر کہہ رہا تھا "مسٹر پارس! ابھی مسٹر علی تیمور نے اطلاع دی ہے کہ میڈونا انتقام لینے کے لیے مس فرزانہ کے دماغ میں آئی تھی۔ فرزانہ کی جان بچانے کے لیے مسٹر علی تیمور نے میڈونا سے کوئی سمجھوتا کیا ہے۔ اب وہ آپ کی مسز کے دماغ میں آ رہی ہے۔ بلکہ آ چکی ہو گی۔ آپ کسی طرح اُن کی حفاظت کریں۔ میں مسٹر آمر کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

پارس نے ریسیور رکھ دیا۔ نینسی نے پوچھا "فون پر کون تھا؟"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا "فون پر کوئی بھی تھا مگر تم کون ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں تمھاری نینسی ہوں۔"

"میں تم سے نہیں، تمھارے دماغ میں چھپنے والی ہستی سے پوچھ رہا ہوں۔"

دانیال نے نینسی کے ذریعے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "میں میڈونا بول رہی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے تمھاری ہونے والی بھابی پر جو گزری ہے، اس کی اطلاع تمھیں مل گئی ہو گی۔"

"ہاں، مل چکی ہے۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ تمھارے باپ کو مارنے کی کوشش کی تھی مگر وہ شیطان کی عمر لکھوا کر آیا ہے۔ اس کے جواب میں تمھاری ماں نے مجھے دماغی جھٹکے پہنچائے۔ تمھارے بھائی علی تیمور نے مجھے مار ڈالنے کے لیے دانیال کے حوالے کر دیا۔ وہ یقیناً مجھے مار ڈالتا مگر شاید میری عمر بھی شیطانی ہے۔ اب میں تمھارے خاندان کے کسی ایسے فرد کو زندہ نہیں چھوڑوں گی جس کے دماغ میں مجھے جگہ ملتی رہے گی۔"

"کیا تم یہی ارادہ کر کے فرزانہ کو ہلاک کرنے گئی تھیں؟"

"ہاں۔ تمھارے بھائی نے بڑی دانشمندی سے سمجھوتا کر کے فرزانہ کو ایک ماہ کے لیے میرے انتقام سے بچا لیا ہے۔"

"مجھے بتاؤ، علی تیمور سے کیا طے پایا ہے؟ شاید مجھ سے بھی سمجھوتا ہو جائے۔"

"بس ایک ہی سمجھوتا کافی ہے۔ تمھارے بھائی نے وعدہ کیا ہے کہ کبھی میں تم لوگوں کے ہاتھ آؤں گی تو مجھے ایک بار معاف کیا جائے گا۔ اس معافی کے بعد دس گھنٹے تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس کے بدلے میں ایک ماہ تک فرزانہ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔"

"تم مجھ سے سمجھوتا نہیں کرو گی؟"

"نہیں۔ اوّل تو میں کبھی تم لوگوں کے قابو میں نہیں آؤں گی اور بدقسمتی سے آ بھی گئی تو تمھارے بھائی کا ایک وعدہ مجھے کم از کم ایک بار بچا لے گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ نینسی کو ابھی مرنا چاہیے۔

میں تمھیں اور تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے پورے خاندان کو چیلنج کرتی ہوں۔ اسے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔"

اس نے نینسی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مار کر تڑپنے لگی اور تڑپ تڑپ کر چیخیں مارنے لگی۔ دانیال نے اسے آلۂ کار بنائے رکھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ بہ دستور یہودی ہونے کے باوجود اپنے مسلمان شوہر کے لیے اپنی قوم اور مذہب کے لوگوں کو چھوڑ سکتی ہے۔ ایسے خیالات رکھنے اور پارس کی محبت میں پاگل رہنے والی سے وہ اپنی مرضی کے مطابق کام نہیں لے سکتا تھا۔ لہٰذا اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا۔

پارس اسے بازوؤں میں چھپا رہا تھا۔ اس کا سر سہلا رہا تھا اور دانیال ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "سر سہلانے سے دماغی تکلیف دور نہیں ہو گی اور بازوؤں میں چھپا لینے سے وہ موت سے نہیں چھپ سکے گی۔ اب تم باپ بیٹے سب کے سب میرے آگے بے بس ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "درست کہتی ہو۔ نہ تم سے سمجھوتا ہو سکتا ہے نہ ہم کسی تدبیر سے اسے بچا سکتے ہیں۔ نینسی میری جان! الوداع! میں تمھاری خاطر موت سے ٹکرانے والا محبوب ہوں مگر بہت مجبور ہوں۔ آج تمھیں کسی طرح نہیں بچا سکوں گا۔ الوداع میری جان! الوداع . . ."

وہ اسے چومنے کے لیے جھکا۔ اس کے ہونٹ نینسی کی گردن تک آئے پھر گوری گوری چکنی چکنی گردن میں دانت پیوست ہو گئے۔ نینسی کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس نے ڈوبتی ہوئی نظروں سے پارس کو دیکھا۔ پارس نے کہا "میڈونا! ابھی تم بچی ہو۔ میری نینسی کو [illegible] سے اس کی [illegible] اسے بے ہوش کر رہا [illegible]

[illegible]

[illegible] آنے لگا۔"

"اب کسے قابو میں کرنا چاہتے ہو گے؟"

"میں خواہ مخواہ انتقامی کارروائی میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔ مجھے اپنی طاقت میں اضافہ کرنا چاہیے۔"

"کیسے اضافہ کرو گے؟"

"آج کی سب سے بڑی قوت ٹیلی پیتھی ہے۔ پہلے فرہاد تنہا خیال خوانی کے ذریعے اپنے نام کی دھاک جما تا رہا۔ اگر وہ تنہا رہتا تو بہت پہلے مارا جاتا لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والی رسونتی اس کی زندگی میں آ گئی۔ اس کی قوت دوگنی ہو گئی پھر شیبا اُس سے آ ملی۔ اس کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ پھر اور اضافہ ہوتا گیا۔ آمر اور جوجو بھی اسے مل گئے۔ اگرچہ جوجو بچگانہ ذہن رکھتی ہے لیکن کبھی کبھی خاص موقع پر اس سے کام لیا جاتا ہے۔"

"کیا فرہاد کے پاس اتنے زیادہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟"

"ہاں۔ صرف شیبا نہیں رہی۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جو کام دنیا کی کوئی قوم اپنی ذہانت سے نہیں کر پاتی اسے یہودی کمال عیاری سے کر دیتے ہیں۔ انھوں نے شیبا کو خودکشی پر مجبور کر کے فرہاد کی ایک ٹیلی پیتھی کی قوت گھٹا دی۔"

"تم اپنی طاقت میں کیسے اضافہ کرو گے؟"

"اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے میں تنہا خیال خوانی کرنے والا تھا۔ اب تم میری زندگی میں آ گئی ہو۔ میری قوت دوگنی ہو گئی ہے۔ اگر میں جوجو اور آمر کو اپنے قابو میں کر لوں تو میرے پاس تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں گے۔ فرہاد کے پاس صرف ایک رسونتی رہ جائے گی۔ دونوں کی عمر ڈھل چکی ہے۔ آخر کتنے عرصے تک خیال خوانی کریں گے۔ اگر ان کے مقدر میں طبعی عمر تک جینا لکھا ہوا ہے تو وہ طبعی عمر بھی تھوڑی رہ گئی ہے۔ یا پھر ہم تھوڑی کر دیں گے۔"

"آمر کو کس طرح قابو میں کرو گے؟"

"آج کل تقدیر مجھ پر مہربان ہے۔ آمر اچانک [illegible] بیمار ہو گیا ہے۔ اس کا بیمار دماغ [illegible]

[illegible]

ہو گئی۔ [illegible] ہوش میں آنے کے بعد میڈونا [illegible] چاہتے [illegible] فرہاد خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ اب تم [illegible] ہو۔ ایک رسونتی ہی نینسی کے دماغ میں رہ کر میڈونا کے حملوں کو ناکام بنا سکتی ہے لیکن رسونتی کو پارس سے دلی لگاؤ نہیں ہے تو نینسی کے لیے بھی اپنائیت نہیں ہو گی۔ پتا نہیں وہ بھرپور توجہ

سے اس کی حفاظت کرے گی یا نہیں؟"

"حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں، تم ذہانت اور چالاکی سے بازی جیت سکتی ہو۔ بے چاری نینسی کے لیے کچھ کرو۔"

"وقت کتنا ہی بُرا آئے وہ آخر گزر ہی جاتا ہے۔ اس دوران کچھ ہمیں نقصان پہنچتا ہے کچھ دشمن نقصان اٹھاتا ہے۔ آئندہ وہ نینسی کو ختم کرنے آئے گی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ میڈونا کے پیچھے کون چھپا ہوا ہے؟"

"کیسے معلوم ہو گا؟"

"میں نے رسونتی کو سمجھا دیا ہے وہ نینسی کے دماغ میں رہ کر میری ہدایات پر عمل کرتی رہے گی۔ اس خیال خوانی کرنے والے کو پتا نہیں ہے کہ وہ فرزانہ کے ذریعے علی تیمور سے گفتگو کرتے وقت ایک غلطی کر چکا ہے۔ ایسی ہی ایک غلطی پارس نے نوٹ کی ہے۔ میڈونا اور ایک بار نینسی کے دماغ میں آئے گی تو تیسری غلطی اس کے پیچھے پڑے ہوئے پردے کو اٹھا دے گی۔"

دانیال فوراً ہی دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سونیا کی باتیں سن کر اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے پارس نے بڑی چالاکی سے معلوم کیا تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا نینسی کو اس کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ وہ پارس اور سونیا سے بہت گھبراتا تھا۔ وہ دونوں ایک معمولی سی بات پکڑ کر راز کی گہرائی تک پہنچ جاتے تھے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ علی تیمور اور پارس نے اس کی کون سی غلطی نوٹ کی ہے۔ ایک سیدھی سی بات یہ سمجھ میں آتی تھی کہ وہ فرزانہ اور نینسی کے دماغوں میں میڈونا کے لہجے میں بول رہا تھا۔ شاید بولنے کے دوران وہ نادانستگی میں ایک آدھ لفظ اپنے لہجے میں ادا کر گیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور آئندہ میڈونا بن کر اسے بولنا نہیں چاہیے۔

اس نے میڈونا کے پاس پہنچ کر پوچھا "تم نے سُنا سونیا کیا کہہ رہی تھی؟"

"ہاں میں نے سُنا ہے۔ وہ غلطی پر ہے۔"

"کیا تم کہنا چاہتی ہو سونیا غلطی پر ہے؟"

"ہاں۔ میں کہہ رہی ہوں اور وہ مجھے فرزانہ اور نینسی کے دماغ میں آنے والی میڈونا سمجھ رہی ہے۔"

"یو نان سنس۔ اس غلطی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ میڈونا کی آواز اور لہجے میں بولتے وقت میں نے کیا غلطی کی ہے؟"

"اگر میں میڈونا کی آواز اور لہجے کو جانتی تو تمھاری کسی غلطی کو سمجھنے کی کوشش کرتی۔ کیا مجھے میڈونا کے متعلق کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ تم آمر کے پاس جاؤ۔ اگر وہ تنہا ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"کیا تم سونیا کی موجودگی میں جانا نہیں چاہتے؟"

وہ سخت لہجے میں بولا "فضول سوالات سے پرہیز کرو۔"

"تم خود ہی کہتے ہو کہ مجھے فرہاد کی فیملی کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے پھر مجھے ڈانٹتے کیوں ہو؟"

وہ کچھ نرم ہو کر بولا "میں ذرا اپ سیٹ ہوں۔ بے شک تمھیں اُس فیملی کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ ہاں، مَیں سونیا کی موجودگی میں جانا نہیں چاہتا۔ وہ اکثر نفسیاتی حملے کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے میں اس کی باتیں سن کر عجلت یا بدحواسی میں کوئی اور غلطی کر بیٹھوں۔ لہٰذا میں سونیا، پارس اور علی تیمور کی موجودگی میں خیال خوانی نہیں کروں گا۔ تم جاؤ اور آمر کے متعلق رپورٹ دو۔"

وہ گئی پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولی "سونیا جا چکی ہے۔ آمر اپنے بستر پر تنہا لیٹا ہے اور اپنے بیمار اور کمزور دماغ کے متعلق سوچ رہا ہے۔ اسے شبہ ہے کہ ہم چوری چھپے اس کے پاس آتے ہیں۔"

"کیا اُسے خوف نہیں ہے کہ ہم فرزانہ اور نینسی کی طرح اس کی بھی جان لینے کی کوشش کر سکتے ہیں؟"

"اُسے زندگی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ وہ سوچتا ہے، جب تک زندگی ہے فرہاد کے ساتھ رہ کر دوسروں کی بھلائی کے لیے خیال خوانی کرتا رہے گا۔ موت آئے گی تو زندہ رہنے کی جدوجہد کیے بغیر مر جائے گا۔"

"ہاں، وہ اسی قسم کا آدمی ہے لیکن میں اس کا مزاج بدل دوں گا۔ آئندہ وہ فرہاد کے لیے نہیں، میرے لیے کام کرے گا۔"

وہ آمر کے پاس پہنچ گیا۔ کمزوری کے باعث اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ سو جانا چاہتا تھا۔ دانیال تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر اس کی سوچ پڑھتا رہا۔ اس کا خیال تھا، شاید رسونتی اس سے رابطہ قائم کرے گی لیکن وہاں خاموشی رہی۔ تب وہ آمر کے دماغ کو تھپک تھپک کر سُلانے لگا۔

اس نے گہری نیند سُلانے کے بعد پھر تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی۔ جب یقین ہو گیا کہ رسونتی ابھی نہیں آئے گی تو وہ اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کرنے لگا۔ وہی طریقِ کار اختیار کیا جو میڈونا کے سلسلے میں کر چکا تھا۔ اس نے حکم دیا "تم آمر نہیں ہو۔"

آمر نے تسلیم کیا۔ دانیال اس کا نام اور اس کی شخصیت مٹاتا رہا۔ پھر اسے حکم دیا "تمھارا نام جیری کوسلو ہے۔"

آمر نے تسلیم کیا "میرا نام جیری کوسلو ہے۔"

وہ کسی جیری کوسلو سے تعلق رکھنے والی تمام معلومات آمر کے دماغ میں بھرتا رہا۔ پھر اُس نے کہا "جیری کوسلو! تم خیال خوانی جانتے ہو۔"

"ہاں، میں خیال خوانی جانتا ہوں۔"

"تمھارا دماغ حساس ہے۔ تم صرف میری آواز اور لہجے کو پہچان

گر کسی حیل و حجت کے بغیر مجھے اپنے دماغ میں جگہ دیا کرو گے اور میرے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

اس نے دانیال کی باتیں دہرائیں۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ اُس کی پہلی شخصیت بالکل ختم ہو گئی ہے اور وہ نئے نام اور نئی شخصیت کے ساتھ اس کا تابعدار رہے گا تو اس نے اسے دو گھنٹے کے لیے تنویمی نیند سُلا دیا۔ میڈونا نے خوش ہو کر کہا "تم نے کتنی آسانی سے اسے اپنا معمول اور محکوم بنا لیا ہے۔ کیا یہ ہمیشہ کے لیے اپنی پہلی حیثیت بھول گیا ہے؟"

"نہیں، تنویمی عمل کا اثر زیادہ دنوں تک نہیں رہتا۔ میں اگلے ہفتے پھر اس پر عمل کروں گا۔ آج سے ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو گئے۔ میں نے فرہاد کی قوت گھٹا کر اپنی قوت بڑھا لی ہے بہرحال، تم جہاں ہو، وہیں آرمر کو پہنچانے کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔"

"اتنی رات کو یہاں اُسے کیسے لاؤ گے؟"

اس نے میڈونا کو روم پہنچانے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، اسی پر عمل کرتے ہوئے دو گھنٹے بعد آرمر کے پاس پہنچا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ دانیال نے پوچھا "ہیلو! کیا تم مجھے آواز اور لہجے سے پہچان رہے ہو؟"

"ہاں میں نے یہ آواز سُنی ہے۔ یہ لہجہ میری روح میں اُترا ہوا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد بولا "جیری کوسلو۔"

"تم نے دیر سے جواب دیا۔ کیا اپنا نام بھول گئے تھے؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں، میرا دماغ کچھ کمزور ہو گیا ہے۔"

"تم بیمار ہو اس لیے ایسا محسوس کر رہے ہو۔ بستر سے اٹھو اور چلنے پھرنے کی کوشش کرو۔ میں تمہاری جسمانی توانائی کا اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا، پھر بستر سے اُتر کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے سے باہر آیا۔ اسپتال میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تمام مریض گہری نیند میں تھے، باہر پہرا دینے والے سپاہی بھی سو گئے تھے۔ اگر نہ سوتے تو وہ انھیں ٹیلی پیتھی کی لوری دے کر سلا دیتا۔ اسپتال کے باہر ایک پولیس افسر نے آگے بڑھ کر پوچھا "مسٹر آرمر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

اس نے کہا "تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے میرا نام آرمر نہیں جیری کوسلو ہے"

افسر نے اسے تعجب سے دیکھا۔ اسی وقت دانیال نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اچانک اس کا مزاج بدل گیا۔ وہ مسکرا کر بولا "سوری مسٹر کوسلو! میں نے پہچاننے میں غلطی کی۔ آیئے آپ جہاں جانا چاہتے ہیں، میں پہنچا دوں گا۔"

افسر اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر اسپتال سے کئی میل دور ایک وسیع میدان میں لے آیا۔ وہ گاڑی سے اتر گیا۔ افسر گاڑی میں واپس چلا آیا۔ اسپتال کے سامنے آ کر وہ چونک گیا۔ دانیال نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "میں کہاں سے آ رہا ہوں، میرے ساتھ کوئی تھا؟ مگر کون تھا؟ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے اسپتال کے احاطے میں مسٹر آرمر کو دیکھا۔ او گاڈ! کیا ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے؟"

وہ اسپتال کے احاطے میں آیا۔ گاڑی سے اُتر کر دوڑتا ہوا آرمر کے کمرے میں پہنچا، کمرا خالی تھا۔ وہ پہرا دینے والے سپاہیوں کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگا۔ پھر اس نے اعلیٰ افسروں سے رابطہ قائم کیا۔ اعلیٰ افسران نے پوچھا "تم آرمر کو اسپتال کے احاطے میں دیکھنے کے بعد اپنی گاڑی میں کہاں گئے تھے؟"

"جناب! میں نے دماغ پر بہت زور دیا مگر یاد نہیں آ رہا ہے کہ کہاں گیا تھا۔ اسپتال کے سامنے آنے کے بعد مجھے ہوش آیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے تمھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کر کے آرمر کو کسی خاص جگہ پہنچایا گیا ہے۔ مادام سونیا کو فوراً اطلاع دینی چاہیے۔"

رات کا پچھلا پہر تھا۔ سونیا آرام سے سو رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سے آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر بولی۔ "میں سونیا ہوں۔"

"مادام! غضب ہو گیا۔ مسٹر آرمر کو اسپتال سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"آپ نے بہت بُری خبر سُنائی ہے۔ میں رسونتی سے کہتی ہوں، وہ آرمر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرلے گی کہ اغوا کرنے والے کہاں لے گئے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھا، ایک جماہی لی پھر آرام دہ بستر پر کروٹ بدل کر نہایت اطمینان سے آنکھیں بند کر کے سو گئی۔ اسے آرمر کے اغوا ہونے کی قطعی پروا نہیں تھی۔ چند لمحوں کے بعد ہی وہ پہلے کی طرح گہری نیند میں ڈوب چکی تھی۔

جب میں گولی لگنے کے بعد اسپتال پہنچا تھا تب ہی سونیا نے سمجھ لیا تھا کہ میرا بُرا وقت آ گیا ہے۔ میرے ہوش میں آتے ہی خیال خوانی کرنے والا دشمن مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسی لیے اس نے اور جناب شیخ صاحب نے مجھے کوما میں رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا تھا کہ مجھے کب تک کوما میں رکھا جائے گا؟ زیادہ دنوں تک کوما میں رہنے والے کے اعصاب سُن ہو جاتے ہیں۔ رگوں میں خون کی روانی کی رفتار کو نارمل رکھنے کے لیے پھر ایک صبر آزما میڈیکل ٹریٹمنٹ سے گزرنا پڑتا ہے۔ بشرطیکہ خیال خوانی کرنے والے دشمن مجھے طبی سہولتوں سے گزرنے کا موقع دیتے۔ اِن حالات میں سونیا نے سوچا تھا کہ جب مجھے کوما سے نکال کر مجھ پر تنویمی عمل کیا جائے گا اور خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ

رہنے کے لیے میرے دماغ کو حساس بنایا جائے گا تب کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس آنے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔ وہ انھیں روکنے کی تدبیر کر رہی تھی۔

سونیا کی نظروں میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن دو تھے۔ ایک میڈونا تھی اور دوسرا ایک اجنبی تھا۔ علی تیمور نے میڈونا کو ختم کرانے کے لیے اسے دانیال کے حوالے کیا تھا۔ اب صرف اجنبی سے خطرہ تھا۔ سونیا نے رسونتی کو سمجھایا تھا کہ مجھے کوما سے نکالتے وقت اسے اور دانیال کو میرے دماغ میں رہ کر دشمن کے حملوں کو روکنا اور مجھے دماغی توانائی پہنچانا چاہیے لیکن جلد ہی سونیا نے دانیال کو اس منصوبے سے خارج کر دیا۔ اسے اطلاع ملی کہ وہ میڈونا کو ہلاک کرنے میں ناکام رہا ہے۔ انسان کامیاب یا ناکام تو ہوتا ہی رہتا ہے مگر دانیال کی ناکامی ناقابلِ قبول تھی۔ وہ فوراً ہی اسے تیز رفتار ٹرین سے گرا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔

سونیا نے کہا "رسونتی! میں ابھی یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ دانیال ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہے۔ یا وہ میڈونا کو اپنی طرف مائل کر کے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار میں اضافہ کر رہا ہے مگر یہ ضرور کہوں گی کہ ہم دانیال پر بہت زیادہ بھروسا کرنے لگے ہیں اور یہ نامناسب ہے۔"

"کیا فرہاد کو کوما سے نکالتے وقت دانیال کو اعتماد میں نہیں لیا جائے گا؟"

"نہیں، تم آرمر کے ساتھ فرہاد کے پاس رہو گی۔"

"اگر وہ اعتماد کے قابل نہیں ہے تو چپکے سے فرہاد کے دماغ میں آ کر دشمنی کر سکتا ہے۔"

"میں اُسے موقع نہیں دوں گی۔"

"سونیا! پہلے ہمارے علم میں دو ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اجنبی دشمن تھا، پھر میڈونا زندہ رہ گئی۔ وہ بھی فرہاد کے دماغ میں آئے گی۔ دانیال کی طرف سے بھی اندیشہ ہے۔ کیا فرہاد کے دماغ میں رہ کر اتنے دشمنوں کو روکنا ممکن ہو گا؟"

"حوصلہ ہارنے سے ہر بات ناممکن ہو جاتی ہے۔ میں دانیال کو اپنے پاس بلا رہی ہوں۔ کل میری طرف سے ایک ڈمی دانیال ظاہر ہو گا۔ دانیال سمجھے گا کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا دشمن ہے اور اس کے نام سے پیرس میں واردات کرنے آیا ہے اور وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا سوچے گا کہ موقع غنیمت ہے۔ جب دانیال ظاہر ہو گیا ہے تو اُسے موت کے گھاٹ اُتار دینا چاہیے۔ اِس طرح وہ خیال خوانی کرنے والے آپس میں اُلجھے رہیں گے۔ میں اُنھیں زیادہ مصروف رکھوں گی۔ اُدھر تمھیں فرہاد پر تنویمی عمل کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

"تم زبردست چال چل رہی ہو لیکن وہ آپس میں اُلجھنے سے

پہلے فرہاد کو ختم کرنا ضروری سمجھیں گے۔ انھیں ایسا موقع بار بار نہیں ملے گا۔"

"میں مانتی ہوں۔ وہ پہلے فرہاد کو ختم کرنے آئیں گے لیکن تم مستعد رہوگی تو میڈونا اور وہ اجنبی ناکام ہو کر دوسرے دشمن کی طرف پلٹیں گے۔ ادھر میں دانیال کو وقتی طور پر خیال خوانی کی صلاحیت سے محروم کردوں گی تو وہ فرہاد کے دماغ میں نہیں جاسکے گا۔"

"واقعی تم کسی حال میں مایوس ہونا نہیں جانتی ہو۔ انشاء اللہ میں تمھاری ہدایات پر عمل کرکے دشمنوں کو فرہاد سے دور رکھوں گی۔"

سونیا نے اس منصوبے پر عمل کرکے ایک ڈمی دانیال تیار کیا۔ اس کے لیے دانیال کا ہم شکل ہونا ضروری نہیں تھا۔ ظاہر یہ کرنا تھا کہ وہ ڈمی میک اپ میں ہے اور میک اپ کے پیچھے دانیال کے اصل چہرے کو چھپائے ہوئے ہے۔ یہ تو سونیا ہی جانتی تھی کہ اس ڈمی سے کس طرح ڈراما پلے کرائے گی۔

حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے اور حالات کے مطابق منصوبے میں بھی تبدیلی ہو رہی تھی۔ دانیال نے فرزانہ اور نینسی کے دماغ میں آکر غلطی کی۔ اگرچہ ابھی تک سونیا اسے دشمن نہیں سمجھ رہی تھی۔ تاہم اجنبی دشمن کے متعلق سوچ رہی تھی کہ میڈونا کی وجہ سے اس کی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ وہ اور اضافہ کرنے کے لیے آرمر اور جوجو کو بھی ٹریپ کرسکتا ہے۔ کیونکہ وہ دونوں آسانی سے معمول بنائے جاسکتے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی اس نے رسونتی سے کہا "آرمر پر تنویمی عمل کرو۔ اسے اپنے احکامات کا پابند بناؤ اور یہ بات ذہن نشین کرا دو کہ آئندہ چند دنوں میں وہ کسی دوسرے عامل سے اثر قبول نہیں کرے گا۔ اگر کوئی اس پر عمل کرنا چاہے گا تو تم اس کے دماغ میں رہ کر تنویمی عمل کو بے کار کردو گی لیکن وہ بہ ظاہر اس عامل کا وفادار رہے گا۔"

رسونتی نے پوچھا "کیا ایسا ہوسکتا ہے؟"

"مجھے آثار نظر آرہے ہیں، جو کہتی ہوں، وہ کرتی جاؤ۔"

رسونتی نے آرمر پر عمل کرکے اسے اپنا تابعدار بنایا۔ پھر اسے بیمار اور دماغی طور پر کمزور بنا کر پیرس کے ایک اسپتال میں پہنچا دیا۔ شطرنج کھیلنے والے پہلے ہی تاڑ لیتے ہیں کہ مقابل کیسی چال چلنے والا ہے۔ سونیا نے بھی درست اندازہ لگایا تھا۔ دانیال اپنی قوت بڑھانے کی دھن میں آرمر تک پہنچ گیا تھا۔ رسونتی اس کی آمد کی رپورٹ سونیا کو دے رہی تھی۔ سونیا نے پوچھا "کیا تم نے آنے والے کو لہجے سے پہچانا ہے؟"

"نہیں، اس کی آواز اور لہجہ پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"تم آرمر کے دماغ میں بالکل خاموش رہو۔ کسی حال میں بھی ایک لفظ نہ کہو۔ اس دشمن خیال خوانی کرنے والے کی شامت آگئی ہے۔ وہ اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے آرمر کو خفیہ اڈے میں لے جائے گا۔ میڈونا سے ملاقات کرائے گا اور تم وہاں کی ایک ایک رپورٹ مجھ تک پہنچاتی رہوگی۔"

دانیال نے ایک دانشمندی کی تھی۔ میڈونا اور آرمر کے دماغوں میں آکر پرائی آواز اور لہجے میں بولتا رہا تھا اس لیے وہ ابھی تک شبہے سے بالاتر رہا۔ رسونتی اور سونیا اسی اجنبی خیال خوانی کرنے والے پر شبہ کرتی رہیں۔ دانیال ابھی محفوظ تھا مگر اس کا خفیہ اڈا اس وقت ظاہر ہوگیا جب آرمر کو اغوا کرکے وہاں پہنچایا گیا۔ یوں تو فرانسیسی سراغرسانوں کو پہلے ہی شبہ ہوگیا تھا کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی خفیہ رہائش گاہ روم میں ہے۔ کیونکہ اس شہر کے قریب ہی وہ ہیلی کاپٹر سمندر میں گر کر تباہ ہوا تھا جس میں میڈونا آئی تھی۔ آرمر کو لانے والا ہیلی کاپٹر بھی سمندر کے اسی حصے میں گر کر تباہ ہوا تھا۔ رسونتی نے صبح چار بجے سونیا کو نیند سے جگایا پھر کہا "آرمر کو شہر روم کے ایک بہت بڑے بنگلے میں پہنچایا گیا ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنے گیا ہے۔ اب آتا ہی ہوگا۔ میں آرمر کے پاس جارہی ہوں۔"

سونیا نے کہا "بار بار میرے پاس آؤ گی تو وہاں کی کوئی اہم بات رہ جائے گی۔ کوئی خاص بات ہو یا کوئی مشورہ لینا ہو تو آجانا، ورنہ ایک گھنٹے بعد مجھے مخاطب کرسکتی ہو۔"

رسونتی پھر آرمر کے پاس آگئی۔ اس وقت دانیال پوچھ رہا تھا "ہیلو جیری کوسلو! تم نے بیماری میں سفر کرنے کی زحمت اٹھائی ہے۔ تمھیں آرام سے سو جانا چاہیے۔"

"مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔ میں اس بنگلے کے باغیچے میں ٹہلنا چاہتا ہوں۔"

"جیسا کہ تم جانتے ہو، تم جیری کوسلو ہو۔ تمھارے بہت سے دشمن ہیں۔ باغیچے میں ٹہلنے جاؤ گے تو کسی دشمن کی نظروں میں آجاؤ گے۔ میں ایک شخص کو بھیج رہا ہوں۔ وہ تمھارے چہرے پر عارضی میک اپ کرے گا۔ تم پندرہ منٹ بعد باغیچے میں چہل قدمی کے لیے جاسکو گے۔"

پانچ منٹ کے بعد ہی ایک حسین عورت ایک شخص کے ساتھ آئی۔ وہ شخص آرمر کے چہرے کو معمولی میک اپ سے عارضی طور پر بدلنے لگا۔ آرمر میک اپ کے دوران اس حسینہ کو بار بار دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھی بڑی اداؤں سے ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ نظریں ملنے پر مسکراتی تھی۔ آرمر فوراً نظریں جھکا لیتا تھا۔ بیس منٹ میں میک اپ مکمل ہوگیا۔ وہ شخص چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حسینہ نے مسکرا کر کہا "تمھارے بارے میں جو سنا وہی پایا ہے۔ تم بڑے شرمیلے ہو۔ عورتوں سے نظریں چراتے ہو۔"

وہ جھینپتے ہوئے بولا "تم کون ہو؟"

وہ ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر اس کے پاس آئی۔ آرمر گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی "میرا نام کرینا کیمرون ہے۔ میں بھی تمھاری طرح خیال خوانی کرلیتی ہوں۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے کے دوران میرے اندر آواز آرہی تھی کہ میں خیال خوانی کرسکتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے صحت مند ہونے کی ضرورت ہے۔ کیا میں بیمار ہوں؟"

"مجھے تو صحت مند لگ رہے ہو۔ آؤ، باہر کھلی فضا میں چلتے ہیں۔"

وہ میڈونا کے ساتھ باغیچے میں آگیا۔ رسونتی اس کے ذریعے آس پاس کے علاقے کو سمجھ رہی تھی۔ آرمر نے پوچھا "کیا تمھارے دماغ میں بھی کوئی بولتا ہے؟"

"ہاں، بولتا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ اسے دیکھنے کی آرزو کرتی ہوں۔ خیالوں میں اس کی تصویر بناتی ہوں۔ یقین کرو، وہ تصویر ہوبہو تمھاری ہوتی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے تم ہی میرے دماغ میں بولتے رہے ہو اور اب جیری کوسلو بن کر سامنے آئے ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "تم بہت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ ہو۔"

"مس کرینا! یہ کیا مذاق ہے۔ میں بوڑھا ہوں۔ بوڑھے ہینڈسم اور اسمارٹ نہیں ہوتے۔ ان کے چہروں پر بزرگی اور شخصیت میں وقار ہوتا ہے۔ کیا تمھاری بینائی کمزور ہے؟"

"جیری! میری جان! بینائی تمھاری کمزور ہوسکتی ہے۔ کیونکہ تم خود کو بڑھاپے کی نظر سے دیکھتے ہو۔ میں تمھیں جوانی کی آنکھ سے دیکھ رہی ہوں۔"

"میں اپنے ماضی کا بہت سا حصہ بھول گیا ہوں مگر اتنا سمجھتا ہوں کہ میری جوانی میں کسی عورت نے جادو نہیں جگایا، اسی لیے آج تنہا ہوں۔"

رسونتی نے سونیا کے پاس آکر کہا "ایک عورت آرمر سے بے شرمی کی حد تک فری ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ اپنا نام کرینا کیمرون بتاتی ہے۔ ہم میڈونا کی توقع کر رہے تھے لیکن یہ خیال خوانی کرنے والی دوسری عورت سامنے آئی ہے۔"

"ہوسکتا ہے یہی میڈونا ہو۔ اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی شخصیت اور لب و لہجہ بدل دیا ہو تاکہ تم میں سے کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اسے پہچان نہ سکے۔"

"جس بنگلے میں آرمر اور کرینا ہیں، میں اس کے آس پاس کے علاقے کو کسی حد تک سمجھ گئی ہوں۔ وہاں تک اپنے لوگوں کی راہنمائی کرسکتی ہوں۔"

"ابھی ان میں سے کسی کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"وہ جگہ تبدیل کرکے کہیں گم ہوسکتے ہیں۔ آرمر کو ایسی جگہ قید کرسکتے ہیں جہاں سے اس کا دماغ ہماری راہنمائی نہ کرسکے۔"

"جب تک شبہ نہیں ہوگا، وہ آرمر کو کہیں قید نہیں کریں گے۔ اپنا محکوم بنا کر رکھیں گے۔ اسی لیے سمجھا رہی ہوں، کسی سے چھیڑ نہ کرنا۔"

"میں تمھارے مشوروں پر عمل کر رہی ہوں۔ اگر اپنے طور پر کچھ کرنا ہوتا تو کرینا کے دماغ میں آسانی سے پہنچ جاتی۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا جب آرمر کے دماغ میں آتا ہے تو مخصوص کوڈ ورڈز سناتا ہے۔ وہ یہی کوڈ ورڈز کرینا کے پاس آکر ادا کرتا ہوگا۔"

"وہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ بعض لوگ مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ کوڈ ورڈز مقرر کرتے ہیں۔ تم نے کرینا کے دماغ میں نہ جاکر عقلمندی کی ہے۔ ذرا تحمل سے کام لو۔ ہمیں اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے تک پہنچنا ہے۔"

"کیا دانیال تمھارے پاس آگیا؟"

"ابھی اس نے رابطہ قائم کیا تھا۔ کہہ رہا تھا ایک گھنٹے کے اندر پیرس میں ہوگا۔"

"کیا وہ تل ابیب سے آرہا ہے؟"

"نہیں، میں بتاؤں گی تو تم چونک جاؤ گی۔"

رسونتی نے حیرانی سے پوچھا "کیا روم سے آرہا ہے!"

"شاباش رسونتی! اب تم تیزی سے صحیح سمت چل رہی ہو۔"

"مگر سونیا! تمھارا جواب نہیں ہے۔ تم غلط افراد کو بہت پہلے

ہی بھانپ لیتی ہو۔ جب سے میڈونا دانیال کے ہاتھ سے نکلی ہے تم نے دانیال پر بھروسا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ روم میں کب سے ہے؟ اور وہاں کیا کرتا رہا ہے؟"

"اُس کی موجودگی میں روم سے کچھ فاصلے پر دو ہیلی کاپٹر سمندر میں غرق ہوئے۔ ایک اس وقت غرق ہوا جب میڈونا کو ہمارے ہاتھوں سے نکلے ہوئے چار چھ گھنٹے گزرے تھے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر آرمر کے اغوا کے بعد تباہ ہوا۔ اس تمام کارروائی کے دوران دانیال وہاں موجود رہ کر ہم سے اُن ہیلی کاپٹروں کے متعلق گفتگو کر سکتا تھا۔ اپنا خیال ظاہر کر سکتا تھا کہ وہی خیال خوانی کرنے والا اجنبی یا ایسی حرکتیں کر رہا ہے مگر اس کے دل میں چور ہے اس لیے اس نے ان وارداتوں کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی۔"

"ہاں۔ اُس کے خلاف شبہات بڑھتے جا رہے ہیں۔"

وہ گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولی "آدھے گھنٹے میں دانیال یہاں پہنچنے والا ہے۔ ایئرپورٹ کے امیگریشن کاؤنٹر پر جس کی ڈیوٹی ہے تم اس کے دماغ میں رہو۔ دانیال کا پاسپورٹ جس کاؤنٹر پر آئے گا وہاں ڈیوٹی دینے والے کے ذریعے پاسپورٹ کو پڑھ کر معلوم کر سکو گی کہ وہ تل ابیب سے کب روانہ ہوا، روم کب پہنچا اور وہاں کتنے دن رہ کر یہاں آ رہا ہے۔"

سونیا اس کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ آئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد رسونتی نے بتایا "وہ پچھلے دن صبح تل ابیب سے روانہ ہو کر روم پہنچا۔ روم میں پچھلا ایک دن اور ایک رات گزار کر یہاں آ رہا ہے۔"

"اب اس کی دُہری چالیں واضح ہوتی جا رہی ہیں۔ روم میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے افراد سے کہو اُس بنگلے کا محاصرہ کر کے تمھارے حکم کے منتظر رہیں۔ جب تک تمھاری اجازت نہ ہو، وہاں کسی کو چھیڑا نہ جائے۔ میں تمھیں بتاؤں گی کہ میڈونا کو کب ختم کرنا ہے۔ ہر کام مناسب وقت پر ہوگا۔ ورنہ دانیال کو خیال خوانی کے ذریعے میڈونا کے خلاف ہونے والی کارروائی کا علم ہو جائے گا۔"

رسونتی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ انٹیلی جنس کے ایک جاسوس نے آکر کہا "مادام! وہ لگیج ہال سے ایک اٹیچی لے کر باہر آ رہا ہے۔ اس نے ڈارک بلیو سوٹ پہن رکھا ہے۔ اس کے پیچھے ہمارا ایک جاسوس بھی ہے۔ کیا اتنی شناخت کافی ہوگی؟"

سونیا نے گہرے نیلے رنگ کے سوٹ میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس کے پیچھے سونیا کا جانا پہچانا جاسوس نظر آ رہا تھا۔ وہ فوراً آگے بڑھ کر اس شخص کے سامنے آگئی۔ وہ ٹھٹک گیا۔ اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سونیا نے اپنی آنکھوں سے سن گلاسز کو ہٹاتے ہوئے کہا "میری آواز سن کر یا میری آنکھوں میں جھانک کر معلوم کر لو میں کون ہوں۔"

وہ عارضی میک اپ میں تھی، وہ پہچان نہ سکا۔ یہ سوچ کر گھبرا گیا کہ وہ خود پہچان لیا گیا ہے، اسی لیے ایک اجنبی عورت راستہ روک کر خیال خوانی کی دعوت دے رہی ہے۔ اس نے فوراً ہی دماغ میں پہنچنا چاہا۔ سونیا نے سانس روک لی پھر کہا "تم نے میرے دماغ میں آنے کی ناکام کوشش کر کے میرے شبہے کو یقین میں بدل دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "تم کون ہو؟ اور مجھے کیا سمجھ رہی ہو؟"

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر بولی "مجھے دوست سمجھو۔"

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "دوست ہو تو اپنا تعارف کراؤ۔ اوہ..." وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ مصافحے کے دوران سونیا کی انگوٹھی سے ایک سوئی نکل کر اس کی ہتھیلی میں چبھ گئی تھی.... اس کے ساتھ ہی چند لمحوں کے لیے اس کا تمام جسم سُن ہو گیا۔ وہ جُوں کا تُوں کھڑا رہ گیا۔ پھر سونیا نے اپنا ہاتھ اس سے الگ کیا تو وہ نارمل ہونے لگا۔ جیسے جسم میں دوبارہ جان آگئی ہو۔ وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا "تمھاری انگوٹھی نے مجھے چند لمحوں کے لیے بے بس کر دیا تھا۔ میں اب بھی کچھ کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تم نے میرے اعصاب کو کمزور بنا دیا ہے؟"

"مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔ میڈونا سے رابطہ قائم کرو۔"

"کون میڈونا؟ میں کسی میڈونا کو نہیں جانتا۔ آخر تم کون ہو؟"

"مجھے پہچاننے کے چکر میں رہو گے تو میرے آدمی روم کے اس بنگلے میں پہنچ جائیں گے جہاں تم میڈونا اور آرمر کو چھوڑ آئے ہو۔"

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اب پتا چلا کہ اعصاب کی کمزوری کے ساتھ دماغی توانائی میں بھی کمی آگئی ہے۔ وہ میڈونا کو خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ اتنا ضروری تھا کہ وہ چند ساعتوں کے لیے بے اختیار آنکھیں بند کر کے پھر خیال خوانی کی پرواز کرنے لگا۔ سوچ کا پرندہ پَر تولتا تھا مگر تھک کر اُڑنے سے رہ جاتا تھا۔ پھر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دو شخص اس کے دونوں طرف تھے اور اُسے دھکے دے کر لے جا رہے تھے۔

اس ناگہانی مصیبت نے اُس کے ہوش اُڑا دیے تھے۔ بچاؤ کی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ اسے ٹیلی پیتھی کے ہتھیار پر اتنا بھروسا تھا کہ وہ اس ہتھیار سے محروم ہونے کا کبھی تصور بھی نہیں کرتا تھا۔ اُسے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر لا کر بٹھایا گیا۔ پھر اس کے دائیں بائیں دو مسلح گارڈز بیٹھ گئے۔ سونیا اگلی سیٹ پر آگئی۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی اسی وقت رسونتی نے آکر کہا "اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ وہ لوگ تمھاری اجازت کے منتظر ہیں۔"

"پہلے دانیال کے دماغ میں چپکے سے جاؤ اور چور خیالات پڑھ کر بتاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ دانیال اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتے سوچتے تھک

گیا تھا۔ وہ بار بار اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی سونیا کو دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے پوچھا "کیا تم سونیا ہو؟"

وہ بولی "کیا میرے سونیا ہونے سے کوئی فرق پڑے گا؟"

"اگر تم کوئی اور ہو تو میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے کے بعد اپنی جان سے جاؤ گی۔ میں فرہاد صاحب کا وفادار ہوں۔ فرہاد صاحب یا ان کی فیملی کا کوئی بھی ممبر تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"تو پھر آواز دو فرہاد کو۔"

"تم نے مجھے خیال خوانی کے قابل کب چھوڑا ہے۔"

"رسونتی تمھارے دماغ میں آسکتی ہے۔ اور اگر آجائے اور تمھارے چور خیالات پڑھنے لگے تو کیا ہوگا؟"

وہ تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ ابھی سانس روکنے کے قابل نہیں ہے، کوئی بھی اُس کے دماغ میں آکر اس کی دُہری چالوں کو سمجھ سکتا ہے۔ فرہاد سے وفاداری کی قسمیں کھانے کے جھوٹ اور فریب کو سمجھ سکتا ہے۔ اس نے گھبرا کر کہا "نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں آسکتا۔ م... میں سانس روک لوں گا۔"

"تمھارا دماغ بے حس ہو چکا ہے۔ تم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گے۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے اندر کی تمام گھناؤنی سازشوں کو اُگلنا شروع کر دو۔"

"میں نے کسی کے خلاف کوئی سازش نہیں کی ہے۔ تم کون ہو؟"

"تم بار بار پوچھ رہے ہو، اس لیے بتاتی ہوں۔ میں تمھاری موت ہوں۔"

"تمھیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"دشمن کو معلوم ہونا چاہیے کہ دشمنی کیا ہوتی ہے؟ اور کیوں ہوتی ہے؟"

"میں کسی کا دشمن نہیں ہوں۔"

"نہیں ہو تو ہو جاؤ۔ فرہاد کو ختم کر دو۔ تم میں سے کوئی ایک زندہ رہے گا۔ تم اسے ہلاک نہیں کرو گے تو میں تمھاری موت بن جاؤں گی۔"

"تم فرہاد کو کیوں ختم کرنا چاہتی ہو؟"

"میں تمھیں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔"

"میرا دل کہتا ہے کہ تم سونیا ہو اور میرا امتحان لے رہی ہو۔"

"اگر سونیا کو تمھاری حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ اتنی دیر تمھارے ساتھ کار میں نہیں بیٹھے گی۔ پہلی فرصت میں تمھیں قتل کر دے گی اور آرمر کو روم سے واپس لے آئے گی۔"

"تم آرمر کے متعلق کیسے جانتی ہو؟"

"جب تم اس پر تنویمی عمل کرنے والے تھے اس وقت اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی اس کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس نے تمھارے عمل کو بے اثر کر دیا۔ تم نے مطمئن ہو کر آرمر کو تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ایسے ہی وقت اس اجنبی نے اس پر عمل کیا اور اسے اپنا معمول بنا کر حکم دیا کہ وہ بظاہر تمھارا تابعدار بنا رہے۔ اس طرح آرمر ابھی تک محض دکھاوے کے لیے تمھارا تابعدار بنا ہوا ہے۔"

"تم اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق کیسے جانتی ہو؟"

"وہ میرا بھائی ہے۔ ہمارا آپس میں خون کا گہرا رشتہ ہے۔ آج ہم نے سوچا تھا کہ فرہاد کو کوما سے نکالا جائے گا تو اسے ہلاک کر دیں گے لیکن پچھلی رات میرے بھائی کو گولی لگ گئی ہے۔ وہ ایک جگہ زیرِ علاج ہے۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔ تب ہم نے تمھارے بارے میں سوچا کہ فرہاد کو تمھارے ذریعے ہی قتل کیا جا سکتا ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں پیرس آ رہا ہوں؟"

سونیا نے ڈیش بورڈ سے اخبار نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "پہلے صفحے کے چوتھے کالم کو دیکھو۔"

اس نے دیکھا اور پڑھا۔ جلی حروف میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ سپر ماسٹر کا باغی ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈمی دانیال پیرس میں موجود ہے۔ سونیا نے کہا "دراصل یہاں کی انٹیلی جنس والوں نے کل میرے بھائی کو ایک جگہ خیال خوانی کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ میرا بھائی انھیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے چکر دے کر چھپنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

"لیکن اُسے دانیال کیوں سمجھا گیا ہے؟"

"اس لیے کہ وہ تمھارے نام سے اس ملک میں آیا ہے۔"

"اوہ گاڈ! تم دونوں بھائی بہن میرے پیچھے کیسے پڑ گئے؟"

"میرا بھائی آرمر کی بیماری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنے زیرِ اثر لانا چاہتا تھا۔ تم بھی یہی سوچ کر اس کے دماغ میں آئے۔ پھر ہم آرمر کے ذریعے تمھارے روم کے خفیہ اڈے تک پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں پتا چلا کہ تم فلاں طیارے سے پیرس آ رہے ہو۔ اس طرح میں تمھارے استقبال کے لیے پہنچ گئی۔"

دانیال گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ دماغ نے سمجھایا وہ بُری طرح پھنس گیا ہے۔ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے سے دوستی نہیں کرے گا اور اس کی بہن کے حکم کے مطابق فرہاد کو ختم نہیں کرے گا تو وہ اُسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ یوں بھی وہ مجھے کوما سے نکلتے ہی ختم کرنے والا تھا اور اس کا الزام اجنبی خیال خوانی کرنے والے کے سر تھوپنا چاہتا تھا۔ اب بھی یہی ہونے والا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ محکوم بن کر ایسا کرنے کے لیے مجبور کیا جا رہا تھا اور اپنی سلامتی کے لیے وہ مجبور ہو چکا تھا۔

سونیا نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

اس نے کہا "فرہاد کو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی ہلاک کر سکتا ہے۔ اسی لیے تم نے میرا انتخاب کیا ہے؟"

"ہاں اسی لیے تمھارا انتخاب کیا ہے۔"

"لیکن یہ کیسی حماقت ہے کہ تم نے ملتے ہی مجھے خیال خوانی سے محروم کر دیا ہے۔ میں فرہاد کے دماغ تک کیسے پہنچوں گا؟"

کار ایک ویران بنگلے کے احاطے میں داخل ہو کر رک گئی۔ وہ سب کار

سے اُترے پھر بنگلے کے اندر آ گئے۔ وہاں کے تمام کمرے ہائشی سامان سے خالی تھے صرف ایک بڑے سے کمرے میں چند کرسیاں تھیں۔ دونوں مسلح گارڈز نے دانیال کو ایک کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا۔ وہ بولا "تم مجھ سے کام لینا چاہتی ہو لیکن دشمنوں جیسا سلوک کر رہی ہو۔"

"یہ دشمنی نہیں، احتیاطی تدابیر ہیں۔ ابھی ایک انجکشن کے ذریعے دماغی توانائی واپس لائی جائے گی پھر تم خیال خوانی کر سکو گے۔ تم اسی حالت میں فرہاد کے دماغ تک پہنچ کر اُسے ختم کرو گے۔ ہم دوسرے ذرائع سے معلوم کریں گے، اگر وہ موت کے گھاٹ اُتر چکا ہو گا تو ہم تمہیں آزاد کر کے دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔ میں فرہاد کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سانس روک دوں گا۔"

کہیں سے فون کی گھنٹی کی آواز آ رہی تھی۔ سونیا تیزی سے چلتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی پھر ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

پارس کی آواز سنائی دی "ہیلو ممّا! میں آپ کا بیٹا بول رہا ہوں۔ ابھی آپ کے خاص آدمی نے بتایا ہے کہ آپ نے دانیال کو ٹریپ کیا ہے۔ آخر بات کیا ہے؟"

"یہ کمبخت آستین کا سانپ نکلا۔ اب ہماری نینسی اور فرزانہ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہی شیطان میڈونا بن کر اُنھیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ آنا چاہو تو چلے آؤ۔"

"ابھی آ رہا ہوں۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ ائیرپورٹ سے اس بنگلے میں آنے تک رسونتی نے دانیال کے چور خیالات پڑھے تھے۔ پھر سونیا کو بتایا تھا کہ یہی دانیال، میڈونا بن کر فرزانہ اور نینسی کی جان لینا چاہتا تھا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آرمر کے ساتھ فری ہونے والی میڈونا نہیں تھی، اس کی ڈمی تھی۔ اصلی میڈونا اُسی شہر کے دوسرے بنگلے میں تھی۔ سونیا نے کہا "ہمارے آدمیوں سے کہو وہ دوسرے بنگلے پر چھاپا مار کر میڈونا کو گرفتار کریں۔ اگر وہ ذرا بھی بچ نکلنے کی کوشش کرے تو اسے گولی مار دیں۔"

رسونتی نے کہا "کیا میں وہاں جانے سے پہلے دانیال سے اعترافِ جرم کراؤں؟"

"اس کے چور خیالات نے اسے آستین کا سانپ ثابت کر دیا ہے۔ باقی میں اس کی زبان کھلوالوں گی۔"

"وہ بہت ڈھیٹ ہے۔ اس کی زبان کھلوانا مشکل ہے۔ میں پلک جھپکتے ہی ایسا کر سکتی ہوں۔"

"تم پلک جھپکتے ہی یہاں سے جاؤ۔ ورنہ میڈونا ہاتھ سے نکل جائے گی۔ جب واپس آؤ گی تو وہ اعترافِ جرم کر چکا ہو گا۔"

سونیا نے پارس سے باتیں کرنے کے بعد ریسیور رکھا تو رسونتی واپس آ گئی۔ اس نے کہا "دوسرے بنگلے میں میڈونا نہیں ہے۔"

"رسونتی! تم نے خود ہی دانیال کے خیالات پڑھے تھے، اس بنگلے کا نمبر نوٹ کیا تھا؟"

"میں پھر اس کے خیالات اچھی طرح پڑھ کر آتی ہوں۔"

وہ گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولی "اوہ سونیا! تم نے تو کمال کر دیا۔ اس کی سوچ بتا رہی ہے کہ اس نے مختلف انداز میں اعترافِ جرم کیا ہے۔ تم فرہاد کی دشمن بن کر اس سے..."

سونیا نے بات کاٹ کر کہا "پلیز رسونتی! کام کی بات کرو۔ میڈونا کہاں ہے؟"

"دانیال کی سوچ اسی بنگلے کا پتا بتا رہی ہے مگر میڈونا وہاں نہیں ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ رسونتی نے پوچھا "کیا تم وہی سوچ رہی ہو جو میں سوچ رہی ہوں؟"

"میں کیا جانوں، تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"یہی کہ میڈونا، دانیال کے زیرِ اثر نہیں تھی۔ موقع ملتے ہی دوسرے بنگلے سے فرار ہو گئی۔"

سونیا نے کہا "تمہیں خیال خوانی کرتے ہوئے اتنی عمر گزر گئی مگر کسی خاص بات پر پوری توجہ دینے کا ڈھنگ نہیں آیا۔ جاؤ، پھر دانیال کے خیالات پڑھو۔ تمہیں پتا چلے گا اس نے کن حالات میں میڈونا کو مجبور اور بے بس بنا کر تنویمی عمل کیا تھا۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ اس کے زیرِ اثر تھی۔ وہ خود فرار نہیں ہوئی ہے بلکہ اغوا کی گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں پوری توجہ سے اس کے خیالات پڑھ کر آتی ہوں۔"

وہ پھر گئی۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اور سوچتی ہوئی اس بڑے کمرے کی طرف جانے لگی جہاں دانیال کو باندھ کر رکھا گیا تھا۔ رسونتی نے فوراً ہی واپس آ کر کہا "سونیا! وہ... وہ دانیال تو مر چکا ہے!"

وہ دوڑتی ہوئی دانیال کے پاس آئی۔ اس کا سر آگے کی طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کی نبض ٹٹولی۔ رسونتی نے کہا "میں اس کے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کر چکی ہوں مگر یہ موت کی تاریکیوں میں گم ہو گیا ہے۔"

سونیا نے مسلح گارڈ سے پوچھا "کیا تم لوگوں نے اسے تڑپتے ہوئے دیکھا تھا؟"

ایک نے کہا "جی ہاں۔ ہم سمجھ رہے تھے، یہ رسیوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ پھر اچانک ہی یہ ساکت ہو گیا۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر سوچ کے ذریعے کہا "رسونتی! میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ میڈونا فرار نہیں ہوئی، اُسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

"ہاں، اور یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو! خوشی کی بات کیسے ہے؟"

"وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بڑی خاموشی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے اُسے کچھ کھلنے پر مجبور کرنے کے لیے ہی دانیال کے متعلق خبریں شائع کرائی تھیں تاکہ وہ دانیال کے پیچھے پڑنے کے لیے بیرس آئے یا دور رہ کر اُسے ٹریپ کرے مگر اس کی حرکتیں ہماری نظروں میں رہیں۔"

"لیکن اس نے ہمارے شکار کو مار ڈالا ہے۔"

"ہم اسے کب زندہ چھوڑنے والے تھے۔"

فون کی گھنٹی پھر سنائی دی۔ سونیا نے دوسرے کمرے میں آ کر ریسیور اُٹھایا پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں مسٹر سونیا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں سونیا بول رہی ہوں۔"

"اوہ مسٹر! آپ نے مجھے بھائی بنا کر میری برسوں کی آرزو پوری کی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"آپ اتنی جلدی بھول گئیں۔ ابھی ائیرپورٹ سے آتے وقت آپ نے دانیال سے کہا تھا کہ آپ اجنبی خیال خوانی کرنے والے کی بہن ہیں۔"

"اچھا تو تم میرے خیال خوانی کرنے والے بھائی ہو۔"

"جی ہاں۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"اس میں احسان کی کیا بات ہے؟"

"آپ اور مسٹر فرہاد زبان کے دھنی ہیں۔ جو کہہ دیتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔ آپ کے بھائی کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مجھے کبھی دشمن نہیں سمجھیں گی۔"

"ٹھیک سمجھے برادر! کچھ اور سمجھا رہی ہوں، وہ بھی سمجھ لو۔ ہمارے رشتے کے مطابق آج سے فرہاد تمہارا دولہا بھائی ہے۔"

وہ چونک کر بولا "ایں؟"

"آگے سنو۔ تم پارس اور علی تیمور کے ماموں جان ہو۔ اپنے بہنوئی اور بھانجوں کی جتنی عزت کرو گے، اس بہن سے تمہیں اتنی ہی محبت اور سلامتی ملے گی۔"

دوسری طرف ریسیور رکھ دیا گیا۔ رسونتی نے ہنستے ہوئے کہا "وہ بھاگ گیا۔"

سونیا نے کہا "تمام انسانی رشتوں میں بہن کا رشتہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسے صرف غیرت مند ہی نباہ سکتے ہیں۔"

پارس نے کمرے میں آ کر کہا "ممّا! میں آپ کی باتوں سے مطمئن ہو کر نینسی کو اسپتال میں چھوڑ آیا ہوں۔ یہاں آتے ہی معلوم ہوا کہ دانیال کی موت ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوئی ہے۔ کیا اُس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نینسی اور فرزانہ کو خطرہ پیش نہیں آئے گا؟"

"ہاں، مجھے بھی یہی تشویش ہے۔ وہ اجنبی بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں سامنے دیوار کی طرف گیا پھر واپس آتے ہوئے بولا "حالات بہت کچھ سکھاتے ہیں۔ آج عقل کہتی ہے کہ ہم بھائیوں کو شریکِ حیات بنانے کے لیے ایسی لڑکیوں کا انتخاب کرنا چاہیے جو حساس دماغ رکھتی ہوں اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوں۔ میک اَپ کی ماہر ہوں، بہترین فائٹر بھی ہوں، ذہانت اور حاضر دماغی سے اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہوں۔ آپ فرزانہ اور نینسی کو ایسا بنانا چاہتی ہیں لیکن آپ کو وقت نہیں مل رہا ہے اور جب تک وقت ملے گا، دشمن اُنھیں ختم کر دیں گے۔"

سونیا نے کہا "رسونتی! تم فرزانہ اور نینسی کی خبر لیتی رہو۔"

"فرہاد کا کیا ہو گا؟ وہ کب تک کوما میں رہے گا؟"

"مجبوری کی حالت میں کوما کی مدت بڑھائی جا سکتی ہے۔ وہ اجنبی موت کی طرح فرہاد کے سر پر منڈلا رہا ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں، فرزانہ اور نینسی کو بھی کوما میں پہنچا دیا جائے۔ یہ لڑکیاں خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کر رہی ہیں اور پریشانیاں بڑھا رہی ہیں۔"

"یہ مت بھولو، یہ لڑکیاں ہمارے بچوں کی محبت ہیں۔"

"ایسی محبتیں سلامت نہیں رہتیں۔ میں پارس سے متفق ہوں۔ آئندہ ہم ایسی لڑکیوں کو بہو بنائیں گے جن میں تمھاری اور پوجی جیسی صلاحیتیں ہوں۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ پارس نے یہ نہیں کہا ہے کہ فرزانہ اور نینسی کو دشمن کی ٹیلی پیتھی کے حوالے کرکے نئی بہوؤں کو تلاش کیا جائے۔ پلیز، اُن لڑکیوں کے پاس جاؤ۔"

وہ پہلے فرزانہ کے پاس آئی۔ دانیال نے وعدہ کیا تھا کہ فرزانہ کو ایک ماہ تک نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ایسا ہی معاہدہ اجنبی خیال خوانی کرنے والے سے کیا جا سکتا تھا۔ وہ نینسی کی خاطر بھی دشمن سے کوئی سمجھوتا کر سکتی تھی لیکن پہلے اپنے بیٹے علی تیمور کی پریشانی کا خیال تھا، اس لیے وہ فرزانہ کے پاس آئی۔ علی اس سے کہہ رہا تھا "تمھیں صبح و شام یوگا کی مشقیں کرنی چاہئیں۔ ماما سے کہوں گا وہ تنویمی عمل کے ذریعے تمھارے دماغ کو لاک کر دیں گی۔ پتا نہیں نینسی کا کیا حال ہے، وہ بے چاری بھی ٹیلی پیتھی کے عذاب میں مبتلا ہو گئی ہے۔"

رسونتی نے کہا "میں فرزانہ کی زبان سے بول رہی ہوں۔ حالات کچھ زیادہ ہی تشویش ناک ہو گئے ہیں۔ میں تفصیل سے سناتی ہوں، توجہ سے سنو۔"

وہ دانیال کی سازش، دوستی اور ہلاکت کے بارے میں بتانے لگی۔ وہ تمام باتیں تفصیل سے سننے کے بعد بولا "مجھے اسی وقت شبہ ہوا تھا جب اس نے میڈونا کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اُسے اپنے مطلب کے لیے زندگی دینے والا خود موت کے منہ میں چلا گیا۔"

"بیٹے! اُس کے مرنے کے بعد بھی فرزانہ کے لیے خطرہ بہ دستور ہے۔ وہ اجنبی کسی وقت بھی اسے ختم کرنے کے لیے آسکتا ہے۔"

"مشکل تو یہ ہے کہ اس کے دماغ کو حساس بنانے کے لیے ابھی اس پر تنویمی عمل نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ میں ابھی اسے گہری نیند سلا کر کر سکتی ہوں۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ وہ اجنبی آپ کے تنویمی عمل کے دوران آکر فرزانہ کے دماغ پر قبضہ جما سکتا ہے۔ آپ کے عمل کو بے اثر کر سکتا ہے۔ یوں آپ کو پتا نہیں چلے گا اور ہم خوش فہمی میں رہیں گے کہ یہ محفوظ ہو گئی ہے۔"

"کیا مشکل ہے، ہم اسے یونہی مرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتے۔"

"میں موت کے لیے چھوڑ نہیں سکتا لیکن اسے زندہ رکھنے کے لیے چھوڑ سکتا ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

اس نے فرزانہ سے کہا "میری تمھاری چاہت یہیں تک تھی۔ اب تم امریکا کنگ فرنانڈو کے پاس چلی جاؤ۔"

"علی! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نہیں جاؤں گی، تمھاری خاطر یہاں رہ کر مر جاؤں گی۔"

"میں ایسی محبت نہیں چاہتا جس کے نتیجے میں تمھیں موت ملے۔"

"کیا میرے امریکا چلے جانے سے بات ختم ہو جائے گی؟"

"دشمن کو یقین ہو جائے گا کہ ہمارا رشتہ ختم ہو چکا ہے۔"

"تم بھول رہے ہو، وہ دماغ میں آکر میری محبت کی سچائی کو پڑھ لے گا۔"

"اس سے کہنا میرے پاس آئے، اُسے میرے دماغ میں تمھارے لیے نفرت ہی نفرت ملے گی۔"

"نہیں علی! تم نے نفرت کی تو دشمن کے مارنے سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔"

"تم مر جاؤ یا زندہ رہو، میں تم سے نفرت کرتا رہوں گا، صرف تم سے نہیں، دنیا کی ہر لڑکی سے نفرت کرتا رہوں گا۔ جب میں کسی کو مکمل تحفظ نہیں دے سکتا تو مجھے کسی سے محبت کرنے یا شادی کرنے کا کوئی حق نہیں۔"

اسی وقت رسونتی کو فرزانہ کے دماغ میں اجنبی دشمن کی آواز سنائی دی "تمھاری ہونے والی بہو اور بیٹے کے درمیان بڑے جذباتی مکالمے ادا ہو رہے ہیں۔ انھیں خوشخبری سناؤ کہ نینسی مر چکی ہے۔"

رسونتی نے کہا "بیٹے! اس اجنبی دشمن نے نینسی کو مار ڈالا ہے۔"

اجنبی نے فرزانہ کی زبان سے کہا "مجھے الزام نہ دو۔ بے شک میں اسے ہلاک کرنے گیا تھا مگر اس کے مردہ دماغ میں جگہ نہیں ملی۔"

"میں ابھی جا کر حقیقت معلوم کرتی ہوں۔"

"ضرور جاؤ مگر یہ سن لو، میں فرزانہ کو آدھے گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں، یہ فیصلہ کرے کہ یہ میری طرف سے آنے والی موت کا انتظار کرے گی یا اپنے محبوب کو پریشانیوں سے نجات دلانے کے لیے نینسی کی طرح خودکشی کرے گی۔ میں آدھے گھنٹے بعد آؤں گا۔"

علی تیمور نے گرج کر کہا "رک جاؤ، تم مجھے ایک نئے عذاب میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ تمھاری شیطانی چال یہ ہے کہ فرزانہ جذبات میں آکر مجھے آدھے گھنٹے کے لیے بھی پریشان نہ دیکھے اور خودکشی کرے اور میں بے بسی سے خودکشی کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہ جاؤں۔"

رسونتی نے کہا "اجنبی! ہم سے سمجھوتا کرو۔ ہم نے دانستہ یا نادانستہ تم سے کبھی دشمنی نہیں کی۔ ہم تو تمھیں جانتے بھی نہیں۔ بے شک تم ہمارے کسی دشمن کے لیے کام کرو مگر ہمیں بھی دوست بنا کر رکھو۔ ہم بھی وقت پر تمھارے کام آئیں گے۔ کیا تم سن رہے ہو؟ پلیز بتاؤ، ہم سے سمجھوتا کرو گے؟"

وہ جواب سننے کے لیے چپ ہوئی مگر جواب نہیں ملا۔ وہ جا چکا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی اس ڈاکٹر کے پاس پہنچی جس کے زیرِ علاج نینسی تھی۔ پارس نے اسے ٹیلی پیتھی کے عذاب سے بچانے

کے لیے اپنے زہر کی معمولی مقدار سے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس کے جسم سے وہ زہر نکالنے کے لیے اسے اسپتال پہنچایا گیا تھا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد نارمل ہو رہی تھی مگر اچانک پتا چلا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔

اس کے سرہانے سے ایک تہ کیا ہوا کاغذ ملا جس پر اس کی آخری تحریر تھی۔ اس نے لکھا تھا "پارس! میں تمھیں جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔ تم زندہ دل ہو، ہمیشہ بولتے ہوئے اچھے لگتے ہو۔ میں تمھارے چہرے سے جھلکتی ہوئی پریشانی نہیں دیکھ سکتی۔ جب تک مجھے یقینی طور پر زندگی نہیں ملے گی یا یقینی طور پر موت نہیں آئے گی، تم میرے لیے تدبیریں آزماتے رہو گے، میرے لیے تھکتے رہو گے اور میرے لیے کھانا پینا اور سونا بھولتے رہو گے۔ میں تمھیں ان تمام دکھوں اور پریشانیوں سے نجات دلا رہی ہوں۔ محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف تم میرے لیے مرتے رہو۔ میرا بھی فرض ہے کہ تمھارے لیے مر جاؤں۔ اس کے بعد دشمن کے ہاتھوں میں تمھاری کوئی کمزوری نہیں رہے گی۔

مجھے کسی نے خودکشی پر مجبور نہیں کیا ہے۔ میرے سامنے یہودی عورت کی محبت اور قربانیوں کی زندہ روایات ہیں۔ تمھاری شیبا تمی نے تمھارے پاپا کو دشمنوں کے سامنے کمزور ہونے نہیں دیا۔ اپنی جان دے کر دشمنوں کے ہاتھوں میں پھر ان کی کوئی کمزوری نہیں رہنے دی۔ میں بھی یہی کر رہی ہوں۔ آج سے تم آزاد ہو اور دشمن کی موت ہو۔ الوداع میرے محبوب الوداع!

وہ خط پارس کے ہاتھوں میں کھلا ہوا تھا۔ سونیا اس کے شانے پر ہاتھ رکھے کھڑی ہوئی تھی اور ایک افسر سے کہہ رہی تھی "یہاں کے یہودیوں کے پیشوا کو مطلع کرو۔ نینسی کی آخری رسومات ان کے مذہبی عقیدے کے مطابق ہوں گی۔ اس کے نانا کو بھی اطلاع دو۔ ساتھ ہی یہ غلط ظاہر کرو کہ نینسی کی تدفین پیرس میں ہوگی۔ کیونکہ آخری رسومات تل ابیب میں ادا کی جائیں گی تو پارس وہاں نہیں جا سکے گا۔"

پارس آہستہ آہستہ چلتا ہوا نینسی کے پاس آیا۔ وہ ابدی نیند میں اور پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے جھک کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر اس کے چہرے کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ رسونتی نے کہا "پارس! میں تمھارے دکھ میں شریک ہوں۔"

"شکریہ ماما!"

"میں یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اُدھر فرزانہ کے لیے خطرہ ہے۔ اُس شیطان نے آدھے گھنٹے کی مہلت دی ہے۔"

"آپ فوراً جائیں۔ یہاں جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ کسی طرح بھی فرزانہ کو بچانے کی کوشش کریں۔"

وہ واپس فرزانہ کے دماغ میں پہنچی تو اس کی چیخیں سنائی دیں۔ وہ شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ کچن کے بند دروازے کے دوسری طرف سے علی تیمور کی آوازیں سنائی دے رہی تھی۔ وہ دروازہ پیٹ پیٹ کر اسے پکار رہا تھا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

ایسی حالت میں رسونتی پہلے تو سمجھ نہیں پائی کہ اُسے کیا کرنا چاہیے پھر عقل آگئی۔ اس نے جبراً فرزانہ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتی تھی، رسونتی اسے زبردستی وہاں تک لے گئی۔ اس کے ہاتھوں سے دروازہ کھلوایا۔ علی تیمور کو ماں نے بتایا تھا کہ وہ شعلوں میں لپٹی ہوئی ہے۔ وہ دوڑ کر کمبل لے آیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے فرزانہ کو کمبل سے ڈھانپ دیا۔ صرف چہرہ کھلا رکھا تاکہ بجھنے والی آگ کے دھوئیں سے اس کا دم نہ گھٹ جائے مگر دیر ہو چکی تھی۔ وہ چکرا کر گرنا ہی چاہتی تھی، علی نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اُسے بیڈ روم میں لے جانے لگا۔ رسونتی نے کہا "میں نے ڈاکٹر کو اطلاع دی ہے۔ وہ پہنچنے ہی والا ہے۔ بیٹے! تم نے اسے تنہا کیوں چھوڑا تھا؟"

"ماما! میں بھی اس کے ساتھ کچن میں کافی تیار کرنے گیا تھا لیکن فون کی گھنٹی سن کر ذرا سی دیر کے لیے کچن سے نکلا تو اس نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ کپڑوں میں آگ لگاتے ہوئے بولی 'میں آنکھوں سے دور جا رہی ہوں مگر دل میں ہمیشہ موجود رہوں گی۔' اوہ ماما! یہ کیا ہو گیا۔ مجھے اس کی نبض نہیں مل رہی ہے۔"

وہ بری طرح جل چکی تھی۔ علی تیمور اس کے سینے پر سر رکھ کر دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کرنے لگا۔ دھڑکنیں خاموش تھیں۔ پھر بھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی خشک زندگی میں آنے والی بہار کوئی گل کھلائے بغیر گزر گئی ہے۔ ڈاکٹر نے آکر اس کی موت کی تصدیق کر دی۔

میری اپنی زندگی میں یا میری چاہنے والیوں کی زندگیوں میں ایسے المناک واقعات پیش نہیں آئے تھے۔ میرے دونوں بیٹے اپنی اپنی محبت کی میت کے سرہانے گم صم بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی خاموشی کسی آنے والے زبردست طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

سونیا کی نئی بستی سے لے کر بابا صاحب کے ادارے تک ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ فرزانہ اور نینسی کی موت نے سبھی کو سوگوار بنا دیا تھا۔ تل ابیب سے نینسی کے نانا اور امریکا سے کنگ فرنانڈو اپنی اپنی نواسی کی تدفین کے لیے آگئے تھے۔ سونیا نے پارس اور علی تیمور کو منع کیا تھا کہ وہ اُن کی آخری رسومات میں شریک ہونے کے لیے قبرستان تک نہ جائیں۔ وہ دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے ہوئے تھی۔

علی تیمور نے کہا "ماما! ہم نادان بچوں کی طرح جوش اور جذبات میں آکر دشمن کی تلاش میں نہیں جائیں گے لیکن ہمیں پیرس تک جانے دیں۔"

سونیا نے پوچھا "یہاں کیا تکلیف ہے؟"

"یہاں کے ماحول میں دم گھٹ رہا ہے۔ میں حلیہ بدل کر جاؤں گا

کوئی مجھے پہچان نہیں سکے گا۔"

"پارس! تمھارا خیال کیا ہے؟"

"میں بھی ادارے سے باہر جانا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں بھائی یہ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ پاپا کی جان کو خطرہ ہے۔ ہمیں اُن کے قریب رہنا چاہیے لیکن یہاں آپ، ماما اور جناب شیخ الغارس صاحب جیسی ہستیاں موجود ہیں۔ ہم آپ لوگوں کے سامنے طفلِ مکتب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آپ لوگوں کی کوششوں سے پاپا محفوظ رہیں گے۔"

"اس لیے تمھیں جانے دیا جائے؟"

"آپ کو اعتراض کیا ہے؟"

"میں جوان بچوں پر اعتراض کرنا دانشمندی نہیں سمجھتی لیکن پہلے میں جارہی ہوں۔"

"آپ کیوں جارہی ہیں؟"

"پیرس میں آکر ملاقات کروگے تو بتاؤں گی۔"

وہ دس منٹ کے اندر ہی اس ادارے سے چلی گئی۔ انھیں بتایا کہ ہوٹل ڈی مور میں قیام کرے گی۔ اس کے جانے کے بعد پارس نے علی سے پوچھا "تم ماما سے ملنے ہوٹل جاؤ گے؟"

اس نے الٹا سوال کیا "کیا تم نہیں جاؤ گے؟"

"میں کسی کاٹیج میں قیام کروں گا اور روز کسی بار میں جاکر غم غلط کروں گا۔ شراب کے نشے میں بھٹکتا رہوں گا۔"

"دشمن کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ دنیا کا بدترین نشہ بھی تم پر اثر نہیں کرتا۔ وہ تمھیں سچ مچ نشے میں سمجھ کر دماغ میں آئے گا۔"

"اور میں دماغ کے دروازے کھلے رکھوں گا۔ وہ مجھے جس طرح ٹریپ کرنا چاہے گا، میں اس کی خوشی پوری کردوں گا۔"

"اگر وہ تمھیں اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہے گا تو تم اسے فریب دے کر اس کے معمول بن جاؤ گے اور اگر وہ دماغ میں پہنچتے ہی تمھاری سانس روک کر ہلاک کرنا چاہے گا تو تمھیں اپنی دماغی توانائی کو بروئے کار لانا ہوگا اور ظاہر کرنا ہوگا کہ شراب نے تمھارے دماغ کو کمزور نہیں بنایا ہے۔"

"ہاں! ایسے وقت میرا منصوبہ ناکام ہوگا۔"

"ناکام نہیں ہونا چاہیے۔ منصوبہ بہت اچھا ہے، اس طرح وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا ہمارے آس پاس بھٹکتا رہے گا۔ یا کسی وقت ہمارے سامنے آنے پر مجبور ہوجائے گا۔ اسے قریب لانے کے لیے اس منصوبے کو ہر پہلو سے ٹھوس اور مکمل ہونا چاہیے۔ آؤ، ہم شیخ صاحب سے مشورہ کریں گے۔"

وہ جناب شیخ الغارس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے سامنے زانوئے ادب طے کیا پھر اپنا ارادہ تفصیل سے ظاہر کیا۔

انھوں نے فرمایا "دشمن کا سراغ لگانا ضروری ہوگیا ہے۔ وہ چھپ کر رہنے کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جب تک اُسے فائدہ پہنچتا رہے گا، وہ کبھی خود کو ظاہر نہیں کرے گا۔ پارس کی تدبیر سے اتنا تو ہوگا کہ دماغ میں اس کی آواز اور لہجہ سنائی دے گا۔ وہ گفتگو کے دوران کوئی غلطی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اس کی سوچ سے نکلا ہوا کوئی ایک لفظ اس کی نشان دہی کرے گا۔"

انھوں نے ذرا توقف سے کہا "میں تمھارے دماغ سے ایسی تمام باتوں کو مٹا دوں گا جنھیں پڑھ کر وہ تمھیں دشمن سمجھے۔ اس کے برعکس دماغ میں ایسی باتیں پیدا کردوں گا جن پر یقین کرکے وہ تمھیں اپنا آلۂ کار بنانا پسند کرے گا اور تم پر اعتماد کرنے لگے گا۔"

پارس ان کی ہدایت کے مطابق پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ پھر اُن کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اگرچہ خود اس کی آنکھیں زہریلی تھیں، وہ کسی کی مقناطیسی نظروں سے متاثر نہیں ہوتا تھا لیکن جناب شیخ صاحب کی آنکھوں سے عجیب و غریب روحانی قوت اُسے پکار رہی تھی۔ اس نے بھی راضی خوشی خود کو اُن آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

پارس کے اندر باپ اور بھائی کے لیے اپنی ماما اور ممّا کے لیے اور باباصاحب کے ادارے کے لیے جو محبت اور جذبات تھے، اُن میں جناب شیخ صاحب نے گرہ ڈال دی۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ کے تاریک گوشے میں پہنچ کر اُس کی محبت اور جذبات کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔

اس کے برعکس انھوں نے خون کے رشتوں کے خلاف اور باباصاحب کے ادارے کے خلاف ناگواری اور بیزاری پیدا کردی اور اس گمراہی کو واضح کیا کہ وہ اپنوں سے دور رہ کر خود کو عیش و عشرت میں گم کرتا رہے گا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد رسونتی نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر پوچھا "کون ہو تم؟"

"سانس نہ روکنا۔ میں وہی اجنبی ہوں جس کا نام اور پتا ٹھکانا کبھی تم لوگوں کو معلوم نہیں ہوگا۔"

"کیوں آئے ہو؟"

"یہ معلوم کرنے کہ فرہاد کو کب تک کوما میں رکھو گی؟"

"کیا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟"

"میں قیامت تک انتظار کرسکتا ہوں لیکن اُسے قیامت تک زندہ لاش بنا کر نہیں رکھا جاسکتا۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اگر اسے کوما سے نہ نکالا گیا تو وہ اُسی حالت میں مر جائے گا۔"

"وہ زندہ رہے گا۔ اپنی طبعی عمر تک زندہ رہے گا۔ تم اسے ہلاک نہیں کرسکو گے۔"

"بڑے یقین سے کہہ رہی ہو!"

"ہاں! بابا فرید واسطی مرحوم نے اپنی زندگی میں پیشین گوئی کی تھی کہ فرہاد کی آخری سانسوں میں صرف سونیا اُس کے قریب ہوگی۔ ہم میں سے کوئی اس کے پاس نہیں ہوگا۔ سونیا یہ ادارہ چھوڑ کر چلی گئی ہے تاکہ فرہاد سے بہت دور رہے۔"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "احمقانہ پیشن گوئی پر احمقانہ اعتماد کرکے خود کو بہلا رہی ہو۔ اسے ابھی کوما سے نکالو اور دیکھو، پیشین گوئی غلط ہوجائے گی۔"

"تمھیں یہ سن کر مایوسی ہوگی کہ اب اس کی طبعی عمر تک اسے کوما میں رکھا جائے گا۔"

"یعنی وہ آخری عمر میں بے دست و پا رہ کر مرے گا۔"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم تمھیں بے دست و پا بنادیں گے۔"

اس نے پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "رسی جل گئی، بل نہیں گئے۔ ابھی دو بہوؤں کی لاشیں دفنا چکی ہو۔ اب سہاگ کا کفن بھی سیا جائے گا پھر بھی خوش فہمی ہے کہ مجھے بے دست و پا بناؤ گی۔"

"تم یہ معلوم کرنے آئے ہو کہ اسے کوما سے کب نکالا جائے گا۔ تمھیں اس کا جواب مل چکا ہے، اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی، وہ چلا گیا۔ دو گھنٹے بعد پھر آیا۔ رسونتی نے پوچھا "اب کیا ہے؟"

"میں سمجھانے آیا ہوں، اپنی ضد چھوڑ دو اور عقل سے سوچو، تمھیں فرہاد عزیز ہے یا یہ باباصاحب کا ادارہ؟"

"مجھے دونوں ہی عزیز ہیں۔"

"اگر ایک کی سلامتی کے لیے دوسرے سے رشتہ توڑنا پڑے تو کیا کرو گی؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں یہ ادارہ اور یہاں کے تمام لوگوں سے رشتہ توڑ دوں۔ تمھاری ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے تمھاری لابی میں چلی آؤں تو تم فرہاد کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے؟"

"بے شک فرہاد کی زندگی تمھارے ہاتھ میں ہے۔ مجھے معلوم ہے، تم اپنے بیٹے علی تیمور پر جان دیتی ہو۔ ایک موٹی عقل سے سوچ سکتی ہو، بیٹا کیسا ہی ناقابلِ شکست اور فتنہ زور سہی، میرا کوئی آلۂ کار اُسے کہیں بھی گولی مار کر گزر جائے گا جس کے نتیجے میں وہ جان سے جائے گا۔ اگر صرف زخمی ہوگا تو مجھے دماغ میں آنے سے روک نہیں سکے گا۔ پھر فرزانہ اور نینسی کا جو انجام ہوا وہی اس کا ہوگا۔"

دشمن نے رسونتی کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ میرے معاملے میں دل کو پتھر بنا رہی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اپنی خیال خوانی سے اور سونیا اور جناب شیخ صاحب کی ذہانت اور روحانی قوتوں سے مجھے بچا لیا جائے گا لیکن بیٹے کے معاملے میں دل کانپ گیا۔ ممتا نے چیخ کر کہا، کہیں سے آنے والی اندھی گولی کو اس کی خیال خوانی نہیں روک سکے گی۔ سونیا اور جناب شیخ صاحب چوبیس گھنٹے علی تیمور کی نگرانی نہیں کرسکیں گے، اسے ہر لمحہ تحفظ نہیں دے سکیں گے۔ بیٹے کی سلامتی اسی میں ہے کہ دشمن کوئی نہ ہو اور جو ہے اس سے کوئی سمجھوتا کرلیا جائے۔

وہ ممتا سے مجبور ہوکر بے اختیار سوچ رہی تھی اور بھول گئی تھی کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں بیٹھا ممتا کی کمزوریوں کو پڑھتا جارہا ہے۔ پھر اُس نے چونک کر کہا "او خدایا! تم میرے خیالات پڑھ رہے ہو؟"

"میں تمھارے اندر ایک سچی عورت کو دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے شوہر کی وفادار ہو اور اپنے بیٹے پر جان دینے والی ماں ہو۔ تمھاری جیسی ذہین عورتیں حالات کا تجزیہ کرتی ہیں۔ اس خود غرض دنیا کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اپنے شوہر اور اپنی اولاد کے لیے ساری دنیا سے رشتہ توڑ دیتی ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تمھیں کوئی احمق بنا کر اپنی مرضی سے فیصلہ نہیں کراسکتا۔ تم اپنی خداداد ذہانت سے خود ہی اپنے شوہر اور بیٹے کے حق میں فیصلہ کروگی۔"

وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ رسونتی کے پاس سب کچھ ہے مگر خداداد ذہانت نہیں ہے۔ وہ موجودہ حالات میں ہر پہلو پر غور نہیں کرے گی۔ ذہانت سے نہیں جذبات سے فیصلہ کرے گی۔ اس نے جذبات کو بھڑکایا، اُس کی تعریفیں کیں، پھر دماغ سے چلا گیا۔

وہ پریشان ہوکر ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی، یہ بات پہلے سمجھ میں کیوں نہیں آئی کہ جو دشمن فرزانہ کو ہلاک کرسکتا ہے، وہ میرے بیٹے کی بھی جان لے سکتا ہے۔ میرا بیٹا ہزار باصلاحیت سہی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ باپ کی طرح قسمت کا دھنی ہو۔ باپ تو ہر بار دشمنوں سے بچ نکلتا ہے۔ ہوسکتا ہے، بیٹا اپنی ذہانت اور حاضر دماغی کے باوجود دشمن کی مکاری سے نہ بچ سکے۔ میری تو دنیا لٹ جائے گی۔ کسی کا کچھ نہیں جائے گا۔ میرے اپنے صرف تسلیاں دیں گے اور صبر کی تلقین کریں گے۔ کیا صبر کرنے سے بیٹا واپس آجائے گا؟

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو مخاطب کیا۔ وہ سونیا سے ملنے ہوٹل جارہا تھا۔ اس نے پوچھا "ہیلو ماما! کیا بات ہے؟"

"بیٹے! جب فرزانہ شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی تو تم اس کے قریب تھے۔ دشمن اپنے آلۂ کار کے ذریعے تمھارے دماغ کو کمزور بنا سکتا تھا، تمھیں بھی خدانخواستہ خودکشی پر مجبور کرسکتا تھا۔"

"دشمن تو بہت کچھ کرسکتے ہیں مگر بات کیا ہے؟"

"دشمن کو دوست بنایا جاسکتا ہے۔"

"دوست بنانے کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ میرے ہاتھوں

فرزانہ کی طرح زندہ جلے گا۔ میں ایک دن آپ کو یہ تماشا دکھاؤں گا۔"

"تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ایک اندھی گولی کہیں سے آکر لگے گی، تمھاری جان لے گی یا دشمن کو تمھارے دماغ میں پہنچا دے گی۔"

"ماما! زندگی کے عملی میدان میں اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ دشمن آپ کو یا پاپا کو گن پوائنٹ پر رکھ کر ہمیں کمزور بنا سکتے ہیں۔ ایک دشمن نے فرزانہ اور نیلسی کو مرنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ پاپا کی موت بن کر مجھے دھمکی دے سکتا ہے کہ باپ کی زندگی چاہتے ہو تو ٹیلی پیتھی جاننے والی ماں کے ساتھ فوراً میرے پاس چلے آؤ۔"

"ایسے وقت تم کیا کرو گے؟"

"آپ جواب دیں، اگر دشمن کہے کہ باپ کی سلامتی چاہتے ہو تو ماں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے آؤ تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"نہیں بیٹا نہیں۔ تم ماں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤ گے۔"

"اسی طرح میں پاپا کو، سونیا ممّا، واٹسو روکی اور جناب تبریز صاحب کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا۔ کیا آپ کے لیے ایسا کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے؟"

"ہاں۔ وہ کہتا ہے اگر میں تمھارے ساتھ اس کی لابی میں چلی جاؤں تو وہ تمھارے پاپا کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"وہ پھر بھی نقصان پہنچائے گا۔ اپنے مقابلے میں پاپا کا رعب اور دبدبہ برداشت نہیں کرے گا۔ پاپا اپنی زندگی میں مجھے اور آپ کو دشمن سے دوستی نہیں کرنے دیں گے کیونکہ وہ دوستی کی آڑ میں آپ کو اس قدر مجبور کرے گا کہ آپ پاپا کے چاہنے والوں اور وفاداروں کے خلاف ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں گی۔ آپ اس کی باتوں میں نہ آئیں۔"

"اس کے آلۂ کار کسی وقت بھی تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"میں کسی وقت بھی راستہ چلتے حادثے کا شکار ہو سکتا ہوں۔ کسی فضائی سفر میں طیارہ تباہ ہو سکتا ہے۔ کیا آپ مجھے چھوٹے بڑے حادثے سے بچا سکتی ہیں؟"

"ہم حادثات کے متعلق نہیں جانتے کہ وہ کب اور کہاں پیش آئیں گے لیکن دشمنوں کے ارادوں کو سمجھ کر حفاظتی تدابیر کر سکتے ہیں۔"

"حفاظتی تدابیر پر ضرور عمل کرنا چاہیے لیکن دشمنوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنا نادانی ہے۔"

"آخر کون سی حفاظتی تدابیر پر عمل ہو رہا ہے؟ ہم میں سے ہر فرد بہترین صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس کے باوجود ہماری آنکھوں کے سامنے دو موتیں ہو گئیں۔ نہ ہم انھیں بچا سکے نہ دشمن کا کچھ بگاڑ سکے۔ خدانخواستہ تمھاری جان کو کچھ ہو گا تو سب مجھے صبر کی تلقین کریں گے۔ کیا صبر کرنے سے میرا بیٹا مجھے واپس مل جائے گا؟"

"ماما! میں سمجھتا ہوں ماں سے زیادہ حوصلہ کسی میں نہیں ہوتا۔ وہ اپنی موت سے لڑتے ہوئے بچے کو جنم دیتی ہے اور جنم دینے سے پہلے اس صدمے کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے کہ ابھی پیدا ہونے والا بچہ کسی دن بھی اس کی آنکھوں کے سامنے مر سکتا ہے۔ کیا آپ نے مجھے پیدا کرتے وقت ایسا نہیں سوچا تھا؟"

"میں حوصلے والی ماں نہیں ہوں۔ مجھ سے بڑی بڑی باتیں نہ کرو۔"

اس نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ چند لمحوں کے بعد سونیا نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں، علی تیمور۔"

دروازہ کھل گیا۔ اس نے اندر آکر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا "ہمارے درمیان ماما موجود ہیں۔ یہ ایک مسئلے میں اُلجھی ہوئی ہیں بلکہ اُلجھائی گئی ہیں۔ میں انھیں بڑی دیر سے سمجھا رہا ہوں مگر ان کے سامنے کا بچہ ہوں، اس لیے میری باتیں ان کے لیے قابلِ قبول نہیں ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا بات ہے رسونتی؟"

وہ سونیا کے پاس آکر تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگی۔ علی تیمور ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ سونیا نے ساری باتیں سننے کے بعد پوچھا "کیا وہ تمھیں اور علی تیمور کو ادارے سے باہر اپنے پاس کہیں بلانا چاہتا ہے؟"

رسونتی نے کہا "میں نے اسے اپنا فیصلہ نہیں سنایا تھا، اس لیے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے کہاں بلانا چاہتا ہے۔"

"اس سے معاملات طے کرو۔ اور اسے دوستی کا یقین دلاؤ۔ اگر وہ فرہاد اور اس کے بیٹوں کو نقصان نہیں پہنچائے گا تو ہم سب اسے بہترین دوست سمجھتے رہیں گے اور دوستی نباہتے رہیں گے لیکن تم ہم سے دور علی تیمور کے ساتھ کہیں نہیں جاؤ گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اس سے معاملات طے کر کے آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے کہا "تمھاری ماما اس اجنبی سے باتیں کرنے گئی ہے۔ تم نے ابھی تک اپنی ماں کے مزاج کو نہیں سمجھا ہے۔ ان حالات میں اس کی ممتا اندیشوں میں گھری ہوئی ہے۔ وہ تمھاری سلامتی کے لیے ہم میں سے کسی کی بات نہیں مانے گی۔ اس لیے میں نے اس کی بات مان لی ہے۔"

علی تیمور نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "میں تمھاری ماں کو ہینڈل کرنا جانتی ہوں۔ میں نے کہا ہے وہ دشمن کو ہماری بھرپور دوستی کا یقین دلائے لیکن تمھیں اپنے ساتھ لے کر ہم سے دور نہ جائے۔"

"دشمن یہ بات نہیں مانے گا۔"

"مجھے بھی یقین ہے، نہیں مانے گا اور رسونتی اس سے کہے گی کہ وہ سونیا کو ناراض نہیں کر سکے گی۔ تب دشمن اسے سکھائے گا کہ وہ چپ چاپ

بیٹے کو لے کر اس کے پاس چلی آئے۔ بعد میں یہ بیان دے سکتی ہے کہ اسے اور علی تیمور کو اغوا کیا گیا تھا۔"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ ماما مجھے لے کر اس کے پاس چلی جائیں؟"

"کیا تم نہیں چاہتے کہ دشمن کا سراغ ملے؟"

"ضرور چاہتا ہوں۔ وہ جہنم میں ہو گا تو میں جہنم کی آگ میں بھی کود جاؤں گا۔ لیکن ماما ساتھ رہیں گی تو میں کمزور پڑ جاؤں گا۔"

"کمزور تو ہم اب بھی ہیں۔ تمھارے پاپا جب تک مکمل دماغی توانائی حاصل نہیں کریں گے، ہم فرزانہ اور نیلسی کے بعد بھی نقصانات اٹھاتے رہیں گے۔ تم کسی راستے سے بھی دشمن تک پہنچو گے تو مسائل کا سامنا ہوتا رہے گا۔ آج باپ کی وجہ سے کمزوری ہے، کل ماں کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔"

"پاپا اور ماما میں بڑا فرق ہے۔ پاپا زیادہ پرابلم نہیں بن سکتے۔ یہ تو مجبوری کے باعث کوما میں ہیں۔ جیسے ہی ہوش میں آئیں گے ہماری قوت بن جائیں گے مگر ماما میں نہ حوصلہ ہے نہ حاضر دماغی۔"

"میں جانتی ہوں، رسونتی بہت زیادہ پرابلم بن جائے گی لیکن ہم اسے دشمن کے ہاتھوں میں جانے سے روک نہیں سکیں گے۔ تم تھوڑی دیر پہلے اس سے بحث کر چکے ہو۔ میں بحث میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اس کی آدھی بات مان لی کہ دشمن سے دوستی کرنی چاہیے لیکن اس کے ہاتھوں میں نہیں جانا چاہیے۔"

رسونتی نے دماغ پر دستک دی۔ سونیا نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں۔ اس اجنبی نے میری بات مان لی ہے۔ میں تم لوگوں سے دور نہیں جاؤں گی۔ وہ دوستی کا ثبوت دینے کے لیے فرہاد کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ہم کیسے یقین کریں کہ وہ نقصان نہیں پہنچائے گا؟"

"فرہاد کو کوما سے نکال کر دیکھ لو۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رہوں گی۔ دشمن کی نیت میں کھوٹ نہیں ہو گا تو وہ میرے سہاگ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

سونیا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "تیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اسے کوما سے یوں بھی نکالنا ہو گا۔ تم اور آرمر فرہاد کے دماغ میں پوری توجہ سے مستعد رہو گے۔ جناب تبریز صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو کرو۔ وہ بھی اسے کوما سے نکالنے پر راضی ہوں تو تم آرمر کو میرے پاس بھیج دینا۔ میں اسے کچھ ضروری ہدایات دینا چاہتی ہوں۔"

ٹھیک اسی وقت آرمر کی آواز سنائی دی "سونیا! فرہاد کی حالت بہت نازک ہے۔ ڈاکٹر اسے اٹینڈ کر رہے ہیں۔ تمام ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ تمھیں فوراً فرہاد کے پاس جانا چاہیے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

رسونتی نے کہا "میں جا رہی ہوں، انھیں سمجھاؤں گی کہ بابا فرید واسطی مرحوم کی پیشین گوئی کے مطابق تمھیں موجود نہیں رہنا چاہیے۔"

آرمر نے کہا "سونیا! تم ساری دنیا سے لڑ سکتی ہو مگر مقدر سے نہیں لڑ سکو گی۔ جناب تبریز صاحب نے تمھیں فوراً آنے کے لیے کہا ہے۔"

آرمر نے یہی بات علی تیمور کو بتائی۔ اس نے کہا "ممّا! ہم سب اس پیشین گوئی پر پورا یقین رکھتے ہیں لیکن جناب تبریز صاحب بھی کچھ سمجھ کر ہی آپ کو بلا رہے ہیں۔ اُن کی باتیں ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیا آپ اُن کے حکم سے انکار کریں گی؟"

وہ تذبذب میں تھی۔ جانا نہیں چاہتی تھی مگر سمجھ گئی تھی کہ جانا ہی پڑے گا۔ رسونتی آئی تو رو رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر سوچ کی لہریں اٹک رہی تھیں۔ سونیا نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا؟ جلدی بتاؤ، کیوں رو رہی ہو؟"

وہ اٹک اٹک کر بولی "فرہاد سکرات کے عالم میں ہے۔ اس کے دماغ میں گہرا سناٹا ہے۔ اس کی سماعت ختم ہو گئی ہے۔ باہر کی کوئی آواز اس کے دماغ تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ میری سوچ کی لہریں اس کے اندر گونج کر رہ گئیں۔ وہ سن نہ سکا۔ میں نے اتنا دیکھا کہ وہ اُکھڑی اُکھڑی سانسیں لے رہا ہے، اس سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ جناب تبریز صاحب کے پاس جا کر کہا۔ آپ دعا کریں کسی طرح اُسے زندگی کی طرف واپس لے آئیں۔۔۔"

ایسا کہتے کہتے وہ پھر رونے لگی۔ سونیا نے پوچھا "جناب تبریز صاحب کیا فرماتے ہیں؟"

"وہ کہہ رہے تھے، میں ایک عاجز بندہ ہوں۔ خدا کی مرضی میں دخل دوں، میری کیا مجال ہے۔ سونیا سے کہو ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچے۔"

سونیا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رسونتی نے کہا "سب سے قریبی فلائنگ کلب میں ہیلی کاپٹر موجود ہو گا۔ میں ابھی انتظام کر رہی ہوں، تم یہاں سے نکلو۔"

وہ اور علی تیمور ہوٹل کے کمرے سے نکلے، تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر فلائنگ کلب کی طرف جانے لگے۔ وہ قیامت کی گھڑی تھی۔ سب نے سمجھ لیا تھا کہ دنیا کے تمام شیطانوں سے لڑنے

والا کسی لمحے بھی آخری سانس چھوڑ دے گا اور اس آخری سانس کے لیے وہ سونیا کا منتظر ہے۔

وہ ہیلی کاپٹر میں علی تیمور کے ساتھ روانہ ہوئی پھر آدھے گھنٹے میں ادارے کے احاطے کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں سے منی کار میں بیٹھ کر اسپتال کے اس حصے میں پہنچی جہاں فرہاد علی تیمور کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ کمرے کے باہر پولی، آمنہ، واٹسو روکی، رسونتی اور بہت سے چاہنے والے موجود تھے۔ جناب شیخ الفارس دروازے کے پاس سر جھکائے زیرِ لب کچھ پڑھنے میں مصروف تھے۔ سونیا دھڑکتے ہوئے دل سے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے دروازے تک آئی۔ جناب شیخ صاحب نے علی تیمور کا بازو تھام کر اسے اندر جانے سے روک دیا۔

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔ ڈاکٹر، فرہاد کی نبض تھامے جھکا ہوا تھا۔ سونیا کو دیکھ کر سیدھا کھڑا ہوا۔ پھر نرس کے ساتھ چلتا ہوا باہر جانے لگا۔ سونیا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے سے مایوسی کو پڑھ رہی تھی۔ ان کے جانے کے بعد وہ کمرے میں تنہا رہ گئی۔

اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ پیشین گوئی درست ہو رہی تھی۔ وہ فرہاد کے پاس تنہا تھی۔ اس تنہائی سے بھاگنے کے لیے وہ پیرس گئی تھی لیکن تقدیر اسے پھر کھینچ لائی تھی۔ اگر وہ نہ آتی تو فرہاد کا دم اٹکا رہتا اور وہ کرب میں مبتلا رہتا۔ وہ قریب آ کر اس پر جھک گئی۔ آہستگی سے آواز دی "فرہاد!"

وہ ساکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "فرہاد! ہم زندگی میں ہر برے وقت کے ساتھی رہے۔ کیا آئندہ برے وقتوں سے لڑنے کے لیے مجھے تنہا چھوڑ جاؤ گے؟"

وہ کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ سونیا نے کہا "رسونتی نے بتایا ہے، تمہاری سماعت ختم ہو چکی ہے۔ باہر کی کوئی آواز تمہارے اندر نہیں پہنچتی ہے۔ کیا تم اپنی سونیا کے لمس کو محسوس کر سکتے ہو؟ میں تمہیں چھو رہی ہوں، مجھے محسوس کرو۔"

اس نے فرہاد کے ایک ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ سہلانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آنکھیں دھیرے سے کھل گئیں۔ وہ آنکھیں چھت کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ بڑی محبت سے بولی "فرہاد! میں تمہاری سونیا ہوں۔ تم تو غیر معمولی حوصلہ رکھتے ہو۔ میری خاطر ایک بار پھر موت کو شکست دے دو۔ مجھے دیکھو۔"

اس نے دیدے گھما کر سونیا کو دیکھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ یہ عارضی خوشی تھی۔ نظریں ملتے ہی دیدے ساکت ہو گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی، اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ چند ساعتوں کے بعد ہی باہر سے رسونتی کی چیخ سنائی دی "نہیں نہیں۔ تم نہیں جا سکتے۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ میں پھر تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ مجھے جگہ دو۔"

وہ آخری وقت فرہاد کے دماغ میں تھی۔ دیدے ساکت ہوتے ہی اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئی تھیں۔ موت کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی تسلی کے لیے دوسری بار دماغ میں جانے کی کوشش کی لیکن جگہ نہیں ملی۔ وہ ٹیلی پیتھی کا سکہ جمانے والا دماغ موت کی ابدی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔

رسونتی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ پھر اس کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی۔ اس کے پیچھے علی تیمور آیا۔ باپ کے پیروں کے پاس کھڑے ہو کر دیکھا، سونیا اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کو بند کرنے کے بعد چہرے کو چادر سے ڈھانپ رہی تھی۔ علی نے باپ کے پاؤں کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا پھر سر جھکا کر اسی طرح کھڑا رہ گیا۔ پولی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آئی۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر پلنگ کے پائے سے لپٹ کر نڈھال سی ہو کر بیٹھ گئی۔

واٹسو روکی نے گہری سانس لے کر میت کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ماسٹر! یقین نہیں آتا کہ تمہیں موت آئی ہے۔ شاید دھیرے دھیرے یقین آ جائے گا مگر یہ بڑی بات ہے، اتنے وفاداروں کو چھوڑ کر بے وفائی دکھا کر چلے گئے ہو۔ ہم نے تم سے بہت کچھ سیکھا، یہ بے وفائی تو نہ سکھاؤ۔"

سونیا وہاں سے جانے لگی۔ آمنہ اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ پھر بولی "کوئی رو رہا ہے، کوئی چیخ رہا ہے۔ کسی نہ کسی طرح صدمات کا اظہار ہو رہا ہے۔ تم خاموش کیوں ہو؟ رونا ہو گا۔ کم از کم ایک بار چیخنا ہو گا۔ اپنے اندر کا غبار نکالو۔"

وہ سونیا کو دیوانہ وار جھنجھوڑنے لگی "تم روتی کیوں نہیں ہو؟ تمہیں رونا ہو گا۔ میں تمہیں رلا کر رہوں گی۔"

وہ بری طرح جھنجھوڑ رہی تھی۔ سونیا نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔ پھر اس کے گال پر ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ ساکت رہ گئی۔ سونیا نے کہا "نادان عورت! تیرے لیے بری خبر ہے۔ تو فرہاد کے قریب جانے کا موقع گنوا چکی ہے۔ تو اب کبھی اس سے دل کی بات نہیں کہہ سکے گی۔ وہ مر چکا ہے، تیرا فرہاد مر چکا ہے۔ مر چکا ہے۔۔۔"

آمنہ نے "نہیں" کہتے ہوئے زور کی چیخ ماری۔ پھر سونیا سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

ادارے کے ذمے دار افراد نے پہلے فرانسیسی حکام کو اطلاع دی پھر ٹیلیفون، ٹرانسمیٹر، ٹی وی اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ خبر پہنچائی جانے لگی۔ دنیا کی سپر طاقتیں اور دوسرے بڑے ممالک یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ کیونکہ فرہاد علی تیمور پہلے بھی کئی بار مر چکا تھا۔ بعد میں انکشاف ہوتا تھا کہ وہ فرہاد کی ڈمی تھی۔ اس کی موت کا چکر اتنی بار چلایا گیا تھا کہ آج کوئی یقین کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سپر طاقتیں اور خطرناک تنظیموں کے

سربراہوں نے تو سمجھ لیا تھا جیسے فر[illegible] کی طرح قیامت تک زندہ [illegible] نے کسی سے ذکر نہیں کرو گی۔ پارس اور [illegible] دن پھر آؤں گا۔"

ادارے کے [illegible] نہیں سمجھتے۔ ہمار[illegible] رہی ہوں کسی کو آپ کی آمد کے بارے میں نہیں بتاؤں [illegible] بھی وعدہ کریں جب آپ آئیں گے تو مجھ سے بہت سی باتیں اس کا [illegible] گے۔"

رہے [illegible] بابا صا[illegible] ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وعدہ کیا پھر سوچ کے ذریعے اسے چومنے سے شام کے [illegible] نکالی۔ پھر اس کے دماغ سے نکل گئے۔ ایک ڈیگر نے اس کے اجازت نامہ لے کر آئیں [illegible] سمجھتے ہوئے ایسی باتیں چھیڑ دی تھیں کہ وہ فرہاد سے [illegible]

سپر طاقتوں میں صرف ایک ماسک مین تھا جسے فرہاد علی تیمور کی موت کا پختہ یقین تھا۔ کیونکہ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکل کوبا فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے اندر تھا۔ اس نے اچھی طرح دیکھا تھا، جب سونیا نے فرہاد کا ہاتھ پکڑا تھا تو اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ ان لمحات میں اس کے اندر زندگی کی رمق پیدا ہوئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر سونیا کو دیکھا تھا۔ اس کے دماغ نے اسے پہچانا تھا پھر وہ دماغ اچانک موت کے اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

پاسکل کوبا نے ماسک مین کو ان آخری لمحات کی مکمل رپورٹ دی تھی۔ ماسک مین نے پوچھا "کیا تم نے فرہاد کے خیالات پڑھے تھے؟"

اس نے جواب دیا "جب پہلی بار اس کے دماغ میں گیا تو وہ قدرے ہوش میں تھا۔ ڈاکٹروں کی موجودگی میں دو شخص فرہاد کے بدن کی مالش کر رہے تھے۔ مسلسل کوما میں رہنے کے باعث اس کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ دماغ بے حد کمزور تھا۔ میں کوئی ایک ایک منٹ تک اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ پھر وہ دماغ بالکل ہی کمزور ہو گیا۔ میں نے رسونتی کی آواز سنی، وہ فرہاد کو پکار رہی تھی مگر سوچ کی لہریں دماغ کے سناٹے میں گونج کر رہ جاتی تھیں۔"

ماسک مین نے پھر سوال کیا "تم یقین سے کہہ رہے ہو کہ تم نے ایک منٹ تک اس کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"میں پورے یقین سے کہتا ہوں، وہ فرہاد تھا۔ میں نے اس کی سوچ اور لہجے کو ایک منٹ تک پوری توجہ سے پڑھا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ میرا نائب اس کی آخری رسومات میں شریک ہونے جائے گا۔ تم اس کے ساتھ اپنے کسی آلۂ کار کو بھیج سکتے ہو اور موقع پا کر رسونتی کے حساس دماغ کو تھوڑا کمزور بنا سکتے ہو۔ اگر اسے اغوا کرنے میں کسی طرح کامیاب ہو جاؤ گے تو ٹیلی پیتھی کی قوت صرف ہمارے پاس ہو گی۔ آمر اور جوجو اگرچہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں مگر وہ دونوں کسی کام کے نہیں ہیں۔ تم رسونتی پر توجہ دو۔"

دوسری طرف سپر ماسٹر بھی کچھ ایسا ہی منصوبہ بنا رہا تھا۔ وہ بظاہر بڑی بڑی بازیاں ہارتا رہا تھا۔ اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے

دیا گیا، تم نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ ان واقعات کی روشنی میں تمہاری بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کسی کے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ علی تیمور میرا بیٹا ہے۔"

"سونیا یہ مسئلہ اٹھانے والی ہے۔ یقیناً اس کے پاس کوئی ثبوت ہو گا یا وہ اپنی فطرت کے مطابق مکاری سے پارس کو فرہاد کا بیٹا ثابت کرے گی۔ کیا تم سوچ سکتی ہو کہ پارس ابھی کہاں ہو گا؟ وہ باپ کی موت پر یہاں کیوں نہیں آیا؟"

"میں صدمات سے چور ہو گئی ہوں۔ میں نے دھیان ہی نہیں دیا کہ پارس باپ کی موت کی خبر سن کر بھی نہیں آیا ہے لیکن یہ بات تو اس [illegible]

والا کسی لمحے بھی آخری سانس چھوڑ دے گا اور اس آخری سانس کے لیے وہ سونیا کا منتظر ہے۔

وہ ہیلی کاپٹر میں علی تیمور کے ساتھ روانہ ہوئی پھر آدھے گھنٹے میں ادارے کے احاطے کے اندر پہنچ گئی۔ وہاں سے منی کار میں بیٹھ کر اسپتال کے اُس حصے میں پہنچی جہاں فرہاد علی تیمور کو ایک کمرے میں رکھا گیا تھا۔ کمرے کے باہر پومی، آمنہ، واٹسو، رسوکی، رسونتی اور بہت سے چاہنے والے موجود تھے۔ جناب شیخ الناس دروازے کے پاس سر جھکائے زیرِ لب کچھ پڑھنے میں مصروف تھے۔ سونیا ڈرتے ہوئے دل سے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے دروازے تک آئی۔ جناب شیخ صاحب [illegible]

ماسک مین نے جواب دیا "جس طرح میں آفتاب کے مشرق سے نکلنے کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں اسی طرح فرہاد کی موت کو تسلیم کر رہا ہوں۔"

"اس پختہ یقین کا کوئی تو سبب ہوگا؟"

"فرہاد کی موت کے وقت میرا آدمی اس کے سرہانے موجود تھا۔ صاف بات یہ ہے کہ اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اب ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی کا اِکّا نہیں رہا۔ مجھے اب کھل کر اعتراف کرنا چاہیے کہ تمھاری ٹرانسفارمر مشین سے آخری دو ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے پاس ہیں اور میرے ملک کے وفادار ہیں۔"

"ہمیں شبہ تھا کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا تمھاری پناہ میں ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ چونکا دینے والا انکشاف ہے کہ تم نے میڈونا کو بھی اغوا کرایا ہے۔ کیا وہ دونوں فرہاد کے آخری لمحات میں اس کے اندر موجود تھے؟"

"میڈونا کی ابھی برین واشنگ ہو رہی ہے۔ صرف ایک ہی خیال خوانی کرنے والا موجود تھا۔ فرہاد نے ہمیشہ اپنی جگہ ڈمی پیش کی اور ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ ہم دھوکا کھاتے رہے کیونکہ ڈمی کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتے تھے۔ اس بار دھوکا کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے آدمی نے اطمینان کی حد تک فرہاد کے دماغ کو پڑھا ہے اور اس کی آخری سانس تک اس کے اندر موجود رہا ہے۔"

نائب نے کمپیوٹر کے ذریعے سپر ماسٹر کو یہ باتیں بتائیں۔ سپر ماسٹر نے کہا "اب فرہاد کی موت کا یقین کرنا ہوگا۔ ماسک مین نے ہمیں بہت بڑی چوٹ دی ہے۔ اُسے فرہاد کی موت سے بے شمار فائدے پہنچنے والے ہیں۔ وہ آئندہ رسونتی، آرمر اور جوجو کو حاصل کرنے کی کوششیں کرے گا۔ اس کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کو میدانِ عمل میں لانا ہوگا۔"

سپر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا کچھ عجیب سا نام لیا تھا۔ مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کسی کمپنی یا لمیٹڈ فرم کا نام لگتا تھا جیسے جین اینڈ جین کمپنی یا والٹر اینڈ والٹر بینک لمیٹڈ۔ لیکن ڈیگر اینڈ ڈیگر کے ساتھ 'مسٹر' کہا گیا تھا۔ جیسے یہ کسی ایک شخص کا نام تھا۔ دو میں سے ایک بات

مجھے جگہ دو۔"

وہ آخری وقت فرہاد کے [illegible] گے یا دو اشخاص کا وہ مشترکہ نام ہوگا۔
ہی اس کی سوچ کی لہریں دماغ سے نکل گئی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک
تھی۔ اس نے اپنی تسلی کے لیے دوسری بار دماغ [illegible] تھا جو ہر فن مولا تھے۔
کی لیکن جگہ نہیں ملی۔ وہ ٹیلی پیتھی کا سکہ جمانے والا دماغ [illegible] بے حد مکار تھا
تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ [illegible]

رسونتی دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ پھر اس کی لاش سے [illegible] لپٹنے لگی۔ اس کے پیچھے علی تیمور آیا۔ باپ کے پیروں کے پاس کھڑا [illegible] دوسرے دیکھا سونیا اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کو بند کرتے [illegible] میں نقش کرایا چادر سے ڈھانپ [illegible] اسی طرح ہر ایک کے مزاج لہو اور فطری عادتوں کو ایک دوسرے میں منتقل کیا گیا تھا۔ ان کے حواسِ خمسہ کو اس قدر زود حس بنایا گیا تھا کہ وہ ایک سوئی کے فرش پر گرنے کی آواز سن سکتے تھے، اندھیرے میں اُلو کی طرح دیکھ لیتے تھے، فضا میں منہ اُٹھا کر سونگھتے تھے اور بتا دیتے تھے کہ شکار کس سمت میں ہے اور جگہ بدل بدل کر کہاں جا رہا ہے۔ زبان سے چکھ کر مزہ رساں چیزوں کو پہچان لیتے تھے اور ہاتھ سے چھو کر کسی بھی چیز کا درجۂ حرارت معلوم کر لیتے تھے۔

وہ دونوں کئی بار ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد عجوبہ بن گئے تھے۔ ایک کی خواہش، دوسرے کی خواہش ہوتی تھی۔ ایک کو کسی چیز سے تکلیف پہنچتی تھی تو دوسرے کو بھی وہی چیز تکلیف پہنچاتی تھی۔ ایسا اُن بچوں کے ساتھ ہوتا ہے جو قدرتی طور پر جڑواں پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی ٹرانسفارمر مشین نے ان دونوں کو نئے سرے سے جڑواں پیدا کیا تھا اسی لیے دونوں کا نام بھی ایک ہی تھا۔ پہلے کا نام بھی ڈیگر دوسرے کا نام بھی ڈیگر۔ اس طرح وہ مسٹر ڈیگر اینڈ ڈیگر کہلانے لگے تھے۔

ان دونوں کے دماغوں میں پہلے ہی فرہاد، سونیا، رسونتی، پارس اور علی تیمور، پومی اور آمنہ کی آواز اور لہجوں کو نقش کرا دیا گیا تھا۔ وہ آرمر اور جوجو تک بھی پہنچ سکتے تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے جوجو تک پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روکنا چاہتی تھی۔ ڈیگر اینڈ ڈیگر نے فرہاد کی آواز اور لہجے میں کہا "بیٹی! سانس نہ روکنا۔ میں تمھارا پاپا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "پاپا؟ آپ تو مر چکے ہیں۔"

"ہاں بیٹی! میری موت اچانک ہو گئی مگر دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی پیاری بیٹی سے نہ مل سکا تھا اس لیے واپس آ گیا۔"

وہ جلدی جلدی آنسو پونچھتے ہوئے بولی "پاپا! سب لوگ کہتے ہیں، آپ کبھی میرے پاس نہیں آئیں گے مگر آپ کتنے اچھے ہیں، مرتے ہی میرے پاس آ گئے۔"

"بیٹی! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اللہ میاں واپس

بلا رہے ہیں۔ میں تمھیں پیار کر کے جا رہا ہوں۔"

"آپ پھر آئیں گے نا؟"

"اگر تم میری آمد کے سلسلے میں کسی سے ذکر نہیں کرو گی۔ پارس اور آرمر کو بھی نہیں بتاؤ گی تو میں کسی دن پھر آؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کسی کو آپ کی آمد کے بارے میں نہیں بتاؤں گی مگر آپ بھی وعدہ کریں جب آپ آئیں گے تو مجھ سے بہت سی باتیں کریں گے۔"

ڈیگر اینڈ ڈیگر نے وعدہ کیا پھر سوچ کے ذریعے اسے چومنے کی آواز نکالی، پھر اس کے دماغ سے نکل گئے۔ ایک ڈیگر نے اس کے بچگانہ مزاج کو سمجھتے ہوئے ایسی باتیں چھیڑ دی تھیں کہ وہ فرہاد سے رابطے کے کوڈ ورڈز پوچھنا بھول گئی تھی۔ اس کی باتوں کے دوران دوسرے ڈیگر نے دماغ کی تہ میں پہنچ کر کوڈ ورڈز معلوم کر لیے تھے۔

رسونتی نے چوڑیاں توڑ ڈالی تھیں۔ سادہ سا لباس پہن لیا تھا اور اپنے بیڈ روم کے دروازے کھڑکیوں کو بند کر کے تنہا فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ تنہائی میں خوب دل کھول کر رونا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر ہی آنسو نکل آتے تھے کہ پہاڑ جیسا جیون ساتھی اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ کبھی خیال نہیں آتا تھا کہ اسے بھی موت آسکتی ہے۔ آہ! مگر آ گئی۔

اس نے اچانک سانس روک لی۔ پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں۔ پھر وہ سانس لیتے ہوئے غصے سے بولی "کون ہے؟ چلے جاؤ۔ مجھے تنہا رہنے دو۔"

پاسکل بوبا نے کہا "میں فرہاد کو واپس نہیں لا سکتا مگر تمھارے غم میں شریک تو ہو سکتا ہوں۔"

"میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتی۔ چلے جاؤ۔"

"میں تمھارا دوست اور ہمدرد ہوں۔ خطرات سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔"

"میری دنیا لُٹ چکی ہے۔ اب خطرات مجھے کیا ڈرائیں گے۔"

"خطرات تو اب شروع ہوئے ہیں تمھارے لیے اور تم سے زیادہ علی تیمور کے لیے۔"

ماں کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اب ولدیت کا مسئلہ اُٹھے گا۔ فرہاد نے اپنی زندگی میں کسی بیٹے کو واضح طور پر باپ کا نام نہیں دیا۔ اس کا فیصلہ اب تم کر سکتی ہو لیکن تم سے زیادہ سونیا کی بات مانی جاتی ہے اور وہ جلد ہی پارس کو فرہاد کا بیٹا منوا کر رہے گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ میں ماں ہوں۔ دنیا والے میری بات مانیں گے۔"

"دنیا والے نادان نہیں ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بیٹا پیدا ہونے کے بعد کئی بار تم سے بچھڑ چکا ہے۔ جب بھی کوئی بچہ تمھاری گود میں لا کر دیا گیا، تم نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ اِن واقعات کی روشنی میں تمھاری بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کسی کے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ علی تیمور میرا بیٹا ہے۔"

"سونیا یہ مسئلہ اُٹھانے والی ہے۔ یقیناً اس کے پاس کوئی ثبوت ہوگا یا وہ اپنی فطرت کے مطابق مکاری سے پارس کو فرہاد کا بیٹا ثابت کرے گی۔ کیا تم سوچ سکتی ہو کہ پارس ابھی کہاں ہوگا؟ وہ باپ کی موت پر یہاں کیوں نہیں آیا؟"

"میں صدمات سے چُور ہو گئی ہوں۔ میں نے دھیان ہی نہیں دیا کہ پارس باپ کی موت کی خبر سن کر بھی نہیں آیا ہے لیکن یہ بات تو اس کے خلاف جاتی ہے۔ جب وہ اپنا خون ہی نہیں ہے تو فرہاد کی موت سے کیا خاک اثر لے گا۔"

"ہو سکتا ہے، یہ سونیا اور پارس کی ملی بھگت ہو۔ وہ کوئی زبردست چال چل رہے ہوں۔"

"پارس یہاں سے دور رہ کر کیا چال چل سکتا ہے!"

"بعض چالیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔"

بابا صاحب کے ادارے میں ہر طرف بڑے بڑے اسپیکر لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے کارکنوں کو ہدایات دی جا رہی تھیں۔ کل صبح فرہاد کی تدفین کے وقت مختلف ممالک کے اہم افراد آنے والے تھے۔ انھیں ادارے کے ایک خاص حصے تک محدود رکھنے کے سلسلے میں ریہرسل کی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسپیکر سے کہا گیا "مادام سونیا! متوجہ ہوں۔ پارس بابا آئے ہوئے ہیں لیکن وہ ادارے کے اندر نہیں آنا چاہتے۔ وہ تشویش ناک حالت میں ہیں۔ آپ فوراً مین گیٹ پر آ جائیں۔"

اسپیکر سے اُبھرنے والی یہ آواز رسونتی تک پہنچ رہی تھی۔ پاسکل بوبا نے کہا "شیطان کا ذکر کرتے ہی وہ پہنچ گیا۔ تمھیں دیکھنا چاہیے کیا واقعی وہ تشویش ناک حالت میں ہے؟"

رسونتی خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ نشے میں تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ اس نے اپنی کار مین گیٹ کے سامنے روک دی تھی اور کار کی چھت پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا "مجھے معلوم ہے میرے پاپا مر چکے ہیں۔ اب وہ کبھی یہ بتانے کے لیے واپس نہیں آئیں گے کہ میں اُن کا اصلی بیٹا ہوں مگر اِس سے کیا ہوتا ہے۔ میں اصلی ہوں، اصلی ہی رہوں گا۔"

ادارے کے ایک بزرگ نے گیٹ پر آ کر کہا "پارس! تم نے باپ کے وفات پاتے ہی شراب کی بوتل پکڑ لی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ اس ادارے میں شرابیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ واپس جاؤ اور صبح کو پاک صاف ہو کر یہاں آؤ۔"

وہ بوتل کو منہ سے لگا کر دو گھونٹ پینے کے بعد بولا۔ "یہاں نہیں آؤں گا اور اُس وقت تک پاپا کی آخری رسومات ادا کرنے نہیں دوں گا جب تک شیخ صاحب کل آنے والے تمام ممالک کے نمائندوں کے سامنے مجھے فرہاد علی تیمور کا اپنا بیٹا تسلیم نہیں کریں گے۔"

رسونتی نے کہا۔ "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ میں پیدا کرنے والی ماں ہوں، میں اچھی طرح جانتی ہوں، علی تیمور کو میں نے جنم دیا ہے۔ تم اپنی اوقات میں رہو۔"

وہ بوتل والا ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "سنو لوگو! سنو، میری ماں میرے اندر بول رہی ہے کہ اِس نے مجھے جنم نہیں دیا ہے۔"

ادارے کے افراد گیٹ پر جمع ہو رہے تھے۔ رسونتی نے پہرے دار کی زبان سے کہا۔ "میں اِس کی زبان سے کہہ رہی ہوں۔ میں رسونتی ہوں اور آج اعلان کرتی ہوں کہ میں نے علی تیمور کو جنم دیا ہے۔ پارس سے میرا دور کا بھی رشتہ نہیں ہے۔"

سونیا وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس نے پہرے دار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "رسونتی! حالات کو سمجھا کرو۔ وہ نشے میں ہے اور تم ہو کہ ایک بچے کے ساتھ ننھی بچی بن کر جھگڑا بڑھا رہی ہو۔"

"سونیا! مجھے نادان نہ سمجھو۔ یہ لڑکا زہریلا ہے۔ اِس پر شراب اثر نہیں کرتی۔ یہ خود کو خواہ مخواہ نشے میں ظاہر کر رہا ہے اور اِس بہانے خود کو فرہاد کا بیٹا منوانا چاہتا ہے۔"

سونیا نے کہا۔ "تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ اب زہریلا نہیں رہا۔ اس کا مکمل علاج ہو چکا ہے، اِس لیے شراب اس پر اثر کرتی ہے۔ تم ماں ہو، اِسے پیار دو۔ یہ شراب چھوڑ دے گا۔"

"میں اس کی ماں نہیں ہوں۔"

پارس نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "میں کب کہتا ہوں کہ تم میری ماں ہو۔ سوتیلی ماں کبھی اپنی ماں نہیں ہوتی۔ میری سگی ماں تو یہ ہیں، میری ممّا۔ کیوں ممّا! خاموش کیوں ہیں۔ کل صبح دنیا کے کتنے ہی ممالک کے اہم افراد، پریس رپورٹرز اور فوٹوگرافرز آئیں گے۔ آپ کل سب کے سامنے اعلان کریں گی کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں اور آپ نے مجھے جنم دیا ہے۔"

"کیا؟" سب ہی چونک کر سونیا کو دیکھنے لگے۔ رسونتی بھی چونک کر دماغی طور پر حاضر ہو گئی تھی اور بڑبڑا رہی تھی۔ "یہ میں کیا سن رہی ہوں، کیا سونیا نے فرہاد کے بیٹے کو جنم دیا ہے؟ کیا پارس کی پیدائش اتنی رازداری سے ہوئی کہ مجھے آج تک معلوم نہ ہو سکا۔"

پاسکل بوبا نے کہا۔ "تم اسی طرح سوچتی رہو گی۔ ذرا اُدھر جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔"

وہ پھر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ سونیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آ رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ "کار سے نیچے اُترو۔"

پھر اُس نے خود ہی قریب آ کر سہارا دے کر نیچے اُتارا۔ اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر ایک طرف پھینک دی۔ پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بڑی ممتا سے کہا۔ "میرا بیٹا! آج باپ سے محروم ہو گیا ہے مگر ماں کی ممتا سے کبھی محروم نہیں رہے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اُس کے چہرے کو جگہ جگہ سے چومنے لگی۔ اس کی ایک ایک ادا سے ممتا پھوٹ رہی تھی۔ پھر اُس نے سینے سے لگا کر کہا۔ "بیٹے! تم نشے میں ہو۔ تمھیں ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ابھی تم جاؤ، صبح نہا دھو کر صاف ستھرے ہو کر یہاں آنا لیکن تم اِس حالت میں کیسے ڈرائیو کرو گے؟ دشمن ایسی حالت میں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ خدانخواستہ تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ چلو، میں تمھیں چھوڑ کر آؤں گی۔"

اس نے پارس کو اگلی سیٹ پر بٹھایا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگی۔ رسونتی کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی نہ رہ سکی۔ فوراً اُٹھ کر رہائش گاہ سے باہر آئی پھر تیزی سے چلتی ہوئی جناب شیخ صاحب کے حجرے کے سامنے پہنچ گئی۔ دروازے پر چند مرید بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی آمد کی اطلاع پہنچائی۔ ایک مرید نے حجرے سے نکل کر کہا۔ "حضور فرماتے ہیں، آپ شیطان کے ساتھ آئی ہیں اور شیطان کو حجرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

رسونتی نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "مجھے خیال ہی نہ رہا کہ تم ابھی تک موجود ہو۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ دماغ سے چلا گیا۔ رسونتی نے پھر اطلاع بھیجی۔ اِس بار جواب آیا۔ "تم نے شیطان کو بھگایا ہے، شیطانی خیالات کو نہیں بھگایا۔ میرے سامنے ہر انسان کے لیے نیکی اور محبت لے کر آؤ۔"

وہ سوچنے لگی، 'میرے اندر سب ہی کے لیے نیکی اور محبت ہے۔ پھر شیخ صاحب ملنے سے انکار کیوں کر رہے ہیں؟'

اس کے اندر سے آواز آئی، 'پارس کے لیے نہ نیکی ہے، نہ محبت۔'

وہ جھنجلا کر سوچنے لگی، 'اس کے لیے کبھی دل میں محبت نہیں ہوگی۔ میرے ساتھ زبردست دھوکا ہوا ہے۔ فرہاد نے آخری سانس تک دھوکا دیا اور سونیا پارسا بن کر مجھے متاثر کرتی رہی۔ چپ چاپ فرہاد کے ایک بیٹے کو جنم دے کر اسے میرا بیٹا کہتی رہی اور دنیا والوں کے سامنے فرہاد کے دونوں بیٹوں کو ممتا بناتی رہی۔ واقعی مکاری میں اس کا جواب نہیں ہے۔ یہ آستین کا سانپ بن کر مجھے ڈستی رہی ہے۔'

وہ بڑی دیر تک سوچتی رہی۔ حجرے کا دروازہ بند رہا۔ خیال پیدا ہوتا رہا، 'جناب شیخ صاحب حقیقت جانتے ہیں لیکن زبان سے کہنا نہیں چاہتے، اس لیے دروازہ بند رکھا ہے۔ اگر میں سب کے لیے نیکی اور محبت لے کر حجرے میں جاؤں گی تو سونیا اور پارس کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکوں گی۔ اسی لیے جناب شیخ صاحب نے مجھے

نیکی اور محبت کی شرط میں جکڑ دیا ہے۔'

وہ دروازے سے واپس چلی آئی۔ اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر پہنچنے تک پاسکل بوبا پھر آ گیا، کہنے لگا۔ "اِس وقت تم بے یار و مددگار ہو۔ اِس ادارے کے احاطے میں جب تک رہو گی، تمھیں اپنی کم مائیگی کا احساس ہوتا رہے گا۔ میں نہ کہوں، تب بھی تمھیں یہ حماقت سمجھ میں آئے گی کہ تم نے ایک مسلمان سے شادی کر کے اور اسلام قبول کر کے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔"

وہ بولی۔ "ہاں، میں سمجھ رہی ہوں۔ فرہاد اپنی زندگی میں دھوکا دیتا رہا۔ اس کے مرتے ہی سونیا اور پارس اپنی اصلیت دکھا رہے ہیں اور یہاں کے اتنے بڑے عالم حجرے میں منہ چھپا رہے ہیں۔ میں یہاں ایک منٹ نہیں رہوں گی۔ ابھی اپنے بیٹے کو یہاں سے چلنے پر مجبور کروں گی۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا۔ علی تیمور صرف تمھارا ہی نہیں، ایک مسلمان کا بھی بیٹا ہے۔ باپ سے بے حد متاثر ہے۔ وہ اِس ادارے سے جانے پر راضی نہیں ہوگا۔ تم تو بہت ذہین ہو، اس نکتے کو سمجھو۔ اگر یہاں سے تنہا جا کر بیٹے سے کہو گی کہ تم دشمنوں کے فریب میں آ گئی ہو تو وہ تمھاری مدد کے لیے آئے گا۔ پھر اِن تمام دشمنوں سے دور تم اسے تنہائی میں سکون سے اچھی بُری باتوں کی تمیز کرا سکو گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پاسکل بوبا نے کہا۔ "تمھاری ذہانت کو کیا ہوا ہے؟ علی تیمور اپنے باپ کی تدفین سے پہلے نہ خود یہاں سے جائے گا، نہ تمھیں جانے دے گا۔ پھر تم یہاں رہ کر انگاروں پر لوٹتی رہو گی۔"

وہ اپنے کمرے میں آئی۔ فون کا ریسیور اُٹھا کر منتظمِ اعلیٰ سے کہا۔ "میں یہاں گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔ ہوا خوری کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ کار بھیج دیجیے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "کار ابھی بھیجی جا رہی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پاسکل بوبا نے کہا۔ "تم ادارے سے نکل کر پیرس جانے والی شاہراہ پر جاؤ۔ کم از کم ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد تمھیں میرے آدمی ملیں گے، وہ تمھیں میرے پاس لے آئیں گے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ہم دونوں مل کر علی تیمور کو فرہاد کی جائز اور پارس کو ناجائز اولاد ثابت کر دیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ تمھیں وقتاً فوقتاً گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ رسونتی کی رہائش گاہ کے سامنے کار آ گئی۔ وہ کمرے سے نکلنا ہی چاہتی تھی کہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ اسے فرہاد کی آواز سنائی دی تھی۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی لیکن وہ فرہاد کے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "فرہاد ٹو کس یور مائنڈ۔ میری جان رسونتی! کاش میں مر جاتا یا خیال خوانی کے قابل نہ رہتا۔ تمھاری یہ دشمن سوچ نہ پڑھ سکتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ میری موت کا یقین ہوتے ہی تم پھر دشمنوں کے فریب میں آ رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "یہ کیا چکر ہے۔ تم زندہ کیسے ہو؟ اس وقت کہاں ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں، تمھیں کیوں بتاؤں۔ تم تو میرے دشمن کا ساتھ دینے جا رہی ہو۔"

"کیا مجھے نہیں جانا چاہیے؟ تم نے ساری زندگی مجھے دھوکا دیا ہے۔"

"تم بے وقوف ہو۔ میں بہت دیر سے تمھارے دماغ میں ہوں۔ میں نے تمھارے اندر رہ کر پارس کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ وہ تمھاری ممتا سے محروم ہو کر جوش و جذبے میں کہہ رہا تھا کہ تم سوتیلی ہو اور سونیا نے اسے جنم دیا ہے تو تم نے اِسے سچ مان لیا۔ تمھارے جیسی بے وقوف عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ٹھیک ہے، جاتی ہو تو جاؤ لیکن خبردار! میرے دشمنوں کو کبھی نہ بتانا کہ میں زندہ ہوں۔ اگر بتاؤ گی تو میں اعلان کر دوں گا کہ صرف پارس میرا بیٹا ہے اور علی تیمور ناجائز ہے۔"

"نہیں!" وہ گھبرا کر بولی۔ "خبردار! میرے بیٹے کو ناجائز کہہ کر میری پارسائی اور وفاداری کو گالی نہ دینا۔ اگر یہ غلط ہے کہ سونیا نے پارس کو جنم نہیں دیا ہے تو میں دشمنوں کو دشمن ہی سمجھوں گی اور یہ ادارہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"باہر گاڑی آ گئی ہے۔ اس میں بیٹھ کر نکلو اور میرے پاس آؤ۔"

"تم کہاں ہو؟"

"ادارے کے مین گیٹ سے نکل کر بائیں جانب والے راستے پر جانا اور اُس شیطان خیال خوانی کرنے والے کو دماغ میں نہ آنے دینا۔ میں جب بھی آؤں گا، کوڈ ورڈز ادا کروں گا۔"

"مگر تم کہاں ہو؟"

"مجھے بڑی رازداری سے ایک خفیہ پناہ گاہ میں پہنچایا گیا ہے۔ اس کا علم سونیا کو بھی نہیں ہے۔ ابھی جناب شیخ صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ انھوں نے تمھارے لیے حجرے کا دروازہ نہیں کھولا، کیونکہ تم شیطان کے فریب میں آ رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تمھیں بڑی رازداری سے اپنے پاس بُلا لوں۔"

وہ باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ پھر اُسے ڈرائیو کرتی ہوئی بابا صاحب کے ادارے سے باہر جانے لگی۔ فرہاد کی آواز آئی۔ "تم اطمینان سے ڈرائیو کرتی رہو۔ فرانسیسی حکومت کا ایک ہیلی کاپٹر تمھارے پاس پہنچنے والا ہے۔ میں ابھی پھر آؤں گا۔ دماغ میں کسی اور کو نہ آنے دینا۔"

اس کے دماغ میں ایک ڈیگر خاموش رہا تاکہ رسونتی سمجھے کہ وہ چلا گیا ہے لیکن اس کی موجودگی ضروری تھی۔ وہ پاسکل بوبا کو پھر آنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ دوسرا ڈیگر ایک ہیلی کاپٹر اغوا کر کے لا رہا تھا۔ رسونتی اس کے بتائے ہوئے راستے پر جا رہی تھی۔ کوئی پچاس منٹ کے بعد ایک ہیلی کاپٹر دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ڈیگر نے کہا۔ "وہ ہیلی کاپٹر

تمھارے لیے ہے۔ گاڑی کو دائیں طرف کچے راستے پر اُتار لو۔ آگے ایک میدان ہے۔ ہیلی کاپٹر وہیں تمھارے لیے اُتارا جا رہا ہے۔"

اس نے گاڑی کو کچے راستے پر اُتار لیا۔ اُسی وقت پاسکل بُوبا نے آکر کہا: "میں آگیا ہوں۔" پھر وہ چونک کر بولا: "ارے! تم یہ کچے راستے پر کہاں جا رہی ہو؟"

وہ بولی: "میں اپنے فرہاد کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا: "کیا کہہ رہی ہو؟ کیا یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ زندہ ہے؟"

"ہاں! میرا سہاگ سلامت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

"رسونتی! تم دھوکا کھا رہی ہو۔"

ڈیگر نے فرہاد کے لہجے میں کہا: "گونان سنس! میری بیوی کو سب عزت سے مادام کہتے ہیں۔ تم میری موت کی خبر سنتے ہی اسے ایک عام عورت کی طرح نام لے کر مخاطب کر رہے ہو۔ یہ ابھی سانس روک کر تمھیں بھگا سکتی ہے لیکن مجھ سے باتیں کر رہی ہے۔ سانس روکے گی تو میں بھی دماغ سے نکل جاؤں گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔ تم دھوکا کھا رہی ہو۔ فرہاد مر چکا ہے۔ میں اس کی آخری سانس تک دماغ میں تھا۔ میں نے اسے دم توڑتے دیکھا ہے۔"

رسونتی نے کہا: "میں نے تو دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ تم مجھے نام سے مخاطب کر رہے تھے۔ تمھاری اتنی جرأت کیسے ہوئی؟ میں اپنے شوہر کو اپنی عمر بھی دے دوں گی مگر تم اسے مُردہ اور مجھے بے یار و مددگار سمجھ کر عام عورتوں کی سطح پر لے آئے تھے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ میدان میں پہنچ کر کار سے اُتر گئی۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ وہ تیز قدم اُٹھاتی ہوئی اُدھر جانے لگی۔ دو مسلح شخص نظر آ رہے تھے۔ پاسکل بُوبا نے پریشان ہو کر کہا: "اوہ گاڈ! تم ہیلی کاپٹر میں کہاں جا رہی ہو۔ رسونتی! ام... میرا مطلب ہے مادام! آپ عقل سے کام لیں۔ اب بھی وقت ہے، میں آپ کو دشمنوں سے بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔ پلیز! آپ سانس روک کر فوراً کار میں واپس جائیں۔ مسلح افراد سے دور جانے کی کوشش کریں۔"

لیکن وہ اُن افراد کے قریب پہنچ گئی تھی۔ انھوں نے اسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے کے لیے سہارا دیا۔ پائلٹ کے پیچھے دو سیٹیں خالی تھیں۔ آخری سیٹوں پر دو اور مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ رسونتی کے احترام میں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ نیچے کھڑے ہوئے افراد بھی آگئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر زمین چھوڑ کر بلندی پر جانے لگا۔ اسی وقت ایک نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے نے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا۔ پاسکل بُوبا نے کہا: "دیکھو! دیکھو تمھارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اگر تمھارے دماغ میں آنے والا فرہاد ہوتا تو کیا تم سے ایسا سلوک کیا جاتا؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ اس کے بازو میں ایک سوئی چبھی تھی۔ اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ پاسکل بُوبا اس کے بے ہوش دماغ سے نکل آیا۔ ماسک مین سے بولا: "سپر ماسٹر کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہم سے بازی لے گیا ہے۔ وہ رسونتی کو ایک ہیلی کاپٹر میں لے جا رہا ہے۔ میں فرانس کے ایئرپورٹ ٹاور اور بین الاقوامی پرواز کی تنظیم سے رابطہ قائم کر کے..."

ماسک مین نے کہا: "سپر ماسٹر کے بھی بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ اب ہم تم اسے روک نہیں سکیں گے۔ تم وقت ضائع نہ کرو۔ آرمر یا جوجو کو اغوا کرنے کی کوشش کرو۔"

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچا: "ایک بار آرمر کو اغوا کیا گیا تھا، وہ کچھ محتاط ہو گیا ہو گا۔ اس کے لیے محنت زیادہ کرنی ہو گی۔ کیوں نہ جوجو کے لیے کوشش کی جائے۔ اس سے پہلے کہ رسونتی کے اغوا ہونے کی اطلاع سونیا اور اس کے بیٹوں تک پہنچے، جوجو کو وہاں سے نکال لانا چاہیے۔"

وہ جوجو کے دماغ میں آیا۔ وہ بولی: "اوہ پاپا! آپ پھر آگئے؟"

پاسکل بُوبا پہلے تو ذرا اُلجھا پھر حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے بولا: "ہاں! تم مجھے بہت یاد آ رہی تھیں۔ ہائے جنّت کتنی خوبصورت جگہ ہے۔ میں نے سوچا اگر میں اپنی بیٹی کو وہاں کی سیر کراؤں گا تو خوش ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "سچ پاپا! میں جنّت کی سیر کر سکتی ہوں؟"

"بے شک۔ میں نے اجازت حاصل کر لی ہے۔ تم یہاں سے دو چار گھنٹوں کے لیے جاؤ گی پھر صبح سے پہلے یہاں ادارے میں پہنچ جاؤ گی۔"

"لیکن پاپا! رات کو جنّت اچھی طرح دکھائی نہیں دے گی۔"

"پگلی کہیں کی۔ جنّت میں کبھی رات نہیں ہوتی۔ تم یہاں سے نکلو تو سہی۔"

"یہ تو مشکل ہے۔ مجھے تو رات کے وقت تنہا جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ابھی رات کو کیسے آپ کے پاس آ سکتی ہوں؟ آپ کہاں ہیں؟"

"میں جنّت میں ہوں۔ جب تم ادارے سے باہر جاؤ گی تو کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد فرشتے ملیں گے۔ وہ تمھیں میرے پاس لے آئیں گے۔"

"ہائے اللہ! میں نے فرشتوں کو کبھی دیکھا نہیں ہے۔ انھیں ضرور دیکھوں گی۔ مجھے بتائیے میں کیسے آؤں؟"

"پارس کے ساتھ آ سکتی ہو مگر ابھی میرے بارے میں اسے کچھ نہ بتانا۔ باہر فرشتے ملیں گے تو تم ان فرشتوں سے اس کا تعارف کراؤ گی اور بتاؤ گی کہ جنّت میں مجھ سے ملنے کے لیے جا رہی ہو تو وہ حیران رہ جائے گا۔"

وہ خوشی سے تالی بجا کر بولی: "پارس کو سرپرائز دینے میں بڑا مزہ آئے گا۔"

وہ ادارے میں ڈمی پارس کے ساتھ رہتی تھی اور اسے ہی اپنا اصلی پارس سمجھتی آ رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آکر بولی: "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ چلو! باہر گھومنے چلیں گے۔"

ڈمی نے کہا: "رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔ ہم ادارے کے اندر چہل قدمی کر سکتے ہیں، باہر نہیں جا سکتے۔"

"کیوں نہیں جا سکتے؟"

"تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ میرے پاپا کا انتقال ہو گیا ہے۔ کل اُن کی تدفین ہو گی۔ ایسے میں کیا سیر و تفریح اچھی لگتی ہے؟"

وہ پاسکل بُوبا کی ہدایت کے مطابق بولی: "یہاں کا ماحول ماتمی ہو گیا ہے، میرا دم گھٹ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے باہر ہو آئیں گے تو کیا ہو جائے گا۔ کیا تم میرا دل بہلانا نہیں چاہتے؟"

اس نے ریسیور اُٹھا کر منتظمِ اعلیٰ سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "جناب! جوجو بہت پریشان ہے۔ پاپا کی موت سے شاک پہنچا ہے۔ میں اس کا دل بہلانے کے لیے باہر لے جانا چاہتا ہوں۔"

جواب ملا: "ریسیور جوجو کو دو۔"

اس نے ریسیور اسے دیا۔ وہ بولی: "ہاں میں جوجو بول رہی ہوں۔ میرے لیے گاڑی بھیج دیجیے۔"

"بیٹی! ہمارے ادارے میں تفریحی مقامات ہیں۔ دل بہلانے کا سامان بھی ہے۔ رات کو باہر جانا مناسب نہیں ہے۔"

"میں جاؤں گی۔ نہیں تو ابھی رونا شروع کر دوں گی۔ شیخ صاحب سے شکایت کروں گی، تم لوگ مجھے کار میں بیٹھ کر گھومنے پھرنے نہیں دیتے۔"

"شیخ صاحب کے پاس نہ جانا۔ وہ عبادت میں مصروف ہیں۔ میں تمھارے اور پارس کے لیے گیٹ پاس حاصل کر کے ابھی گاڑی بھیج رہا ہوں مگر تمھارے ساتھ دو مسلح گارڈز ہوں گے۔"

جوجو نے ریسیور رکھ دیا۔ پاسکل بُوبا نے کہا: "میں ابھی جا کر فرشتوں کو بھیج رہا ہوں۔ تم پیرس جانے والی شاہراہ پر گاڑی لے جانا۔ پارس کو میرے بارے میں ابھی کچھ نہ بتانا۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے دماغ سے چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی گاڑی آگئی۔ ڈمی پارس اور جوجو اگلی سیٹ پر آئے۔ پچھلی سیٹ پر مسلح گارڈز بیٹھ گئے۔ ڈمی کار ڈرائیو کرتا ہوا ادارے کے احاطے سے باہر آگیا۔ جوجو کی مرضی کے مطابق پیرس جانے والی شاہراہ پر چلنے لگا۔ کار کی رفتار سست تھی۔ وہ اطمینان سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ جوجو نے کہا: "ذرا تیز چلاؤ، نہیں تو دیر ہو جائے گی۔"

ڈمی نے حیرانی سے پوچھا: "کس بات کی دیر ہو گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "تمھیں نہیں بتاؤں گی۔ سرپرائز دوں گی۔"

"کیسا سرپرائز؟"

"یہی کہ..." وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اسی وقت پاسکل بُوبا پہنچ گیا تھا۔ اس نے زبان بند کر دی تھی۔ ڈمی نے پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو گئیں؟"

وہ بولی: "گاڑی تیز چلاؤ۔ ابھی تمھیں معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے رفتار بڑھاتے ہوئے کہا: "جوجو! پلیز تمھارے دماغ میں کوئی خاص بات ہے تو مجھ سے نہ چھپاؤ۔ تم مجھے کسی بات سے حیران کرنا چاہتی ہو تو وہ بات بتاؤ، میں ابھی حیران رہ جاؤں گا۔ تم بتا کر تو دیکھو۔ پلیز بتاؤ۔"

وہ کشمکش میں تھی۔ پاسکل بُوبا اسے بولنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اُن کی گاڑی پولیس چوکی تک پہنچ گئی۔ ایک افسر نے گاڑی روکنے کو کہا۔ ڈمی نے گاڑی روک کر بابا صاحب کے ادارے کا شناختی کارڈ دکھایا۔ اس افسر کے ساتھ صرف ایک سپاہی تھا۔ اس نے کہا: "ہمیں اوپر سے حکم ملا ہے کہ کسی گاڑی کو پوری طرح چیک کیے بغیر جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ آپ لوگ باہر آ جائیں۔"

وہ ایک ایک کر کے باہر آئے۔ اچانک ہی افسر اور سپاہی نے فائرنگ شروع کر دی۔ جوجو کے ساتھ آنے والے اس ناگہانی افتاد کے لیے تیار نہیں تھے۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پولیس والے جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ انھیں پھر سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ وہ ایک ایک کر کے زمین پر گر پڑے۔ مرنے والوں میں پارس کی ڈمی بھی تھی۔ جوجو سہمی ہوئی چیخ رہی تھی: "پاپا! جلدی آئیے۔ اپنے فرشتوں کو بھیجیے۔ نہیں تو یہ دشمن مجھے مار ڈالیں گے۔"

پولیس افسر نے کہا: "گھبراؤ مت۔ میں اس افسر کی زبان سے تمھارا پاپا بول رہا ہوں۔ ذرا نظریں گھما کر دیکھو، فرشتے آگئے ہیں۔"

جوجو نے گھوم کر دیکھا۔ پولیس چوکی کی چھوٹی سی چار دیواری کے اندر سے مسلح افراد باہر آ رہے تھے۔ افسر نے کہا: "ہم نے یہاں کے تمام سپاہیوں کو ختم کر دیا ہے۔ تمھیں ساتھ لے جانے کے لیے یہ ضروری تھا۔"

وہ غصے سے آگے بڑھ کر اپنے نازک ہاتھوں سے اسے مارتے ہوئے بولی: "تم نے میرے پارس کو مار دیا ہے۔ اسے بھی زندہ کرو۔ اسے بھی جنّت میں لے چلو۔ نہیں تو میں نہیں جاؤں گی۔"

"مرنے والے خود ہی جنّت یا دوزخ میں جاتے ہیں۔ چونکہ تم زندہ ہو، اس لیے میں تمھیں لے جاؤں گا۔"

دو آدمیوں نے جوجو کو جکڑ لیا۔ پھر اس کے ساتھ بھی وہی ہوا جو رسونتی کے ساتھ ہو چکا تھا۔ ایک انجکشن لگتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد بابا صاحب کے ادارے میں اطلاع پہنچی کہ قریبی پولیس چوکی میں پارس کی لاش پڑی ہے۔ اس کے علاوہ ادارے کے دو گارڈز اور چوکی کے کئی سپاہی اپنے افسر کے ساتھ مارے

گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی سونیا کا دل ڈوبنے لگا۔ پارس کو اگرچہ نشہ نہیں ہوتا تاہم اُس نے شراب پی تھی' اس لیے سونیا نے اُس سے کہا تھا کہ وہ دوسری صبح پاک صاف ہو کر ادارے میں آئے۔ چونکہ وہ تنہا گیا تھا' اس لیے موت کی خبر سن کر سونیا کا دھیان اسی کی طرف گیا تھا۔

وہ علی تیمور کے ساتھ تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی چوکی تک آئی۔ اس کے پیچھے ادارے کے کچھ اور ذمے دار افراد آئے تھے۔ چوکی میں پولیس اور انٹیلی جنس والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سونیا اور علی تیمور نے سب سے پہلے ڈمی کی لاش دیکھی پھر سمجھ گئے کہ وہ پارس نہیں ہے۔ پارس اور ڈمی کے درمیان جو فرق تھا اسے صرف خاص لوگ ہی سمجھتے تھے۔ ادارے کے ایک شخص نے بتایا کہ جوجو بھی ڈمی کے ساتھ نکلی تھی۔ ادارے میں منتظمِ اعلیٰ نے تصدیق کی جس سے ثابت ہوا کہ جوجو کو اغوا کیا گیا ہے۔ پھر رسونتی کے متعلق بھی تشویش ہوئی۔ آرمر نے رسونتی اور جوجو کے دماغ تک پہنچنے کی ناکام کوششیں کیں۔ پھر کہا "وہ دونوں بے ہوش ہیں۔ ابھی کچھ معلوم نہیں ہوگا کہ اُنھیں کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے؟"

دوسرے دن ادارے میں ایک تو فرہاد علی تیمور کی موت کے باعث ماتمی سکوت طاری تھا' دوسرے رسونتی اور جوجو کی گمشدگی نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔ پارس ادارے میں واپس آگیا تھا۔ اس نے کہا "پاپا کے وفات پاتے ہی دشمنوں کے حوصلے بھی بلند ہو گئے ہیں اور کامیابی بھی اُن کا مقدر بن گئی ہے۔ میں حیران ہوں کہ ماما اور جوجو کو باہر جانے کی اجازت کیوں دی گئی؟"

منتظمِ اعلیٰ نے کہا "مادام رسونتی اپنی مرضی کی مالک ہیں۔ ہم انھیں باہر جانے سے روک نہیں سکتے تھے اور جوجو ضد کر رہی تھی۔ جناب شیخ صاحب کے حجرے میں جانا چاہتی تھی۔ جبکہ وہ عبادت میں مصروف تھے۔ میں نے مجبور ہو کر اسے ڈمی پارس اور مسلح گارڈز کے ساتھ جانے دیا۔"

سونیا نے کہا "جو ہو چکا ہے' اُس پر بحث کرنا فضول ہے۔ جو ہونے والا ہے' اس سے ہوشیار رہنے اور احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔"

فرہاد علی تیمور کی تدفین کے وقت بڑے بڑے ممالک کے کئی نمائندے آئے تھے۔ وہ فرہاد کی موت پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ رسونتی اور جوجو کی تلاش کے سلسلے میں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلا رہے تھے۔ سُپر ماسٹر اور ماسک مین کے نمائندوں نے تمام لوگوں کے سامنے' سونیا' پارس اور علی تیمور کی موجودگی میں صاف طور سے کہہ دیا کہ بڑے ممالک سکون کا سانس لے رہے ہیں' فرہاد اپنی ٹیلی پیتھی کی دہشت کے ساتھ فنا کی گود میں چلا گیا ہے۔ اس کی فیملی کا زوال شروع ہو چکا ہے اور سونیا ایک ایسا اکیلا ہاتھ ہے جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالی بجانے کے لیے دوسرے ہاتھ سے محروم رہا کرے گا۔

بابا صاحب کے ہزاروں سوگواروں کی پُرنم آنکھوں کے سامنے فرہاد علی تیمور کو مٹی میں سلا دیا گیا۔ اس دنیا میں کوئی کتنا ہی سرکش' شہ زور یا عظیم انسان ہو' اسے ایک دن مٹی میں ملا دیا جاتا ہے اور یہ محض اس لیے کہ زندہ لوگ عبرت حاصل کرتے رہیں۔

✡

میں زندہ ہوں۔

آپ بھی زندہ ہیں اور ہم سب اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کاتبِ تقدیر کو منظور رہے گا۔ میں نے بارہا موت کے چنگل سے نکل کر نئی زندگی حاصل کی اور ہر بار خداوندِ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ شکر اس لیے بھی ادا کیا کہ نئی زندگی کے ساتھ نئے مصائب بھی ملتے ہیں اور مصائب سے گزرنے کا حوصلہ بھی وہی ربِ کریم دیتا ہے۔

اس بار میں اپنوں کے لیے بوجھ بن گیا تھا۔ مجھے آپریشن تھیٹر پہنچانے کے بعد یہ مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ مجھے خیال خوانی کرنے والے دشمنوں سے کس طرح بچایا جائے۔ میڈونا کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا کیوں کہ علی تیمور نے اُسے پہچان لیا تھا۔ رسونتی نے اسے دماغی جھٹکے پہنچا کر وقتی طور پر خیال خوانی کے ناقابل بنا دیا تھا۔ دانیال سے توقع تھی کہ وہ میڈونا کو ٹھکانے لگا دے گا لیکن وہ درپردہ اپنی ٹیلی پیتھی کی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے ہمارے خلاف نئی چالیں چلنے لگا تھا۔ اُدھر آپریشن کے بعد مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ دشمن میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان دشمنوں میں دانیال بھی شامل تھا۔

لیکن کسی کو پتا ہی نہ چلا کہ مجھے کب ہوش آیا اور کب مجھے کوما میں پہنچا دیا گیا۔ یہیں سے میری نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ دوست اور دشمن مجھے کوما کی حالت میں دیکھ رہے تھے۔ دراصل میں کوما میں نہیں تھا۔ میں خود نہیں جانتا کہ میں کس عالم میں تھا۔ میرے دماغ میں' میری بند آنکھوں کے پیچھے نور ہی نور تھا۔ اس نور میں کسی کا سایہ نہیں تھا۔ کوئی سوچ کی لہر نہیں تھی نہ اپنی تھی نہ پرائی۔ میں یہ سمجھنے کے قابل نہیں تھا کہ میں کون ہوں؟ کہاں ہوں؟ اور کس حالت میں ہوں؟

میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وقت تھم گیا ہے یا بدستور چل رہا ہے۔ اگر تھم گیا ہے تو میں مر چکا ہوں اور اگر زندہ ہوں

تو نہ جانے کتنے دن' کتنے سال اور کتنی صدیاں گزر گئیں۔ مجھے پہلی بار اُس وقت زندگی کا احساس ہوا جب جناب شیخ الفارس کی دھیمی دھیمی سی مگر گونجتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ وہ فرما رہے تھے "یہ ساری دنیا فانی ہے۔ فنا ہوتی رہتی ہے' فنا ہوتی رہے گی۔ صرف ایک اللہ کی ذات باقی ہے اور باقی رہے گی۔ تم ہر بار فنا سے بچتے آئے ہو' اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم باقی رہ جاؤ گے۔ تم اس لیے رہ جاتے ہو کہ طبعی عمر تک سانس لینا تمھارے مقدر میں لکھا ہے۔"

میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر کھول نہ سکا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور جناب شیخ صاحب کہاں ہیں؟ کیا وہ میرے قریب ہیں؟ یا میرے اندر بول رہے ہیں؟

وہ بول رہے تھے "تم نے زندگی میں کئی مراحل طے کیے۔ اب آخری مرحلہ طے کرنے کے لیے زندہ ہو۔ آج سے اپنی زندگی کے آخری دنوں تک تم گمنام رہو گے۔ تم دنیا والوں کے لیے مر چکے ہو۔ اپنی زبان سے اپنا نام اور اپنی شخصیت ظاہر نہیں کرو گے۔ ایسا کرنے میں ایک خاص مصلحت ہے۔"

میں سُن رہا تھا اور ان کی ایک ایک بات سے متاثر ہو رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیوں اپنے نام اور شخصیت کو گم کر دینا چاہیے۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے آدمی جیتا ہے اور مرتا ہے۔ اس کے باوجود میں ان کی باتوں کو درست تسلیم کر رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا "سونیا ایک نئی بستی آباد کر رہی ہے تاکہ دنیا والوں سے دُور رہ کر تمھارا خاندان سکون سے زندگی گزارے۔ لیکن وہ بستی بھی تو دنیا میں ہی ہوگی اور دنیا میں سکون محال ہے۔ یہ سکون صرف ہمیں حاصل ہوتا ہے۔"

انھوں نے ایک ذرا توقف سے کہا "ہم محل میں نہیں' حجرے میں رہتے ہیں۔ دنیا میں نہیں' دین کے ماحول میں سانس لیتے ہیں۔ ہم سادہ کھاتے ہیں اور سستا پہنتے ہیں۔ ہم کسی سے کچھ نہیں مانگتے۔ اللہ سے مانگتے ہیں اور بندوں کو دیتے ہیں۔ اب ذرا غور کرو میں بھی اسی دنیا میں ہوں' پھر میرا کوئی دشمن کیوں نہیں ہے۔ میں نے اکثر عبادت کے تسلسل سے نکل کر تم لوگوں کو معقول مشورے دیے ہیں اور قدرت کا منشا سمجھتے ہوئے تمھاری اور تمھارے بچوں کی مدد کی ہے۔ اس طرح تمھارے دشمن میرے دشمن ہو گئے ہوں گے۔ اس کے باوجود وہ دشمن مجھ تک کیوں نہیں پہنچ پاتے؟ یہی غور کرنے کا مقام ہے۔"

وہ ذرا چُپ رہے جیسے مجھے غور کرنے کا موقع دے رہے ہوں۔ پھر انھوں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں وقت گزارتے ہیں اور بندوں سے بہت کم بولتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق کم بولنے سے باتوں میں وزن ہوتا ہے۔ وہ باتیں اثر کرتی ہیں۔ فساد نہیں پھیلاتیں۔ ہم بھوک کے مطابق کم کھاتے ہیں اور ضرورت کے مطابق سستا اور سادہ پہنتے ہیں۔ اس لیے کسی کو اندیشہ نہیں ہوتا کہ ہم زیادہ کے لالچ میں اس سے کچھ چھیننے آئیں گے۔"

"دشمنوں کو یہ یقین نہیں ہے کہ عبادت میں مصروف رہنے والا شیخ الفارس بڑی خاموشی سے فرہاد اور اس کی فیملی کی کہاں کہاں مدد کرتا ہے۔ یقین اس لیے نہیں ہوتا کہ موجودہ سائنسی دور میں روحانیت پر سے اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ لوگ اس بات کو مذاق سمجھتے ہیں کہ کوئی روحانی عمل بھی ہوتا ہے۔ دنیا والوں کے لیے تمھاری یہ نئی زندگی بھی ایک مذاق ہوتی۔ ہماری دنیا میں کسی کو کوما میں پہنچا کر اس کے دماغ اور جسم کو بے حس بنایا جاتا ہے۔ میں نے روحانی عمل کے ذریعے دشمنوں کو تمھارے دماغ میں آنے نہیں دیا اور تمھاری جگہ اپنے ادارے کے ایک قریب المرگ مریض کو ڈمی فرہاد بنا کر اُسے کوما میں رکھا۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے اُسے فرہاد سمجھتے رہے۔ اس قریب المرگ ڈمی کا دماغ بہت ہی کمزور تھا۔ خیال خوانی کرنے والے اس کے دماغ کی تہ تک خفیہ خیالات کے خانوں میں پہنچتے تھے اور یہ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ وہاں روحانی عمل جاری ہے۔ اسے جاری رکھنے کے لیے میں اپنے حجرے میں بند رہتا ہوں۔ رسونتی بھی میرے حجرے کے دروازے تک آکر واپس چلی گئی تھی۔ میرے مُرید جانتے تھے کہ میں روحانی عمل میں مصروف ہوں لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ اس عمل کا تعلق تم سے ہے۔"

"آج سے تمھاری زندگی کیا ہے؟

"تم زندہ ہو مگر نہیں ہو۔"

"تم فرہاد علی تیمور ہو مگر نہیں ہو۔"

"یہاں تمھارے جتنے لہو کے اور زبان کے رشتے ہیں وہ تمھیں دیکھیں گے مگر پہچان نہیں پائیں گے۔ تم انھیں مخاطب کرو گے' اُن سے گفتگو کرو گے مگر اپنی شناخت نہیں پیش کرو گے۔ اس سے بھی زیادہ بہت کچھ ہونے والا ہے۔ وہ سب کچھ ہونے والا ہے جس کی توقع کوئی نہیں کر سکتا۔"

"تمھاری داستانِ حیات ایک عجیب و غریب موڑ پر آگئی ہے۔ اب وہ ہوگا جو کبھی نہیں ہوا۔ دنیا اسی کو کہتے ہیں۔

یہاں وہ ہو جاتا ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوتا۔"

"اپنی آنکھیں بند رکھو۔ جب کھولو گے تو اُسی پرانی دنیا میں پہنچو گے مگر وہ سراسر نئی اور انوکھی ہوگی۔"

جناب شیخ الفارس خاموش ہو گئے۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ پھر بولیں گے۔ لیکن وہ میرے اندر سے چلے گئے تھے یا میرے سامنے سے جا چکے تھے۔ میں اپنی مرضی سے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

پتا نہیں یہ آنکھ کب کھُلے گی۔ جب بھی کھُلے گی میں اپنوں کو اور غیروں کو، دوستوں کو اور دشمنوں کو، نئے مزاج، نئی دوستی اور نئی دشمنی کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھوں گا۔

ماسک مین اور پاسکل بوبا ایک بڑی سی اسکرین کے سامنے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھیں اسکرین پر جوجو نظر آ رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے ایک بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ بستر کے سرہانے اور بائیں جانب طرح طرح کی مشینیں اور آلات دکھائی دے رہے تھے۔ ایک ڈاکٹر مشین کے پاس مصروف تھا۔ دوسرا ڈاکٹر جوجو کا معائنہ کر رہا تھا۔ نرسیں اور اسسٹنٹ اُن کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

ماسک مین نے اُن کی مصروفیات سے نظریں ہٹا کر پاس بیٹھے ہوئے پاسکل بوبا کو دیکھا پھر کہا "تم نے رسونتی کو اغوا کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی لیکن سُپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا بازی لے گیا۔"

وہ سوچنے کے انداز میں چُپ ہوا پھر بولا "فرہاد کی موت کے بعد ٹیلی پیتھی کے اعتبار سے رسونتی اور ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے سونیا بہت اہم ہے۔ رسونتی کو دشمن کی لابی میں نہیں پہنچنا چاہیے تھا۔"

پاسکل بوبا نے کہا "میں سونیا کو ٹریپ کر کے اس کی تلافی کر سکتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ سونیا کے قریب سے بھی نہ گزرنا۔ وہ ایک ناقابلِ علاج بیماری ہے۔ تمھیں لگے گی تو یہاں تک آئے گی پھر یہاں سے تمھاری قبر تک جائے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ کبھی ہمارے ملک میں قدم رکھے۔"

"لوگ کہتے ہیں، روس آہنی دیواروں کے پیچھے ہے اور یہ درست ہے۔ فرہاد جیسا ٹیلی پیتھی جاننے والا بھی ہمارے ملک کی زمین پر قدم نہ رکھ سکا تھا۔ پھر سونیا کیسے آسکے گی؟"

"فرہاد نے یہاں کبھی قدم رکھنے کی اس لیے ضرورت نہیں سمجھی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے جہاں چاہتا تھا پہنچ جاتا تھا۔ میرا خیال ہے سونیا جوجو کی خاطر یہاں ضرور آئے گی۔ اس لیے تم اس کے قریب نہ جاؤ۔ اُسے خود آنے دو۔ اب اُس کے پاس ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں رہا۔۔۔ وہ یہاں آکر بے موت مرے گی۔"

پاسکل بوبا نے کہا "میرا خیال ہے جوجو کی تلاش میں پارس آئے گا۔"

وہ اپنی بات جاری نہ رکھ سکا۔ جوجو کو اٹینڈ کرنے والے ڈاکٹر دوسرے کمرے میں آ گئے تھے اور کیمرے کو دیکھتے ہوئے یعنی کیمرے کے ذریعے اسکرین پر دیکھتے ہوئے ماسک مین سے کہہ رہے تھے "سر! ہم نے پوری توجہ سے معائنہ کیا ہے۔ اس کے بچگانہ پن کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ذہنی طور پر بالغ ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے برین کا میجر آپریشن ضروری ہے۔"

دوسرے ڈاکٹر نے کہا "لیکن ایک قباحت ہے۔ آپریشن کے نتیجے میں یہ اپنی پچھلی زندگی بھول سکتی ہے کیوں کہ یہ آپریشن ایک طرح کا برین واش بھی ہو سکتا ہے۔"

ماسک مین نے مائیک کو سامنے رکھ کر کہا "میں برین واشنگ کی اجازت نہیں دوں گا۔ جوجو کی اہمیت محض ٹیلی پیتھی کے باعث ہے۔ اگر یہ صلاحیت ختم ہو جائے گی تو یہ ہمارے کسی کام کی نہیں رہے گی۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ ہماری پہلی اسٹڈی ہے۔ ہمارے ملک میں برین سے متعلق عالمی شہرت رکھنے والے دو ڈاکٹر ہیں۔ آپ انھیں ہماری ٹیم میں شامل کر دیں۔ ہم جوجو کی ٹیلی پیتھی کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

"وہ دونوں ڈاکٹر کل یہاں پہنچ جائیں گے۔ ویٹس آل۔"

ڈاکٹر اس کمرے سے چلتے ہوئے پھر جوجو کے پاس آکر مصروف ہو گئے۔ ماسک مین نے پاسکل سے کہا "آدمی کے پاس اگر بہترین صلاحیتیں ہوں اور وہ اُن سے کسی کو فائدہ پہنچانا نہ جانتا ہو تو وہ تمام تر صلاحیتوں کے باوجود ناکارہ ہوتا ہے اور فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔"

پاسکل نے کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ جوجو کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ اس لڑکی کے ذریعے فرہاد اور اس کے ساتھیوں کو کئی بار نقصان پہنچا ہے۔ انھوں نے اپنی چالاکی سے کبھی فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ مگر ایسا بچگانہ ذہن رکھنے والی لڑکی ہمارے لیے خطرہ بن جائے گی۔ اس کا ذہنی طور پر بالغ ہونا بے حد ضروری ہے۔"

"ہم دیکھیں گے کہ ہمارے عالمی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر جوجو کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں۔ تم بتاؤ رسونتی کا سراغ کیسے لگاؤ گے؟"

"میں خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کے تمام خفیہ اڈوں تک پہنچ رہا ہوں۔ اس کے ایک اڈے کے اطراف بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ وہاں ڈیوٹی پر حاضر رہنے والا ایک معمولی سپاہی بھی یوگا کا ماہر ہے۔ یہ احتیاطی عمل ظاہر کرتا ہے کہ رسونتی اُسی جگہ رکھی گئی ہے۔ ہمارے جاسوس موقع کے انتظار میں ہیں۔ وہاں ڈیوٹی دینے والے کسی اعلیٰ افسر کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کریں گے۔ پھر میں خیال خوانی کے ذریعے اس اڈے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

"تم رسونتی کے دماغ میں جانا چاہتے ہو تو وہ سانس روک لیتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اُسے سپر ماسٹر کا خیال خوانی کرنے والا کوڈ ورڈز کے ذریعے اس سے باتیں کرتا ہے۔ اُسے قابو میں کرنے کی ایک اور تدبیر ہے۔ وہ علی تیمور پر جان دیتی ہے۔ تم اُس کی جان یہاں لے آؤ تو وہ تم سے دماغی رابطے پر راضی ہو جائے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں نے علی تیمور کی محبوبہ فرزانہ کو زندہ جلنے پر مجبور کیا تھا۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ مجھے بھی زندہ جلائے گا۔ بے چارہ بھول گیا ہے کہ ٹیلی پیتھی کا سہارا دینے والا باپ اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ آئندہ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کی ایک پھونک سے اُڑ جائے گا۔"

"پاسکل! ایسی خوش فہمی نقصان پہنچاتی ہے۔ فرہاد کے دونوں بیٹے طرح طرح کے علم و ہنر میں یکتا ہیں۔ اور دشمن خیال خوانی کرنے والوں سے بچنے کے ہتھکنڈے بھی جانتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے خوب سوچ سمجھ کر منصوبے بناؤ اور پوری طرح محتاط رہ کر علی تیمور کو ٹریپ کرو۔ یہی ایک مہرہ رسونتی کو یہاں لا سکتا ہے۔ پھر یہاں لانا بھی ضروری نہیں ہے۔ جب تک بیٹا ہماری مٹھی میں رہے گا، ماں دشمن کے پاس رہ کر بھی ہماری وفادار رہے گی۔"

پاسکل بوبا نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا "میں جا رہا ہوں۔ کل تک کوئی اچھی خبر سناؤں گا۔"

وہ ماسک مین سے مصافحہ کر کے چلا آیا۔ پروجیکشن روم سے نکل کر، مختلف کوریڈورز سے گزرتے ہوئے ایک ایکس رے روم میں پہنچا۔ ماسک مین سے ملاقات کرنے والے کو آنے اور جانے کے وقت اس کمرے سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں نصب کی ہوئی مشینیں بتاتی تھیں کہ گزرنے والا کیا کچھ چھپا کر لے جا رہا ہے۔ پاسکل بوبا پر مکمل اعتماد تھا، اس کے باوجود اسے بھی پوری طرح چیک کیا جاتا تھا۔

وہ ایکس رے روم سے نکل کر سیکیورٹی افسر کے کمرے میں پہنچا۔ وہاں اس نے اپنا شناختی کارڈ اور ماسک مین سے ملاقات کا اجازت نامہ دوبارہ دکھایا۔ اس نے ماسک مین کے پاس آتے وقت بھی یہ چیزیں دکھائی تھیں اور مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے تھے۔ یہی عمل واپسی پر بھی دُہرانا پڑتا تھا۔ افسر نے مطمئن ہو کر اس کا ضبط کیا ہوا ریوالور اسے واپس کر دیا۔

وہاں ہر کمرے میں خفیہ کیمرے نصب کیے گئے تھے جو آنے جانے والوں کو متحرک فلموں میں ریکارڈ کرتے تھے۔ وہ داخلی دروازے کے پاس آیا، وہاں ایک بڑی سی میز پر ایک بڑا سا رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ اُس نے آتے وقت اپنی آمد کا مقصد اور وقت لکھا تھا۔ اب اس نے روانگی کا وقت لکھا، اپنے دستخط کیے، پھر دروازے کی طرف مُنہ کر کے کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے بولا "دروازہ کھول دو۔"

وہ خودکار دروازہ صرف خود سے بند نہیں ہوتا تھا بلکہ مقفل بھی ہو جاتا تھا۔ پاسکل بوبا کی آواز پر وہ خود بخود کھُل گیا۔ باہر مسلح گارڈز الرٹ کھڑے ہوئے تھے، ماسک مین کی رہائش گاہ کے باہر چاروں طرف کھُلا میدان تھا۔ میدان کے چاروں طرف ایک مصنوعی جھیل تھی جو کئی میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اُس جھیل کے پانی کو چھوتے ہی بجلی کا جھٹکا پہنچتا تھا۔ کشتی یا موٹر بوٹ کے ذریعے کوئی ماسک مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خشکی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف ہیلی کاپٹر کے ذریعے آمد و رفت ممکن تھی۔ اور ماسک مین کا مخصوص ہیلی کاپٹر ہی وہ جھیل عبور کر سکتا تھا۔

پاسکل بوبا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ماسکو کے سرکاری فلائنگ کلب تک آیا۔ پھر وہاں سے ایک کار میں اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ اس کی رہائش گاہ کے چاروں طرف بھی سخت فوجی پہرا رہا کرتا تھا۔ پاسکل بوبا کو بھی پوری طرح اپنی شناخت پیش کرنے کے بعد اس احاطے میں داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آکر آرام سے بیٹھ گیا۔ آنکھیں بند کر کے علی تیمور کو تصور میں دیکھنے لگا۔ اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو سوچ کے ذریعے دُہرانے لگا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

علی تیمور نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولا "کون ہے؟ ماما! اگر آپ ہیں تو

کوڈورڈز بتائیں؟"
پاسکل بوبا نے کہا "میں کوئی اور ہوں۔"
"میں مکمل تعارف کیے بغیر کوئی بات نہیں کروں گا۔"
"میں تمھاری ماں کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے تمھارے بہت کام آسکتا ہوں۔"
"شکریہ، میں پہلے کہہ چکا ہوں، اپنا نام اور پتا بتاؤ۔"
"میری کچھ مجبوری ہے۔ تمھیں ماں چاہیے یا میرا تعارف؟"
علی تیمور نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اسے بہت غصہ آیا جیسے علی تیمور نے دھکے مار کر نکال دیا ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک غصہ پیتا رہا اور سوچتا رہا۔ 'ایک بیٹے کے لیے ماں سے اہم کوئی رشتہ نہیں ہوتا لیکن بیٹا اصولوں کا پابند ہے، کسی اجنبی سے ماں کے سلسلے میں تعاون حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے جھوٹ اور فریب سے کام نکالنا ہوگا۔'
اس نے پھر پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا۔ "سانس نہ روکنا۔ میرا نام جان شیفرڈ ہے۔ میں اس وقت برلن میں ہوں۔"
علی تیمور نے کہا "تم جس جگہ ہو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماسک مین کے لیے کام کر رہے ہو۔"
"درست ہے۔ اس طرح یہ بھی سمجھ گئے ہوگے کہ تمھاری ماں سپر ماسٹر کی قید میں ہے۔"
"ہاں۔ اور یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ ماسک مین میری ماما کو سپر ماسٹر کی قید میں برداشت نہیں کرے گا۔ وہ چاہتا ہے بابا کے بعد ہمارے پاس ٹیلی پیتھی کی جو طاقت رہ گئی ہے، وہ اسے مل جائے۔ یہ دونوں سپر طاقتیں میری ماما کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں۔"
"تم اپنی ماما کو سمجھاؤ کہ وہ ہم میں سے کسی کی قید میں رہنا پسند نہ کریں۔ انھیں جہاں قید کیا گیا ہے، وہ وہاں کے متعلق تمھیں بتاتی رہیں گی اور مجھے معلوم ہوتا رہے گا تو میں پہرا دینے والے گارڈز کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گا۔ مادام کو وہاں سے نکال لاؤں گا۔"
"اور تم ماما کو وہاں سے نکال کر میرے پاس پہنچا دو گے؟ کیا مجھے نادان بچہ سمجھ کر آئے ہو؟"
"تم طعنے کیوں دے رہے ہو؟ میں پہلی بار دوست بن کر آیا ہوں۔ تم نے مجھے پہلے کبھی آزمایا نہیں تو پھر یہ بے اعتمادی کیوں؟"
"سپر ماسٹر اور ماسک مین کو ہزاروں بار آزمایا گیا ہے۔ اُن کے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی وہی مزاج رکھتے ہوں گے۔ اگر تم انسان دوست ہوتے تو پاپا کی طرح آزاد ہوتے۔ ماسک مین کے غلام نہ بنتے۔ میرا خیال ہے، اس کے بعد کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں رہی۔ اب جاؤ۔"
اس نے سانس روک کر اُسے بھگا دیا اور سوچنے لگا۔ 'چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ ماما نے مجھ سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا۔ اگر اغوا کرنے والوں نے انھیں بے ہوش کیا ہوگا تو انھیں اب تک ہوش میں آجانا چاہیے۔ اگر ان کی بے ہوشی طویل ہو رہی ہے تو یہ بات تشویش ناک ہے۔'
اُس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا "آرمر انکل! میں بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔"
"بیٹے! میں کئی بار اُن کے پاس جا چکا ہوں۔ ان کا دماغ بے حس ہے۔ میری سوچ کی لہروں کا جواب نہیں دیتا۔ ذرا انتظار کرو، میں پھر ہو کر آتا ہوں۔"
آرمر نے ریسیور رکھ کر خیال خوانی کی۔ پھر رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر اُسے مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر مخاطب کیا۔ "مسز فرہاد! میں محسوس کر رہا ہوں، آپ نارمل ہیں، جواب دیجیے۔"
اُسے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر! اب یہ مسز نہیں رہی۔ فرہاد مر چکا ہے۔ اسے اب فرہاد سے منسوب نہ کرو۔ یہ خالی زمین کی طرح ہے۔ کوئی بھی ذہانت سے یا قوتِ بازو سے اس زمین پر قبضہ جما سکتا ہے۔ اور جو قبضہ جما لے وہی اس کا مالک اور مختار کہلائے گا۔ آج ہم اس کے مالک ہیں اور مختارِ کُل کی طرح اس زمین کا نقشہ اور نام بدل رہے ہیں۔ یہاں سے جاؤ۔ پھر کبھی آؤ گے تو اس کے دماغ میں جگہ نہیں ملے گی۔ اگر کبھی سامنا ہوگا تو اسے پہچان نہیں سکو گے۔ یہ کسی اور ہی رنگ و روپ میں رہے گی۔ فی الحال یہاں سے جاؤ۔"
اس بولنے والے نے رسونتی کو سانس روکنے کا حکم دیا۔ اس نے سانس روکی۔ آرمر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ رسونتی کا دماغ اندھیرے میں ڈوب رہا تھا۔ اس نے مخاطب کیا۔ مگر اتنی سی دیر میں وہ دماغ ڈوب چکا تھا۔ وہ مایوس ہو کر واپس آیا اور علی تیمور کو ساری روداد سنانے لگا۔ علی نے پریشان ہو کر کہا "پتا نہیں، وہ لوگ ماما کے ساتھ کس طرح پیش آرہے ہیں! آپ فوراً سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کریں۔ ان سے صاف صاف کہہ دیں، اگر کسی پہلو سے بھی ماما کی توہین کی گئی تو میں اُن کے ملک میں تباہی مچا دوں گا اور ایسی انتقامی کارروائی کے لیے میں ٹیلی پیتھی کا محتاج نہیں ہوں۔"
آرمر نے نائب سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ نائب نے کہا۔ "ماسٹر بہت مصروف ہیں۔ وہ تمھارے جیسے چوہے خیال خوانی کرنے والے سے گفتگو کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔"
آرمر نے کہا "مجھے اس بات پر غصہ آسکتا ہے اور میں تمھیں دماغی جھٹکے پہنچا سکتا ہوں۔ مگر میں اپنے مزاج سے مجبور ہوں، کسی کو اذیت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ میں علی تیمور کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا ہے، مادام رسونتی کو واپس بھیج دو۔ انھیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنا چاہیے، ورنہ انتقامی کارروائی بہت مہنگی پڑے گی۔"
نائب نے ہنستے ہوئے کہا "آرمر! اُن کی پُشت پر ایک تم ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہو۔ تم ہمارے خفیہ اڈوں اور یورینیم کے ذخیروں کو تباہ نہیں کرو گے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ تمھارا وطن ہے۔ تم اس کی ترقی کو خاک میں نہیں ملاؤ گے۔ دوسرے ان اڈوں کو تباہ کرنے سے سیکڑوں افراد مارے جائیں گے اور تم ناحق کسی کی جان لینا گوارا نہیں کرو گے۔ آخری بات یہ کہ اتنی بڑی دنیا میں صرف جوجو تمھیں عزیز ہے۔ اگر تم علی تیمور کی انتقامی کارروائی میں شریک ہو گے تو ہم ماسک مین سے سودا کریں گے۔ وہ رسونتی اور جوجو کے تبادلے پر راضی ہو جائے گا۔ ہم رسونتی کو اس کے حوالے کریں گے اور جوجو کو بے موت مارنے اپنے پاس لے آئیں گے۔"
وہ گھبرا کر بولا "نہیں، تم معصوم جوجو کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"
"تم یہ بُرا وقت نہ آنے دو۔ جاؤ آرام سے بیٹھو اور علی تیمور کی وکالت نہ کرو۔ اُسے غصے اور جنون میں ادھر آنے دو۔ اُس نے ہماری ٹرانسفارمر مشین تباہ کی تھی۔ ہم اُس کی ماں کے سامنے مشین کی طرح اُسے دھماکے سے اُڑائیں گے۔"
آرمر شکست خوردہ انداز میں علی تیمور کے پاس آیا۔ اُسے نائب سپر ماسٹر کی باتیں سنائیں۔ علی نے کہا "بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے ذریعے میری باتیں اُن تک پہنچ گئی ہیں۔ آپ آرام کریں۔"
"یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹے؟ میں بے شک جوجو کو اپنی جان سے زیادہ چاہتا ہوں، لیکن اُس کی خاطر تم لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ فی الحال تم لوگوں کے ساتھ میں ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رہ گیا ہوں۔"
"انکل! جب پاپا زندہ تھے، تب بھی ہم ٹیلی پیتھی کا سہارا لینے سے انکار کرتے تھے۔ پارس سے جاکر پوچھیے۔ وہ بھی آپ کا تعاون حاصل نہیں کرے گا۔ اتنے عرصے میں آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارا طریقۂ کار سب سے مختلف ہے۔"
"میں مانتا ہوں، مگر میرے نقطۂ نظر سے دیکھو۔ میں جوجو کو واپس لانے کے لیے خیال خوانی کی پروازیں جاری رکھوں گا، پھر تمھاری ماما کے لیے ایسا کیوں نہیں کر سکتا؟"
"آپ جو کرنا چاہیں ضرور کریں۔ مگر مجھے اپنی خیال خوانی سے دور رکھیں۔ آپ صرف خیریت دریافت کرنے آسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوگی۔ خدا حافظ!"
اس نے سانس روک لی۔ آرمر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں تھا۔ اپنے کوارٹر میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ پھر وہ کوارٹر سے نکل کر تیزی سے چلتا ہوا لوپی کے پاس پہنچا۔ وہ سوگوار بیٹھی ہوئی تھی۔ ادارے کا پورا ماحول ماتمی تھا۔ آرمر نے کہا "فرہاد مرحوم کا ماتم کرتے رہنے سے زندوں کی مصیبتیں ختم نہیں ہوں گی۔"
وہ بولی "آپ رسونتی اور جوجو کے لیے پریشان ہیں مگر یہ تو معلوم ہو کہ انھیں اغوا کرکے کہاں پہنچایا گیا ہے۔"

"یہ معلوم ہو چکا ہے، ایک دشمن خیال خوانی کرنے والے نے علی تیمور سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کی باتوں سے پتا چلا ہے کہ رسونتی کو سپر ماسٹر نے اور جوجو کو ماسک مین نے اغوا کیا ہے۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر بولی "کیا آپ نے تصدیق کی ہے؟"

"میں نے خود نائب سپر ماسٹر سے گفتگو کی ہے۔ پھر کئی بار رسونتی کے دماغ میں جا چکا ہوں۔ آخری بار اس کے دماغ میں کوئی خیال خوانی کرنے والا بول رہا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، رسونتی سپر ماسٹر کی قید میں ہے۔ نائب سپر ماسٹر مجھے دھمکی دے رہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تم لوگوں کی مدد کروں گا تو وہ رسونتی کو ماسک مین کے حوالے کریں گے اور اس سے جوجو کو حاصل کر کے اس معصوم کو بے موت ماریں گے۔"

"مسٹر آرمر! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں دشمنوں کے مزاج کو خوب سمجھتی ہوں۔ فرہاد کی وفات کے بعد تمام دشمن پہلے ہماری قوت کا اندازہ کریں گے۔ اگر انھیں یقین ہو گا کہ ہم فرہاد کے بعد بے بس ہو گئے ہیں تو وہ من مانی کریں گے، رسونتی اور جوجو کو ہلاک کریں گے، ورنہ ان دونوں کو ہماری کمزوری بنا کر زندہ رکھیں گے۔"

"پومی! تمھاری باتوں سے حوصلہ ہو رہا ہے۔ اگر پارس اور علی تیمور میرا تعاون حاصل کرنے کو تیار ہو جائیں تو ہم منظم ہو کر دشمنوں کی نیندیں اُڑا سکتے ہیں۔"

"وہ دونوں کبھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لیں گے۔ آپ اُن کی فکر نہ کریں۔ میں سونیا سے مشورہ لیتی ہوں، اگر وہ راضی ہو جائے تو ہم دو ٹیمیں بنا کر دو طرف جائیں گے۔ ایک ٹیم رسونتی کے لیے اور دوسری جوجو کے لیے ہو گی۔ آپ سونیا سے رابطہ قائم کریں۔"

آرمر نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ ایک شراب خانے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے آرمر؟"

"میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنے آیا ہوں۔ لیکن ماریہ کو دیکھ کر حیران ہوں۔ اس زہریلی لڑکی کو غصہ بڑی جلدی آتا ہے۔ یہ آپ کے لیے مصیبت بن جائے گی۔"

"میں اسے ٹریننگ دے رہی ہوں۔ اسی لیے دن رات اپنے ساتھ رکھتی ہوں۔ اس کی فکر نہ کرو۔ اپنی بات شروع کرو۔"

وہ شروع سے آخر تک سپر ماسٹر، ماسک مین، جوجو، رسونتی اور علی تیمور کے متعلق بتانے لگا۔ سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "پومی سے کہو، اگر سبھی ادارے سے نکل کر رسونتی اور جوجو کے لیے جدّوجہد کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ پومی، آمنہ اور دانشور وکی ادارے میں رہیں گے۔ جب بھی ضرورت ہو گی میں انھیں بلالوں گی۔ آپ بھی آرام کریں اور اطمینان رکھیں، جوجو ضرور واپس آئے گی۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ آرمر چلا گیا۔ ماریہ نے کہا "ممّا! آپ باتیں کرتے کرتے چُپ ہو گئی تھیں۔ کیا سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہی تھیں؟"

"ہاں آرمر آیا تھا۔ یہ تم نے پھر مجھے ممّا کیوں کہا تھا؟"

"سوری! بھول گئی تھی کہ ہم میک اَپ میں ہیں۔ ہمارے درمیان عمر کا زیادہ فرق نہیں ہے۔ لہٰذا میں آپ کی ہونے والی بہو نہیں ہوں بلکہ ایک سہیلی ہوں۔ ہم دونوں آوارہ ہیں اس لیے شراب خانے میں آئے ہیں۔ میں بہت زیادہ پیتی ہوں مگر آپ ایک بوند بھی نہیں پیتیں اور مجھے بھی نہ پینے کی نصیحتیں کرتی رہتی ہیں۔"

"تم مجھے آپ کہہ رہی ہو۔ سہیلی کو 'تم' سے مخاطب کیا جاتا ہے۔"

"سوری! میں اب نہیں بھولوں گی۔ لیکن آپ... میرا مطلب ہے تم یہ بتاؤ کہ مجھے شراب خانے میں کس قسم کی ٹریننگ دینے آئی ہو؟"

"تمھارے صبر اور ضبط کا امتحان لینے والی ہوں۔ یہاں تمھیں کوئی بھی پسند کی چیز نظر آئے تو تم للچاؤ گی نہیں، اس کی تمنا نہیں کرو گی۔"

"میں اپنی ہر پسند پر لعنت بھیج دوں گی۔ لیکن اگر پارس نظر آ جائے گا تو میں دوڑ کر اس سے لپٹ جاؤں گی پھر اسے کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

"تو پھر صبر و ضبط کے امتحان میں فیل ہو جاؤ گی۔"

"پلیز۔ ہر طرح میرا امتحان لو۔ مگر پارس کے لیے نہ آزماؤ۔"

"نہیں۔ تم امتحان دینے آئی ہو۔ اس کے سامنے اجنبی بن کر رہو گی بلکہ جب تک تمھاری ٹریننگ مکمل نہیں ہو گی تم اس سے نہیں ملو گی، یہ بات میں کئی بار سمجھا چکی ہوں۔"

"تم ظالم ہو۔ مجھ پر ظلم کر رہی ہو۔ اگر میں تمھاری بات نہ مانوں تو میرا کیا بگاڑ لو گی؟"

"میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں جادو جانتی ہوں۔ پارس کا دل تم سے پھیر دوں گی۔ وہ تمھیں کبھی پہچان نہیں سکے گا۔"

"میرا پارس مجھے ہر حال میں پہچانے گا۔ میں نے سُنا ہے جس پر محبت کا جادو چل جاتا ہے اس پر کسی اور کا جادو اثر نہیں کرتا۔"

"اچھی بات ہے۔ کاؤنٹر کی طرف دیکھو، تمھیں پارس نظر آئے گا۔"

اس نے کاؤنٹر کی سمت دیکھا پھر خوشی سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ وہیں سے چیخ کر بولی "پارس! مجھے دیکھو، میں آ گئی ہوں۔"

شراب خانے میں سب ہی چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔ وہ دوڑتی ہوئی کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پارس کا بازو پکڑ کر بولی "کیا بہرے ہو گئے ہو؟ اتنی زور سے آواز دے رہی ہوں سنتے ہی نہیں۔"

پارس نے سر گھما کر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سنجیدگی سے پوچھا "کون ہو تم؟ میرا نام کیسے جانتی ہو؟"

"میں تمھاری ماریہ ہوں۔ کیوں انجان بن رہے ہو، تم نے اس چہرے کو ہزاروں بار۔ ۔"

وہ کہتے کہتے چونک گئی، پھر بولی "ارے میں تو بھول گئی تھی کہ میک اَپ میں ہوں، اسی لیے تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو۔ ٹھہرو، میں ابھی میک اَپ صاف کر کے تمھیں چونکا دوں گی۔ تم اپنی ماریہ کو دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑو گے۔"

اس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا "کیا یہاں صابن اور پانی وغیرہ ملے گا؟"

"مس آپ باتھ روم میں چلی جائیں۔"

وہ جانا چاہتی تھی، پارس نے اسے روکتے ہوئے پوچھا "ذرا ایک منٹ۔ یہ جو تم بار بار ماریہ کا نام لے رہی ہو تو یہ محترمہ آخر ہیں کون؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم ماریہ جیسا پیارا نام بھول گئے ہو؟ میں تمھارا منہ نوچ لوں گی۔"

"دیکھو لڑکی، تم خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"کیا ہم پہلے بے تکلف نہیں تھے؟ کیا میں تمھارے گلے پڑ رہی ہوں؟ بے وفا، ہرجائی! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

اُن کے آس پاس شرابیوں کی بھیڑ لگتی جا رہی تھی۔ ایک منچلے نے کہا "میری جان! وہ جوہری نہیں ہے، میں ہیرے کی قدر کرتا ہوں، میرے ساتھ چلو۔"

اس نے ماریہ کا ہاتھ پکڑا۔ ماریہ نے اُسے گھور کر دیکھا۔ اُس کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ آنکھیں ایسی تیز اور زہریلی تھیں جیسے ناگن پھنکار رہی ہو۔ وہ شرابی فوراً ہی نظریں چرا کر دُور چلا گیا۔

ماریہ میک اَپ صاف کرنے باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ پارس نے چور نظروں سے دُور بیٹھی ہوئی سونیا کو دیکھا۔ ماں بیٹے کی نظریں ملیں۔ وہ مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ پھر شراب خانے کے اُس حصّے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانے لگی۔ یہ ماں بیٹے کی پلاننگ تھی۔ وہ ماریہ کے ذریعے اس خیال خوانی کرنے والے تک پہنچنا چاہتے تھے جس نے فرزانہ اور نینسی کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔

وہ بے چاریاں اس لیے ماری گئی تھیں کہ وہ فرہاد کی ہونے والی بہوئیں اور اس کے بیٹوں کی محبوبائیں تھیں۔ اس لحاظ سے جوجو کے بعد پارس کی پہلی محبوبہ ماریہ تھی۔ جوجو کا شمار نہ تو بیوی میں ہوتا تھا نہ محبوبہ میں۔ لہٰذا محبت کے پہلو سے ماریہ کی اہمیت تھی۔ پتا نہیں پاسکل لوبا نے انتقاماً ماریہ کو کیوں ہلاک نہیں کیا تھا؟

اس کی ایک وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ماریہ سونیا کی پناہ میں تھی۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین کے خیال خوانی کرنے والے سونیا سے کترا کر اپنی چالیں چلتے اور کامیاب ہوتے آ رہے تھے۔ انھیں اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ اس مکّار عورت سے دُور رہ کر جو کام کرو گے اس میں ضرور کامیابی ہو گی۔ سونیا دشمن کی چالوں کو خوب سمجھتی تھی۔ اُس نے پارس سے کہا "بیٹے! ماریہ اگر مجھے چھوڑ کر بھاگ جائے یا مجھ سے دُور ہو جائے تو دونوں خیال خوانی کرنے والے دشمن اُسے بھی ٹریپ کرنا چاہیں گے۔"

پارس نے پوچھا "آپ کی پلاننگ کیا ہے؟"

"میں ایسے ماریہ کو دُور کروں گی تو دشمن میری چالبازی پر شبہ کریں گے۔ اگر ماریہ کہیں تمھیں دیکھ لے گی تو مجھے چھوڑ کر تمھارے پیچھے پڑ جائے گی۔ تم اسے پہچاننے سے انکار کر دو گے۔ خیال خوانی کرنے والے تمھارے دماغ میں آئیں گے۔ تم ماریہ کی بھلائی کے لیے سوچتے رہو گے کہ جان بوجھ کر اُسے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔ کیوں کہ خیال خوانی کرنے والے دشمنوں کو معلوم ہو گا کہ تم ماریہ کو دل و جان سے چاہتے ہو تو پھر دشمن، فرزانہ اور نینسی کی طرح اسے بھی مار ڈالیں گے۔"

پارس نے کہا "بڑی اچھی چال ہے۔ آپ بہت الجھی ہوئی چال سوچتی ہیں۔ وہ لوگ ماریہ کو میری زندگی، میری جان

اور میری محبت سمجھ کر اغوا کرنے اور اسے میری کمزوری بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"ویسے تو وہ جوجو کو بھی ہماری تمھاری کمزوری بنا کر پریشان کرنے والے ہیں، تمھارے پاپا کے بعد وہ ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے، ہم میں سے ہر ایک کو ختم کرنے کے بعد ہی مطمئن ہوں گے۔ اس سے پہلے ہی ہمیں خیال خوانی کرنے والوں کی شہ رگ تک پہنچنا ہے۔"

اسی پلاننگ کے مطابق وہ ماریہ کو میک اپ میں شراب خانے تک لائی تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ وہ عملی تربیت کے لیے اُسے ساتھ لے کر گھوم رہی ہے۔ وہ خوب سمجھتی تھی کہ ماریہ تمام عملی تربیت کی ایسی تیسی کرکے پارس کے پیچھے بھاگنا شروع کردے گی اور اس نے جو سوچا اور سمجھا تھا، وہی ہو رہا تھا۔ ماریہ باتھ روم گئی، وہاں سے میک اپ صاف کرکے کاؤنٹر کے پاس آئی۔ پارس کے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولی "اب بولو، میں تمھاری ماریہ ہوں یا نہیں؟"

پارس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا یہ تمھاری جانی پہچانی صورت نہیں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں زندگی میں پہلی بار تمھیں دیکھ رہا ہوں، معلوم ہوتا ہے تم نے بہت زیادہ پی لی ہے۔"

وہ ہاتھ نچا کر بولی "تم اچھی طرح جانتے ہو، میں اس شراب خانے کی ساری بوتلیں پی جاؤں، تب بھی نشہ نہیں ہوگا۔"

اس کی بات پر سب ہنسنے لگے، قہقہے لگانے لگے۔

ماریہ کاؤنٹر پر چڑھ کر کھڑی ہوگئی۔ ایک گلاس اٹھا کر فرش پر مارتے ہوئے بولی "چپ ہو جاؤ۔ گھوڑوں کی طرح ہنہنانا بند کرو۔"

شراب خانے میں خاموشی چھا گئی۔ وہ بولی "کان کھول کر اچھی طرح سنو، میں ناگن ہوں ناگن۔ یہ میرا ناگ ہے اور ناگن مرتے دم تک اپنے ناگ کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تم لوگ جتنی بوتلوں کی شرط لگاؤ گے میں جیتی جاؤں گی۔ میری شرط یہ ہے کہ پارس مجھے پہچاننے سے انکار نہ کرے۔"

ایک شخص نے بھری ہوئی بوتل پیش کرتے ہوئے کہا "پہلے ہمیں یقین دلاؤ کہ تم اس کے چند گھونٹ پی سکتی ہو۔"

ماریہ نے بوتل لے کر منہ سے لگائی۔ سونیا نے قریب آ کر کہا "یہ تم کیا کر رہی ہو؟ کیا شراب خانے میں تماشا بننا چاہتی ہو؟"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ بوتل کو منہ سے لگائے ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پیتی جا رہی تھی۔ وہاں جتنے لوگ تھے، سب کے سب آنکھیں پھاڑے، حیرت سے منہ کھولے اُسے یوں دیکھ رہے تھے جیسے سانس لینا بھول گئے ہوں۔

وہ شاید پیتی ہی چلی جاتی، لیکن بوتل خالی ہونے سے پہلے یاد آیا کہ مما جادو جانتی ہیں، انھوں نے جادو کے ذریعے پارس کا دماغ پھیر دیا ہے، اسی لیے وہ اپنی ماریہ کو نہیں پہچان رہا ہے۔ وہ پینا بھول گئی۔ بوتل کو منہ سے ہٹا کر سونیا کو دیکھتے ہوئے بولی "میں سمجھ گئی، آپ جادو کر رہی ہیں۔ بے چارہ پارس مجبور ہو گیا ہے۔ پارس! تم کہاں ہو؟ پارس!" اس نے بھیڑ میں نظریں دوڑائیں۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ماریہ کاؤنٹر پر سے چھلانگ لگا کر فرش پر آئی۔ پھر پارس کو آوازیں دیتی ہوئی، بھیڑ کو چیرتی ہوئی جانے لگی۔ سونیا نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے کہا "رک جاؤ ماریہ! اکیلی نہ جاؤ، میں آ رہی ہوں۔"

دو آدمیوں نے سونیا کو پکڑ لیا۔ تیسرے نے کہا "اسے لڑکی کے پیچھے نہ جانے دو، ہمارے آدمی اسے اٹھا کر اڈے پر پہنچا دیں گے۔"

وہ تیسرا شخص دوڑتا ہوا شراب خانے کے باہر آیا۔ ماریہ فٹ پاتھ پر کھڑی دُور تک دیکھ رہی تھی اور پارس کو آوازیں دے رہی تھی۔ اُسی وقت ایک کار اُس کے سامنے آ کر رکی۔ ایک شخص باہر نکل کر بولا "اے! تم پارس کو بلا رہی ہو، وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جھیل کی طرف گیا ہے۔"

وہ بولی "جھیل کدھر ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں وہاں پہنچا دوں گا۔"

وہ کار کی اگلی سیٹ پر اس شخص کے ساتھ بیٹھ گئی۔ پچھلی سیٹ پر دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ شراب خانے سے آنے والا شخص چیختے ہوئے بولا "اے! لڑکی کو کہاں لے جا رہے ہو، رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آیا، مگر کار آگے بڑھ گئی تھی اور تیز رفتاری سے دُور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ پلٹ کر دوڑتا ہوا شراب خانے کے اندر آیا۔ پھر ایک کرسی کو ٹھوکر مار کر گراتے ہوئے بولا "اتنی حسین لڑکی ہاتھ سے نکل گئی۔ پتا نہیں وہ کون لوگ تھے؟ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں پوچھتا ہوں، ہمارے آدمی کہاں مر گئے ہیں؟"

سونیا نے کہا "تم پوچھتے رہو، مجھے تو چھوڑ دو۔"

اُس نے غصے سے کہا "اسے جانے دو۔"

وہ اطمینان سے چلتی ہوئی باہر فٹ پاتھ کے پاس کھڑی ہوئی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ سونیا نے ایک بٹن کو دبایا۔ تو ڈیش بورڈ پر ایک ننھا سا اسکرین روشن ہو گیا۔ اسکرین پر ایک ننھا سا بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا اور ایک سڑک پر تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ ماریہ کو ایک انگوٹھی پہنائی گئی تھی جو دراصل ایک انڈیکیٹر تھی۔ وہ شہر کی جس شاہراہ یا گلی سے گزرتی، وہ شاہراہ یا گلی اسکرین پر نظر آ جاتی۔ سونیا نے کہا "وہ ہائی وے کی سمت جا رہے ہیں۔"

پارس اُسی طرف کار دوڑاتے ہوئے بولا "کسی خیال خوانی کرنے والے نے مجھ سے اب تک رابطہ ہی قائم نہیں کیا ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ حیرانی کی بات ہے۔ جوجو کو اغوا کرنے والے جانتے ہیں، تم اس لڑکی کے لیے کتنے اہم ہو۔ پھر بھی وہ خاموش ہیں۔"

"مما! ایک ڈمی پارس مارا گیا ہے، جوجو کی آنکھوں کے سامنے اس کی موت ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ مجھے مُردہ سمجھ رہی ہو گی۔ اُس کی غلط فہمی کے باعث دشمن مجھے وقتی طور پر نظرانداز کر رہے ہیں۔"

"تمھاری بات معقول ہے، لیکن ماریہ کے سلسلے میں وہ تم سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔ ابھی وہ اُس لڑکی کو قیدی بنانے کا منتظر ہو گا۔"

"اگر وہ ابھی آ جائے تو آپ کو میرے ساتھ دیکھ لے گا۔"

"دیکھنے دو۔ وہ تو یہی سمجھے گا کہ ہم ماریہ کو تلاش کر رہے ہیں۔ تم موجودہ پلاننگ کے مطابق اس لڑکی سے بظاہر دُور بھاگتے ہو مگر دل سے اس کے لیے پریشان رہتے ہو۔ اسی لیے اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہو۔"

ماریہ کے ساتھ منسلک رہنے والا انڈیکیٹر اُن کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کے مطابق پارس اطمینان سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اُس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ وہ جیب سے شراب کی ننھی سی بوتل نکال کر کھولنے لگا۔ سونیا سمجھ گئی کہ ڈراما شروع ہو چکا ہے۔ اس نے ناگواری سے کہا "پارس! کیا میری نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا؟ تم پھر پی رہے ہو۔"

وہ بولا "میں آپ کو کتنی بار سمجھاؤں کہ مجھے نصیحت نہ کریں۔"

"کیا شراب پینے سے نینسی زندہ ہو جائے گی اور جوجو دشمنوں کی قید سے نکل آئے گی۔ اس کا نقصان جانتے ہو؟ کوئی دشمن تمھارے دماغ میں آئے گا تو تم نشے کی حالت میں اسے محسوس نہیں کر سکو گے۔ اور محسوس کرو گے تو سانس نہیں روک سکو گے۔"

"معاف کیجیے گا مما! آپ بہت ذہین کہلاتی ہیں۔ لیکن یہ کیا حماقت ہے۔ آپ ماریہ کو شراب خانے میں کیوں لائی تھیں؟"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تم وہاں موجود ہو گے۔"

"یہ میری بات کا جواب نہیں۔"

"میں ماریہ کو عملی طور پر ٹریننگ دے رہی ہوں، اسے ہر اچھی بُری جگہ لے جاتی ہوں۔ میں یہ کبھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ ٹریننگ مکمل ہونے سے پہلے تمھارے قریب آئے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ تم شراب خانے میں آئے اور وہ تمھیں دیکھ کر دیوانی ہو گئی۔"

"اس دیوانگی کا نتیجہ دیکھ لیجیے۔ اگر وہ میرے قریب رہے گی تو نینسی کی طرح ماری جائے گی۔ یا جوجو کی طرح اغوا کی جائے گی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، ابھی ہمارے کسی دشمن نے اسے اغوا کیا ہے۔ ہم اُسے کہاں تلاش کریں؟"

"بیٹے! میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے ماریہ کو ایک انڈیکیٹر والی انگوٹھی پہنائی ہے۔ اور وہ انگوٹھی بتا رہی ہے کہ دشمن اسے جھیل کنارے لے گئے ہیں۔"

سونیا کی بات ختم ہوتے ہی پارس نے مسکرا کر کہا "تمہارا وہ میرے دماغ سے چلا گیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اپنے آدمیوں سے جا کر کہے گا کہ ماریہ کی انگوٹھی اُتار کر اسے دوسری جگہ لے جاؤ۔ ویسے ہم جھیل کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ گاڑی روکو۔ میں جا رہی ہوں۔ تم اپنا راستہ لو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ سونیا کو خدا حافظ کہا۔ پھر گاڑی سے اُتر کر ایک سمت جانے لگا۔ سونیا اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر جھیل کی طرف روانہ ہو گئی۔

پاسکل بوبا فی الحال پارس کی جانب توجہ نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ رسونتی تک پہنچنے کی فکر میں تھا۔ چوں کہ جوجو اس کے قبضے میں تھی، اس لیے اطمینان تھا کہ جب چاہے گا، پارس کی اس کمزوری سے کھیل سکے گا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، دنیا کے ہر ملک کے ہر بڑے شہر میں ماسک مین کا ایک خاص ایجنٹ ہوتا ہے جسے باس کہتے ہیں۔ پیرس کے باس نے اطلاع دی کہ ماریہ ایک شراب خانے میں ہے۔ وہ میک اَپ میں آئی تھی لیکن پارس کو دیکھ کر اپنی اصلیت ظاہر کر رہی ہے۔

ماسک مین نے پاسکل بوبا سے کہا "وہاں خیال خوانی کے ذریعے جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ ہم پارس کی ایک اہم محبوبہ کو بھول گئے تھے جیسا کہ تم جانتے ہو، پارس اپنے باپ کی طرح ہرجائی اور عیاش ہے۔ وہ نینسی کی موت اور جوجو کے اغوا کو بھلانے کے لیے ماریہ کے حسن و شباب میں ڈوب جائے گا۔ اُسے غم غلط نہ کرنے دو، جو بھی لڑکی اس کی زندگی میں آئے، اُسے ختم کر دو یا اُس کی کمزوری بنا لو۔ جاؤ خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔"

وہ ماسک مین کے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچا

اُس وقت ماریہ کاؤنٹر پر کھڑی بھری بوتل کو منہ سے لگائے پی رہی تھی اور پارس موقع غنیمت جان کر وہاں سے کھسک رہا تھا۔ پاسکل نے ماتحت سے کہا "اس لڑکی کو تماشا بنا کر تم لوگوں کو اُلو بنایا جا رہا ہے۔ پارس یہاں سے بھاگ رہا ہے، اس کا پیچھا کرو اور معلوم کرو، وہ ماریہ سے دُور کیوں ہو رہا ہے۔"

ماتحت حکم کی تعمیل کے لیے باہر آیا۔ مگر پارس غائب ہو چکا تھا۔ پاسکل نے کہا "ماریہ ضرور اس کی تلاش میں آئے گی۔ اُسے اُٹھا کر کسی خفیہ اڈے میں لے جانا۔"

اس کا اندازہ درست نکلا۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ اُسے تلاش کرتی ہوئی شراب خانے سے باہر آئی۔ باس کے آدمی باتیں بنا کر اُسے لے گئے۔ پاسکل بوبا نے سوچا۔ سونیا شراب خانے میں ماریہ کو کیوں لائی تھی؟ اور وہ دونوں میک اَپ میں کیوں آئی تھیں؟

اِس دلچسپ ترین داستان

کے بقیہ واقعات

بائیسویں حصے میں

مُلاحظہ فرمائیں